تدبر القرآن

طباعت ثانی از: مکتبہ العلوم ٹرسٹ لائبریری ۔ 2-J/3-1 ۔ ناظم آباد کراچی
ہدیہ .... ۵ روپے

وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين الا خسارا

مسمیٰ بہ ... ترجمہ قرآن از تصنیفات عالم عامل و فاضل کامل زعیم الاماثل ... جناب مولانا المولوی السید محمد ... اعلی اللہ مقامہ وزاد فی الخلد اکرامہ

تنزیل الفرقان

بحسب ارشاد فیض بنیاد ... حضرت ... زبدة ... عمدة الاعیان رکن الارکان ... سید سجاد حسین صاحب بہادر ... دوام اقبالہم العالی ...

مطبع ... باہتمام ... بشیر خان

باعث شائع ازد: مکتبۃ العلوم ٹرسٹ لائبریری ـ 1 ـ 3/J ناظم آباد کراچی

ہدیہ ۲۵ روپے

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی خلق الانسان، علّمه البیان، وجعل الحسن ثمرة اللسان، وزروها الجنان،
والصلوٰة علی مصلح میزان الرسالة، ومکمل مضمار النبالة، محمّد سید الانس والجان، المؤیّد
بواضح البرهان، المبعوث بالکتاب العلی الشان الشافی للارواح والابدان، الّذی حار
فی بدائع افانینه کافة الفصحاء من اهل اللسان، وتمار فی معارضته من واقع اساکیبهم
من اهل الشنان والطغیان، فتحمد عند بطلاوته شقاشق عدنان، وهدرت بتلاوته
مصاقع قحطان، وآله الطاهرین البالغین اقصی البراعة فی التبیان، المنعوتین فی الصحف
الاولیٰ والفرقان، الراسخین فی العلم العارفین بتاویل القرآن، الذین هم مع القرآن و
القرآن معهم لا یفترقان حتی یردا الحوض علی صاحب المقام المحمود فی الجنان ۔ ۵

بعد حمد و الصلوٰة کے خادم دین احمدی محمد بن سیادہ الاد علی الحسینی کی خشوہا اسد مع محمد و علیٰ اہل علم و فہم کی خدمت
مین عرض کرتا ہی کہ بتوفیق الٰہی اصول دو عقائد اہل اسلام کے یقینی اور معقول ہین کہ جس قدر ان مین غور
کرو اوسی قدر اذعان بڑھتا ہی اور جتنی ان مین بحث ہو وتنا ہی اطمینان زیادہ ہوتا ہی بیان تک کہ

غیر سلطنت اسلامیہ کے عقلاء و کملا بالخاص انگلستان کے تعلیم یافتہ عقلا جن کو شاید کسی مسلمان سے بھی
اختلاط نہ ہوا ہو اون کا یہ حال ہے کہ بقول مشہور ع نادیدہ جمال او مہرش بدلم سبز بڑے جوش و
خروش سے اسلام کی تائید کر رہے ہیں اور دور دراز سے بیٹھے اسی دین کا کلمہ پڑھ رہے ہیں اور
اسی وجہ سے ہم اہل اسلام یقین رکھتے ہیں کہ کوئی بالغ اور عاقل بدون مصلحت دنیا اس دین سے
ارتداد نہیں کر سکتا اور کوئی دانا بغیر غرض نفسانی اس سے منحرف نہیں ہو سکتا اور اگر بسبیل ندرت کوئی
ہوا ہوگا تو ملحد ہو گیا ہوگا نہ عیسائی یا سوسائی اور اسی اطمینان و اذعان کے سبب ہم کسی مرتد کے
حال سے متعرض نہیں ہوتے اور ابتداءً کسی سے مباحثہ و مناظرہ نہیں کرتے کیونکہ مناظرہ راستباز
حق جو سے کیا جاتا ہے اور مباحثہ حق پسند منصف مزاج سے ہوتا ہے لیکن آج کل جو شخص عیسائی
ہو جاتا ہے وہ حتی المقدور کچھ تالیف و تحریر بھی کرنا لابدی سمجھتا ہے گویا اپنی دانست میں پہلے دو شوق سے
ندامت رفع کرتا ہے اور ولایتی پادریوں کو اپنی لیاقت اور اعتقاد کا وثوق کراتا ہے اور بعض بعض اسپر
بھی اکتفا نہیں کرتے بہت کچھ بیباکیاں کرتے ہیں چنانچہ پادری عماد الدین جو پہلے بلا تحقیق و اجتہاد
مسلمان تھے اور بعدہ عیسائی ہو گئے ہیں ایک کتاب ہدایۃ المسلمین لکھی ہے اوسکے اوائل میں اونھوں نے
اپنی دانست میں اعجاز عیسوی کا رد کیا ہے اور اواسط میں آنحضرت صلعم کے حالات اور تعلیم یعنی طریقہ
عبادات و معاملات پر اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر اور نیز مضامین پر اعتراضات کر کے
اپنا مبلغ علم و فہم ظاہر کیا ہے اور آخر میں اصول و عقائد نصاریٰ کو لکھکر اپنا دل خوش کر لیا ہے بعد
مطالعہ کے منشا اوس تحریر کا محض تعصب اور مکابرہ ظاہر ہوا اور نتیجہ اوسکا صرف مغالطہ سمجھا گیا
کیونکہ کہیں یہ حال پایا کہ پادری صاحب اوّلاً اعجاز عیسوی کی عبارت کو اپنے مطلب کے موافق
خلاصہ کر کے پہلے ہی سے لائق جواب کر دیتے ہیں پھر ویسا جواب لکھ دیتے ہیں اور کسی جگہ بلا سند
یا بیہودہ باتیں اپنی طرف سے بنا کر اور رد ابیات لکھکر تعقب گزاری کر جاتے ہیں اور اکثر جگہ

خصوصاً مقامات تحریف میں وہ اصل اعتراض کو قبول کر لیتے ہیں اور سہو کاتب یا اختلاف ترجمہ پر
ٹال جاتے ہیں اور کسی جگہ اپنے علما اور تفاسیر پر حوالہ کر جاتے ہیں کہ ہماری تفاسیر میں اسی طرح ہے
یہ پانچوں صورتیں جواب کی کافی نہیں چار صورتوں کا کافی نہونا تو ظاہر ہے اور تفاسیر کا حوالہ
اسواسطے کافی نہیں کہ اگر اون کی تفاسیر کافی ہوں تو قرآن شریف کی تفاسیر کیوں نہیں کافی
کیا ان اعتراضون کے جوابات تفسیرون مین نہین جو پادری صاحب نے ناحق عرق ریزی کی
ہو حالانکہ اونکی تفاسیر میں آیات بائبل کے معنی و تاویلات علمائے عیسائیہ کے اکثر خیالی اور
عقلی اقوال ہیں اونکا سلسلہ کسی نبی سے نہیں ملتا اور قرآن کی تفاسیر میں اکثر رسول مقبول صلعم کے
کے اقوال ہیں یا ایسے اصحاب کے اقوال ہیں جو شہود آیات اور مدارک معانی
محاورات سے واقف تھے آنحضرت صلعم کے حالات و شریعت پر جو اعتراضات
دیکھے تو معلوم ہوا کہ وہی اعتراضات رکیکہ قدیمہ اور وہی تقویم پارینہ جنکے ہزارہا جوابات اہل اسلام
لکھ چکے بلکہ انگلستان کے تعلیم یافتہ عقلاء و حکما مثل گاڈفری ہگینس و جان ڈیونپورٹ وغیرہ جواب
دے چکے۔ اگر کوئی متعصب ایسی بے لوث اور بے غرضانہ گواہی اور محاکمہ کو بھی تسلیم نکرے تو اپنے
دماغ کا علاج کرائے اور قرآن کے اعتراضات فصاحت کا یہ حال دیکھا کہ اتقان سیوطی میں جو ایک
ایک عالم کے قول کا خلاف واقع اور غلط مطلب سمجھکر تمام اعتراضون کی بنیاد اوس پر قائم کی ہے
حالانکہ اوس قول کا وہ مطلب کسی طرح نہین ہو سکتا کما سیاتی پس اعتراضون کی بنیاد بھی وہیں
منہدم ہو گئی اور باوجود اس غلط فہمی کے ان اعتراضون کے جوابات کو ایس شرط پر شروع کیا ہے
کہ شعراء عرب جو محمد صاحب سے پہلے تھے اون کے کلام سے سند لاکر اعتراضوں کو رفع کریں اور جنھوں نے
اسی قرآن سے عربی پڑھنا سیکھا ہو اون کی گفتگو کی لا حاصل کو چھوڑ دین الی آخرہ صفحہ ۳۵۲
پادری صاحب نے سوچا کہ اس زمانہ مین خصوصاً ملک ہند مین آنحضرت صلعم سے پیشتر کی کوئی

کتاب دستیاب نہیں ہوتی اور اگر کچھ معدودے چند اشعار مثل حماسہ وسبعہ معلقہ ومعقد شین کے ہیں تو اس قدر نہیں کہ اون میں سب الفاظ قرآنیہ ہوں کیونکہ بوجہ اختلاف مضمون قرآنی وشعری کے شعرا کو ایسے الفاظ واعتقاد کے بولنے کی حاجت کم ہوئی ہی پس نہ کسی کو ان الفاظ کی سند وشہادت حسب شرط معترض ملے گی اور نہ کوئی اس کا جواب لکھے گا لیکن پادری صاحب کو مناسب تھا کہ پہلے علم ادب میں مہارت حاصل کر کے ان الفاظ وتراکیب قرآنیہ کو دواوین مذکورہ موجودہ ہندوستان میں دیکھ لیتے اور نیز تفاسیر مبسوطہ یا خاص لغات واعراب قرآن کی تفاسیر میں دیکھ لیتے جب ان کو فصحاء عرب کے اشعار میں نہ پاتے تب بھی اس قدر دماغ سوزی کرتے اور پادری صاحب جو یہ عذر حیلہ کرتے ہیں کہ ہم پہلے تفسیروں کو دیکھ لیتے ہیں جب وہاں پر تسلی نہیں ملتی تب اعتراض کرتے ہیں صفحہ ۱۷۱ - سو درحقیقت اون کو تسلی نہیں ملتی ہوگی کیونکہ تفاسیر مختصرہ میں بلکہ کسی ایک تفسیر مبسوطہ میں بھی ہر آیت کے تحت میں قواعد صرف ونحو وفصاحت جو مقدمات تفاسیر ہیں اس تفصیل سے مذکور نہیں ہوتے کہ مبتدی جملہ امور کو وہیں دیکھ لیوے - ان علوم کے واسطے کتابیں بلکہ تفسیریں جداگانہ ہیں - پس اگر پادری صاحب کو مقدمات تفاسیر کی مہارت ہوتی تو تفسیروں کی مختصر عبارت سے تسلی ہو جاتی اور میرا گمان تو ایسا ہی کہ پادری صاحب نے نہ کسی تفسیر مبسوط کو دیکھا اور نہ مختصرات کو پڑھا - کیونکہ اتقان کے صرف ایک صفحہ میں جس سے یہ اعتراضات لفظیہ بنائے ہیں ایسی فاش غلطیاں کی ہیں کہ ادنیٰ طالب علم بھی نہ کرے گا چنانچہ کئی جگہ تو عبارت کا مطلب نہیں سمجھے اور نہ الفاظ صحیح پڑھے گئے اور بعض الفاظ غیر قرآنیہ کو قرآن کے الفاظ لکھ دئے اور اسم کو فعل سمجھے ہیں اور تفسیر جلالین کی عبارت کو قرآن کی دوسری عبارت اختلافی لکھتے ہیں اور تفسیر کبیر کو جلال الدین کی بتاتے ہیں اور ان کے سوا چھوٹی چھوٹی غلطیوں کا تو ذکر بھی نہیں - اگر پادری صاحب کو تالیفات کی بہت کچھ مہلت اور ضرورت تھی تو

اون امور مین غلط و تھاتے جن سے دین عیسوی کے اصول و عقائد ضبط ہوتے تو قرآن پر
زبان درازی کرنے سے تو معاملہ برعکس ہو گیا اور رہا سہا اعتبار بھی بگڑ گیا کیا معنی کہ اسلام
ترک کرنے سے بعض ناواقف مسلمانون کو یہ شبہہ ہوا ہوگا کہ شاید دین اسلام میں کچھ نقص اور
دین عیسوی میں کچھ عمدگی ہوگی جو یہ عربی پڑھا مسلمان عیسائی ہو گیا لیکن جب اونھون نے
ہدایۃ المسلمین کو پڑھ کر سمجھ لیا ہو گیا کہ آپ کو قرآن سے ایسی اجنبیت اور عدم واقفیت ہے کہ آیات
کا نشان بھی نہیں لکھ سکتے قرآن اور تفسیر کی عبارت مین امتیاز نہین کر سکتے الفاظ غیر قرآنیہ کو قرآن
کے لکھتے ہیں تفسیر کے ایک صفحہ کا بھی مطلب صحیح نہیں سمجھ سکتے اور مشہور تفسیرون کے نام نہین
جانتے اور جہاں کہیں مفسروں نے دفع دخل اور دفع توہم کیا ہے تو اوس شبہہ کو اپنا اعتراض
ظاہر کیا ہے اور اوسکے جواب کو چھوڑ دیا ہے تب اون ناواقفون اور غیر طاقتیون پر بھی پادری
صاحب کے علم و فہم اور دیانت کا حال کھل گیا ہوگا اور سمجھ لیا ہوگا کہ ہر گاہ پادری صاحب کا حال
حالتِ اسلام میں ایسا تھا تب ہی اسلام کو ترک کر دیا۔ حق یہ ہے کہ اس کتاب سے بہت
مسلمانوں کو ہدایت ہو گئی ہوگی اور نام کے مطابق سچ مچ ہدایۃ المسلمین ہے الغرض ان وجوہ سے
بندہ نے تمام و کمال کتاب کو ہیچ و پوچ سمجھ کر رکھدیا اور اطمینان ہو گیا کہ یہ ایسی تصنیف متین
نہیں جسے کوئی عاقل و عالم پسند کرے اور ایسی کتاب نہین جس سے کوئی جاہل اور مستضعف
مسلمان بھی گمراہ ہو جاوے لیکن چونکہ پادری صاحب نے آنحضرت صلعم اور دین اسلام
کی نسبت بہت کچھ کلمات سخت اور درشت لکھے ہیں۔ اور نیز صفحہ ۵۰ میں پادری صاحب
لکھتے ہیں کہ اگر ہم کسی امر میں غلطی پر ہیں تو ہمیں سمجھا دیں اور قرآن پر جو اعتراض کیے جاتے ہیں اونکے
جوابات مرحمت فرماوین ورنہ خدا سے ڈر کر توبہ کریں اور اس جہالت قدیمی سے جو عرب کے
نادان ملک سے یہاں تک پہنچی ہے نکل آوین فقط لہذا اعتراضات قرآنیہ کے جوابات کا ہونا

ضروری سمجھا گیا اور بعض اہل عصر کا انتظار کیا مگر جب کسی طرف سے جواب نہوا تب ناچار اس امر عظیم کا بار سر پر اوٹھایا اور اپنی فرصت و وسعت کے مطابق پادری صاحب کی شرط کو پورا کر دیا۔ اور ہم نے ایسے ہی شعرا کے کلام سے استشہاد و استناد کیا ہی جو آنحضرت صلعم سے پیشتر تھے یا جنھوں نے اس قرآن سے عربی پڑھنا نہیں سیکھا یقین ہو کہ اس جواب کے ملاحظہ کرنے سے پادری صاحب کے وساوس رفع ہو جاوینگے اور فصاحت قرآن کو قدر و مرتبہ میں اعلیٰ اور طاقت بشری سے بالا سمجھینگے اور خدا سے ڈر کر توبہ کر کے جہالت جدیدہ سے نکل آوینگے جس طرح انگلستان کے علما و حکما نکلتے آتے ہیں اور ملک عرب کی تعلیم و شریعت کو پسند کرتے جاتے ہیں اور اگر پادری صاحب ان جوابات کو تسلیم نکرین تو جواب الجواب سے دوبارہ اہل اسلام کو تکلیف نہ دین بلکہ چند اشخاص عربی دان و لا مذہب کو جو مشاہیر ملک یورپ و عرب سے ہوں ثالث اور حکم مقرر کر کے ان جوابات کو اون کے پاس بھیجدین اگر ہمارے جوابات کو ان اعتراضات کے واسطے کافی و وافی لکھیں تو پادری صاحب بھی تسلیم کرین اور اگر وے کسی جواب میں اپنی رائے کے موافق نقص بتاوینگے تو ہم اوسکو پھر رفع کر دینگے اسکا مضائقہ نہیں مجھکو پادری صاحب کے دعوی حق جوئی اور تحقیق اور راستبازی سے امید ہی کہ میری اس شرط کو ضرور قبول کرینگے اور درج ایمان کے باب مین لیت و لعل نفرماوینگے اور اگر بنظر مصلحت اس محاکمہ کی تعمیل نکرین تو اسی قدر مہربانی فرماوین کہ ایسی حرکات سے باز آئین اور اہل اسلام کے دل کو نہ دکھائین بہر حال اب اصل مطلب کو شروع کرتا ہون اور جناب مسبب الاسباب سے توفیق کا امید وار ہون اور اتمام کا مستدعی۔ اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

فصل اوّل فصاحتِ الفاظ کے بیان مین

قولہ باب ہشتم قرآن کی تردید میں۔ فصل اول قرآن کی فصاحت و بلاغت کے رد میں سورۂ بقرہ کے دوسرے رکوع میں لکھا ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ یعنی اگر تم قرآن کے برابر نہ بنا سکو اور ضرور نہ بنا سکو گے تو ڈرو اوس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہین سورۂ بنی اسرائیل میں ہے لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ تم قرآن کے برابر ہرگز نہ بنا سکو گے اگرچہ آدمی اور جن ایک دوسرے کی مدد کریں اِن دعوون کے موافق بیچارے مسلمانون نے بلا تحقیق یقین کر لیا ہے کہ ضرور قرآن ایسا ہی ہے **اقول** اگر انسان نشاء عصبیت کو ہٹا کر چشم بصیرت کو کھولے اور پردۂ تعصّبات کو اوٹھا کر عین انصاف سے دیکھے تو یقین ہو جاوے گا کہ یہ دعویٰ نہایت سچ اور برحق ہے اور کمال مسلم الثبوت اور متحقق ہے اور جس شخص کو عربی زبان میں مہارت یا واقفیت نہ ہو تو وہ عہد نبوت کے فصحا و بلغا کی مہارت اور ذوق سلیم پر اعتماد کر لیوے جنکے سامنے یہ دعویٰ کیا گیا اور پھر خاموشی کے کسی سے کچھ جواب نہ آیا بلکہ اکثر اون مین لطف فصاحت سے بیخود ہو کر ایمان لے آئے اور بعضون نے اگر باغراض نفسانیہ ضبط کیا مگر نہ کر سکے اور خال خال جو دام شیطانی میں پھنس گئے وہ ایسے عاجز ہوئے کہ اونھوں نے تلوار سے لڑنا اختیار کیا جان و مال کا تلف گوارا کیا مگر قرآن کے مقابلہ و معارضہ میں اونسے ایک فقرہ بھی نہ کہا گیا اور دل اوسکی فصاحت سے انکار کیا گیا پھر اونسے زیادہ کسکو واقفیت ہو سکتی ہے اس سے زیادہ فصاحت قرآن کے ثبوت مین کیا دلیل ہو سکتی ہے اور بعد اونکے جو کوئی غیر عرب بلکہ ایسا عربی دان جو لفظ تردید کو مثل عوام الناس کے بمعنی ابطال بولے قرآن کی فصاحت پر اعتراض کرے نہایت عجیب بلکہ اعجب اس سے زیادہ اور پادری صاحب نے جو

یقین کی نسبت بعض مسلمانون کی طرف کی ہے کہ بعضے مسلمانون نے یقین کرلیا ہی یہ بھی غلط ہی بلکہ
کل مسلمانون نے یقین کرلیا ہی کہ قرآن ضرور ایسا ہی ہے اور اوسکی فصاحت درجۂ اعجاز پر ہے اور
اہل اسلام کی طرف جو عدم تحقیق کا دعوی کیا ہی یہ بھی عجب حق پوشی اور خلاف بداہت ہی کیونکہ
مسلمانون کے دو طبقہ ہین **پہلا طبقہ** اصحاب رسول صلعم کا ہی جو پہلے کافر تھے اور آنحضرت صلعم کے
سامنے مسلمان ہوئے **دوسرا طبقہ** اون اشخاص کا ہی جو بعد آنحضرت کے پیدا ہوئے۔
الی یومنا ھذا بلکہ قیامت تک پس طبقۂ اولی کی نسبت خصوصاً اون اصحاب کی نسبت
جو قبل غلبۂ اسلام یا از خود مسلمان ہوئے یہ اتہام کرنا کہ وہ لوگ بلا تحقیق فصاحت قرآن مسلمان
ہوگئے ایسا ہے جیسا کوئی آفتاب کی روشنی یا آگ اور پانی کی حرارت و برودت کا انکار کرے۔
مین اہل انصاف سے پوچھتا ہون کہ کیا لبید بن ربیعہ سا فصیح و بلیغ شاعر و مصنف معلقہ رابعہ
بلا تحقیق فصاحت قرآن مسلمان ہوگیا تھا یہ وہ شخص تھا جس نے اپنے قصیدہ کو بوجہ کمال فصاحت
خانہ کعبہ پر آویزان کردیا تھا اور خانۂ کعبہ پر آویزان کردینے اوسوقت یہ غرض ہوتی تھی کہ یہ کلام فصاحت
میں نہایت عمدہ ہے اور صاحب کلام کی لوگ عزت کرین یہ شاعر بقول جان ڈیون پورٹ[1] چند
آیات قرآنیہ کو کعبہ پر آویزان دیکھکر اور شرماکر اپنے قصیدہ کو اوتار لیگیا اور مسلمان ہوگیا اب کسکو اس نے
فصاحت قرآن کو معجزہ سمجھایا نہین کیا کعب بن مالک شاعر بیدل مذاق فصاحت سے بے بہرہ
تھا جو آنحضرت صلعم کی طرف سے کفار کے اشعار کا جواب دیتا تھا کیا حسان بن ثابت سا شاعر
طوطی عرب فصاحت مین غیر محقق تھا جو آنحضرت کے باب مین نہایت دلسوزی و غمخواری کرتا تھا

---

[1] مسٹر جان ڈیون پورٹ کہتا ہی کہ [illegible] جو سو صفحات کے چند قصائد ہین [illegible] ایک مصنف ہین [illegible] بھی تھے
کہ آنحضرت صلعم نے [illegible] اپنی شہرت جاری [illegible] کوئی ایسا شاعر نہ ہو جو اس کے مقابل مین قصیدہ لکھتا [illegible] قرآن
شریف کی سورۃ [illegible] کعبہ پر [illegible] کا دی گئی [illegible] ایک [illegible] کہ یہ [illegible]
خدا کے [illegible] نہین [illegible] اور اوسی وقت اسلام کیون [illegible] ترجمہ [illegible] کہ وہ خود [illegible] کے
ساتھ آیا اور مسلمان ہوا۔

کیا عباس بن مرداس جیسا نامی گرامی شاعر بلا تحقیق فصاحت قرآن مسلمان ہوگیا تھا۔ کیا عبداللہ بن قیس بن عدی قریشی سا فصیح و بلیغ شاعر سخن شناس نکتہ سنج معارف فصاحت و بلاغت سے ناواقف تھا جو مہاجرین حبشہ سے قرآن کو سنکر دین مسلمان ہوگیا کیا ابوذویب الہذلی سا مشہور و معروف شاعر ذوق فصاحت سے ناواقف تھا جو آنحضرتؐ کے مرض الموت میں مدینہ کو روانہ ہوا اور ایسے وقت میں پہنچا کہ آنحضرت صلعم رحلت فرما چکے تھے لیکن یہ مخلص خداترس اسلام سے مشرف ہوکر دفن میں شریک ہوا اور بعد مدت کے غزوۂ روم میں شہید ہوا۔ کما فی شواھد المغنی للسیوطی کیا اعشیٰ یعنی میمون ابوبصیر بن قیس بن ثعلبہ سرآمد شعرائے روزگار مدارک فصاحت و بلاغت سے اجنبی تھا جو از خود ملک یمامہ سے مدینہ کو روانہ ہوا اور ایک قصیدہ مدحیہ لکھ کر لایا بنابر ایک روایت کے مسلمان ہوگیا اور بنابر ایک روایت کے مدینہ تک نہ پہنچا ابوسفیان وغیرہ قریش نے اسے ڈراکر اور بہکاکر پھیر دیا اور راستہ میں اونٹ سے گرکر مرگیا کما فی الشواھد کیا ولید بن مغیرہ سا شاعر محقق اور کافر متعصب لطف فصاحت سے بے نصیب تھا جو عبارت قرآن کو بوجہ کمال بلاغت کے سحر کہتا تھا یہ وہ شخص تھا جس سے ابوجہل وغیرہ قریش فصاحت قرآن کو دریافت کیا کرتے تھے اور جو یہ کہدیتا تھا اوسی بات کو وہ کہتے تھے اس شخص کو اپنی مہارت اشعار کا یہ دعویٰ تھا کہ میرے برابر کوئی شخص قصائد و رجز و اشعار عرب و جنات سے واقف نہیں اور جب ابوجہل قرآن کا حال پوچھتا تھا تو وہ یہی جواب دیتا تھا کہ میں نے ایسا کلام نہیں سنا یہ تو سحر ہے چنانچہ یہ حال اور یہ مقولہ ولید کا سورۂ مدثر میں باعلان مع اشتہار مذکور ہوا ہے قال اللہ تعالے ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ فَقَالَ اِنْ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ۔ اور سورۂ سبا میں وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَھُمْ اِنْ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ اور آنحضرت صلعم کو بھی ساحر کہتے تھے اور کیا نابغہ جعدی سا شاعر بے بدل و سن وہم

فصاحت و بلاغت زبان عرب سے ناواقف تھا جو خالص نیت سے مسلمان ہوا اور اسلام و قرآن
رسول مقبول کی مدح کرتا تھا یہ شاعر نابغہ ذبیانی سے بھی مقدم و مسن و تجربہ کار تھا ایک سو بیس ۱۲۰ یا
ایک سو اسی یا دو سو برس زندہ رہا جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو یہ مسن و تجربہ کار شاعر بھی
بصدق دل ایمان لایا چنانچہ اسکے اشعار سے اسکی عمر اور فصاحت اور صدق نیت کا کچھ حال
ظاہر ہوتا ہے **اشعار** قالت امامة کم عمرت زمانة ؛ وذبحت من عنز علی الاوثان ؛
ولقد شہدت عکاظ قبل محلہا ؛ فیہا وکنت اعد ل فتیان ؛ والمنذر بن محرق فی ملکہ
وشہدت یوم ھجائن النعمان ؛ وعمرت حتی جاء احمد بالہدی ؛ وقوارع تتلی من القرآن
پھر کہتا ہے **شعر** بلغنا السماء مجدنا وجدودنا ؛ وانا لنرجو فوق ذلك مظہرا
اس شعر کو جناب رسول خدا صلعم نے سنکر نابغہ سے فرمایا کہ یا ابا لیلی این المظہر یعنی ای ابو لیلی
کہاں ہے مظہر نابغہ نے عرض کیا کہ جنت یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ ہاں ان شاء اللہ تعالیٰ
کذا فی الغرر والدرر للسید علم الہدی - اور کیا کعب بن زہیر سا شاعر نکتہ سنج فصاحت
زبان عرب سے ناواقف تھا جو اپنی قوم سے چھپ کر شب کے وقت ناقہ پر سوار ہو کر کپڑے سے
منہ لپیٹ کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور اسلام سے مشرف ہوا - اور ایک قصیدہ بھی
آنحضرت صلعم کی مدح میں لکھکر لایا تھا جو نہایت مشہور اور مروج ہے - اور کیا سواد بن قارب
سا شاعر کاہن بھی مذاق فصاحت سے بے بہرہ تھا جو نہایت خلوص قلب سے ایمان لایا تھا اور
نماے حبشی اور آنحضرت صلعم کی شفاعت کا کمال مشتاق تھا چنانچہ اوسکے اشعار سے ظاہر ہے
اور کیا حضرت علی ابن ابی طالب و حمزہ و جعفر طیار و عثمان بن طلحہ و عبد اللہ بن مسعود و زبیر بن عوام
و زید بن حارثہ و عمارہ و سعد بن وقاص و ابو سلمہ مخزومی و ابو عبیدہ بن الجراح و ابو عبیدہ بن الحارث
و سعد بن زید و ابو جندل بن سہیل و غیرہم اشراف و رئیس مکہ معظمہ فصاحت قرآن کے شیفتہ

اور کیا مصعب بن عمیر و رئیس بن اشہل اور تمام بنی اشہل اور بریدہ اسلمی اور دیگر شرا شخاص
رئیس اور اہل علم مدینہ خصوصاً عبداللہ بن سلام وغیرہ فقہائے یہود بلا تحقیق فصاحت قرآن کے
معتقد تھے اور کیا عبداللہ بن عوف اور منذر بن عامر شیخ و دلاور وغیرہم رؤسا و امراء عرب اور ہوذہ
بن عمرو صوبہ دار عمان و بلقا، عامل ہرقل سلطان روم مسیحی عیسائی اور ایک امیر و مصاحب حارث شاہ
دمشق مسیحی النصرانی اور جبلہ امیر غسانی اور منذر بن ساوی سلطان بحرین اور حارث بن عمرو امیر بنی مصطلق
اور باذان حاکم یمن اور نجاشی بادشاہ حبش بلا تحقیق فصاحت قرآن کے معتقد ہو گئے تھے یہاں میں نے
ہر ایک قوم میں سے ایسے ایک ایک دو دو شخص بیچ علم کے ہیں جو اپنے زمانہ اور قوم اور پیشہ میں منتخب اور
سر برآوردہ تھے اور عوام اور آحاد الناس کا تو کچھ ذکر بھی نہیں ان میں کوئی تاجر تھا کوئی زمیندار اور کوئی حرفت
پیشہ تھا اور کوئی امیر و سردار کوئی فقیہ اور عالم اور کوئی بادشاہ اور حاکم اور کوئی فن حرب و ضرب میں ہوشیار
اور کوئی معاملات دنیا میں تجربہ کار انھوں پر یہ احتمال بھی نہیں ہو سکتا کہ طمع مال یا خوف جان مسلمان ہو گئے
تھے یا فریب و دھوکے میں آ گئے ہوں بلکہ یہ سب ایسے لئیق اور آزمودہ کار آدمی تھے عقل رائے اور اعتقاد اور
معاملات دنیاوی قابل اطمینان و اعتماد تھے اور بڑی دقت اور امتحان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
ایمان لائے تھے بخلاف حواریان و معتقدان مسیح کے کہ اکثر آحاد الناس بلکہ ملاح و ماہی فروش ناخواندہ
تھے جو بہت آسانی سے دھوکا کھا سکتے تھے اور قبل ایمان کے کچھ لیاقت ذاتی نہ رکھتے تھے خود پادری
صاحب اپنی تاریخ محمدی میں لکھتے ہیں کہ ... اشاعۃ آنحضرت صلعم کی خدمت میں تھے لیکن اہل عقل و
تجربہ غور کریں کہ حریف کا عاجز ہو کر سر جھکانا کیسا مشکل امر ہے اور عرب کے جیسے متکبر خود پسند آدمی باوجود مخالفت

سلہ آیت ۱۸ باب چہارم انجیل متی میں ہے اور اوس نے یعنی حضرت مسیح نے دریائے گلیل کے کنارہ پھرتے ہوئے دو بھائیوں شمعون کو جو پطرس کہلاتا ہے اور اوس کے بھائی اندریاس کو دریا میں جال ڈالتے دیکھا کیونکہ وے مچھوے یعنی ماہی گیر تھے اور انھیں کہا کہ میرے پیچھے چلے آؤ اور میں تمھیں آدمیوں کا مچھوا بناؤں گا اور وے فوراً جالوں کو چھوڑ کر اوس کے پیچھے ہو لئے اور وہاں سے آگے بڑھ کر اوس نے اور دو بھائیوں زبدی کے بیٹے یعقوب اور اوس کے بھائی یوحنا کو اپنے باپ زبدی کے ساتھ ناؤ پر اپنے جالوں کی مرمت کرتے دیکھا اور انھیں بلایا اور وے فی الفور اوس کے پیچھے ہو لئے ۱۲ منہ

ایمان کے اور باوجود تلمیذ رؤساء عصر کے اوسی امر مین جو کہ اونکا مایۂ فخر وعزت تھا یعنی فصاحت وبلاغت
کلام مین کیسے کچھ عاجز ہوکر مطیع اور معتقد ہوگئے کہ بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان ومال فدا کرتے تھے
ایسی صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرسبز اور غالب ہونا بغیر تائید الٰہی محال عادی تھا حق یہ ہے
کہ صرف لبیدؔ اور نابغہ جعدی اور عباس بن مرداس سے مخضرین کاملین اور حسان اور کعب وغیرہ کا مسلمان ہونا
اور اعشی کا بارادۂ اسلام مدینہ کو آنا اور ولید سے کافر واحد اور سخن شناس کا اس کلام کو سحر کہنا فصاحت معجزہ
اور بلاغت علیا کے واسطے کافی ہے بعد اسکے کسی دلیل وبرہان کی حاجت نہین بلکہ اگر تمام عرب اور غیر
عرب مسلمان قیامت تک قرآن کی فصاحت کا اثبات کرین تاہم ان چند شعرا کی تصدیق کے برابر معتبر
نہین اب جو کوئی شخص کہ فصاحت قرآن پر حرف گیری کرے خواہ عرب ہو یا عجم کامل ہو یا ناقص وہ
اس قابل ہوگا کہ بجز خاموشی کے اوسکو کچھ جواب نہ دیا جائے جب پادری صاحب ایسے امر بدیہی کا کچھ
جواب نہین آیا تو عاجز ہوکر تاریخ محمدی مین کچھ جواب متعصبانہ لکھا ہے کہ ۱۸۰ شاعر آنحضرت صلعم کی خدمت
مین بطمع مال وزر رہتے تھے جسطرح سلاطین دنیا کے پاس رہتے ہین اور مدح کرکے صلات اور انعام پایا
کرتے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ اگر شعرا آنحضرت صلعم کی خدمت مین بامید صلات وانعام رہتے تھے تو
یہ امید اونکو بہ نسبت آنحضرت صلعم آپکے دشمنون سے زیادہ تھی کیونکہ فقر وعدم مال کے باعث جس کی تحقیق[۲]
نصاری بھی شہادت دیتے ہین آپکا روپیہ ملنے کی امید موہوم تھی اور امرا اور رؤسا کفار عرب بالیقین
تھی علاوہ اسکے اگر ایک سو اسی شعرا آنحضرت صلعم کی مدح مین مشغول رہتے تھے تو اقل درجہ ہر ایک نے
ایک ایک قصیدہ ضرور کہا ہوگا کیونکہ بغیر اسکے مال حاصل نہین ہوسکتا۔ پادری صاحب کو لازم ہے

ف لبید شاعر جنکا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے ایک سو چالیس برس کے ہوکر خلافت عثمان مین مرے ہین اس سے ظاہر ہے کہ وقت بعثت
کے قریب سو برس کے ہونگے اور نابغہ جعدی اور عباس کا بھی ذکر اوپر ہو چکا ہے ۲ باوجودیکہ آپ سلطان عرب تھے اسپر بھی آپ اپنے
ہاتھ سے اپنی کفش [illegible] بخشی کپڑے [illegible] درخت [illegible] تھے اپنے ہاتھ سے بکریون کا دودھ دوہتے تھے اور دو دو مہینے تک
[illegible] تھے اور اوس مین آگ روشن [illegible] کرتے تھے [illegible] شیر [illegible] کا کہ اونکا سفر مین غلام [illegible] کہا [illegible]
[illegible] تھے آپکی [illegible] نسبت [illegible] آپکی وفات کے [illegible] مال [illegible] تھے [illegible]

کر ۸۰ قصائد مین سے صرف سو قصائد کا نشان دین یا پچاس کا ہی پتا بتا مین میری دانست
مین بجز چند قصائد معدودہ کے زیادہ نہین مل سکتے سو وہ بھی غزوات مین اشعار کفار کے مقابلہ
مین کہے گئے ہین اور اون مین بھی خاص آنحضرتؐ کی مدح مین دو دو چار چار اشعار ہونگے ورنہ
اکثرون مین یہ بھی نہین اور ان اشعار کو بھی خدا نے شعرا کی زبان پر اس واسطے جاری کردیا ہے کہ
دشمنان دین بعد عہد نبوت یہ نہ کہین کہ اگر آنحضرتؐ مین کمالات نبوت ہوتے تو اون کے ہم عصر
اون کی مدح کرتے اور اوسی وقت اونکی تصدیق ہو جاتی بلکہ اگر آنحضرت صلعم رسول اللہ نہ ہوتے
تو اپنے فضائل کی شہرت کیواسطے ہزارہا قصائد کہواتے اور اون کے حفاظت کے واسطے تابعین
کو بہت تاکید فرماتے اور مسلمان بھی بنظر زبان دانی و ثواب اون کی بہت حفاظت کرتے۔
کمال تعجب ہے کہ جو شخص اسقدر کمالات نفسانی رکھتا ہو اور بقول مخالفین صاحب ملک و اقتدار
بھی ہو پھر باینہمہ اوس کی مدح میں بجز چند اشعار کے کچھ نہو۔ افسوس ہے۔ دشمنون کے تعصب
پر کہ جو برگزیدہ خدا اَلْفَقْرُ فَخْرِی فرماکر فقر و فاقہ کو اپنی عزت و جاہ سمجھے اور اللّٰھم احشرنا مع المساکین
کہکر دعا کرے اور قریش کو حسب و نسب پر فخر کرنے سے زجر و توبیخ کرے اور تین تین روز پیٹ
سے پتھر باندھ کر ادنی لوگون کے ہمراہ محنت کرے اور اپنی اولاد و احفاد کی فاقہ کشی اور گرسنگی کو
دیکھا کرے اور اون کو بجز دعا کے کچھ نہ دے سکے اوس پر یہ اتہام استغفر اللہ۔
یہان تک اول طبقہ کے مسلمانون کی تحقیق کا بیان تھا۔ اب دوسرے طبقہ کے مسلمانون کی تحقیق
کا حال سنو کہ جیسے اہل اسلام نے بعد عہد نبوت اپنی کتاب کی تحقیقات مین محنت و جانفشانی کی
ہے کسی فرقہ نے اپنی کتاب مین نہین کی اس بارہ ۱۲۰۰ سو برس مین جس قدر علمائے اسلام ہوئے ہین
سب نے بقدر فرصت و وسعت قرآن مین غور و خوض کیا ہے اور اوسکے ہر ایک فن مین بڑی
بڑی کتابون کو تصنیف کیا اگر کسی بات مین مخالفین کی طرف سے اعتراض نہین پایا تو اپنے

ذہن سے پیدا کیا اور پھر اوس کا جواب دیا بعض علما نے اسی مین بڑی تحقیق کی ہے کہ قرآن کس
کیفیت سے نازل ہوتا تھا اور کس طرح لکھا جاتا تھا اور آنحضرت کے وقت مین کون کون شخص حافظ
قرآن تھے جنکی روایت پر اعتماد ہو اور بعضون نے لغات والفاظ کی جمع و تدوین اور حل معانی مین
عمر بسر کر دی ہے اور بعضون نے صرف وجوہ و نظائر مین بڑی تحقیق کی ہے اور بعضون نے بحث حل تراکیب و
اعراب مین علحدہ تصنیف کی ہے چنانچہ ایسے مضمون کی کتابون مین کتب مذکورۂ ذیل بہت مشہور
ہین کتاب مفردات القرآن راغب اور مفردات القرآن ابی حیان اور کتاب اللغات ابو القاسم
محمد بن عبد اللہ اور کتاب عزیزی جس کو اوس نے اور اوسکے اوستاد ابن الانباری نے پندرہ
برس مین لکھا تھا اور غرائب القرآن ابن قتیبہ اور مجمع البحرین صاغانی اور مجمع البحرین طریحی نجفی اور
الوجوہ والنظائر نیشاپوری الوجوہ والنظائر ابن عبد الصمد کتاب ابی الحسن اخفش اوسط اور زاہر ابن الانباری
اور شرح التسہیل والارتشاف ابی حیان اور الجنی الدانی فی حروف المعانی ابن ام قاسم کتاب
مقاتل بن سلیمان اور کتاب ابن الجوزی اور کتاب ابن الدامغانی اور کتاب الافراد ابن فارس اور
معترک الاقران سیوطی اور تبیان فی اعراب القرآن ابی البقاء العکبری اور المحتسب فی توجیہ الشواذ
ابن جنی اور سر الصناعۃ ابن جنی اور اعراب القرآن سفاقسی اور اعراب القرآن منتجب الدین اور
اعراب القرآن مکی اور اعراب القرآن حوفی اور خصائص ابن جنی اور خاطریات ابن جنی اور امالی
ابن حاجب اور معرب جوالیقی اور مشکل القرآن ابن قتیبہ اور کتاب ابن السمین اور خصوصاً جامعین لغات
قرآنیہ مین ابو عبیدہ اور ابو عمر و الزاہد اور ابن درید اور زجاج اور فراء اور اخفش اور ابن الانباری
اور ابن قتیبہ بہت مشہور و معروف عالم شمار کئے جاتے ہین اور بعضون نے بالتخصیص آیات احکام
و ناسخہ و منسوخہ مین بڑی تحقیق کر کے جداگانہ کتابین لکھی ہین منجملہ ایسے کتب کے احکام القرآن قاضی اسمٰعیل
اور احکام القرآن بکر بن العلاء اور احکام القرآن ابو بکر رازی اور احکام القرآن ابن العربی اور

احکام القرآن ابن الفرس احکام القرآن ابن خویز منداد احکام القرآن ناسخ ومنسوخ مکی اور ناسخ ومنسوخ سعیدی اور ناسخ ومنسوخ ابن الحصار اور ناسخ ومنسوخ ابی جعفر نحاس اور ناسخ ومنسوخ ابن العربی اور ناسخ و منسوخ ابو داؤد سجستانی اور ناسخ ومنسوخ ابی عبد القاسم بن سلام اور ناسخ ومنسوخ ابی منصور عبد القاہر بن طاہر التمیمی اور الامام فی ادلۃ الاحکام شیخ عز الدین بن سلام وغیرہا بہت مشہور اور عمدہ کتابین ہین اور اکثر علما نے اسباب اعجاز قرآن یعنی فصاحت وبلاغت کے فنون اور صنائع و بدائع کی تحقیق مین بڑی بڑی کتابین تصنیف کی ہین چنانچہ اس باب مین کتب مذکورۂ ذیل بہت عمدہ اور مشہور ہین اعجاز القرآن خطابی۔ اعجاز القرآن رمانی۔ اعجاز القرآن ابن السراقہ۔ اعجاز القرآن قاضی ابوبکر بن الباقلانی کتاب عبد القاہر جرجانی کتاب فخر الدین رازی برہان ابن ابی الاصبع برہان۔ زملکانی مجید زملکانی مجاز القرآن ابن عبد السلام ایجاز فی المجاز ابن قیم نہایۃ التاویل فی اسرار التنزیل زملکانی تبیان فی البیان زملکانی۔ منہج مفید فی احکام التوکید زملکانی۔ بدائع القرآن ابن ابی الاصبع تحبیر ابن ابی الاصبع۔ خواطر سوانح ابن ابی الاصبع۔ اسرار التنزیل شرف بارزی۔ اقصی قریب تنوخی۔ منہاج البلغاء حازم۔ عمدہ ابن رشیق۔ صناعتین عسکری۔ مصباح بدر الدین بن مالک۔ تبیان طیبی۔ کنایات جرجانی۔ اغریض تقی الدین سبکی۔ اقتناص تقی الدین۔ عروس الافراح بہاؤ الدین بن تقی الدین سبکی۔ روض الافہام شمس الدین بن صائغ۔ نشر العبیر شمس الدین مذکور۔ مناسبات ترتیب السور ابو جعفر بن الزبیر۔ فواصل الآیات طوفی۔ مثل سائر ابن اثیر۔ کنز البراعۃ ابن اثیر۔ شرح بدیع قدامہ۔ اور بعضون نے متشابہات کی تحقیق مین بہت کچھ تصنیف کیا ہے چنانچہ برہان فی متشابہ القرآن کرمانی۔ درۃ التنزیل وغرۃ التاویل عبد اللہ رازی۔ کشف المعانی قاضی بدر الدین بن جماعہ وغیرہا اس فن مین مشہور کتابین ہین۔ اور بعضون نے قرآن کے امثال اور اعلام وغیرہ مین جداگانہ کتابین لکھی ہین۔ چنانچہ

امثال القرآن ماوردی - اقسام القرآن ابن قیم - جواہر القرآن غزالی - التعریف والاعلام سہیلی
تبیان فی مبہمات القرآن قاضی بدرالدین بن جماعہ - اسرار حسن نزول فہیم القرآن تفصیل الضریر
اس باب میں عمدہ کتابیں ہیں اور بعضوں نے آیات قرآنیہ کی تعداد و شمار و مضامین میں بہت
کچھ سعی کی ہے - چنانچہ کتاب ذات الرشد اور شرح ذات الرشد موصلی - شرح آیات الصفات
ابن لبان - درنظیم یافعی - اسی باب میں ہیں بعضوں نے رسم کتابت قرآن میں بہت کچھ
سعی کی ہے - چنانچہ کتاب سخاوی اور لوسکی شرح اسی فن میں ہیں اور بعضوں نے آیات متفرقہ
کے فنون و بدائع و لطائف و نکات جداگانہ لکھے ہیں - چنانچہ بدائع الفوائد ابن قیم - کنز الفوائد
عزالدین الغرر والدرر سید المرتضی علم الہدی - تذکرۃ البدرین - تذکرۃ البدرین صاحب بن عباد
جامع الفنون ابن شبیب الحنبلی - نفیس ابن الجوزی اسی قسم کی کتابیں ہیں اور بعضوں نے
علوم فنون قرآن کے شمار میں جداگانہ تصنیف کی ہے چنانچہ فنون الافنان ابن الجوزی -
جمال القراء علم الدین سخاوی - مرشد جیز ابی شامہ - برہان ابوالمعالی - اتقان السیوطی
اس باب میں عمدہ کتابیں ہیں اور اکثر علما نے صرف احادیث مفسرہ کی جمع و تنقید میں اپنی عمر
بسر کر دی ہے - چنانچہ تفسیر ابن جریر - تفسیر ابن ابی حاتم - تفسیر ابن مردویہ - تفسیر ابن حبان
تفسیر فریابی - تفسیر عبدالرزاق - تفسیر ابن منذر - تفسیر سعید بن منصور - تفسیر حاکم تفسیر عمادالدین
ابن کثیر - تفسیر امام ہمام حسن عسکری علیہ السلام - تفسیر نور الثقلین - تفسیر رازی - تفسیر درمنثور
اسی قسم کی کتابیں ہیں - یہاں تک بطور نمونہ اون کتابوں کے نام لکھے جن میں ایک ایک
یا دو دو تین فنون قرآنیہ مذکور ہیں اور تفاسیر کبیرہ جن میں قرآن کے معانی و مطالب حل کیے
گئے ہیں بے شمار ہیں منجملہ ان کے تبیان رئیس المحدثین امامیہ شیخ ابوجعفر طوسی - مجمع البیان
علامہ طبرسی - کشاف زمخشری - تفسیر اصفہانی - تفسیر قرطبی - تفسیر ابن عطیہ تفسیر قشیری

تفسیر مرسی - تفسیر ابن الجوزی - تفسیر ابن عقیل - تفسیر ابن رزین تفسیر واحدی - تفسیر کواشی - تفسیر باوردی تفسیر سلیم رازی - تفسیر کبیر فخر الدین رازی تفسیر ابو الفتوح رازی - تفسیر امام الحرمین - تفسیر ابن برجان - تفسیر ابن بزیزہ - تفسیر ابن المنیر - امالی رافعی - تفسیر ابن النقیب - تفسیر الغرائب والعجائب کرمانی - تفسیر ثعلبی - تفسیر معالم التنزیل تفسیر انوار التنزیل بیضاوی - تفسیر مدارک - تفسیر صافی - قواعد فی التفسیر ابن تیمیہ وغیرہا بے شمار ہیں - الغرض کہاں تک کتب متعلقہ قرآن کے نام لکھوں اور کہاں تک اہل اسلام کے اجتہاد و تحقیق کو بیان کروں - ایک دفتر صرف کتابوں کے ناموں کو چاہیے - جن صاحبوں کو ان کتابوں کے نام دیکھنے منظور ہوں تو کتاب کشف الظنون کو دیکھ لیویں تاکہ اہل اسلام کی عدم تحقیق کی نسبت سب ظنون فاسدہ رفع ہو جاویں اور منصف مزاج تو کیا متعصب بھی پکار اوٹھے کہ مسلمانوں کے برابر کسی فرقہ نے اپنی کتاب کی تحقیق نہیں کی اور جس شخص نے کچھ بھی نہ دیکھا ہو یا جان بوجھ کر اہل اسلام پر عدم تحقیق کا اتہام کرے اوس کو بجز خاموشی کے کیا جواب دیا جائے -

اگر باوری صاحب کہیں کہ اس قدر تصانیف کثیرہ سے تحقیق لازم نہیں آتی کیونکہ ان مصنفون نے بوجہ اعتقاد و ایمان کے عیوب قرآنیہ بیان نہیں کئے تو اس کے دو جواب ہیں **اوّلاً** یہ کہ جس شخص نے ان کتابوں کو دیکھا ہوگا کہ کس کس طرح مصنفوں نے اعتراض نکالے ہیں اور کیا کیا جواب دئے ہیں وہ شخص وہم بھی نہیں کر سکتا کہ اس فرقہ نے تحقیق میں کچھ کوتاہی کی ہو خصوصاً اصحاب رسولؐ کی طرف کہ جو پہلے قرآن کے معتقد بھی نہ تھے عیوب پوشی کا وہم بھی نہیں چل سکتا **ثانیاً** یہ کہ باوجود اس تحقیق کے اگر رجماً بالغیب عیوب پوشی کا اتہام کیا جائے تو اہل اسلام بھی علمائے نصاریٰ کی طرف ہر امر میں ایسا ہی گمان کر سکتے ہیں کہ کسی عالم عیسائی کو اصول عقائد عیسائیہ کی تحقیق منظور نہ تھا بطمع دنیا اپنے عقائد غیر معقول کی عیب پوشی کرتے تھے خصوصاً مسئلہ تثلیث

میں تو صاف ظاہر ہے فقط فمّا ھُوَ اجوابھم فھم جوابنا ۔ **قول** بندہ نے تحقیق الایمان
میں اس فصاحت بلاغت کے بابت جو واجب و ضرور تھا لکھدیا ہے اور خوب
واضح کرکے بتادیا ہے کہ محمد صاحب کا یہ دعوی غلط اور باطل ہے اور سارے اہل علم مسلمانوں
نے یہ دعوی قبول بھی نہیں کیا ہے اور یہ بھی جتلادیا ہے کہ قرآن کے برابر کون کون سی کتابیں دنیا
میں موجود ہیں الخ ۔ **اقول** ہمارے پاس پادری صاحب کا رسالہ تحقیق الایمان موجود نہیں تاکہ
اوسکو دیکھیں کہ قرآن کے برابر کون کون کتابیں بلیغ ہیں ہمکو بھی اونکے نام دیکھنے کا بہت اشتیاق
تھا لیکن ہرگاہ بقول خود ہی کتاب میں بہ نسبت اوس رسالے کے قرآن کا حال کی زیادہ توضیح کی ہے
اور ایک باب خاص اسی واسطے جداگانہ وضع کیا اور اپنی دانست میں کوئی دقیقہ قرآن کی مذمت
میں فروگذاشت نہیں کیا مگر اون کتابوں کے نام کو ترک کیا تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت
اوس زمانہ کے بوجہ ممزاولت کتب عربیہ پادری صاحب کی استعداد عربی میں فرق ہو گیا ہے
اب اون کتابوں کا نام لکھتے اور قرآن کے مساوی کہتے شرم آئی ہوگی بہرحال ہم اس قول
کے ایسے چند جواب دیتے ہیں کہ گو اونھوں نے کتنی ہی کتابوں کے نام لکھے ہوں سب کی تساوی
باطل ہو جاوے **جواب اول** جتنی کتابوں کے نام پادری صاحب نے لکھے ہوں گے
وے دو حال سے خالی نہیں یا قرآن سے پیشتر کی کتاب ہو گی یا بعد کی ہو گی بر تقدیر اول قرآن
سے پہلی کتاب اوسی وقت کی بجز سبعہ معلقہ و عقد ثمین کے غالبا اور کوئی نہیں سو انکی عدم تساوی
اور بے حقیقتی اوسی زمانہ میں ثابت ہو گئی جبکہ کفار معلقات کو پھیر خانہ کعبہ سے اوتارنے گئے اور ان کی
تساوی اوسی وقت باطل ہو گئی جبکہ لبید بن ربیعہ مصنف معلقہ رابع شرمندہ ہوکر اپنے معلقہ کو اوتار
لے گیا اور مسلمان ہو گیا کیا کسی کو اوسکے اسلام میں کلام ہے یا اسکی تصدیق تحدی میں شک ہے یا یہ کہ
یہ شخص جبرا مسلمان ہوا اور نیز معلقات کی تساوی اوسوقت باطل ہو گئی جبکہ مشرکین اپنے جلسوں

اور خلوات مین قرآن کو سحر کہتے تہے اونکے تعصب کا مقتضا یہ تہا کہ اگر وے معلقات کو فصاحت
مین قرآن کے ایک عشر بہی سمجہتے تو وے اون کو قرآن کے مساوی بلکہ زیادہ بیان کرتے اور کبہی معقول
نہوتے جسطرح پادری صاحب کا حال ہے اور بر تقدیر ثانی یعنی یہ کہ اگر قرآن کے بعد کی تصانیف
مین کوئی کتاب قرآن کے مساوی ہے تو پادری صاحب کو لازم ہے کہ جس کتاب کی تساوی
کا دعوی کرین اوس دعوی کے ساتھ دلیل بہی بیان کرین ورنہ دعوی بے دلیل قابل التفات
نہین اور دلیل اس دعوی کی یہ ہے کہ پادری صاحب اوس کتاب کی کمال بلاغت اور
اور اعجاز مصنف کی تحدی اور اہل عصر کی خاموشی اور دیگر فصحاء و بلغا کا اتفاق و اجماع نقل کرین
یا یہ ثابت کرین کہ وہ مصنف شعراء و فصحاء عہد نبوت سے اکمل اور عمدہ تہا اور اگر یہ نہو تو خود ہی
اسکی وجوہ بلاغت اور لطائف ظاہر کرین اور اگر کل کتاب کے وجوہ بلاغت بیان نہو سکیں تو نصف یا
ربع کتاب کے ہی بیان کریں بعد اوس بیان کے وہ دعوی اس قابل ہوگا کہ مسلمان اوسکی طرف
التفات کرین اور اوسکی دلیل پر یعنی وجوہ بلاغت کتاب پر توجہ کرین اگر حق اور درست ہوں تو
قبول کرین ورنہ اون پر نقض کرین مگر پادری کو یہ خیال رہے کہ کلام کی بلاغت اور حسن نہ صرف
الفاظ فصیحہ پر منحصر ہے نہ محض حسن تالیف پر اور نہ محض مطابقت مقتضائے حال پر اور نہ صرف
صنائع و بدائع لفظیہ پر بلکہ ان سب امور کے اجتماع سے بلاغت حاصل ہوتی ہے ہاں اگر صنائع
لفظیہ زین نہو بلاغت میں کچھ خلل نہیں اور ان امور میں ہر ایک امر کے مراتب مختلف ہیں چنانچہ
بعض الفاظ بموجب قواعد کے فصیح ہوتے ہیں یعنی خالی از عیوب مگر شیرین اور مستلذ نہیں ہوتے اور
بعض شیرین بہی ہوتے ہیں اور بعض شیرین تر اور اسی طرح تالیف اور تناسب الفاظ کے مراتب
ہیں بعض اشخاص انہیں الفاظ روزمرہ کو اس تناسب سے منتظم اور مرکب کرتے ہیں کہ غیر شیرین
لفظ بہی شیرین معلوم ہونے لگتا ہے اور بعض اشخاص اس بد اسلوبی سے نظم کرتے ہیں کہ شیرین

لفظاً بھی ثقیل معلوم ہونے لگتا ہے اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان میں بھی بہت مراتب ہیں کہ اہل زبان میں سے بھی مذاق داں ہی اوس فرق کو خوب سمجھتا ہے اور اسی طرح مطابقت مقتضائے حال میں بھی بہت مراتب ہیں بلکہ اہل فصاحت کا بیان ہے کہ مقتضائے حال کی کمیت و کیفیت بجز خداوند علام الغیوب کے کوئی نہیں جان سکتا اور اگرچہ ہر شخص اپنی دانست میں حسب قواعد بلاغت خوب مطابقت کرتا ہے مگر بمقتضائے بشریت اوسکی تشخیص میں یا رعایت میں یا رعایت فصاحت میں خطا اور سہو ہوجاتا ہے چنانچہ ایک شخص کے بھی دو کلام ایک مرتبہ کے نہیں ہوتے جملہ امور کی پوری پوری رعایت کرنا علام الغیوب ہی کا کام ہے اور اس مطابقت کی کمی وبیشی بعض وقت کلام کی تاثیر اور حسن قبول سے ظاہر ہوجاتی ہے یا دوسرے کلام کے مقابلہ سے چنانچہ جس کلام میں اعلیٰ درجہ کی مطابقت ہوتی ہے وہ کلام مجرب دوا اور سحر کے مانند قلب پر اثر کرجاتا ہے بشرطیکہ امراض نفسانیہ ملکاً مانع نہ ہوں اور اسی واسطے ان من البیان لسحراً مشہور ہے اور مقابلہ سے اوسوقت کمی وبیشی معلوم ہوجاتی ہے جبکہ دوسرا کلام بھی اوسی حال اور مضمون میں ہو دیکھو اگر کوئی شخص دیوان سعدی اور دیوان حافظ کا فرق اور ایک کی ابلغیت دریافت کرے تو اوسکا سمجھنا اور سمجھانا ذرہ مشکل ہے لیکن جہاں دونوں نے ایک مضمون کے اشعار لکھے ہیں وہاں ایک کی ابلغیت اور کیفیت مطابقت خوب نمایان ہے مثلاً دیوان سعدی میں ہے **شعر** اگر دشنام فرمائی وگر نفرین دعا گویم ؛ لب لعل شکر خارا جواب تلخ می زیبد ؛ اور دیوان حافظ میں ہے **شعر** بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی ؛ جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا ؛ جب تک آدمی حافظ کے شعر کو نہ دیکھے گا تو وہ یہی سمجھتا رہیگا کہ سعدی کا شعر نہایت بلیغ ہے اور سعدی سا فصیح آدمی فصاحت الفاظ اور مطابقت مقتضائے حال میں کیا کمی کرسکتا ہے مگر جبکہ حافظ کے شعر بلکہ ایک ہی مصرعہ کو دیکھے گا تو یقین کرلے گا کہ سعدی سے وجوہ بلاغت

میں قصور کمی ہوئی اور جسقدر لطافت حافظ کے کلام میں ہے سعدی کے کلام میں نہیں کیا معنی کہ بیان مقتضائے حال یہ ہے کہ محبوب کے کلام رنجش التیام اور دشنام دہی کے مقابلہ میں اپنی خوشنودی کا اظہار اس مرتبہ کیا جاوے کہ اوسکو یقین ہو جاوے کہ عاشق کو برا کہنے سے کچھ ملال نہیں ہوا بلکہ خوشنودی حاصل ہوئی پس سعدی نے دو لفظ دشنام اور نفرین کہکر رنجش اور غصہ کے کلام میں بے فائدہ تطویل کی اور اپنی خوشنودی کے اظہار اور استرضائے محبوب میں جو مقتضائے حال تھا ایک لفظ دعاگویم پر اکتفا کی جو محض عدم ملال پر دلالت کرتا ہے نہ خوشنودی پر اور اظہار خوشنودی کی صراحت بھی نکی صرف دعاگویم کی توجیہ مصرعہ ثانیہ میں کردی اور حافظ نے رنجش اور غصہ کے کلام کے اعادہ میں اور یاددہانی میں ایجاز کیا اور استرضائے محبوب میں اطناب کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ کو اہم اور اقدم اور عین مقصد استرضائے محبوب ہے اوسی میں منہمک اور مستغرق ہے گویا حالت جذب میں ہے کہ معذرت کرتے کرتے اور محبوب کی طبیعت سے خیال رنج کا دفع کرتے کرتے طبیعت سیر نہیں ہوتی اور اگرچہ کلام حافظ میں دس[1] وجوہ بلاغت اور بھی ہیں مگر یہ مطابقت سب پر فائق ہے اور اسی باعث اس کلام میں ایک طرح کی تاثیر اور درد ہے جو سعدی کے شعر میں نہیں۔ الغرض ایسے دعوی عظیم متعصبانہ خلاف جمہور کی تصدیق کے واسطے ضرور ہے کہ پادری صاحب اون کتابوں کی عبارتیں نقل کرکے وجوہ بلاغت اور محاسن و لطائف بیان کریں اور بہتر یہ ہے کہ حتی المقدور ایسی عبارتیں منتخب کریں جو آیات قرآنیہ

---

[1] وجوہ بلاغت یہ ہیں اول لفظ بدم گفتی بہ نسبت دشنام فرمائی و نفرین کے مختصر ہے [illegible] دشنام زبانی سے بھی مختصر ہے [illegible] گفتی بہ نسبت دشنام [illegible] کلام سعدی میں تکرار ہے کیونکہ بیان دشنام اور نفرین [illegible]

ہم مضمون ہوں اور بعد بیان وجوہ بلاغت کے ان وجوہ کو بلاغت قرآن سے مقابلہ کریں کہ وہ کس قدر ہیں
اور یہ کس قدر اور وہ کس مرتبہ کے ہیں اور یہ کس مرتبہ کی کیونکہ کلام کا حال مثل جواہر کے ہے کہ وزن
کی ذراسی زیادتی سے قیمت میں دو چند فرق ہو جاتا ہے چنانچہ بعض وجہ بلاغت ایک ہی ایسی ہوتی
ہے کہ اوسی کے باعث کلام حد اعجاز پر پہونچ جاتا ہے۔ اگر پادری صاحب یہ کہیں کہ اہل اسلام فصاحت
قرآن کے مدعی ہیں اور عیسائی منکر چاہیے کہ اہل اسلام اسی طرح مقابلہ کر کے فصاحت قرآن کو
ثابت کریں جس طرح وہ بار بار لکھتے ہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ بلاشک ابتداءً مسلمان مدعی تھے مگر
اونھوں نے تحدی کر کے اور اہل عصر کو عاجز کر کے اپنے دعوی کو ثابت کر دیا یہ ایک تحدی اور
عدم معارضہ اور تسلیم اور اہل عصر ہزار دلیل کے برابر ہے مثلاً اگر کوئی شجاع میدان میں شجاعوں
کی صف کے مقابل کھڑا ہو کر دعوی کرے کہ مثل میرے دنیا میں کوئی شجاع نہیں تم سب میری
اطاعت کرو اور جو کوئی مجھکو جھوٹا جانے وہ مقابلہ میں آوے اور لڑے تو اوس کا جواب یہ
نہیں کہ تو ہی دنیا میں پھر کر اپنا مثل تلاش کر لا بلکہ اوس کا جواب یہ ہے کہ کوئی صف سے نکل کر
اوسکا مقابلہ کرے اور اگر کوئی مقابلہ نکرے گا اور بعوض مقابلہ کے اوسکی اطاعت قبول کرینگے
تو ضرور اوسکا دعوی ثابت ہو جاوے گا۔ پس آنحضرت صلعم نے اسی طرح فصحاء عرب سے جن کو
ہر وقت شعر و سخن کا چرچا رہتا تھا اور اسی شغل میں اونکا رات دن کٹتا تھا اور اونکے بعد اون کا
کوئی ہمسر اور برابر نہیں ہوا اسی طرح تحدی کی۔ اور یہ تحدی بکرات و مرات قرآن میں مندرج ہو کر
مشتہر ہوئی اس سے زیادہ مسلمان اب کیا دلیل لاویں۔ ہاں اب جو کوئی شخص کسی کتاب
کی مساوی کا مدعی ہو تو اوسکے ذمہ ہے کہ وہ اوس کتاب کی عبارت کو عبارت قرآن سے مقابلہ
کر کے دکھا دے ورنہ دعوی بے دلیل ہذیان کے مشابہ ہے۔

جواب دوم۔ کوئی کتاب یا کوئی کلام اوسی وقت معجزہ ہوتا ہے جبکہ اوسکے ساتھ

اوس کام کے ماہرین کاملین سے تحدی کی جائے اور باوجود تحدی کے کوئی اوسکا معارضہ
نکر سکے کیونکہ تحدی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اوس کام کے فاعل کے نزدیک وہ کام بےمثل ہے
اور کسی کے معارضہ نکر سکنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فاعل کا دعویٰ دوسروں کے نزدیک
بھی حق اور مسلم ہے اور تحدی نہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فاعل کے نزدیک بھی وہ کام بےمثل
نہیں اوسکو شبہہ ہے کہ شاید میرے مثل دنیا میں کوئی موجود ہو اور مجھکو اوسکا علم نہو اسواسطے بجز
الہامی شخص یعنی نبی کے کوئی دوسرا شخص عاقل تحدی نہیں کرتا کیونکہ نبی کو باعلام و الہام خدا
یقین ہوجاتا ہے کہ دنیا میں مثل میرے کوئی شخص اِس کام کو نہیں کرسکتا پس بنابراس قاعدہ کے ہم
کہسکتے ہیں کہ اگر پادری صاحب بفرض محال کسی کتاب کی تھوڑی سی عبارت کے وجوہ بلاغت
بیان کرکے قرآن کی کسی عبارت کے مساوی بھی ثابت کردیں تو بھی وہ معجزہ نہیں ہوسکیگا۔ اور
بعض منکرین نبوت مطلقہ جو کہتے ہیں کہ اگرچہ قرآن فصاحت میں بےمثل ہے مگر فصاحت و بلاغت کا
معجزہ بلکہ اکثر معجزات انبیا قابل اطمینان نہیں کیونکہ ہر ایک عصر میں بعض اشخاص ایسے کامل ہوتے
ہیں کہ اونکے ہمعصروں میں بلکہ اسلاف اخلاف میں کوئی اونکا مثل نہیں ہوتا تو جواب اس شبہہ کا
اسی جواب دوسرے سے نکل آتا ہے یعنی یہ کہ ایسا کامل عاقل شخص اگر نبی نہیں ہوتا تو وہ دعوی نبوت
اپنے کمال پر تحدی بھی نہیں کرتا اور کوئی احمق جھوٹا دعویٰ بھی کرتا ہے تو کوئی شخص اہل عصر سے اوسکی
تکذیب ضرور کر دیتا ہے اور تحدی کو توڑ دیتا ہے لیکن جبکہ ہم فن کاملین اوسکی تحدی توڑنے اور معارضہ
میں نہایت سعی کریں اور باوجود اسکے معارضہ نہوسکے اور اوسکی کوئی تحدی قایم رہے اور دیگر دلائل
نبوت کے بھی رکھتا ہو تو پھر اوسکے کمال معجزہ قبول نکرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی **قولہ**
واضح ہو کہ یہ فصاحت و بلاغت کا مقدمہ بہت نازک اور غور طلب ہے بہت سے مسلمان اسکے از بس معتقد
ہیں اور بڑی بڑی لن ترانیاں لگاتے ہیں الخ **اقول** چونکہ فصاحت و بلاغت کا ادراک

عقل و ذہن سے متعلق ہے اسواسطے بلاشک بہت نازک اور غور طلب ہے بدون اسکے کہ آدمی مدت تک ایک ملک میں رہے یا ایک مدت تک اوس زبان میں توغل رکھے اور عقل مستقیم اور ذہن سلیم بھی رکھتا ہو ہرگز اوس ملک کی زبان کی فصاحت و بلاغت اور سقم و قباحت پر بخوبی مطلع نہیں ہو سکتا اور مسلمان جسقدر فصاحت و بلاغت کے معتقد ہوں وہی زیبا ہے اور جس قدر اس باب میں لن ترانیاں لگائیں بجا ہے کیونکہ یہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ کے ثبوت رسالت کیواسطے دلیل کافی اور برہان وافی ہے۔ دیگر انبیاء سلف کے معجزات ایسے تھے کہ اونکا ادراک حواس ظاہرہ سے متعلق تھا مثلاً ناقہ صالح اور عصائے موسیٰ اور تلیین آہن داؤد اور احیاء اموات عیسیٰ وغیرہم علی نبینا و علیہم السلام کہ یہ معجزات دیکھنے میں آتے تھے اور بصارت چشم پر موقوف تھے۔ اور وجہ ایسے معجزات عطا ہونے کی یہ تھی کہ ان انبیا کی نبوت دوامی اور استمراری نہ تھی یکے بعد دیگرے مبعوث ہوتا تھا اسواسطے اونکو معجزات بھی ایسے ہی آنی اور فانی عطا ہوتے تھے کہ بعد وفات اونکے اون معجزات کا علم اور اثبات دوسرون پر نہیں ہو سکتا تھا۔ اور چونکہ شریعت محمدی صلعم قیامت تک کے واسطے مقرر کی گئی ہے اسواسطے آنحضرت صلعم کے معجزہ کو عقل سے متعلق فرمایا کہ جب تک اس عالم میں عقل ہے تب تک یہ معجزہ بھی رہے اور ہر عہد میں اوسکا علم اور اثبات ہو سکے اور ہر طبقہ انسان پر اتمام حجت الٰہی ہو جاوے گا اور اسی واسطے یہ فرقہ عیسائیہ اس معجزہ سے نہایت رشک و حسد رکھتا ہے اور اس فن شریف فصاحت و بلاغت میں بہت شغل و توغل بھی نہیں کرتا مگر چاند کہیں خاک ڈالنے سے چھپتا ہے اور آفتاب ابر سیاہ سے کہیں تیرہ ہو سکتا ہے۔

قولہ ہاں اس عالم میں ایک دقت در پیش ہے کہ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ کوئی کتاب اس فن کے قاعدوں کی عربی زبان میں ایسی نہیں پائی جاتی جس سے خوب معلوم ہو جاوے کہ فصاحت کے فلانے فلانے قاعدے رعایتیں اور احترازات ہیں کہ اون قواعد سے

قرآن کو مقابلہ کرکے اس دعوی کی تصدیق یا تکذیب کرین شاید کوئی کہے کہ مختصر معانی و مطول
اور تلخیص ملازادہ وغیرہ کتابیں فصاحت کی مسلمانوں کے پاس موجود ہیں اونکے مطابق دیکھنا
چاہیے جواب یہ ہی کہ یہ سب کتابیں اون لوگوں کی تصنیف ہیں جو مسلمان اور فصاحت قرآن
کے بڑے معتقد ہیں اونھوں نے یہ کتابیں ایسے طور پر تصنیف کی ہیں کہ اس مقدمہ میں یہ
کتابین ہمارے سامنے معتبر نہین ہوسکتین۔ توضیح اس کی یون ہی کہ ان مصنفون نے ان کتابوں
کی تصنیف سے پیشتر قرآن کو فصیح اور فصاحت میں لاثانی مان لیا ہی بعد اسکے جب اس فن
میں کتابیں تصنیف کرنے بیٹھے اوسوقت قرآن کے محاورے کے موافق قاعدے مقرر کرنے
شروع کردئے اور جو بولیاں خلاف فصاحت قرآن میں تھیں اونکے لئے ایک ایک قاعدہ
وضع کرکے اون سب عیبوں کو فصاحت میں داخل کرلیا ہی اب اگر اون قواعد مقررہ کے ثبوت پر
فصحاے عرب کا کوئی قول اونسے طلب کرو تو وے وہی قرآن کی آیت بعینہ پیش کردیتے ہیں الخ

اقول جواب اسکا وہی ہی جو معترض کو خود ناچار ہوکر کہنا پڑا ہی کہ اس فن میں مختصر معانی و
مطول و ملازادہ وغیرہ بہت کتابیں ہیں مگر اس جواب کا جو یہ جواب با صواب دیا ہی کہ جب
اس فن میں کتابین تصنیف کرنے بیٹھے اوسوقت قرآن کے محاورہ کے موافق قاعدے مقرر
کرنے شروع کردئے اور اون قواعد مفروضہ کے ثبوت میں قرآن کی آیت کو پیش کردیتے ہیں
عجیب مغالطہ اور اتہام ہی اہل اسلام نے قواعد علم ادب خصوصاً قواعد فصاحت و بلاغت
نہ صرف قرآن کے واسطے جمع کیے ہیں بلکہ عام زبان عرب کے واسطے اور قواعد کی مثالوں میں
نہ صرف آیات قرآنیہ پر اکتفا کی ہی بلکہ اشعار عرب متقدمین اور آیات قرآنیہ دونوں بیان کئے ہیں
ہاں متاخرین نے بنظر اختصار متون میں اکثر آیات قرآنیہ پر اکتفا کی ہی۔ دیکھو مختصر معانی تک میں
اکثر قواعد کی سند میں اشعار عرب لکھے ہیں اور مطول میں اسقدر اشعار ہیں کہ ایک کتاب جداگانہ

اشعار مطول کی شرح میں لکھی گئی ہو اور مغنی ابن ہشام جو علم نحو میں ہو اوسمیں بقدر اشعار ہیں کہ
ایک کتاب موسومہ بہ شواہد مغنی صرف اوسکے اشعار کی شرح میں ہو اور علی ہذا القیاس الکتاب سیبویہ
جو مثل مغنی کے علم نحو میں ہو اوس میں بقدر اشعار ہیں کہ زمخشری نے ایک کتاب جداگانہ اون کی
شرح میں لکھی ہو اور اسی قسم کی کتابیں متقدمین کی تصنیف سے سیکڑوں موجود ہیں جن میں سے
بعض بعض کے نام ہم نے تحقیق اہل اسلام کے ذکر میں مذکور ہو چکے ہیں پس جس کم استعداد شخص
نے کچھ نہیں دیکھا وہ ایسا ہی خیال کرتا ہو اور جو شخص جان بوجھ کر جھوٹ بولے اوسکا جواب بجز
خاموشی کو کچھ نہیں بھلا پادری صاحب علم فصاحت و بلاغت میں ایک کتاب تو ایسی بتائیں جسمیں اشعار عرب سے استناد
و استشہاد نہ کیا ہو اور اگر پادری صاحب بعض بعض قواعد کی نسبت کہیں جن میں صرف قرآن
کی آیات پر اکتفا کی ہو تو اوسکے چند جواب ہیں **اوّلاً** یہ کہ ہر گاہ آنحضرت خاص مکہ کے باشندے
تھے اور بقول معترض قرآن اون کی تصنیف ہو اور فصیح بھی ہو گو مرتبہ اعجاز پر نہیں کہتا تو جب کہ
آنحضرت صلعم فصحاے عرب میں داخل ہیں پس اگر کسی مصنف قواعد فصاحت نے کسی قاعدہ میں
صرف آیہ قرآنی پر اکتفا کی تو کیا بیجا کیا بلکہ اوس نے قرآن کو عربی زبان کی ایک نہایت عمدہ فصیح
اور مسلم الثبوت کتاب خیال کر کے سند دی ہے نہ اپنی مذہبی اور دینی کتاب سمجھکر اور اس اکتفا
کرنے کی وجہ یہ ہو کہ وے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ایک فصیح کا کلام سند میں کافی ہو اور یہ امر صحیح اور
مدلل ہو کیونکہ اگر ایک فصیح کا کلام سند میں کافی نہ ہو تو پھر ایک شعر بھی سند میں کافی نہیں ہو سکتا
ہم اوس شعر کی فصاحت کیلئے سند میں دوسرا شعر طلب کریں گے اور تا وقتیکہ ہر ایک قاعدہ کیواسطے
چار پانچ فصحا کے اشعار نہ لکھے جاویں تب تک کوئی قاعدہ مسلم نہ ہو گا حالانکہ عربی قواعد کیا بلکہ
کسی زبان کے قواعد میں مصنفون نے یہ التزام نہیں کیا بلکہ اکثر مصنفوں نے ایک ہی فصیح کے
کلام پر اکتفا کی ہو پس آیہ قرآنیہ کی سند پر اکتفا کرنے سے اعتراض کرنا جمہور مصنفین کی رائے کے

خلاف ہو بلکہ ایسا معترض متعصب یا کم فہم سمجھا جاویگا اور مصنفین قواعد فصاحت کی طرف اوسکا اتہام ہرگز عائد نہوگا تماشا یہ کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت ایسی مسلم الثبوت اور اظہر من الشمس ہے کہ عہد نبوت کے تمام فصحا نے اوسکو پسند کیا اور کسی نے کچھ عیب اوسکی فصاحت و بلاغت و عربیت میں نہ نکالا اگر کسی نے عیب بھی نکالا تو سحر کہا اور بعد اوس زمانہ کے بھی تمام اہل اسلام بلکہ مخالفین بھی اوسکی فصاحت کو حد اعجاز پر اور طاقت بشری سے خارج سمجھا کئے اور متعصب لوگوں نے اگرچہ اوسکو اعجاز نہیں کہا مگر اوسکی عربیت میں بھی کوئی عیب نہیں نکالا۔ اسواسطے سلف سے آج تک یہ بات مسلمانوں کے گوش زد بھی نہیں ہوئی کہ قرآن میں باعتبار فصاحت و بلاغت و عربیت کے کوئی عیب اور سقم ہے تاکہ وے اوسکی عیب پوشی کا ارادہ کرتے اور اوسکے عیوب کے واسطے قواعد بناتے اور اوسکی تصحیح و توثیق کے واسطے کتابیں تصنیف کرتے مسلمان تو یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ قرآن کی توثیق و تصحیح اوسی وقت ہوگئی جب کہ تمام فصحائے عرب اسکے معارضہ سے عاجز ہو گئے اور سب نے اسکے علو رتبہ کو تسلیم کر کے سر جھکائے اور ناچار ہو کر ایمان لے آئے یا سحر کہنے لگے پھر پچھلے مسلمان اوسکے واسطے کیوں قواعد بناتے اور کس سبب سے ایک ناشنیدہ چیز اور مجہول مطلق کا ارادہ کرتے کوئی عاقل پادری صاحب کے ایسی ظن فاسد کو پسند نہ کریگا اور کوئی منصف مزاج مصنفین قواعد فصاحت پر اس اتہام غیر معقول کو روا نرکھیگا تماشا یہ کہ مصنفین قواعد فصاحت نے جہاں کہیں صرف آیہ قرآنیہ پر اکتفا کیا ہے یا مطلقاً سند نہیں لکھی وہ ایسے قواعد ہیں جو عرب میں کثرت سے مستعمل اور شائع ہیں اور مطابق عقل اور غالبا اکثر ملکوں میں رائج ہیں کیونکہ وے خود بھی عرب کے باشندہ اور محاورات روزمرہ سے واقف تھے پس بلحاظ سہولت جو مثال اوس وقت اون کے ذہن میں آئی وہی لکھدی اور اشعار کی تلاش وغیرہ میں تضیع اوقات نہیں کی اور یہ اونکو علم غیب نہ تھا کہ تیرہویں صدی میں ایک شخص عماد الدین پیدا ہوگا اور وہ قرآن کو

اور اون قواعد پر اعتراض کریگا اس لئے ضرور اشعار عرب ہی لکھتے لیکن پادری صاحب اون کے
اس قصور کو معاف فرماویں اور جن قواعد کی تصنیف خاص قرآن کے واسطے سمجھیں اونکو مفصلاً علیحدہ کر کے
لکھیں ہم اونکو اشعار عرب کیا دیگر زبانون سے بلکہ توریت وانجیل سے ثابت کر دینگے چنانچہ
عنقریب پادری صاحب کو اسکی تصدیق ہوئی جاتی ہے انشاء اللہ تعالی رابعًا اگر ان جوابات
کے بعد بھی اہل اسلام کی تصنیف کے سبب پادری صاحب کا غیظ وغضب فرو نہو تو وہ اس
امر کی دارو گیر اور بازپرس نصاری نجران وغیرہ باشندگان عرب سے کریں کہ وہ تصنیف کیے
کیوں نہیں چھوڑ گئے۔ اونکو ابھی دعوی دین اور حمیت عرب نہ تھی جو اسوقت خاموش بیٹھے رہے
جبکہ یہ قواعد وضع ہوتے تھے اونھون نے یہ خیال نہ کیا کہ قرآن کے عیوب ان قواعد غلط سے
مخفی ہو جاوینگے ہم اصل صحیح قواعد لکھیں اور اگر کوئی یہ عذر کرے کہ بادشاہ اسلام کا خوف تھا تو
یہ عذر محض غلط ہے کیونکہ اکثر نحویوں میں باہم مسائل کا اختلاف سا ہے علاوہ اسکے سلاطین
عباسیہ جنکے عہد میں یہ قواعد جمع ہوئے بالکل بے تعصب اور علم دوست تھے اونکی صحبت میں
علمائے نصاری اور فلاسفہ موجود رہتے تھے اور اہل اسلام سے مناظرہ کرایا کرتے تھے اوسی سبب
سے علم کلام بھی ایجاد ہوا ہے پس یہ عذر مطلقاً بیجا ہے لیکن اگر کوئی یہ عذر کرے کہ اون نصاری کو
تصانیف کے عوض روپیہ پانے کی امید نہ تھی جسطرح اب پادریوں کو ملتا ہے اسواسطے تصنیف
کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو عذر البتہ معقول ہے قولہ مسلمانوں کو لازم تھا کہ علم فصاحت و
بلاغت میں اون فصحائے عرب کی تصانیف جو قرآن کے مقابلہ پر تھے اور جو اوسکو فصیح نہ جانتے
تھے پیش کرتے اور اونکی کتب کے قواعد سے قرآن کا مقابلہ کر کے دکھلاتے تاکہ ہم جانتے کہ اون سے
بڑھکر ہے یا گھٹ کر مسلمانون نے اون معتبر فصحا کی کتابیں گم کر ڈالیں اور خود قرآن کے معتقد بنکر
اوراسے کلام الہی فرض کر کے یہ یقین کر لیا کہ خدا سے زیادہ کون فصیح ہے یہ اوسیکا کلام ہے اس لیے

بہت ہی فصیح ہوگا پس تمام قواعد فصاحت اوسی کی بول چال کے موافق بنا کر یہ چند فصاحت کی کتابیں اپنے درمیان جاری کریں۔ **اقول** اگرچہ ان ہفوات مکررہ کے جوابات ہو چکے ہیں مگر بطور اختصار پھر ناچار اعادہ کرتا ہوں کہ اون کتابوں کا لانا اور دکھانا مسلمانوں کے ذمہ نہیں کیونکہ وہ اون کے وجود کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ قواعد فصاحت و بلاغت کی کتابیں قبل اسلام یا عہد نبوت میں تصنیف نہیں ہوئیں اور پادری صاحب بھی اسکو خوب جانتے ہیں۔ مگر جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں اور محال چیز کی طلب کر کے خواص کو اپنے اوپر ہنساتے ہیں۔ وہ خود ہی انصاف کریں کہ اہل اسلام ایک چیز معدومہ محضہ اور مجہول مطلق اور مفہوم بلا مصداق اور عنقا صفت کو کہاں سے لائیں اور کہاں تلاش کریں یہ کام پادری صاحب کے ذمہ ہے اور اونکو دست اور وسعت و ثروت بھی حاصل ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ولایتی پادریوں کے ذریعہ سے ان کتب کی تلاش کے واسطے ایک رقم معتدبہ جو بیس تیس برس کے خرچ کو کفایت کرے چندہ کر کے جمع کر لیں اور کل روپیہ لے کر عرب کو چلے جاویں فہو المراد۔ اور پادری صاحب جو کہتے ہیں کہ وہ کتابیں مسلمانوں نے گم کر ڈالیں۔ یہ عجب افترا اور بے سند بات ہے اور ظاہر میں خلاف عقل ہے کیونکہ جو کفار قریش استمداد اور استعانت جنگ کیواسطے اطراف و جوانب کے قبائل میں دور دور تک جاتے تھے اور ہر ایک قبیلہ کو جنگ پر آمادہ کرتے تھے پس اگر فصاحت قرآن کی کتابیں خلاف قرآن ہوتیں یا کوئی عبارت قرآن کے معارضہ میں کہی جاتی تو وہ ضرور اوسکو منتشر کرتے اور لا ریب یہود و نصاریٰ اونکی حفاظت کرتے اور دوسرے ملکوں تک پہونچاتے اور آج کسی نہ کسی فرقہ کفار کی کتب میں وہ عبارتیں پائی جاتیں۔ یہ بات خوب ظاہر ہے کہ زمانہ جاہلیت کے کلام کو اہل اسلام نے بڑی قدر و منزلت سے رکھا ہے اور اون کے اشعار کو اکثروں نے حفظ اور ذوک زبان

یاد کیا ہی اور جامعین قواعد فصاحت تو اس تمنا میں مرگئے کہ کوئی کتاب زمانۂ جاہلیت کی اس فن میں میسر آئے اگر مسلمان اونکو گم کرڈالتے تو دیوان عقد نشین شعرائے جاہلیت اور سبعۂ معلقہ کیونکر باقی رہتا اور دیوان حماسہ کے اشعار اور اشعار کتب لغت کہان کو نصیب ہوتے کیا یہ سب نصاریٰ نجران۔ کے ذریعہ سے ملے ہیں اور خیر بالفرض مسلمانون نے گم بھی کرڈالیں تو پادری صاحب کو لازم ہو کہ اون کتب گمشدہ کے نام اور اونکے مصنفون کے نام اور گم کرنے والوں کے نام بتائیں اور اگر ایسی زبردستی کریں کہ نام بھی نہ بتائیں اور مطالب سے بھی باز رہیں تو میں ایک طریقہ اونکو قرآن کے مقابلہ کرنے کا ایسا بتاتا ہوں کہ ایسا مقابلہ درصورت حاصل ہونے اون کتب عنقا صفت کی بھی نہو اور اونکی یہ حسرت بھی نکل جاوے بشرطیکہ تعصب کو دخل نہ دیں اور وہ یہ ہی کہ جن کتب کو وہ مسلمانوں سے طلب کرتے ہیں اون کتب کے فرضی مصنف یعنی فصحاے وبلغاے عہد نبوت جو قرآن کے مقابل پر تھے وے خود مسلمان ہوگئے اس سے زیادہ اب کوئی کیا مقابلہ کریگا اور بعد اسکے جو وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے خود قرآن کے معتقد بنکر اور اوسے کلام الٰہی فرض کرکے تیقین کرلیا ہی کہ خدا سے زیادہ کون فصیح ہی یہ عجب حق پوشی ہی کیونکہ وے مسلمان جو قواعد فصاحت کے جامع تھے از خود بلاوجہ معتقد نہیں ہوے بلکہ وے خود بھی عرب العرباء اور ماہرین محاورات اور قریب عہد نبوت کے تھے اور کمال ذاتی اور عقل و فہم کے سواے یہ دوسری سند اونکے پاس تھی کہ اون کے باپ دادا جو بڑے اشد کافر اور سخت متعصب تھے قرآن کو فصیح و بلیغ سمجھ کر مسلمان ہوچکے تھے اور اونکے نزدیک آبا و اجداد کی راے اور عقل اس باب میں قابل اعتماد تھی پس اون لوگون نے اگر قرآن کو عربیت اور فصاحت و بلاغت میں ایک عمدہ اور مسلم الثبوت کتاب سمجھکر بالفرض اوسی سے قواعد فصاحت مستنبط کرلیے تو

کیا بیجا کیا علاوہ اسکے یہ ہے کہ اگر مسلمان صرف قواعد فصاحت کو جمع کرتے تاہم متعصب آدمی ایسا وہم کرسکتا تھا لیکن اونھوں نے قواعد صرف بھی جمع کیے ہیں قواعد نحو بھی جمع کیے ہیں قواعد عروض بھی جمع کیے ہیں لغات عرب بھی جمع کیے ہیں یونانی علوم کے ترجمے بھی کیے ہیں کیا یہ سب قرآن کی تصحیح و توثیق کے واسطے کیے گئے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں پس اظہر من الشمس ہے کہ قواعد فصاحت و بلاغت عام زبان عرب کے واسطے جمع ہوئے نہ خاص قرآن کے واسطے اور وے قواعد اشعار عرب اور عوام کے محاورات سے اور نیز قرآن سے مستنبط ہوئے پس ان قواعد موجودہ کو انھیں لوگوں کے قواعد سمجھنا چاہیے جو قرآن کے مقابلہ پر تھے بلا شک وہی ہیں اور اگر نہیں ہیں تو اس امر کو دلیل اور سند سے ثابت کرنا چاہیے اور افترا اور جھوٹ بات بنا کر اس کا جواب دینا نہ چاہیے کیونکہ دروغ جواب نہیں ہوتا بلکہ مصنف کے سر پر وبال ہوتا ہے ولنعم ما قیل **شعر** گر راست سخن گوئی و در بند بمانی به زانکہ دروغت دہد از بند رہائی - **قولہ** دیکھو فصاحت و بلاغت کا ایک یہ بھی قاعدہ ہے کہ مجیب کا جواب سائل کے سوال کے موافق ضرور ہونا چاہیے اس درست قاعدے کے مطابق قرآن کی یہ آیت جو سورہ بقرہ کے چھبیسویں رکوع میں ہے رد ہو گئی یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۝ اے محمد تجھ سے سوال کرتے ہیں لوگ کہ ہم خدا کی راہ میں کیا چیز خرچ کریں یعنے روپیہ یا کھانا یا کپڑا جو چیز دینی بہتر ہو بتلاؤ محمد صاحب نے قرآن میں یہ جواب دیا قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۝ جو تم خیرات دو ماں باپ کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو دو۔ سائلوں کو دیکھو کیسے یہ جواب سوال کے موافق نہوا ہم نے بھنے خرچ کرنے کی چیز پوچھی تھی اوس نے خرچ کرنے کی جگہ بتلائی اس لئے یہ آیت فصاحت سے گر پڑی گر مہدی منفعون نے اس اعتراض کے دفع کو جھٹ پٹ یہ قلعہ فہم کرلیا اور کہا تنبیہا علی ان الاھم ھو السوال عنھا یعنی یہ جواب خلاف سوال اس لیے

دیا گیا کہ سائل کو معلوم ہو جاوے کہ یہ سوال کرنا تجھے چاہیے تھا بلکہ جو ہم نے جواب دیا ہے اوسکے موافق تجھے سوال کرنا چاہیئے تھا اور یہ زبردستی ہے پس یہی ایک قاعدہ فصاحت کا مقرر ہو گیا اسلیئے یہ قواعد فصاحت جو قرآن کے معتقدون نے خود بنائے ہیں مخالف کے سامنے ہرگز معتبر نہیں الخ **اقول** تعجب ہے کہ پادری صاحب نے اس قدر زور و شور اور جوش خروش کیونکہ جملہ ہفوات کے واسطے صرف ایک مثل قرآن کی نکالی سو وہ بھی ایسی مثال جسکے دو جواب تفسیروں میں موجود ہیں اور سند اوسکی انجیل میں ہے **جواب اول** اس آیت میں سوال کا تو جواب موجود ہے مگر اسقدر امر ہے کہ اصل جواب کو تبعاً اختصاراً ضمناً فرمایا ہے اور امر اہم کو تصریحاً اور تفصیلاً اور اسی باعث کسی نے اس آیت کو خلاف سوال نہیں لکھا ہاں مختصر المعانی میں اسقدر لکھا ہے کہ کبھی سائل کے سوال کو اوسکی مراد کے خلاف پر محمول کر کے خلاف مقتضائے ظاہر کے جواب دیجاتا ہے اور آیۂ مذکورہ کو اسی قبیل سے لکھا ہے اور صرف اسی آیت پر اکتفا نہیں کی اس سے پہلے قبعثری شاعر کے قول کو بھی لکھدیا ہے اس سے ثابت ہے کہ خلاف مقتضائے ظاہر مخل بلاغت نہیں بلکہ حسن بلاغت اور صنعت ہے کیونکہ بعض اوقات خلاف ظاہر ہی مقتضائے حال ہوتا ہے البتہ خلاف مقتضائے حال مخل بلاغت ہے سو وہ یہاں نہیں بلکہ یہاں اصل جواب بھی ضمناً موجود ہے دیکھو آیۂ جواب کا ترجمہ ہے کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال کی قسم سے اوسے والدین اور اقربا اور یتامی اور مساکین اور مسافروں کو دو سب سے پہلے لفظ ما جسکا ترجمہ جو کچھ ہے فرمایا ہے اور یہ لفظ عام ہے جملہ اقسام مال کو چہ نقد و چہ جنس سب کو حاوی ہے اسکے فرمانے سے صاف سوال کا جواب ہو گیا کہ خواہ کھانا دو خواہ کپڑا خواہ نقد خواہ کچھ اور مال بشرطیکہ خیر ہو یعنی بہتر بہ نظر مقدار کے کہ اوس سے آدمی منتفع ہو سکے خواہ بہ نظر حلت کے کہ بوجہ جائز حاصل کیا ہو اور بعد اصل جواب کے

بطور روایت کے یہ امر پیغمبر صلعم کے واسطے سب سے اہم واقدم ہے اور اسکا مصرف بھی فرمادیا اب
کہو کہ یہ جواب سوال کے مطابق ہوا یا نہیں غالباً پادری صاحب جواب اور سے سمجھتے جبکہ
مال کے انواع و اقسام کی تفصیل خوب ہوتی پادری صاحب کو علم بیان پڑھنا چاہئے ۔
جس سے معلوم ہو جاوے کہ فصحا ایک مطلب کو چند طرح سے بیان کرتے ہیں اور ہر بیان
اونکا مناسب وقت و حال کے ہوتا ہے اور یہ کمال بلاغت ہے ہر غبی کا کام نہیں ۔

جواب دوم بیضاوی وغیرہ ہر ایک تفسیر میں اس آیت کی شان نزول میں
عبداللہ بن عباس سے یہ روایت لکھی ہے کہ عمرو بن الجموح انصاری جو پیر فرتوت اور
شیخ فانی تھا اور بڑا مالدار آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم
ہم کیا چیز خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں چونکہ مصرف خرچ کی جگہ بھی پوچھی تھی اسواسطے جواب میں بھی
اوس کا بیان ہوا اور چونکہ مال کی تفصیل کہ کیا خرچ کریں ہیچ و پوچ بات ہے ہر عاقل
دینے کے لائق چیز کو جانتا ہے اور سوال کے قابل مصرف ہوتا ہے اسواسطے مصرف کو
تفصیل سے بیان کیا اور مال کو مجملاً اور ضمناً گو کسی قدر اوسکی بھی تفصیل کر دی کہ خیر سے ہو
اور اسی کو مقدم کیا تاکہ سوال کے مطابق ہو ۔ پادری صاحب سے کوئی پوچھے کہ کیا آپنے
یہ شان نزول تفاسیر میں نہیں دیکھی جو اسکو ترک کر دیا اور ناحق مغالطہ دیا اور ظاہر ہے کہ قرآن
کی تفسیر کا مدار شان نزول اور روایات مفسرہ پر ہے اپنی رائے سے تفسیر کرنا جائز نہیں ۔
اور اگر وہ کہیں کہ قرآن میں سوال مصرف نہیں اور بمقابلہ قرآن روایت کا چنداں اعتبار
نہیں تو جواب یہ ہے کہ روایت کا اعتبار اوسوقت نہیں ہوتا جبکہ وہ قرآن کے خلاف ہو
اور یہاں روایت قرآن کے مطلب کو جامع ہے نہ مخالف اور توافق موجود ہے بلکہ یہ جواب
اوسکی تصدیق و توثیق کرتی ہے کہ غالباً سوال دونوں چیزوں سے ہوا ہوگا ۔ اور چونکہ

قرآن میں ایجاز و اختصار ہی او سمیں مذکور نمونے سے مطلق نمونا ثابت نہیں ہوتا دیکھو قرآن
میں باوجود تکرار و تاکید ذکر نماز کے اوسکے رکعات کی تفصیل حلالین نہیں **جواب سوم**
بفرض محال یہاں جواب سوال مطابق نہیں تو کچھ قباحت نہیں بعض وقت حسب مصلحت
سوال کے مطابق جواب نہ دینا ہر ملک میں ابتدا عالم سے مروج رہا ہے یہ صرف مسلمانوں کا بنایا ہوا قاعدہ
نہیں بلکہ معترض کے خدا کا بنایا ہوا قاعدہ ہے دیکھو آیت ۱۱ باب چہارم انجیل یوحنا کہ عورت
نے اوس سے یعنی مسیح سے کہا اے خداوند تیرے پاس پانی کھینچنے کو کچھ نہیں اور کنواں
گہرا ہے پس تو نے وہ جیتا پانی کہاں سے پایا۔ کیا تو ہمارے باپ یعقوب سے بڑا ہے
جسنے ہمکو یہ کنواں دیا۔ الخ یسوع نے جواب دیا کہ جو کوئی اس پانی سے پیتا ہے پھر پیاسا
ہوگا پر جو کوئی اوس پانی سے جو میں اوسے دونگا پیتا ہے ابد تک پیاسا نہوگا الخ غور کرو
کہ عورت طریقہ تحصیل آب کو اور مقام آب کو دریافت کرتی ہے۔ کہ بغیر ڈول و رسن
کسطرح پانی آیا اور کہاں سے مگر حضرت مسیح آب چاہ کی مذمت اور اپنے پانی کی مدح
اور منفعت بیان کرتے ہیں نہ یہ اوسکی سنتے ہیں نہ وہ عورت اونکی سمجھتی ہے یہ وہی مثل
ہوئی کہ سوال از ریسمان و جواب از آسمان۔ مگر اصل جواب اسکا بھی وہی ہے جو جمہور
مفسرون نے آیہ قرآن میں کہا ہے کہ حضرت مسیح کو اہم اور اقدام اپنی نبوت کا اظہار کرنا
اور عورت کو ہدایت کرنا مقصود تھا اسواسطے اوسکے جواب کی مطابقت پر چنداں اعتنا نہیں
کیا۔ اور اس قسم کے جوابات سوالات سے غیر مطابق انجیل میں بہت ہیں[له] حالانکہ جواب
سوال کے مطابق ہونا کسی خاص زبان کا قاعدہ نہیں اور نہ علم بدیع کی کچھ صنعت ہے

له چنانچہ شروع باب ۱۲ انجیل متی سے ظاہر ہے کہ فریسیون نے حضرت مسیح سے آسمانی نشانی یعنی معجزہ
طلب کیا اور مسیح نے اونکو سخت و سست کہکر ٹال دیا معجزہ نہ دکھایا اور سوال کے مطابق جواب نہ دیا ۱۲ منہ

بجز اُمید مطلب ہو بلکہ یہ قاعدہ از روئے عقل ہر متکلم پر ہر زبان میں ضروری اور لابدی ہے اور معترض
نے بھی اوسکو درست بلکہ ضروری کہا ہے مگر جہاں اوس سے بھی زیادہ ضروری کچھ اور بات ہو
اور ترک جواب میں مصلحت ہو تو پھر مطابقت ترک کر دی جاتی ہے ہمکو گمان ہے کہ اس جواب
کو دیکھکر آیندہ پادری صاحب مسلمانوں کے بنائے ہوئے قواعد معتبر سمجھیں گے اور حضرت
عیسیٰ کا نام دیکھکر کچھ دم نہ ماریں گے **قولہ**[1] مگر چونکہ مسلمان ان کتابوں کو بڑی معتبر
اور بزرگ جانتے ہیں اس لئے اب ہم انھیں کتابوں کے بعضے صحیح قواعد کے موافق قرآن
کو مقابلہ کرکے دکھلاتے ہیں اور ثابت کر دیتے ہیں کہ قرآن اعلیٰ درجہ کی فصاحت سے گرا ہوا
ہے اگرچہ کسی ادنیٰ درجہ کا فصیح ہو پر اعلیٰ درجہ کی فصاحت نہیں رکھتا پہلے مسلمانوں
کی معتبر کتاب تلخیص اور اوسکی شرح مطول سے فصاحت بلاغت کے معنی تبلادیں گے
بعد اوسکے قرآن کی طرف نظر کریں گے۔ پوشیدہ نرہے کہ لغت میں فصاحت کے معنی بیان
منضبطہ بالکنتے ہیں یعنی خوش گوئی کو فصاحت کہتے ہیں مگر اصطلاح میں یہ معنی ہیں کہ کلام کا
اون لفظوں سے خالی ہونا جو بلغاء و شرفا کی بول چال میں نہیں آئے اور ترکیب غیر مانوس و
الفاظ غیر مانوس اور لغات مشکل و سخت و ثقیل سے بھی خالی ہونا مختصر معانی و دیگر رسائل فصاحت
میں یہی معنی لکھے ہیں اور بیان اس کا یوں ہے الفصاحۃ توصف بہا المفرد والکلام
والمتکلم الخ **اقول** اس قول میں پادری صاحب نے فصاحت و بلاغت کی
تعریف لکھی ہے مگر چونکہ باوجود ارادہ کے اوسکا مطلب موافق کتب کے صحیح بیان نہیں کر سکے
اور پھر جو کچھ کہ عربی عبارتیں لکھ لکھ کر دوبارہ بیان کیا ہے اوس میں طول بہت کیا ہے لہٰذا
اونکے سب مطلب کا خلاصہ صحیح کر کے موافق کتب کے لکھے دیتا ہوں اور اونکے تسامحات

[1] تمام کلمات اور تقیید نفی و سوی کو چھوڑ گئے ۱۲

بخوف طوالت تعرض نہیں کرتا خلاصہ یہ ہے کہ فصاحت لفظ مفرد یعنی کلمہ اور کلام وعبارت اور
متکلم تینوں میں ہوتی ہے اور بلاغت صرف کلام اور متکلم میں ہوتی ہے نہ کلمہ میں پس لفظ مفرد
کو بھی فصیح کہتے ہیں اور کلام کو بھی فصیح کہتے ہیں اور شخص متکلم کو بھی فصیح کہتے ہیں اور کلمہ کو بلیغ نہیں کہتے صرف کلام اور متکلم کو
بلیغ کہتے ہیں اور یہ تفصیل مختصر اسواسطے کردی جاتی ہے کہ ان تینوں کی تعریفیں یکساں
نہیں پس کلمہ فصیح اوسکو کہتے ہیں جس میں حروف متنافر نہوں تاکہ تنافر کے باعث کلمہ بولنے
میں زبان پر بھاری ہوجائے اور تلفظ میں دشواری ہوئے اور نیز کلمہ غریب یعنی وحشی نہو اور
وحشی اوس کلمہ کو کہتے ہیں کہ اون خالص عربوں کے نزدیک جنکی عربی معتبر اور مستند ہے اوسکے
معنی ظاہر نہوں اور نہ وہ اونکے استعمال اور بول چال میں ہو اور نیز قواعد مقررہ لغت کے خلاف
نہو اور بعضوں نے یہ چوتھی شرط اور زیادہ بڑھائی ہے کہ سماعت میں مکروہ نہو۔ اور کلام فصیح
اوسکو کہتے ہیں جسمیں ہر ایک کلمہ فصیح ہو اور باہم کلمات متنافرہ و ثقیلہ بھی نہوں اور کلام
قاعدہ مشہورہ نحوی کے خلاف نہو اور اوس میں کسی طرح کی تعقید لفظی ومعنوی بھی نہو تعقید کے
یہ معنی ہیں کہ عبارت اپنے معنی پر کھلا کھلی دلالت نکرے کسی خلل کے سبب جو اوسکے نظم میں
واقع ہوا ہے اور نظم میں خلل اسطرح ہوتا ہے کہ لفظوں کی ترتیب معنوں کی ترتیب پر نہو کسی لفظ
کے مقدم ہونے کے سبب یا موخر ہونے کے سبب یا اضمار قبل الذکر کے سبب یا کسی سبب
سے وہ ایسی عبارت ہو جاوے کہ سامع کا ذہن فوراً مرادی معنی کی طرف رجوع نکرسکے۔
اور بعضوں نے فصاحت کلام میں یہ بھی شرط کی ہے کہ ایک چیز بار بار نکہی جاوے اور اوسمیں
پے درپے اضافتیں بھی نہوں اور متکلم فصیح وہ ہے جسمیں ایسی طاقت ہو کہ اوسکے سبب اپنا
مطلب فصیح عبارت میں بول سکے اور کلام بلیغ وہ ہے کہ کلام فصاحت کے ساتھ مطابق
مقام وحال کے بولا جاوے اور چونکہ مقامات اور حالات مختلف ہوتے ہیں اسلیئے

کلام کے مقامات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اور متکلم بلیغ وہ ہے جس میں ایسی طاقت ہو کہ وہ کلام بلیغ بول سکے اس بیان کے بعد پادری صاحب کہتے ہیں کہ قرآن ہرگز فصیح نہیں۔ **قولہ** لیکن اس مطلب کے شروع کرنے سے پہلے ایک سوال مقدر کا جواب دینا واجب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شاید کوئی یوں کہے کہ اس بارہ سو برس کے عرصہ میں کسی عربی دان عالم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن اعلیٰ درجہ کی فصاحت سے گرا ہوا ہے بلکہ بعضے عربی دان عیسائیوں نے بھی اسکی فصاحت و بلاغت کا ایسا انکار نہیں کیا جیسا اس کتاب میں کیا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ اگر ہمارے دعویٰ کے دلائل درست ہوں تو اون سب کا اتفاق ہمارے لئے کچھ ضرر نہیں کرتا دوسرا جواب یہ ہے کہ جتنے لوگ اس قرآن کی فصاحت اور بلاغت کو اعلیٰ درجہ پر جانتے ہیں وہ سب مسلمان ہیں اس کتاب کو کلام الٰہی جان کر لیپا پوتی کرتے ہیں کہ اوسکے عیب بھی اونکو معلوم ہوتے ہیں ہاں بعضے بعضے محمدی عالموں نے بھی مثل مزدار اور معمر اور نظام کے اوسکے اعلیٰ درجہ کی فصاحت کا انکار کیا ہے۔ اور غیر لوگوں کی بابت جو کہتے ہیں اوسکا یہ جواب ہے کہ کوئی شخص عرب کا باشندہ عالم جو محمدی نہو آج تک سننے میں نہیں آیا ہاں بعضے عیسائیوں عربی دان نے اوسکی فصاحت کو مان لیا ہے پر طاقت بشری سے خارج نہیں بتایا **اقول** دنیا میں ہر چیز دو طرح سے ثابت کی جاتی ہے یا بطور عقل یا بطور نقل اور ظاہر ہے کہ قواعد ہر زبان کے نقلی ہوتے ہیں عقل کو اون میں چنداں دخل نہیں ہوتا ان میں انھیں لوگوں کا قول معتبر ہوتا ہے جو اوس زبان کے محاورات سے واقف ہوتے ہیں نہ غیروں کا قول۔ پس پادری صاحب کا یہ قول کہ اون سب کا اتفاق ہمارے لیے کچھ ضرر نہیں کرتا محض مغالطہ ہے ضرور ضرر کریگا کیونکہ قواعد فصاحت نقلیات سے ہیں۔ اور ہرگاہ کہ زمانۂ نبوت کے فصحا و بلغا اپنے عہد کے محاورات اور

مواقع بلاغت سے خوب ماہر تھے قرآن کی تحدی کو تسلیم کر چکے اور اسکے اعجاز بلاغت کو
مان گئے تو پھر کسی کے دلائل قابل التفات نہیں ہو سکتے - ہاں اگر یہ قواعد محض خیالیات ہوتے
تو بلاشک کروڑہا آدمیوں کا اتفاق کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ سب کا خطا پر مجتمع ہو جانا ممکن ہے
پادری صاحب کے ایسے مغالطے شاید بازاروں میں عوام کے سامنے چل جائیں لیکن اہل فہم
کے سامنے نہیں چل سکتے وہ کاغذ اور قلم کو ناحق خراب کیا کرتے ہیں اور وہ جو یہ لکھتے ہیں کہ
ہاں بعضے بعضے محمدی عالموں نے بھی مثل مزدار و معمر و نظام کے اوسکے اعلیٰ درجہ کی فصاحت
کا انکار کیا ہے یہ بھی ایک مغالطہ ہے معترض کو لازم تھا کہ ان تینوں شخصوں کی کتاب کا نام
لکھکر اونکی عبارتیں نقل کرتا یا اوس کتاب کی عبارت کو نقل کرتا جس نے ان کی عبارت
کو لکھا ہے - توضیح اس مغالطہ کی یہ ہے کہ علماے محمدیہ نے چونکہ قرآن کے ہر ایک امر
میں تحقیق کی ہے منجملہ اونکے اس امر کی بھی تحقیق کی ہے کہ وہ کون کون چیزیں اور کیا کیا
اسباب ہیں جنکے سبب قرآن معجزہ ہو گیا اور کسی سے اوسکا معارضہ نکیا گیا پس بعض نے
کہا ہے کہ اعجاز کی وجہ یہ ہے کہ اوس میں جملہ الفاظ پے در پے نہایت فصیح شیریں ہیں اور معانی
بھی سب کے بلا تعقید فوراً ذہن میں آجاتے ہیں یہ امر باعث اعجاز ہے بعضوں نے
کہا ہے کہ اوسکی نظم و تالیف و ترصیف و اسلوب ایک ایسے نئے انداز و طرز جدید سے ہے
کہ یہ بات نہ اشعار عرب میں تھی اور نہ رجز اور خطب میں - بعضوں نے کہا ہے کہ باوجود اسلوب
خوب کے کہیں ذرا سا بھی عیب نہیں اور آدمی کے اسقدر طویل کتاب میں کہیں نہ کہیں
عیب ہو جاتا ہے - بعضوں نے کہا ہے کہ اوس میں جملہ اقسام کی فصاحت و بلاغت ہے
اور اول سے آخر تک سب عبارت یکساں چست ہے نہ کہیں سقیم اور نہ سست
اور بشر کی عبارت میں اگرچہ کہیں کچھ عیب و سقم بھی نہو تاہم سب یکساں چست نہیں

ہوتی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ الفاظ فصیحہ کے ساتھ اس خوبی سے مطلب اور مقصود کو
ادا کیا ہے جس میں تعقید لفظی و معنوی نہیں اور ہر مطلب کو ایسا مقتضاے مقام کے موافق
بیان فرمایا ہے کہ فوراً ذہن نشین بلکہ دل پر تاثیر کر جاتا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ چونکہ
آنحضرت صلعم بغیر تعلم و تلمذ کے ایسی عمدہ عبارت فرماتے تھے اسواسطے اعجاز تھا۔
بعضوں نے کہا ہے کہ الفاظ فصیحہ اور تالیف رشیقہ کے سبب اعجاز نہیں کیونکہ یہ الفاظ وہی
تھے جنکو سب بولتے تھے اور اس قسم کے مرکبات بھی عرب بولتے تھے بلکہ اخبار غیب اور
حالات ضمائر اور قصص ماضیہ اور احوال مبداء و معاد اور دلائل باہرہ اور براہین قاطعہ
حجج وغیرہ کے سبب اعجاز ہے۔ اور نظام نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ نے بنظر اعجاز نمائی کفار عرب
کے ملکۂ فصاحت اور قدرت بلاغت کو مسلوب کر لیا تھا یعنی ایسی عبارت بولنے سے اونکی
زبان روک دی تھی اسواسطے اون سے ایسی عبارت نکمی گئی کما فی الاتقان للسیوطی
حیث قال فزعم النظام ان اعجازہ بالصرفۃ ای ان اللّٰہ صرف العرب عن
معارضتہ و سلب عقولھم و کان مقدورا لکن عاقبھم امر خارجی فصار
کسائر المعجزات غرض جتنے مُنہ اوتنی ہی باتیں اور جتنی رائیں اوتنی ہی مذاہب۔
لیکن نظام کا قول علاوہ اوسکی راے ہونے کے بظاہر قرآن کے بھی خلاف ہے دیکھو سورۂ
بنی اسرائیل میں ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا
الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ اس آیت میں لفظ اجتمعت
اور ظہیرا سے صاف ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے مشرکین سے قدرت فصاحت مسلوب نہیں کی
تھی کیونکہ درحالت سلب قدرت کے اونکا اجتماع و استظہار مثل اموات وجمادات کے بیکار
تھا ایسی مجبوری میں مجتمع ہو کر کیا کرتے اور باہم دگر کیونکر اصلاح عبارت اور تعلیم اور مشورہ کرتے

یہ امور اُسی وقت کارآمد تھے جبکہ اون میں اونکی جبلی اور اصلی قدرت فصاحت باقی رہتی۔ کما ذکرہ السیوطی وغیرہ۔ غالباً نظام نے اس آیۂ کریمہ میں دقت نظر نہیں کی یہ جواب معتقدین قرآن کیواسطے ہے کیونکہ ہم نے قرآن سے استدلال کیا ہے۔ غیر مسلم اسکو تسلیم نکرے گا۔ غیر مسلم کے واسطے یہ جواب ہے کہ وہ بنظر انصاف غور کرے کہ قول نظام سے یہ بات کیونکر نکلی کہ قرآن کی عبارت طاقت بشری سے خارج نہیں کیونکہ جب حق تعالےٰ نے بشر سے اس مرتبۂ فصاحت کی طاقت کو سلب کر دیا تو ضرور یہ فعل طاقت بشری سے خارج ہوگیا اس میں تامل کی بھی حاجت نہیں بدیہی امر ہے غایۃ مافی الباب یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ نظام کی رائے میں قریش کو ایسی عبارت بولنا ممکن تھا محال نتھا یا یہ کہ بعد انقضا زمانہ نبوت وتحدی کے کوئی کہدے۔ لیکن احتمال اول کا سہل جواب یہ ہے کہ امکان کسی کسی چیز کا اور بات ہے اور اوسکا واقع کر دینا اور بات محض امکان عقلی اور ذہنی سے درحقیقت بالفعل واقع کر دینا لازم نہیں آتا۔ اور قرآن کی عبارت پر کیا انحصار ہے ہم جملہ انبیا کے معجزات ممکن عقلی کہتے ہیں نہ محال عقلی ہاں محال عادی کہتے ہیں۔ اور دوسرے احتمال کا یہ جواب ہے کہ زمانہ تحدی کا میعادی نہیں اور نہ مخاطبین صرف قریش بلکہ تمام اہل دنیا قیامت تک کے واسطے اس خطاب میں داخل ہیں۔ بالجملہ کل اقوال کا یہی مطلب ہے کہ باوجود ارادہ کے حضور سے ایسی عبارت نکلی گئی جس میں علما نے اپنی اپنی عقلیں دوڑائی ہیں کسی کی عقل میں کچھ آیا کسی کی عقل میں کچھ آیا مگر اس اختلاف سے اصل اعجاز میں اختلاف وکمی ظاہر نہیں ہوتی بلکہ یہ اعلیٰ درجہ کا اعجاز ہے کہ ایسی عبارت کے بیقادر تھے مگر نہ کہی گئی۔ اگر ایسا معجزہ ہوتا کہ امکان بشری سے خارج ہوتا تو اوس میں کفار یہ عذر کر سکتے تھے کہ یہ طلب محال ہے ایسا امر انسان کبھی نہیں کر سکتا هٰذا هو المقصود واتمام المعترضین علی النظام

موجودہ۔ اور اگر کوئی کہے کہ جو علما کہ اخبار غیب اور قصص اور دلائل قاطعہ کو باعث اعجاز
کہتے ہیں اون کے قول سے بھی لازم آتا ہے کہ عبارت قرآن من حیث الفصاحۃ معجزہ
نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قول اونکا عقل ہی سے مستند بحدیث نہیں جو واجب التسلیم ہو ہم ۱
کہتے ہیں کہ کل آیات و سور میں صرف اخبار بالغیب و قصص و دلائل ہی مذکور نہیں بلکہ بعض
سورہ مقصود اس سے خالی بھی ہیں۔ پس ہرگاہ کہ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وعلیہ تمام کفار مثل
سورہ اخلاص و معوذتین و کوثر و عصر و کافرون وغیرہا کے کمتر لاتے اور
کہتے کہ یہ عبارت فلان سورہ کے مثل ہے پھر انکار کی کوئی وجہ نہ ہوتی کیونکہ تحدی میں
سورہ کی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔ پس حق یہ ہے کہ عبارت قرآن الفاظ فصیحہ و عذبہ اور اسلوب
جدیدہ و پسندیدہ اور نظم رشیقہ اور تالیف انیقہ اور ادائے مطالب بلا تعقید اور مطابقت مقتضائے
مقام بلا عیب و خلل ہونے کے سبب اعجاز ہے گو ان کے ساتھ اخبار غیب و قصص ماضیہ
و پیشین گوئی بھی معجزہ دیگر ہو۔ اور یہی علما محققین و حذاق کا مذہب ہے۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ
وجہ اعجاز میں اختلاف علما کی طبع آزمائیاں ہیں اور آپس کے مطائبات و لطائف معترض و
مخالف کو اون سے کیا مطلب اوسکو ہر قول کا تامل اور نتیجہ دیکھنا چاہیے بلکہ اگر عاقل بنظر انصاف
اس اختلاف میں غور کرے تو یقین کرے گا کہ یہ اختلاف علما کا اثبات کمالات قرآنیہ کیواسطے
تائید الٰہی ہے کیونکہ یہ اختلاف اس امر کا کاشف ہے کہ ہر چیز قرآن میں اس مرتبہ کمال پر ہے
کہ جس چیز میں آدمی غور کرتا ہے اوسی کو باعث اعجاز سمجھتا ہے مثلاً کوئی کہتا ہے کہ الفاظ ہی
نہایت شیریں ہیں کوئی کہتا ہے کہ نظم و ترتیب ہی نہایت عمدہ ہے کوئی کہتا ہے کہ اخبار غیب
ہی باعث اعجاز ہے غرض کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ مگر افسوس ہے کہ معترض نے اس اختلاف کا
برعکس نتیجہ اور ثمرہ ظاہر کیا اور عوام کو کیا مغالطہ دیا سبحان الذی انزل علی رسولہ کتابا قیما

حادث فی غوامضہ العقول وعجزت عن معکرتیتہ الفحول اور پادریصاحب جو یہ لکھتے ہیں کہ غیر لوگوں کی بابت جو کہتے ہیں اوسکا یہ جواب ہے کہ کوئی خاص عرب کا باشندہ عالم جو محمدی نہو سنے میں نہیں آیا الخ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر پادری صاحب تواریخ کو نظر انصاف سے دیکھتے تو اونکو عرب کے باشندے غیر محمدی عالم بہت نظر آتے ظاہر ہے کہ فصاحت قرآن کے سمجھنے کے واسطے صرف زبان عربی کی مہارت کافی ہے ریاضی اور فلسفہ اور منطق وغیرہ علوم کی یہاں ضرورت نہیں اب اہل انصاف انصاف کریں کہ کیا ولید بن مغیرہ مکہ کا باشندہ قرشی غیر محمدی زبان عربی کا عالم تھا جو عبارت قرآن کو سحر کہتا تھا۔ کیا اعشی سا شاعر محمدی عالم تھا جو تحدی قرآن کو حق سمجھا۔ کیا لبید بن ربیعہ بھی قبل اسلام محمدی عالم تھا جو حالت کفر میں تحدی قرآن کو حق سمجھکر مسلمان ہوگیا اور علی ہذالقیاس جملہ اصحاب رسول خصوصاً وہ فصحاء و بلغاء جنکے نام شروع کتاب میں مذکور ہو چکے ہیں قبل اسلام بھی محمدی عالم تھے یا عرب کے باشندے تھے جو قرآن کو مطابق آیہ تحدی کے فصاحت میں اعلی درجہ کا سمجھتے تھے اور کیا نصارائے نجران غیر محمدی عالم نہ تھے جنھوں نے قرآن کی فصاحت میں گفتگو نہ کی یہ امر تو بہت سہل تھا کہ کچھ عبارت قرآن کے مقابلہ میں کہکر فوراً آنحضرت کو ساکت کر جاتے کیا مدینہ کے یہود غیر محمدی عالم نہ تھے جو تحدی قرآن کو سنکر خاموش ہو گئے اور پھر آخر کار مسلمان ہو گئے۔ اور کیا پادریصاحب نے اہل انگلستان کے عربی دان سیاحوں کی تواریخ نہیں دیکھیں جو زبان انگریزی چھپ گئی ہیں اگر ممکن ہو تو جان ڈیونپورٹ کی کتاب کو جسکا ترجمہ اردو بھی چھپ گیا ہے دیکھ لیں وہ کہتا ہے کہ قرآن من حیث الفصاحۃ والبلاغۃ افضل اور اشرف کتب ممالک مشرقیہ ہے صفحہ ۷۱ ترجمہ لکھنو اور پھر اسی صفحہ میں گوتھ مورخ سے نقل کر کے لکھتا ہے کہ اول تو قرآن کی عبارت سست اور بے لطف معلوم ہوتی ہے

لیکن بعد ازان قاری اوسکی خوبیوں پر فریفتہ ہوجاتا ہے اور آخرالامر اوسکی خوبصورتیوں پر شیفتہ
ہوجاتا ہے کہ تاب ضبط باقی نہیں رہتی اور پھر لکھتا ہے کہ اوسکی عبارت ایسی عمدہ ہے کہ سحر کہنا
چاہیئے صفحہ ۸۔ پادری صاحب سے کوئی دریافت کرے کہ کسی عبارت کو بیتاب کرنے والی
کہنا یہ اوسکی اعلیٰ درجہ کی فصاحت کا ثبوت ہے یا کچھ اور ہے۔ میرے نزدیک مخالف
مذہب کی اس قدر تعریف کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اوسنے نہایت اعلیٰ درجہ کی تعریف کی۔ ہان اگر
پادری صاحب کہیں کہ انھون نے خاص اعلیٰ درجہ کا لفظ نہیں کہا تو محض نزاع لفظی ہے
جسطرح کوئی ساٹھ کہے کوئی تین بیس اہل عقل مطلب کو دیکھتے ہیں نہ لفظوں کو ہر شخص
کی تحریر و تقریر جداگانہ ہوتی ہے ان بیچاروں کے نزدیک جو منتہاے مدح تھی وہ کردی اسپر بھی کوئی
قرآن کو اعلیٰ درجہ کا فصیح اور طاقت بشری سے خارج نہ سمجھے تو ایسے منکر کو بجز منکر کے کوئی نہیں کہہ
سکتا قولہ تنبیہ واضح ہو کہ ہر ہر ملک میں کئی کئی زبانیں جاری ہوا کرتی ہیں یا
بر اسکے وے زبانیں جدی جدی ہوتی ہیں یا ایک ہی زبان کئی زبانوں پر منقسم ہو کر جدی جدی
زبانیں قرار پاجاتی ہیں مثلاً ہندوستان میں اسوقت اتنی بولیاں جاری ہیں سنسکرت بنگالی
بھوٹیا۔ نیپالی۔ وغیرہ مگر سب سے زیادہ مروج اور عمدہ اردو زبان ہے جو اکثر شہروں میں
بولی جاتی ہے۔ اوسکا یہ حال ہے کہ ہر ایک شہر میں یکساں اور فصیح اردو نہیں بلکہ بعضے
محاورات اور اکثر الفاظ ہر شہر میں جدے جدے پائے جاتے ہیں اسی سبب ہم کہتے ہیں
کہ یہ آگرہ کی اردو ہے یہ لکھنؤ کی یہ دہلی کی۔ مگر سب سے افضل زبان اوس شہر کی ہوتی
ہے جہاں شریف اور اہل علم زیادہ ہوں اور اوس سے بھی زیادہ افضل زبان وہاں کی
جہاں سے وہ زبان نکلی ہے مثلاً اردو زبان کہ دہلی سے نکلی ہے اور وہاں پر اچھے اچھے
فاضل اور بڑے بڑے فصیح شاعر ہمیشہ ہوتے رہے ہیں اسلیئے دہلی والوں کی زبان بہت

فصیح ہے تسپر بھی دہلی سے چار پانچ کوس پر جاؤ دیکھو کیسی گندی بولی بولی جاتی ہے جسکو ہم کسی طرح فصیح نہیں کہہ سکتے اب جاننا چاہئے کہ عرب بھی ایک جزیرہ نما ہے جسکے مغرب میں حبشہ مشرق میں فارس جنوب میں سمندر شمال میں ملک کنعان ہے اس ملک میں بڑے بڑے جنگل اور ریگستان اور کوہستان پڑے ہوئے ہیں مکہ۔ مدینہ۔ جدہ۔ مسقط مخہ وہاں پر بڑے شہر آباد ہیں بدوی لوگ یعنی دیہاتی آدمی جھونپڑے وغیرہ کے خیموں میں رہتے ہیں اور علیحدہ قبیلے جیسے ہمارے ملک میں کنجر والے یا بنجارے یا سنگل والے آوارہ پھرا کرتے ہیں۔ اونکی بولیاں بھی ایسی ہیں مختلف ہیں سب سے افضل زبان اور ملائم عرب میں حجازی یا مکہ کی بولی ہے جیسے ہند میں دہلی کی بولی باقی سب زبانیں عرب کی کرخت اور گنواری بلا فصاحت ہیں چنانچہ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے قال الواسطی لیس فی القران حرف غریب من لغة قریش غیر ثلاثة احرف لان کلام قریش سھل لین واضح و کلام العرب وحشی غریب فلیس فی القران الا ثلثة احرف غریب فسینغضون وھو تحریك الراس مقیتا مقتدرا فشرد ھم سمع۔ واسطی نے کہا ہے کہ جسقدر قریش کی بولی قران میں ہے اوس میں کوئی لفظ غیر مانوس اور وحشی نہیں ہے مگر تین لفظ قریش کی بولی مندرجہ قرآن میں سے بھی وحشی اور غیر مانوس

ہیں کیونکہ قریش کی بولی بڑی سہل اور ملائم اور کھلی بولی ہے اور باقی عرب کی زبانیں وحشی اور غیر مانوس ہیں غیر فصیح ہیں اور قریش کی بولی میں سے وہ تین لفظ جو محمد صاحب نے غیر فصیح بولے ہیں یہ ہیں۔ فَسَيُنْغِضُونَ مُقِيْتًا فَشَرِّدْ۔ پس یہ بات ظاہر ہے کہ عرب میں سوائے قریش کے اور سب زبانیں گندی اور گنواری اور خراب ہیں جلال الدین نے بھی اسپر گواہی دی ہے۔ مخفی نرہے کہ جلال الدین سیوطی اپنے اتقان میں کہتے ہیں کہ ابوبکر واسطی نے

جو اہل اسلام کا بڑا معتبر فاضل ہے ایک کتاب جسکا نام ارشاد ہے لکھی اور ساری میں یہ ذکر کیا ہے کہ قرآن میں گرد و نواح کے محاورے اور قریش کی زبان کے برخلاف الفاظ کسقدر مذکور ہیں چنانچہ اونھوں نے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن میں پچاس زبانوں کے محاورے جو قریش کے برخلاف ہیں بھرے گئے ہیں جنکی فہرست یہ ہے پہلے قریش کی بولی جو طاہر اور فصیح ہے مگر وہ بھی ساری کی ساری محمد صاحب نہ بول سکے تین لفظ مذکورۂ بالا اوسمیں سے بھی غیر فصیح بول دئے دوسرے بنی ہذیل کی بولی تیسری بنی کنانہ کی زبان یہ لوگ قبائل تغلب یا مضر کے قبائل سے ہیں چوتھی بنی خثعم کی بولی جو یمن کے قبائل سے ہیں پانچویں خزرج کی بولی جو انصار میں سے ہیں الخ پس محمد صاحب نے صدہا فقرے اور صدہا محاورے وحشی اور گنواری بولیوں کے قرآن میں بولے ہیں اسواسطے قرآن فصاحت سے خارج ہے انتہی ملخصاً۔

اقول اس تنبیہ وغیرہ میں پادری صاحب نے اسقدر مغالطات و پریشان گوئیاں کی ہیں کہ ہر چند اوسکا اختصار کیا ہے مگر پھر بھی ایک طومار ہے لیکن چونکہ تمام اعتراضات لفظیہ کی بنیاد یہی تنبیہ ہے لہٰذا ناظرین اس مقام کو غور و خوض سے ملاحظہ کریں تاکہ بناے فاسد علی الفاسد بھی اسی جگہ منہدم ہو جاوے۔ خلاصہ اور لب لباب اس تنبیہ میں دو دعوے ہیں۔ پہلا دعویٰ قبائل عرب کی بولیاں آپس میں مختلف ہیں اور سب سے افضل اور طاہر عرب میں حجازی یا مکہ کی بولی ہے جیسے ہندوستان میں دہلی کی بولی باقی سب زبانیں کرخت اور گنواری بلا فصاحت ہیں چنانچہ اتقان میں لکھا ہے قال الواسطی الخ دوسرا دعویٰ صدہا لفظ اور صدہا محاورے گنواری بولیوں کے قرآن میں درج کر دئے ہیں چنانچہ واسطی نے پچاس زبانوں کے محاورے ثابت کیے ہیں اس لیے قرآن فصیح نہیں۔ لیکن دونوں دعوی باطل ہیں اور اونکی سندیں بھی لاطائل ہیں اور ہر ایک دعویٰ کے چند جواب ہیں۔

پہلے دعویٰ کا جواب - اس دعویٰ کی بنیاد اور دلیل ابوبکر واسطی کا قول ہے اسی میں پادری صاحب نے تحریف اور زیادتی کر لی ہے لہذا ہم اون کو صرف اسی قول کا مطلب سمجھا دیتے ہیں اور دعویٰ کی دلیل کو منتقض کئے دیتے ہیں - اور باقی ہفوات پر نظر نہیں کرتے واضح رہے کہ قول واسطی جملہ الفاظ کی وحشت وغرابت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ کلام العرب وحشی وغریب قضیہ مہملہ ہے جزئیہ کے حکم میں پس جس قسم کی وحشت وغرابت یہاں مراد ہو وہ بعض الفاظ غیر معینہ کی نسبت ثابت ہو گی نہ کل الفاظ کی نسبت اور نہ کل الفاظ مخصوصہ کی نسبت بدیہی بات ہے بلکہ مجاری عادات میں داخل ہے کہ ہزارہا الفاظ ایسے مشترک فیہ ہوتے ہیں جنکو اہل شہر و قصبات و دیہات سب بولتے ہیں پھر عموماً کل الفاظ پر غیر فصاحت کا حکم کیونکر جاری ہو سکتا ہے البتہ بعض الفاظ و محاورات ہر ایک شہر و قصبہ کے مخصوص بھی ہوتے ہیں اور انھیں محاورات مخصوصہ معدودہ کے باعث ہر ایک شہر و قصبہ و قریہ کی زبان علیحدہ سی ہو جاتی ہے لیکن انھیں محاورات مخصوصہ میں چونکہ بعض محاورات مستعملین اور موثقین اہل زبان کے نزدیک غیر مستعمل یا ثقیل و مکروہ معلوم ہونے لگتے ہیں لہذا زمانہ کا دستور ہے کہ اونکے باعث اوس شہر و قصبہ کی کل زبان کو غیر فصیح وغیر معتبر کہنے لگتے ہیں اسی بنا پر واسطی نے کلام العرب وحشی لکھا ہے لیکن پھر بھی اوس نے ایسا لفظ نہیں لکھا جس سے عموماً کل الفاظ کی وحشت وغرابت مفہوم ہو اس لیے اون الفاظ قرآنیہ کی وحشت وغرابت جو کتاب ارشاد میں لکھے ہیں ثابت نہ ہو گی - پادری صاحب نے سمجھا ہے کہ ہر گاہ محاورات مخصوصہ کے ہی باعث زبانوں میں اختلاف ہوتا ہے تو الفاظ معرعہ واسطی ضرور وحشی وغریب ہوں گے یہ محض سفسطہ اور دھوکا ہے ایسا نتیجہ اوسوقت نکلتا جبکہ حسب ادعاے معترض کل محاورات مخصوصہ ان یکجاس قبائل کے وحشی وغریب ہوتے

اور فصاحت قریش میں منحصر ہوتی اور ان قبائل کی زبانوں میں ایسا اختلاف ہوتا جیسا کہ
بنگالی اور پنجابی اور اردو ے دہلی اور دیہات نواح دہلی میں ہے مگر یہ تینوں امور بوجوہ گزشتہ
ذیل مطلقاً باطل اور لاطائل ہیں - اولاً کتب علم فصاحت میں وحشی وہ لفظ ہے جو
غیر فصیح ہو اور ذوق سلیم اوسکی ترکیب حروفی سے تنفر کرے یا یہ کہ مستندین زبان کے نزدیک
مانوس الاستعمال نہو اور غریب اوس کلمہ کو کہتے ہیں جو مستندین زبان کے نزدیک مشہور الاستعمال نہو یا یہ کہ غیر مانوس الاستعمال نہو اور اوسکے معنی ادراک کرنے میں غور کی ضرورت ہو
بہر حال وحشت وغرابت الفاظ کی اون اہل عرب کے استعمال پر موقوف ہے جنکی عربی موثق اور
مستند ہے نہ صرف قریش کے استعمال پر اور نہ صرف اہل حجاز پر اگر فصاحت قریش میں منحصر
ہوتی اور دیگر قبائل میں نہوتی یا ہوتی تو باتباع قریش ہوتی جسطرح بلاد ہند میں دہلی
کے اتباع سے ہے تو قواعد زبان میں غیر قریش کے محاورات ولغات نہوتے اور فصاحت
کلمہ میں بھی بجز استعمال قریش کے دیگر شروط نہوتیں اور نہ غیر قریش کے اشعار ودیوان
درس وتدریس واستناد میں داخل ہوتے حالانکہ سلف سے آج تک عربی عبارتوں میں جسقدر
غیر قریش کے اشعار ودواوین کی سندیں اور حوالے دیکھے جاتے ہیں قریش کے نہیں
دیکھے جاتے سب انھیں پچاس قبائل کے شعرا ہیں یعنی کوئی کنانی کوئی تغلبی کوئی بکری کوئی
ہذلی کوئی جشمی کوئی عبسی کوئی نخعی کوئی کندی کوئی تمیمی کوئی مری کوئی ذبیانی کوئی شیبانی
کوئی ثعلبی کوئی طائی کوئی یشکری کوئی نمری کوئی خثعمی کوئی مازنی بلکہ قریش میں سے کسی کا
دیوان بھی رائج ومتداول نہیں - اگر غیر قریش غیر فصیح تھے تو سبعہ معلقہ کعبہ پر آویزاں نہوتا
حالانکہ الفاظ معرجہ واسطے سے اون میں بہت موجود ہیں اور ہر گاہ غیر قریش کا استعمال
معتمد علیہ اور مستند اور موجب عدم وحشت وغرابت ہوا تو اونکے کل محاورات مخصوصہ
وحشی وغریب نہوں گے - کیونکہ اگرچہ وے ایک قبیلہ کے نزدیک غریب ہیں مگر بوجہ

استعمال دوسرے قبیلہ کے اون پر صادق آتا ہے کہ وے مستندین اہل زبان
کے استعمال میں ہیں اور اسی واسطے علما نے وحشی کی دو قسمیں کی ہیں ایک غریب حسن
دوسرے غریب قبیح اور جو الفاظ کہ بوجہ تنافر حروف وغیرہ کے ذوق سلیم میں متنفر ہوں وے
غیر فصیح سمجھے جاوینگے گو مستندین زبان کے استعمال میں ہوں کیونکہ اثبات فصاحت
کے واسطے صرف محاورہ و استعمال مستندین زبان ہی کافی نہیں بلکہ دیگر شروط بھی مقرر
ہیں اونکے باعث بھی عدم فصاحت ہوجاتی ہے اسواسطے لازم ہوا کہ پادری صاحب
الفاظ مصرحہ واسطی کی فصاحت کا امتحان دیگر شروط سے کریں نہ قول واسطی سے
اوس سے جو شکل بنے گی وہ بوجہ انتفاء کلیتہ کبریٰ کے سقیم ہوگی پادری صاحب کو بجز حرمان
کے کچھ نتیجہ حاصل نہ ہوگا **ثمانیاً** شہر اور دیہات کے اون زبانوں میں فرق ہوتا ہے جو
زبانیں چند زبانوں سے ملکر بنتی ہیں یا مختلف قوموں کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہیں یا
اہل زبان کو غلط و آمیزش کی کچھ پروا نہو جسطرح دہلی کی اردو یا بھاشا یا انگریزی مروجہ
انگلستان اور ایسی زبانیں شہر کی بہ نسبت دیہات کے فصیح خیال کی جاتی ہیں اور جو زبانیں
کہ بجاے خود اصلی ہوتی ہیں مثل سنسکرت و عبرانی و عربی کے ایسی زبانوں میں شہر و دیہات
میں بہت کم فرق ہوتا ہے اور اگر کچھ فرق ہوتا ہے تو دیہات کی زبان عمدہ اور خالص شمار کی جاتی
ہے اور عرب میں چونکہ ہمیشہ سے فصاحت اور بلاغت کا چرچا رہا ہے اور اپنی زبان کو
تمام زبانوں سے عمدہ اور فصیح جانتے ہیں اسواسطے وہاں کے باشندوں نے جو شہر
و جو دیہات اپنی زبان کو بہت محفوظ رکھا ہے یہاں تک کہ ایک ایک عورت اونٹ
بکری چرانے والی کو ایک ایک لفظ پر ایسی توجہ رہتی تھی کہ اگر اوسکے سامنے کوئی غلط لفظ بولے
تو وہ فوراً ٹوک دیتی تھی اب تک یہی حال ہے بلکہ اکثر عورات وہاں کی شعر بھی کہتی تھیں

اور مکہ معظمہ میں بھی قبل اسلام کے غیر عرب کا ایسا اختلاط و تسلط نہیں رہا کہ وہاں کی زبان دیہات کی زبانوں سے دہلی اور نواح دہلی کی طرح جداگانہ ہو جاتی وہاں اختلاط بھی رہا ہے تو انہیں قبائل دیہاتی کا اختلاط رہا ہے اور جو کچھ لب و لہجہ کا باہم فرق ہوگا وہ بھی جاتا رہا ہوگا اور کتب تحقیق سے ظاہر ہے کہ ان قبائل کے محاورات میں بہت فرق تھا مثلاً لعق اور رضی بکسور العین کو قبیلۂ طے والے مفتوح العین پڑھتے ہیں اور دعیت بمول العین کو دعت اور بادیۃ کو باداۃ پڑھتے ہیں اور اہل عالیہ لفظ وتر کو بمعنی فرد بالکسر اور کینہ بالفتح بولتے ہیں اور اہل حجاز برعکس اور لفظ مسکن کو تمام عرب پڑھتے ہیں بکسور العین اور اہل حجاز مفتوح العین اور بنی تمیم تضعیف میں ہمیشہ ادغام کر کے پڑھتے ہیں کذا فی الصحاح ط لاتقان اور اسکے سوائے لغات و الفاظ میں بھی کچھ کچھ اختلاف تھا مگر نہ ایسا جیسا کہ پادری صاحب عوام پر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اونکی زبانیں جداگانہ تھیں پس عرب کے دیہات کا حال نواح دہلی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے یہاں ہندوستان میں ان باتوں میں سے کچھ بھی نہیں بلکہ حق پوچھو تو اب بھی اصل اور مستند زبان وہاں کی دیہات کی ہے

ثالثاً قبل اسلام کے اہل مکہ اور غیروں میں بلکہ تمام عرب میں ایسا اختلاط تھا کہ ہمیشہ باہم مشاعرات و مباحثات ہوا کرتے تھے اور طرفین کے کلام میں مقابلہ ہوا کرتا تھا یہ اونکے اچھے کلام کو پسند کرتے تھے اور یاد کرتے تھے اور وہ اونکے اچھے کلام کو۔ اگر ان کی زبانوں میں ایسا اختلاف ہوتا جسطرح دہلی اور نواح دہلی میں ہے یا اونکے خاص خاص محاورات سب غیر فصیح ہوتے یا غیر قریش سب وحشی اوجھا شاہی جیسے ہمارے ملک کے سینگی والے جسطرح پادری صاحب لکھتے ہیں تو یہ اہل مکہ دیہاتیوں سے کیوں مشاعرہ کرتے اور پسند کر کے اونکے کلام کو خانہ کعبہ پر کیوں آویزاں ہونے دیتے ہمنے کبھی نہیں سنا کہ

دہلی کے شاعر مثل ذوق و مومن خان و غالب کے کسی دیہاتی گنواروں ہندؤں سے جنکی زبان اہلِ دہلی سے بہت مختلف ہے مشاعرہ کرتے ہوں یا اونکے کلام کو اپنے کلام کے مقابل   جانتے ہوں یا اپنے کلام کی اون سے داد چاہتے ہوں اور نہ کسی گنواری دیہاتی شاعر کو سناکر اپنی زبان میں بولیاں یا لاونیاں کہکر دہلی کے شاعروں کے پاس لے گیا ہو یا کمال فصاحت کے سبب چاندنی چوک یا جامع مسجد کے دروازہ پر آویزان کرایا ہو اگر کوئی قصباتی دیہاتی شاعر شعرا دہلی کا مقابلہ بھی کرتا ہے تو اوسی وقت کرتا ہے جب کہ وہ بھی اردوئے دہلی میں شعر کہے اور اہلِ دہلی کا اتباع کرے بخلاف عرب کے کہ وہاں کے اہلِ شہر و دیہات میں بغیر اسکے کہ وہ زبان میں قریش کا اتباع کریں ایسے مشاعرات و مناظرات رہتے تھے چنانچہ ان حالات کی توثیق و تصدیق کے واسطے کتاب سنین الاسلام مولفہ ڈاکٹر لیٹنر میں سے کچھ عبارت لکھے دیتا ہوں کہ پادری صاحب کے نزدیک اہلِ یورپ کا قول زیادہ معتمد و معتبر ہوگا اوس سے خوب ظاہر ہو جائیگا کہ زبان و کلام کے باب میں ایک قبیلہ دوسرے کو کسطرح دیکھتا تھا اور اون کے اختلاط و ارتباط کا کیا حال تھا۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ شروع اسلام اور اوس سے سو برس پہلے ان میں ایک فخر اور بھی تھا یعنی فصاحت و بلاغت چنانچہ اس میں انھوں نے اسقدر اقتدار بہم پہنچایا تھا کہ ایک فصیح صاحب تقریر جماعت کثیر کو بذریعہ اپنی قدرت کلام سے جس ارادہ سے چاہتا تھا روک لیتا اور جدھر چاہتا جھونک دیتا تھا یہ کمال اس مرتبہ پر پہنچا تھا کہ فصاحت قرآن کے لیے سنجیدہ شھری کلام کا اثر یہان تک بڑھ گیا تھا کہ ان من البیان لسحرا یہ جوہر انکا ذاتی تھا کہ اشراف خاندانوں کے بچے لطف زبان مثل طوطی اور ہزار داستان کے ساتھ لیکر پیدا ہوتے تھے۔ جب معرکہ جنگ میں رجز خوانی سے شجاعت کے جوش و خروش میں آجاتے تھے تو

مخالفوں کے جی چھوٹ جاتے تھے۔ جب اپنے کشتوں کی لاش پر نوحہ کرتے تو سننے والوں کے آنسو نکل پڑتے گل و بلبل کی سی عبارت آرائی تو جانتے نہ تھے جنگل کے صحرائی اور پہاڑوں کے شکاری تھے مگر زبان میں خدا نے وہ زور دیا تھا کہ جب اپنے ارادہ پر کمر باندھ کر قبیلہ میں کھڑے ہو جاتے ہزاروں کے دل ادھر سے اُدھر کر دیتے باوجود یکہ تکلف اور آورد بالکل نہ تھی جو تھا اہل بیان اور صاف زبان تھی ایسے صاحب کمال خطیب کہلاتے تھے اور جس قبیلہ میں ایسا کوئی شخص ہوتا تھا اوسکے نام سے قبیلہ نامی گرامی ہو جاتا تھا۔ جبل عرفات کے نیچے مکہ کے پاس عکاظ ایک مقام کا نام ہے وہاں سویں دن بازار لگتا تھا صدہا لوگ خرید و فروخت کی چیزیں لاکر ہزاروں کے لین دین کرتے تھے مگر حق پوچھو تو اصل فائدہ اس میں یہی تھا کہ ایک قبیلہ بلکہ ایک گھر کی ادنیٰ برائی یا بھلائی اس مجمع میں کھل کر فوراً تمام عربستان میں پھیل جاتی تھی۔ ہر ایک بات کے ڈھنگ بے تکلف اور سیدھے سادے تھے مگر نہایت پر تاثیر چنانچہ جسطرح یونان میں کسی زمانہ میں کشتی گیر اور شہسوار دنگل میں زور آزمائیاں اور اسپ تازیاں کیا کرتے تھے یہاں شعرا طبع آزمائیاں کیا کرتے تھے۔ تمام عرب کے بدوی لوگ اور ملک ملک کے مسافر جو آئے ہوئے ہوتے تھے بڑے ذوق و شوق سے جمع ہو کر ایک میدان میں باسلوب بیٹھ جاتے تھے ان میں سے ایک شخص کہ اپنا نام یا کام یا مقام کچھ نہ بتلاتا تھا دفعۃً اوٹھ کھڑا ہوتا تھا اور خطا اپنے اشعار پڑھنے شروع کر دیتا تھا۔ بنیاد ان اشعار کی بہادری جوش و خروش، خونریزی یا فخر خاندانی رفاقت و دوستانہ سخاوت مہمان نوازی نیکنامی نیز نامی فرحت مقام دریاؤں کی روانی جنگلوں کی ویرانی کوہستان وحشت ناک خوشنما جزیرے سرسبز جنگل اور ٹیلے حیوانات کی وحشت یا گھوڑوں اور اونٹوں کی تعریف یا خشک یا

دل کی اوداسی اور طبیعت کی پریشانی وغیرہ - غرض اس قسم کے مضامین پر یہ لوگ اشعار پڑھتے تھے اور فقط کلام کا اثر ان انجان لوگوں سے اپنے مصنف کو ایسے بے لاگ صلے تحسین یا نفرین کے دلوا دیتا تھا کہ تمام میلہ میں ایک دھوم مچ جاتی تھی - دنگل میں پہلوان کی لڑی سے عزت ملتی تھی یہاں جو قصائد خلعت قبول پاتے تھے وہ ہرن یا بکری یا اونٹ کی جھلیوں پر یا ریشمی کپڑوں پر سنہری نقش و نگار ہو کر کعبہ کی دیواروں پر آویزاں ہوتے تھے اور مذہبیہ یا معلقہ کہلاتے تھے - یہ صاحب قصیدہ کے لئے بڑا فخر ہوتا تھا اور اسپر قبیلوں سے مبارکبادی کے خط آتے تھے - حق پوچھو تو وہ بازار عام رائے لینے کے لئے ایک جمہوری کونسل کا جلسہ تھا غرض کعبہ کی برکت یا اس شاعری کے بہانہ سے اوس صحرائے وحشیانہ میں اس معاملہ اتفاقی نے عجیب عجیب کام کیے ہمت اور شجاعت عام پسند ہوگئی نسب دانی اور معلومات خاندانی سے بڑھکر لوگ تاریخ دان ہوگئے اون کے یہ قصائد تاریخ جاہلیت کے لئے چراغ راہ ہوگئے خاص پسند باتیں عام پسند ہوگئیں - اہل زبان آوروں کا رعب و داب عزت و وقار سب پر چھانے لگا - وحشی صحرائی مل بیٹھنے سے انسانیت سیکھ گئے اور آپس کی کشاکشی بھی کم ہونے لگی پاکیزہ پاکیزہ الفاظ فصیح محاورے نمکین اصطلاحیں اور قصد طلب جوائے استعمال میں آنے لگے بے تکلف اور بے مبالغہ کلام میں گرمی اور زور تاثیر پیدا کرنے کا شوق بوڑھے سے لے کر بچے تک عام ہوگیا اسی بازار کا سبب ہے کہ زبان عرب میں اکثر اشخاص اور اشیاء کے لیے وجہ تسمیہ ہیں اور اسی طرح اب تک مشہور ہیں - چھوٹی چھوٹی باتوں کے قصے یہاں تک کہ ایک بدوی عورت نے جو لفظ اپنے اونٹ کو پانی پلانے میں کہا وہ بھی مشہور ہو کر گھر گھر زبان زد ہوگیا

لہ ایک مقام کا نام - یہ یونان میں کہ جہاں شہسوار گھوڑ دوڑ کیا کرتے تھے ۱۲

اب تک ہر شخص جہاں چاہتا ہے نظم و نثر میں کہاوت کی طرح بول جاتا ہے کہ یہ شہرت آج اخباروں میں اشتہار دینے سے بھی نصیب نہیں ہوئی افسوس ہے کہ سوائے ان حالات معلقات کے اور کوئی معلقہ نظر نہیں آتا آج ادب اور انشاے عرب کی کوئی تصنیف اسلام سے سو برس پہلے کی نہیں ملتی کچھ عمداً اور کچھ بے اعتنائی سے معدوم ہو گئیں مگر اشعار عرب سے معلوم ہوتا ہے کہ پرانی زبان ہے کیونکہ اسکی صرف و نحو اور عروض کے قاعدے سب با اصول ہیں انتہی کلامہ ملخصاً۔ پادری صاحب کوئی دریافت کرے کہ یہ حالات اور یہ مدح کلام کی جو اوپر مذکور ہوئی آیا صرف قریش اور اہل مکہ کی ہے یا تمام عرب کی جن کو آپنے وحشی غیر فصیح بنایا ہے۔ آیا نواح دہلی کے لوگوں کا بھی شعر شاعری میں یہی حال ہے کہ مشاعرہ کے واسطے شہری اور دیہاتی شاعروں کا اجتماع اور میلہ ہوتا ہو اور ایک جگہ بیٹھکر کلام میں باہم مقابلہ ہوتا ہو۔ اگر پادری صاحب اہل مکہ اور ان بحی[؟] قبائل کے اختلاف محاورات کو دہلی اور آگرہ اور لکھنؤ اور رامپور اور علیگڈہ وغیرہ کے اختلاف محاورات کے تشبیہ دیتے تو ہم تحقیق کے قریب پہونچ جاتے **رابعاً** ہم نے بفرض محال تسلیم کیا کہ سوائے قریش و حجاز کے سب عرب وحشی ہیں اور انکے کل محاورات مخصوصہ بھی غیر فصیح لیکن یہ الفاظ قرآنیہ غیر فصیح نہیں اگر ہوتے تو کفار قریش جن سے یہ تحدی کی گئی کہ مثل قرآن کے ایک سورہ لکھ لاؤ دس آیت ہی لکھ لاؤ انھوں نے ان الفاظ پر کچھ اعتراض نکیا بلکہ ہزاروں نے قرآن کو طاقت بشری سے خارج سمجھکر اسلام قبول کر لیا اور بڑے بڑے متعصبوں اور معاندوں نے بھی ناچار ہو کر اوسکو سحر کہا چنانچہ یہ مقولہ اون کا قرآن میں بھی مندرج ہوا اور باعلان اونکو سنایا گیا اور اونھوں نے اس قول سے انکار بھی نہیں کیا پس بعد اون کے اب کوئی شخص فصاحت قرآن پر اعتراض نہیں کر سکتا

احد او سکے ایک لفظ کو بھی غیر فصیح نہیں کہہ سکتا خصوصاً پادری صاحب کہ جنکے نزدیک معاند کا صرف خاموش ہو رہنا کافی ہے چنانچہ وہ اعجاز عیسوی کے بعض اعتراضات کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات سچ تھی تو اوسوقت کے لوگوں نے کیوں نہیں شور مچایا صفحہ ۲۲۴ ہدایۃ المسلمین بہرحال بعد مشرکین عرب کے پادری صاحب ہزار ہا دلائل غیر فصاحت کے لکھیں مگر سب باطل ہونگے کیونکہ یہ امر محض عقلی نہیں نقلی بھی ہے بلکہ نقل کو زیادہ دخل ہے اور ان سب امور کو سمجھ بوجھ کر بھی جو کوئی باز نہ آئے گا تو اوس پر یہ قول صادق آئے گا ع دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست ۔

دوسرے دعوے کا جواب

اس دعوی کی دلیل بھی ابوبکر واسطی کا قول ہے کہ اوس نے ہر ایک لفظ کو خاص خاص قبیلہ کا لکھا ہے اور جملہ پچاس قبائل کے الفاظ لکھے ہیں لہذا یہاں بھی ہم اسی دلیل پر نقض کرتے ہین اور کہتے ہیں کہ ان الفاظ کی تخصیص قبائل مفصلہ سے مطلقاً غیر مسلم ہے اور اگر ہو گی تو عہد نبوت سے بہت پیشتر ہو گی لیکن عہد نبوت میں جملہ الفاظ ۲۴۸ کی تخصیص بچند وجوہ باطل ہے **اولاً** اصحاب رسول مختار اور علماء کبار جو ابوبکر سے ماہر تر اور فضل واقدم تھے اونھوں نے اس امر سے انکار کیا ہے چنانچہ خود سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے اخرج ابو عبید من وجہ اٰخر عن ابن عباس قال نزل القران بلغۃ الکعبین کعب قریش وکعب خزاعۃ قیل وکیف ذلک قال لان الدار واحد لان خزاعۃ کانو جیران قریش ۔ ابو عبید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن دو کعب کے لغات پر نازل ہوا ہے ایک کعب قریشی دوسرا خزاعی کیونکہ ان دونوں کی اولاد قریب قریب

سےتی تھی اور پھر اتقان میں ہے نزل القران بلغۃ مضر لقول عمر نزل القران بلغۃ مضر
عمر بن الخطاب کا قول ہے کہ قرآن لغت مضر میں نازل ہوا ہے اور بعضوں نے قبائل مضر
کی یہ تفصیل کی ہے۔ ہذیل اور کنانہ اور قیس ضبہ اور تیم الرباب اور اسد بن خزیمہ اور
قریش اور ابو حاتم سجستانی نے کہا ہے کہ قرآن لغت قریش اور ہذیل اور تمیم اور ازد
اور ربیعہ اور ہوازن اور سعد بن بکر پہ نازل ہوا ہے اور ثعلب اور ازہری اور ابن عطیہ
اور بیہقی ضیغم بہت علما اور محدثین نے کہا ہے کہ قرآن سات لغات پر نازل ہوا ہے۔
اور ابو صالح نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن سات لغات پہ نازل ہوا ہے
منجملہ اون کے پانچ قبائل عجز ہیں یعنی سعد بن بکر اور جشم بن بکر اور نصر بن معاویہ اور
ثقیف کہ یہ سب ہوازن ہیں۔ اور ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ قرآن صرف قریش کی زبان
میں نازل ہوا ہے۔ اور جلال الدین بن مالک کہتا ہے کہ قرآن لغات حجاز میں نازل
ہوا ہے مگر قلیل الفاظ لغت تمیم کے موافق ہیں جس طرح يُشَاقِّ اللهَ وَمَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن
دِينِهِ میں ادغام ہے کیونکہ تمیم مجزوم پر ادغام پڑھتے ہیں اور اسی طرح عبد البر نے
تمہید میں لکھا ہے ناظرین خیال کریں کہ علما و اکابر کے اقوال کے روبرو ایک ابوبکر
بیچارہ کی کون سنتا ہے کیونکہ یہاں دو امر کا ثابت ہونا ضرور ہے اول یہ کہ جو معنی
ابو بکر نے لکھے ہیں وہی بعینہٖ قرآن میں ہیں دوم یہ کہ جو معنی اوس نے لکھے ہیں وہ قطعاً
غیر قریشی ہیں اور تاوقتیکہ ان عطاروں کی روایت میں راویوں کے نام معلوم نہوں
تب تک یہ قول ابو بکر کا قابل نظر بھی نہوگا چہ جائیکہ قابل تسلیم ہو کیونکہ اسلام ایسا کچا
مذہب نہیں کہ ہر شخص کے قول کو بلا دلیل و سند قبول کرلے اور ایک آدمی کے کہنے
سے ایک کو تین اور تین کو ایک کہنے لگے چنانچہ سیوطی نے بھی اس قول کی توثیق نہیں
کی مگر صرف نقل ہی کیا اور اسی نقل کے سبب پادری صاحب نے اوس پر یہ اتہام کیا ہے کہ جلال الدین

نے بھی اوس پر گواہی دی ہے حالانکہ جن الفاظ و معانی پر جلال الدین نے گواہی دی ہے وہ چھتیسویں نوع میں مذکور ہیں **ثانیاً** باتفاق مخالف و موالف آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقیناً شہر مکہ کے باشندہ اور متوطن تھے اور مخالفوں کی راے میں قرآن آنحضرت صلعم کی تصنیف ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جو شخص کسی سے کچھ تقریر یا تحریر کرتا ہے تو سامع اور ناظر کے ذہن میں بلا تنبیہ اور بغیر توجیہ یہی امر آتا ہے کہ یہ زبان اس شخص کی پیدائشی اور اصلی تھا اور یہ یقین اوسوقت زائل ہوتا ہے جبکہ اسی طرح کی دلیل یقینی سے اسکا خلاف ثابت ہو جائے بنا بر علیہ یہاں بھی آنحضرتؐ کے فرمانے کے سبب ان الفاظ قرآنیہ کی نسبت حجازی قریشی مکی ہونے کا یقین ہے اور یہی ہمارا اور کل اہل عقل کا اصلی اور طبیعی تصور ہے پس پادری صاحب کا یا کسی اور کا قول بلا دلیل غیر مستند اس اصلی اور قطعی یقین کو زائل نہیں کرسکتا لان الشک لایعارض الیقین فکیف الوسوسۃ والبہتان ؛ ہان اگر آنحضرت صلعم عجمی نژاد ہوتے اور جوانی میں جاکر مکہ میں توطن کرتے تو ایسے اعتراضوں کو گنجایش بھی تھی اور اسی سبب مفسر لوگ الفاظ قرآنیہ کی سند میں اشعار نہیں لکھتے کیونکہ آپکے مکی اور فصیح ہونے میں کسی کافر کو بھی شک نہیں اور اگر ہر ایک فصیح اہل زبان کے کلام کیواسطے سند و استشہاد کی ضرورت ہوا کرے تو کسی فصیح کا کلام مسلم نہ ہے کیونکہ ہم اوس سند میں بھی غیر فصاحت کا شبہہ کر اوسکے واسطے پھر دوسری سند چاہیں گے وَھَلُمَّ جَرًّا اور اسی واسطے اس امر کو فضول سمجھکر بعض صحابہ و تابعین نے کہا ہے کہ اشعار عرب کو قرآن کا دیوان اور اصل بناؤ یعنی الفاظ قرآنیہ کا استشہاد اشعار عرب سے کرو کیونکہ قرآن و حدیث میں اشعار کی مذمت ہے اور پادری صاحب اپنی طبیعت سے ایجاد کر کے لکھتے ہیں کہ جو لوگ اطراف و جوانب سے حج کو آتے تھے آنحضرت صلعم نے یہ الفاظ اون سے سن سنا کر بولے ہیں

یہ خیال خام ہے بلکہ من وجہ ہمارے مفید ہی کیونکہ مورخین نصاریٰ مثل گاڈفری ہگینس وغیرہ تک آنحضرت کے حالات میں لکھتے ہیں کہ بحالت شباب اور سن بلوغ و تمیز میں اکثر آپ کوہ حرا میں تنہا بیٹھے رہتے تھے اور یاد الٰہی اور اعتکاف میں مشغول رہتے تھے آپ نے خانۂ کعبہ کی تولیت کبھی پسند نہیں کی اور نہ خدام معابد کی طرح مجاور کی خدمت کی آپ کی ہمت ایسے ذلیل کاموں اور طمع مال کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوئی بلکہ پچیس برس کی عمر سے چالیس برس تک کا حال آپ کا مفصل معلوم نہیں ہوتا انتہی ملخصاً صفحہ۔ از ترجمہ مطبوعہ بریلی اس سے ظاہر ہے کہ جب آنحضرت کو یہ الفاظ معلوم تھے تو قریش کو خصوصاً متولیان خانۂ کعبہ کو بدرجۂ اولیٰ معلوم ہوں گے بلکہ آپ نے انھیں لوگوں سے سنے ہوں گے پس یہ الفاظ قریش کے نزدیک ظاہرۃ الدلالۃ اور مانوس الاستعمال ضرور ہوں گے گو استعمال قلیل ہو اور ہم کو بھی قرآن میں غیر قریشی بلکہ معرب الفاظ وارد ہونے سے مطلقاً انکار نہیں ہے بلکہ مطلب ہمارا یہ ہے کہ جن الفاظ کا غیر قریشی ہونا کتب لغت اور روایات متواترہ سے ثابت ہوگا انکو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور کریں گے یہ امر قادح فصاحت نہیں کل فصحائے عرب کے کلام میں ایسے الفاظ موجود ہیں بلکہ اسی عبارت واصلی میں موجود ہے کہ قریش کے استعمال میں بھی الفاظ غریبہ تھے مگر دیگر فصحا کے کلام اور کلام اللہ سے اس امر میں فرق ہے کہ قرآن میں دوسرے قبائل کے الفاظ میں سے وہی الفاظ آگئے ہیں جو مذاق فصحا میں نہایت شیریں اور عذب ہیں ثانیاً اہل لغت کا دستور ہے کہ جو لفظ غیر فصیح ہوتا ہے یا خاص کسی قبیلہ کا تو اوسکی غیر فصاحت اور تخصیص کو بیان کر دیتے ہیں مثلاً لکھ دیتے ہیں و قول العامۃ ھکذا و ھذہ لغۃ ردیۃ و ھذہ لغت تمیم و ھذہ لغۃ ھذیل لیکن ان الفاظ کی نسبت کسی نے غیر فصاحت کا دعویٰ نہیں کیا اور ان جامعین لغات کی

طرف یہ بدگمانی بھی نہیں ہوسکتی کہ ان لوگوں نے جو اکثر ابوبکر واسطی سے پہلے ہوئے ہیں وقت تالیف لغت ابوبکر واسطی کی کتاب کو سامنے رکھ لیا ہو اور جن الفاظ کو اوس نے دوسرے قبیلہ کا لکھا ہے اوسکی تخصیص کو ترک کر دیا ہو اور انکو اوسوقت تصحیح قرآن مدنظر ہو استغفر اللہ ثم استغفر اللہ اور اگر کوئی متعصب کہے کہ قرآن کی مزاولت کے سبب اون کو معلوم تھا کہ یہ الفاظ قرآن میں غیر فصیح ہیں تو اسکا یہ جواب ہے کہ اگر ایسا فرض بھی کیا جاوے تو اسکے سبب اسقدر وہم ہوگا کہ لفظ کی غیر فصاحت اور وحشت کو مخفی کر دیا ہو مگر اسکے سبب قبیلہ کی خصوصیت کو کہ یہ لفظ خاص فلاں قبیلہ کا ہے مخفی کرنا کسی طرح عقل میں نہیں آتا کیا معنی کہ وہ عالم الغیب نہ تھے جو سمجھ لیتے کہ تیرھوین صدی میں ایک شخص عماد الدین پیدا ہوگا کہ جو اپنے دل سے یہ قاعدہ تراشے گا کہ قریش کے سوائے سب کی زبان غیر فصیح ہے اور اگر ہم یہ تصریح کریں گے کہ یہ لفظ فلان قبیلہ کا ہے تو بنا بر قاعدہ عمادیہ کے اس لفظ کا غیر فصیح ہونا لازم آئیگا اور اگر یہی ارادہ ہوتا تو پھر کسی لفظ کی تخصیص کو ظاہر نکرتے حالانکہ جو لفظ قرآنی اونکے نزدیک کسی قبیلہ کا مخصوص تھا اوسکی خصوصیت کو ظاہر بھی کر دیا ہے اور اگر کوئی متعصب ان امور کو قبول نکرے اور اہل لغات کو اس اتہام سے بری ہونے دے تو وہ سبعہ معلقہ اور عقد ثمین اور حماسہ کو دیکھ لیوے کہ جس لفظ کو واسطی نے ایک قبیلہ کا محاورہ لکھا ہے اوسی لفظ کو دوسرے قبیلے کا شاعر بولا ہے اس بدیہی امر کا کوئی کیونکر انکار کریگا پس الفاظ مذکورہ واسطی کو خاص خاص قبیلہ کا کہنا خلاف جمہور اہل لغت اور خلاف دواوین اہل عرب ہے جو بلاشک تخصیص الفاظ کی باطل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واسطی نے جو ان الفاظ کو خاص خاص قبیلہ کا لکھا ہے غالباً اوسکا یہ مطلب ہوگا کہ قدیم الایام میں یہ الفاظ ان قبایل کے تھے نہ زمانہ نبوت میں یا کچھ اور مراد ہوگی بہرحال اوس نے اپنی کتاب میں کوئی

قاعدہ اور کوئی تمہید بھی ضرور لکھی ہوگی ورنہ وہ شخص ایسا معلوم نہیں ہوتا جو ان امور سے اور
اور اشعار عرب سے ناواقف ہو معترض کو لازم ہے کہ واسطی کی پوری عبارت کو نقل کرے اور
اوسکی کتاب ارشاد کو دیکھے تب اہل اسلام پر اعتراض کرے مگر بحمد اللہ کہ بغیر دیکھے ارشاد کے
بھی پادری صاحب کا اعتراض دفع ہو گیا بلکہ ہباءً منثوراً ہو گیا۔ **قولہ** اب ہم یہ دکھلاتے
ہیں کہ قرآن میں کس کس سورہ اور کون کون آیت میں وحشی زبان کے الفاظ بولے جاتے ہیں
اور سند ان تمام فقروں کے وحشی اور غریب ہونے کی اور اس بات کی سند کہ یہ قریش
کے محاورے نہیں ہیں نہایت معتبر تفسیر اتقان[1] فی العلوم القرآن سے دی جاتی ہے۔ الخ
اقول ان الفاظ کی وحشت وغرابت کی بنیاد اس امر پر تھی کہ یہ الفاظ خاص خاص قبیلوں
کے ہیں اور درصورت خصوصیت کے اون قبائل کے کل الفاظ بھی غیر فصیح ہیں جسطرح تنبیہ
میں مذکور ہوا ہے لیکن جب وہ بنیاد فاسد جوابات مذکورہ سے اوکھڑ گئی تب یہ بناے فاسد
علی الفاسد بھی منہدم بلکہ ہباءً منثوراً ہو گئی ہمکو ہر ایک لفظ کی سند دینے کی کچھ حاجت نہیں
رہی مگر واسطے تفریح طبع مومنین کے شعراے زمانہ جاہلیت وغیرہ کے اشعار سے جنہوں نے
قرآن سے عربی پڑھنی نہیں سیکھی حسب درخواست پادری صاحب کے استشہاد و استناد
کرکے تفصیلاً جوابات لکھتے ہیں اس سے ہر شخص کو بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ الفاظ مذکورہ
ابوبکر واسطی وغیرہ خاص خاص قبائل کے نہیں اور درصورت خصوصیت کے بھی یہ الفاظ
فی نفسہ موافق قواعد فصاحت کے غیر فصیح نہیں بلکہ نہایت شیرین اور کثیر الاستعمال ہیں
اور جس شخص کو واسطی کے قول سے الفاظ مذکورہ کی غرابت سنکر توحش ہوا ہو اوسکی
وحشت رفع ہو جاویگی اور جس غیر عربی دان کو تذبذب ہو گیا ہوگا اوسکے ایمان میں تقویت

[1] پادری صاحب نے اپنی کتاب ہدایۃ المسلمین میں اسی طرح لکھا ہے ہم نے بھی نقل کر دیا ہے مگر غلط ہے

آجاوے گی اور عربی دان نے تو ہمارے جوابات دیکھنے سے پہلے بھی دہوکا کھایا ہوگا کیونکہ اوس نے اسی جگہ دیکھ لیا ہوگا کہ جس شخص نے اس قول واسطی کو نقل کیا ہے اوسکا نام بھی صحیح نہیں لکھا چنانچہ بلفظ علوم القرآن کو العلوم قرآن لکھا ہے کافیہ خوان طالب علم بھی جانتا ہے کہ مضاف پر حرف تعریف نہیں آتا۔ اور اسی طرح جہاں سیوطی نے اس قول واسطی کو نقل کیا ہے وہاں اوسنے اپنی راے کچھ بیان نہیں کی حسب عادت جس طرح ہر باب میں کل اقوال نقل کرتا ہے اسکو بھی نقل کردیا ہے سیوطی نے اپنی معتمد علیہا اور صحیح روایت چھبیسویں نوع میں لکھی ہے اوس روایت کو اوسکا قول مسلم سمجھنا چاہیے نہ اس روایت کو اور پادری صاحب نے اسی روایت کو سیوطی کا معتمد علیہا بیان کیا ہے۔ افسوس ہے کہ ہنوز پادری صاحب کو نقل کرنے میں اور ثابت کرنے میں تمیز نہیں دیکھو خود ہم نے دھوکے تیسرے جواب میں لغات قبائل کے باب میں کتنے اقوال اتقان سے نقل کیے ہیں۔ کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ سیوطی نے ان سب اقوال کو قبول کرلیا ہے یا یہ کہ ہم نے قبول کرلیا ہے حالانکہ بعض بعض اقوال ایسے باہم متخالف ہیں کہ اون میں جمع و تفریق بھی نہیں ہوسکتی۔ پادریصاحب کو مناسب ہے کہ ایسی باتیں منادی کے وقت برسر بازار اور سڑک پر علوم سے ناآشنا لوگوں کے سامنے کہکر دل خوش کرلیا کریں یا عیسائی بھائیوں کے جلسہ میں مگر کتابوں میں لکھنا مصلحت نہیں کہ یہ موجب مضحکہ ہوتا ہے

شواہد الفاظ

واضح رہے کہ جو کچھ ہمنے پادری صاحب کے دونوں دعووں کے جوابات لکھے ہیں وہی جوابات تمام الفاظ کے واسطے کافی اور شافی ہیں ہم کو کلام زمانہ جاہلیت سے استشہاد و استناد کی کچھ حاجت نہیں اور کسی نے آج تک حاجت سمجھی بلکہ بعض علماء نے

اس امر کو معیوب و مذموم فرمایا ہے اور اسی واسطے مفسرین نے اس امر کو ترک کر دیا ہے
مگر چونکہ پادری صاحب نے کلام جاہلیت کو ہندوستان میں کالمعدوم سمجھکر اشہاد کی
درخواست کی ہے اور سمجھ بیٹھے ہیں کہ میری کتاب کا جواب نہو سکے گا اور عوام اہل
اسلام کے دلوں میں یقین نہیں تو شک ضرور پڑ جاے گا اسواسطے بنظر اطمینان قلوب
عوام مومنین حتی الامکان ہر ایک لفظ کے واسطے عموماً مستندین و موثقین اہل عرب
کے کلام سے شاہد بھی لکھے دیتا ہوں اور اولاً ہر لفظ کے معنی عبارت فارسی میں کتاب صراح
سے کہ جو صحاح جوہری کا ترجمہ ہے لکھتا ہوں اور بعدہٗ عبارت عربی تفسیر مجمع البیان
کو تاکہ معنی لغوی سے معنی تفسیری پر اطمینان ہو جاوے اور عبارت فارسی سے تفسیر
عربی کی عبارت مرقومہ سمجھنے میں کچھ مدد ملے اور یہ بھی یاد رہے کہ غرض استشہاد سے
یہ ہے کہ معترض نے جس لفظ کو خاص کسی قبیلہ کا لکھا ہے وہ تخصیص زائل ہو جاوے اور
شعراے مستندین اور فصحاے معتمدین کا محاورہ ظاہر ہو جاوے تاکہ تخصیص کے زائل
ہونے سے پادری صاحب کا دعویٰ باطل ہو جائے اور عام فصحا کے استعمال ثابت ہونے
سے لفظ کی فصاحت ثابت ہو جاوے کیونکہ فصاحت لفظ کی کثرت استعمال فصحاء عرب پر موقوف
ہے نہ صرف قریش کے استعمال پر اور پادری صاحب نے بھی جہان اہل اسلام سے
جواب کی درخواست کی ہے وہان شعراے عرب کہا ہے قریش کی خصوصیت نہیں کی اور
نیز سلف سے آج تک جملہ اہل لغت اور شارحین اشعار عرب جو گذرے ہیں سب نے
اسی طرح عموماً ہر قبیلہ کے شاعر کے کلام سے استشہاد کیا ہے اور یہی قاعدہ کتب فصاحت
و بلاغت میں ہے البتہ اعراب وحشیہ کے کلام سے نہ کسی نے استشہاد کیا ہے نہ ہم کرتے
ہیں **قولہ** پہلا حرف سورۂ نجم کے آخر میں ہے وَ اَنْتُمْ سَامِدُوْنَ یہ ملک یمن یا حمیر

کی بولی ہے حجازی زبان نہیں اسواسطے غیر فصیح ہے ۱ **اقول** صراح سمد سمود سرور وا داشتن از تکبر و کل رافع راسہ فہو سامد و بر شدن یقال سمدت اے علوت و کوشیدن ستور در رفتن و بازی کردن سامد ای لاہ یقال للقینۃ اسمدینا ای الہینا بالغناء کذا فی الصحاح[۱] والقاموس[۲] مجمع البیان میں ہو السمود اللہو والسامد اللاہی قال النوشاہ یعنی لہو لعب ہے ہزیلہ بنت بکرا اپنی کشتوں پر مرثیہ پڑھتی ہے **شعر**

لیت عادا قبلوا الحق ولم یجدوا الجحودا
قیل قم فانظر الیہم ثم ذرعنک السمودا

کما فی الاتقان عن ابن عباس + عبد اللہ بن زبیر الاسدی کہتا ہے **شعر**

رمی الحدثان نسوۃ آل حرب
بمقدار سمدن لہ سمودا

فرد شعورہن السود بیضا
ورد وجوہہن البیض سودا

کما فی المجمع والکشاف پس معلوم ہوا کہ یہ لفظ یمن کا نہیں بلکہ خاص حجازی ہے کیونکہ غالبا اس شاعر نے کشتگان جنگ بدر کی نسبت یہ مرثیہ کہا ہے کہ اوس لڑائی میں چند مشرکین مارے گئے تھے اور بالغرض یہ لفظ اگر یمن کا محاورہ ہو تو کیا قادح فصاحت ہے کیونکہ یمن ملک عرب میں قدیم سے عہد نبوت تک دار الامارہ رہا ہے اور حجاز میں اکثر یمن کے قبائل رہتے ہیں جو بعد خرابی سد مآرب کے یہاں آکر آباد ہوئے تھے عہد نبوت میں یمن مجمع امراء و شرفا تھا اور معدن فصحاء و شعراء وہیں کے الفاظ اکثر حجاز میں مستعمل ہیں اور وہیں کے محاورات مثل شہر دہلی کے قدیم ہیں پس بقاعدہ پادری صاحب ان کے الفاظ ہرگز غیر فصیح نہیں ہو سکتے اور پادری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ملک یمن یا حمیر کی

---

[۱] والسمود اللہو والسامد اللاہی ۱۲ صح

[۲] سمد سمودا رفع راسہ تکبرا وعلاہ والابل جد فی السیر ولہی والسمود یکون حزنا وسرورا ۱۲ ق

بولی ہے سو یہ تردید بھی عجیب ہے معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب کو انساب و قبائل عرب سے واقفیت کم ہے کیونکہ حمیر سے خواہ موضع مغربی صنعا میں مراد ہو خواہ حمیر بن سبا بن یشجب پدر قبیلہ ہو دونوں یمنی ہیں پس منشاے اعتراض تعصب ہے یا عدم واقفیت اور کم استعدادی **قولہ** ۔ فقرہ سورہ نساء کے پہلے رکوع میں ہے مُتَّکِئِیْنَ عَلَی الْاَرَآئِكِ یہ غیر فصیح فقرہ قریش کی زبان کا نہیں ہے بلکہ اسمیں غرابت ہے اور یہ لفظ مانوسۃ الاستعمال بھی نہیں ہے ابو عبید نے حسن سے روایت کی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کسی مکہ والا نہ سمجھا کہ محمدؐ نے یہ کہاں کی بولی بولی اور اس آیت کے معنی کیا ہیں کیونکہ آرائك قریش کا لفظ نہیں ہے پس مدت کے بعد کوئی یمن کا باشندہ مکہ میں آیا اوس نے بتلایا کہ ہمارے ملک میں ارائک اوس حجلہ کو کہتے ہیں جس میں سریر ہو یعنی دولھن کا گھر جس میں تخت رکھا ہو اوس وقت اس وحشی بولی کے معنی دریافت ہوئے۔ **اقول** صراح اریکہ تخت آراستہ ارائک جمع کذا فی منتہی ق ۔ مجمع الارائك وهی السریر وقال الزجاج الارائك الفرش فی الحجال اختی شعر بین الرواق وجانب من سترها ۔ منها وبين اریكة الانضاد کما فی المجمع عن الزجاج ۔ چشم بصیرت سے دیکھنا چاہیے کہ اول تو اس لفظ کے معنی میں اختلاف ہے زجاج سا نحوی کہتا ہے کہ اسکے معنی فرش ہیں بعدہ اگر یہ لفظ خاص یمن کا تھا اور غیر فصیح غریب وحشی تو اس شاعر نامی جاہلی ہم عصر نبوت باشندہ ملک یمامہ شرقی مکہ نے کیوں بولا پس پادری صاحب کا توحش بیجا ہے علاوہ اسکے ہر گاہ یہ شے یعنی اریکہ کہ منجملہ سامان تعیش کے ہے حجاز کے مفلس ملک میں

شعر الاریکۃ سریر منجد مزین فی قبۃ او بیت فاذا لم یکن فیہ سریر فہو حجلۃ والجمع ارائک ۱۲ صحاح ۔ والاریکۃ کسفینۃ سریر فی حجلۃ او کل ما اتکئ علیہ من سریر ومنصۃ وفراش او سریر منجد مزین فی قبۃ او بیت فاذا لم یکن فیہ سریر فہو حجلۃ ۱۲ قاموس ۔ اس شاعر کا حال شعرا کے تذکرہ میں اوپر کچھ مذکور ہو چکا ہے ۱۲ منہ

نہ ہو اور یمن کے امراء و رؤسا کے گھروں میں ہو اور کسی اہل حجاز کو اس کے بولنے کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں کیا قادح فصاحت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں لفظ عجمی معرب کرلیا جاتا ہے نہ یہ کہ عربی لفظ مخل فصاحت ہو جاوے اور پادری صاحب جو ایک روایت سے استدلال کرکے کہتے ہیں کہ کوئی اہل مکہ اس لفظ کو نہ سمجھا تو وہ خیال کریں گے کہ اگر اہل مکہ اس لفظ سے واقف نہ تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ جو زاویہ نشین کوہ حرا تھے کہاں سے واقف ہوئے۔ اگر یمنی قافلہ سے جو حج کو آتے تھے واقف ہوئے تو خدام کعبہ بھی ضرور واقف ہوں گے علاوہ اسکے یمن سے اہل مکہ کو ایسی اجنبیت نہ تھی جو وہاں کے الفاظ کو نہ سمجھتے ہر سال ایام سرما میں قریش کا قافلہ تجارت کے واسطے یمن کو جاتا تھا چنانچہ رحلۃ الشتاء والصیف قرآن اور اشعار عرب میں شاہد موجود ہے اور ایام حج میں اہل یمن یہاں مکہ میں آتے تھے اس سے باہم بڑا اختلاط و ارتباط ظاہر ہے پھر کیونکر عقل قبول کرسکے کہ قریش اونکے الفاظ کو نہ سمجھتے تھے دین اسلام ایسا نہیں جس میں خلاف عقل اور خلاف بداہت امر کو بھی ایک روایت آحاد کے سبب قبول کرلیا جاوے یہ تو صرف پادری صاحب کا حصہ ہے علاوہ ازیں اہل لغت کا دستور ہے کہ اگر کوئی لفظ خاص کسی قبیلہ یا ملک کا محاورہ ہوتا ہے تو اوس تخصیص کی تصریح کردیتے ہیں کہ یہ محاورہ فلاں قبیلہ کا ہے اور اس لفظ کی نسبت اہل لغات متداولہ نے تخصیص یمن کی نہیں لکھی واضح ہو کہ ہر لفظ کی ذیل میں سب غلط جوابات اور طوالت سے کتاب میں چونکہ طول ہو گا اسواسطے ہر لفظ کی ذیل میں اس طوالت کو ترک کرتا ہوں مگر ناظرین ہر لفظ کے تحت میں علاوہ شاہد کے اس قسم کی تقریر بھی یاد کرلیا کریں اور یہ لفظ سورۂ نساء میں نہیں ہے جسطرح پادری صاحب کہتے ہیں بلکہ سورہ

کہف میں ہے **قول** صفحہ ۳ فقرہ سورہ قیامۃ میں ہے وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ لفظ معاذیرہ قریش کی زبان نہیں یمن کی بولی ہے **اقول** صراح عذر بالضم والسکون بہانہ و معذور داشتن معذرۃ بکسر الذال وعذری وعذرہ بالکسر اسم من العذر یعنی بہانہ قولہ تعالے ولو القی معاذیرہ ای ولو جادل عنہا۔ کذا فی م و ق۔ مجمع ای ولو اعتذر وجادل عن نفسہ لم ینفعہ ذالک یقال معذرۃ و معاذر و معاذیر وھی ذکر موانع تقطع عن الفعل المطلوب وقیل معناہ ولو ارخی الستور واغلق الابواب عن الضحاک والسدی قال الزجاج معناہ ولو ادلی بکل حجۃ عندہ وجاء فی التفسیر المعاذیر الستور واحدھا معذار وقال المبرد ھی لغۃ طائیۃ جواب یہ ہے کہ اس آیت کے معنی خود نحویوں اور قدماء مفسرین سے مختلف طور پر منقول ہوئے ہیں مگر قول اقوی وہی ہے جو صاحب مجمع البیان نے اول لکھا ہے اور زجاج اور بیضاوی وغیرہم اور خود سیوطی صاحب اتقان نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ محاورہ خاص یمنی نہیں بلکہ عرب میں مستعمل و مشہور ہے چنانچہ عرب بطور مثل کے بولتے تھے ان المعاذیر یشوبھا الکذب کما فی الصحاح اور لفظ عذر جو اسکا مادہ ہے تمام فصحاے عرب کے اشعار میں بکثرت موجود ہے حاجت استشہاد نہیں پس ہرگاہ کہ قرآن میں ایسے معنی درست ہو جاویں جو مادہ لغات کے موافق ہوں اور مادہ بھی اوسکا بکثرت مستعمل ہو اور خود لفظ قانون نحوی کے خلاف نہو تو کیا ضرور ہے کہ ہم ایسے معنی اختیار کریں کہ جسکی نسبت غیر حجازی ہونے کا احتمال بھی ہو۔ اگرچہ غیر حجازی ہونا مخل فصاحت نہیں۔ علاوہ اسکے جو معنی کہ اتقان میں لکھے ہیں یعنے ستور اوسکو مبرد نحوی نے قبیلہ طے کا محاورہ لکھا ہے اور معترض اوسکو یمنی کہتا ہے پس بوجہ تعارض اور بوجہ عدم وجود سبب ترجیح کے دونوں قول ساقط الاعتبار ہوئے اور قول اول صاحب

مجمع البیان وغیرہ بوجہ مرجحات مذکورہ کے مسلم اور درست رہا فہو المراد قولہ ہم
اوسی سورہ میں ہے کَلَّا لَا وَزَرَ یہ بھی گنواری بولی یمن کی ہے نہ قریش کی اقول
صراح وزر پناہ وکوہ وزر بالکسر وسکون گرانی کذا فی صحوق مجمع الوزر ہو الملجأ علیہا ووف الیہ
والوزر ما یتحصن بہ من جبل او غیرہ ومنہ الوزیر الذی یلجأ الیہ فی الامور شاہدہ عمرو بن کلثوم التغلبی
صاحب معلقہ خامسہ شعر لعمرک ما ان لہ صخرۃ * لعمرک ما ان لہ من وزر کما فی الاتقان
عن ابن عباس پس عدم فصاحت باطل ہے قولہ ۵ فقرہ سورہ طور میں ہے وزوجناہم
بحور عین ترجمہ اور بیاہ دیں تیے مسلمانوں کے ساتھ گنواریاں بڑی آنکھوں والیاں
یہ گنواری محاورہ خلاف فصاحت قریشی زبان کا نہیں یمن کی بولی ہے اقول صراح
زوج جفت ویقال زوجتہ امرأۃ ۔ نیز وجتہا بعلا وتزوج امرأۃ تزوجت رجلا
وبرجل قال اللہ تعالیٰ وزوجناہم بحور عین ای قرناہم بہن وقولہ تعالیٰ
اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ؛ کذا فی منتہی ق ۔ مجمع ومعناہ قرناہم ہولاء
المتقین بحور عین علی وجہ التمتع لہم والتنعیم بیضاوی میں ہے الباء لما فی التزویج
من معنی الوصل والالصاق او للسببیۃ اذ المعنی صیرناہم ازواجا بسببہن
او لما فی التزویج من معنی الالصاق والقران اس اعتراض کے دو جواب ہیں اولاً
آیہ کا یہ ترجمہ لفظی نہیں جو پادری صاحب نے بغرض مغالطہ دہی کیا ہے بلکہ لفظی ترجمہ یہ ہے
اور ملصق وقرین کر دیا ہے تینے اون کو حور عین سے جسطرح اہل لغت اور مفسرین نے
لکھا ہے کیونکہ اس لغت کے معنی جس طرح بیاہ دینا ہیں اسی طرح جوڑا بنا دینا بھی ہیں

لہ وزوجناہم بحور عین ای قرناہم بہن وقولہ احشروا الذین ظلموا وازواجہم ۱۲

ـہ وزوجناہم بحور عین ای قرناہم ۱۲ ق

اور اس معنی میں یہ لفظ دو جگہ اور بھی فرمایا گیا ہے قولہ تعالیٰ وَ کُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً اور
اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَھُمْ ہندوستان کے مترجموں نے بنظر تسہیل افہام العوام بنا
حاصل مطلب کے ایسا ترجمہ کر دیا ہے مگر اصل ترجمہ عربی تفسیروں میں محفوظ موجود ہے۔ بلکہ
اصل لفظ بھی یہی ترجمہ کیا ہے اور یہاں جو لفظ نکاح نہیں فرمایا اوسکی وجہ یہ ہے کہ مواصلت
و مقارنت حوریان بہشتی سے بطور نکاح متعارفہ دنیاوی نہوگی البتہ مثل نکاح دنیا کے تمتع اور
استمتاع حاصل ہوگا اور چونکہ یہ تمتع غیر مشاہد اور غیر مرئی ہے اسواسطے اسکو ایسے لفظ سے
تعبیر کیا ہے کہ تمتع بہشتی کی کیفیت قریب الفہم ہو جاوے پس معنی تزویج میں کسی قدر مجاز
ہے حقیقت نہیں تاکہ محاورہ یمنی کہا جاوے **ثانیاً** یہ کہ جس محاورہ و معنی و ترجمہ کو معترض
نے یمنی کہا ہے وہ بھی یمنی معلوم نہیں ہوتا اور اگر ہو تو بھی اہل حجاز کے نزدیک مانوس الاستعمال
تھا شاہد یہ ہے خویلد والد خدیجہ ام المومنین **شعر** ولوا نہا قالت نعم لعلوتھا
بشفرة حضب للجماجم فاصل ؎ ومن رام تزویج ابنتی بمجلس ؎ وان رضیت یا قوم لست
بفاعل ؎ ولیس دخول التزویج بالسرب نافعا ؎ وھذا مقال الحق ھل من مقاتل ؎ کما فی
انوار البدریة لابی الحسن احمد بن محمد البکری والتحفہ **قولہ** ۶ فقرہ سورہ انبیا میں
ہے ولو اردنا ان نتخذ لھوا لھو غریب اور وحشی ہے قریش نے کبھی سنا بھی نہیں تھا
ہاں ملک یمن کے بعض لوگ عورت کو لھو کہتے تھے یہ بات ایسی ہے کہ جیسے کوئی مدعی فصاحت
دہلی کے اندر جاکر فصیح لوگوں میں پھنک کر یمنی بولے **اقول** صراح لہو بازی کردن
و جماع کردن و منہ قولہ تعالیٰ وَلَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَھْوًا قالوا امرأة ویقال ولدا۔
کذا فی صراح و کتب لغت سے ظاہر ہے کہ فصحاے مستندین و معتبرین جماع اور عورت

سلہ الھو مرۃ والعب …… الجماع و قولہ لو اردنا ان نتخذ لھوا قالو امرأة ویقال ولدا ۱۲
سلہ واللھو المرأة …… اللھو ۱۲ قاموس

اور اولاد کو لہو بولتے تھے گو بطور کنایہ ہو اور باعث اس کنایہ کا ظاہر ہے کہ سب دنیاوی
چیزوں میں یہ تینوں چیزیں زیادہ باعث لہو ہیں شاہد یعنی عورت **شعر** الا زعمت
بسباسة الیوم انني کبرت وان لا یحسن اللهو امثالی کما فی المجمع والمعلقة الثانیة
شاہد یعنی جماع شعر وبیضة خدر لا یرام خباؤها ۔ تمتعت من لهو بها غیر معجل
کما فی المعلقة یہ اشعار اوس فصیح شاعر ہیں جسکی فصاحت کو قریش بھی مانے ہوئے
تھے اور اسکا قصیدہ خانہ کعبہ پر آویزان کرالیا تھا یہ اشعار قریش نے اور دیگر فصحاے عرب نے
خوب سنے تھے کیونکہ ایک شعر قصیدہ معلقہ کا ہے اور دوسرا بھی نہایت عمدہ اور مشہور قصیدہ
کا ہے **قولہ** نمبر ۵ سورۂ ہود میں ہے وَنَادیٰ نُوحٌ ابنَهُ یہ وحشی ترکیب فصحاے حجاز
ہرگز نہیں بولتے قبیلہ طے کی بولی ہے **اقول** توضیح اس اعتراض کی بظاہر یہ ہے کہ
کنعان نامی جسکو حضرت نوح نے پکارا تھا معترض کے نزدیک حضرت نوح کا صلبی
پسر نہ تھا اسواسطے اوسکو ابن کہنا بیجا ہے تھا ایسے شخص کو قبیلہ طے میں ابن کہتے ہیں فقط
پس اگر یہی اعتراض ہے تو یہ ترکیب نحوی فصاحت پر نہیں بلکہ دراصل روایت پر ہے لیکن
صحیح اور مشہور روایت یہ ہے کہ کنعان پسر صلبی تھا چنانچہ جناب امیر المومنین اور حضرت امام
محمد باقر اور صادق علیہم السلام اور عروہ بن زبیر سے یہی روایت ہے اور تفسیر مدارک
میں ہے والجمهور علی انه ابنه الصلبی یعنی جمہور کا مذہب یہی ہے کہ وہ پسر صلبی تھا
علاوہ اسکے بغیر استعانت حدیث کے صرف قرآن سے پسر صلبی ہونا ظاہر ہے کیونکہ حقیقت
ہے والحقیقة خیر من المجاز **قولہ** ۶ سورہ صافات میں ہے اَتَدعُونَ بَعلاً ابن
عباس کہتا ہے کہ ازدشنوءة کی زبان ہے قریش کی نہیں اسلئے یہ گنواری لفظ ہے
اقول صراح بعل جمع دشہور نام بت قوم الیاس علیہ السلام و درخت کہ از بیخ آب

خورد بے آنکہ اوراجوے باشد وقال من بعل ھذہ الناقۃ ای صاحبھا کذا
فی ص و ق مجمع اتدعون بعلا یعنی صنما لھم من ذھب کانوا یعبدونہ عن عطا
والبعل بلغۃ اھل الیمن ھو الرب والسید عن عکرمہ ومجاھد وقتادہ والسدی
فالتقدیر اتدعون ربا غیر اللہ تعالیٰ اس لفظ کی نسبت مفسرین کے دو قول ہیں اکثر کا قول
ہیں کہ بعل ایک طلائی بُت کا نام ہے اور پرستش کرنے والے کا نام بک تھا اور
اسی سبب شہر کا نام بعلبک ہوگیا ہے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بعل کے معنی یہاں
رب اور مالک ہیں مگر اس قول میں چونکہ حذف اور تقدیر کی ضرورت پڑتی ہے اسواسطے
پہلا قول اقویٰ ہے اور یہی اکثر مفسرون نے اختیار کیا ہے پس بنابر قول اکثر اور
اقویٰ کے کچھ اعتراض نہیں کیونکہ نام کا ترجمہ نہیں کیا جاتا ہے بعینہٖ وہی لکھا اور بولا جاتا
ہے اور بنابر قول شاذ کے یہ جواب ہے کہ عہد نبوت میں عرب العرباء اس لفظ کے معنی
میں بولتے تھے چنانچہ ابن اثیر نہایۂ لغات میں ابن عمر سے نقل کرتا ہے کہ دو آدمی ایک
اونٹ پر جھگڑتے تھے اور ہر ایک کہتا تھا من بعل ھذہ الناقۃ اور خود آنحضرت صلعم نے
بھی اس معنی میں فرمایا ہے وان تلد الامۃ بعلھا یہاں مراد بعل سے پسر جاریہ ہے
کیونکہ وہ گویا اوسکا بجاے مالک کے ہوجاتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ آنحضرت
صلعم کے روزمرہ میں داخل تھا۔ ہاں اگر کوئی عیب لفظی یعنی ثقل سماعت وعسر تلفظ
وتنافر وغیرہ کا ہو تو معترض اوسے بیان کرے بلکہ یہ لفظ اس قدر شیریں ہے کہ فصحاے
عرب بولتے تھے شاہد فصاحت لفظیہ کا یہ ہے امرؤ القیس شعر فاصبحت معشوقا
واصبح بعلھا ٭ علیہ القتام کاسف الظن والبال ٭ کمافی القصاید سبعہ معلقہ میں کئی جگہ ہے

لہ جلالین میں ہے بعلا اسم صنم لھم من ذھب وبہ سمی البلد ایضا مضافا الی بک ۱۲ وکذا فی المدارک ۱۲ بیضاوی میں ہے
وھو اسم صنم کان لاھل بک من بلاد الشام وقیل البعل الرب بلغۃ الیمن ۱۲

اور شاہد بمعنی درخت مذکور ہے **شعر** هنالك لا ابالي نخل سقي ولا بعل وان عظم الاتاء كما في الصحاح اور شاہد بمعنی اسم صنم و اسم بلد ہے **مصرعہ** اذا ما علونا ظهر بعل عريضة كما في الصحاح پس مقام غور ہے کہ کیسا فصیح لفظ ہے کہ ہر معنی میں مستعمل ہے **قولہ** ۹ فقرہ سورہ رحمٰن میں يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ابوبکر انباری نے کتاب الوقف میں کلبی سے روایت کی ہے کہ لفظ مرجان کے معنی یمن کی زبان میں موتی کے ہیں یہ قریش کا لفظ نہیں **اقول** صراح مرجان مروارید خرد کذا فی ص ورق[۱] مجمع اللؤلؤ كبار الدر والمرجان صغاره وقيل المرجان خرز احمر سوائے کلبی کے یہ تخصیص کسی نے بیان نہیں کی اور اگر ہو تو ہرج نہیں بہر حال یہ لفظ فصحاء حجاز کے محاورہ میں تھا شاہد بمعنی لولو یہ ہے ذو الرمہ **شعر** كان عرى المرجان منها تعلقت على ام خشف من ظباء المشاقر كما في المجمع و بجوبہ شاعر یمنی نہیں حجازی ہے کیونکہ اولاد مضر ہے **قولہ** ۱۰ فقرہ سورہ یوسف میں قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا ماپ یہ بولی قریش کی نہیں حمیر کی زبان ہے **اقول** صراح صاع زمین پست و پیمانہ صواع بالضم پیمانہ و جام بزرگ کہ در وے شراب خورند کذا فی ص ورق[۲] مجمع الصواع والصاع والصوع بالفتح والصوع بالضم واحد وهو مكيال + بالفرض اگر یہ لفظ حمیر کا ہے تو بھی کچھ قباحت نہیں حمیر یمن میں ہے مگر کسی اہل لغت نے یہ تخصیص بیان نہیں کی اور یہاں جو بجائے صاع کے صواع فرمایا ہے اس میں بلاغت اور نکتہ یہ ہے کہ صواع جس طرح پیمانہ کو کہتے ہیں اوسی طرح جام شراب کو کہتے ہیں بخلاف صاع کے اور یہ ظرف جسکا ذکر ہے پہلے عزیز مصر کا جام

[۱] والمرجان صغار اللؤلؤ ولفظه جمع واحده مرجانة ۱۲ ق [۲] الصاع الذي يكال به وهو اربعة امداد والصواع لغة في الصاع ويقال هو اناء يشرب فيه ۱۲ صحاح

شراب تھا اور بعدہٗ ایام قحط میں پیمانہ غلہ ہوگیا تھا اسوا سطے اوسکو صواع فرمایا ہے چنانچہ
اس سے پہلے اسی ظرف کو سقایہ فرمایا ہے قال اللہ تعالیٰ جعل السقایۃ فی رحل اخیہ
پس ایسے لفظ کو برتنا جس سے دو معنی مقتضائے مقام کے موافق حاصل ہوں کمال
بلاغت ہے ایسا لفظ بڑی تلاش سے فصحا کو ملتا ہے مگر سچ ہے **مصرعہ** ہنر بچشم عداوت
بزرگتر عیب است **قولہ** ۱۱ فقرہ سورۃ النساء میں ہے اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
ابن عباس کہتے ہیں کہ یفتنکم بمعنی یضلکم قریش کی زبان نہیں ہے یہ جنگلی بولی ہوازن
کی ہے **اقول** صراح فتنہ بالکسر آزمایش فتنت الذہب ادخلتہ فی النار و سوختن نیز
بفتنہ انگندن کسی را و بفتنہ شدن لازم متعدی قلب فاتن ای مفتون فتنہ المراۃ ای دلہتہ
فاتیہا فاتن گمراہ کنندہ وقال الفراء اہل الحجاز یقولون ما انتم علیہ بفاتنین واہل
نجد یقولون بمفتنین کذا فی م ق مجمع وفتنت الرجل فتنۃ فہو مفتون لغۃ
اہل الحجاز دبنو تمیم و ربیعہ و اہل نجد کلہم و اسد یقولون افتنت الرجل فہو
فاتن فقد فتن فتونا اذا دخل فی الفتنۃ معناہ ان خفتم فتنۃ الذین کفروا فی
فی انفسکم او دینکم وقیل معناہ ان خفتم الذین کفروا فی الصلوۃ عن ابن عباس د
مثلہ قولہ تعالیٰ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَائِہِمْ اَنْ یَّفْتِنَہُمْ ای یقتلکم وقیل معناہ
ان یعذبکم الذین کفروا بنوع من انواع العذاب کتب لغت سے ظاہر ہے کہ اس لفظ
کے اصلی معنی آزمایش یعنی بلاؤ محنت ہیں لیکن چونکہ بلا و فتنہ ایک مفہوم عام ہے کبھی مال پر
پڑتا ہے کبھی جان پر کبھی دین پر کبھی عقل پر لہذا غارت و قتل و ضلالت و عشق و ولہ وغیرہا
ہر ایک بلا و فتنہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن میں بھی ہر ایک بلا شبہ بطور عام طور پر مراد ہے نہ کوئی
خاص ایک بلا بلکہ تخصیص بلا کی مثل قتل و اضلال کے خلاف مقصود قرآن ہے کیونکہ

نماز کا قصر کرنا صرف خوف اضلال میں منحصر نہیں بلکہ ہر ایک سفر جسمی ومالی ودینی کے احتمال میں قصر کا حکم ہے جسطرح عموم آیہ کریمہ[1] سے ظاہر ہے اور اسی وجہ سے مفسروں نے نفقہ وغیرہ کی تخصیص نہیں کی خصوصاً لفظ اضلال بجز النساجی کسی تفسیر میں نہیں دیکھا گیا۔ بہرحال ہرگاہ قرآن میں معنی لغوی مشہورہ درست ہوسکتے ہیں تو پھر خاص کسی ایک ترجمہ پر اعتراض کرنا محض ایک نزاع لفظی ہے۔ ہاں اگر معنی لغوی پر اعتراض ہو تو اوسکا شاہد یہ ہے۔
شعر لَئِنْ فَتَنَتْنِیْ لَھِیَ بِالْاَمْسِ افتنت   سعیداً فامسی قد قلی کل مسلم یہاں فتنہ بمعنی افتتان ہے یعنی زوال عقل بوجہ محبت وعشق ایضاً **شعر** رخیم الکلام قطیع الکلام امسی فوادی بہا فاتنا کما فی الصحاح شاہد بمعنی اضلال عبد اللہ بن حارث بن قیس بن عدی قریشی **شعر** کل امرئ من عباد اللہ مضطھد ببطن مکۃ مقھور ومفتون کما فی الاتقان والسیرۃ بعد استشہاد کے ہم کہتے ہیں کہ اوس لفظ کے استعمال میں جسقدر اختلاف تھا وہ اہل لغت وتفسیر نے ظاہر کردیا کہ اہل حجاز اس کو اسطرح بولتے ہیں اور اہل نجد وبنی تمیم وغیرہ اسطرح اس سے صاف ظاہر ہے کہ حجاز وغیرہ دیگر قطعات عرب میں یہ لفظ شائع ومستعمل تھا نہ خاص ہوازن میں اور اگر خاص ہوازن کا ہو تو بھی قبول[2] مخل فصاحت نہیں کیونکہ یہ حجازی قبیلہ ہے **قولہ** ۱۲ فقرہ وسورۂ فرقان میں وکانوا قوماً بوراً لفظ بورا غیر فصیح ہے اسکے معنی ہیں موت قریش نے یہ لفظ کبھی نہیں بولا بلکہ یہ لغت اہل عمان کا ہے جو سمندر کے کنارہ مکہ سے بہت دور ایک شہر ہے اس لفظ کا قرآن میں داخل ہونا ایسا ہی جیسے لفظ لاہوری کا دہلی کی زبان میں داخل ہونا۔

---

[1] آیہ کریمہ یہ ہے وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ○

[2] ہر سب سے افضل زبان اور ملائم عرب میں حجازی اور مکہ کی بولی ہے صفحہ ۳۱۲ سطر ۱۳ ۱۲ منہ

اقول صراح میں ہے رجل بور بالضم ای ھالک فاسد لا خیر فیہ وھو جمع بائر مثل حائل وحول وحکی الاخفش عن بعضھم انہ لغۃ ولیس بجمع لبائر بوار بالفتح ہلاکی بہرحال یہ لفظ خاص قریش کا محاورہ ہے شاہد اسکا یہ ہے عبد اللہ بن الزبعری وقت مسلمان ہونے کے عذر کرتا ہے۔ **شعر** یارسول الملیک ان لسانی راتق ما فتقت اذ انا بور اذ اباری الشیطان فی سنن الغی ومن مال میلہ مثبور ابولہب حضرت عبد المطلب کے مرثیہ میں کہتا ہے **شعر** کھولھم خیر الکھول ونسلھم کنسل الملوک لاتبور ولا تحیر کما فی السیرۃ لبید **شعر** لا یطبعون ولاتبور فعالھم بل لاتمیل مع الھوی احلامھا کما فی معلقۃ اور ایک شاعر کہتا ہے **شعر** فلا تکفروا ما قد صنعنا الیکم وکافوا بہ فالکفر بور لصانعہ۔ کما فی الاتقان۔ پادری صاحب کہتے ہیں کہ اس لفظ کا قرآن میں داخل ہونا ایسا ہے جیسے لفظ لاہوری کا دہلی کی زبان میں داخل ہونا میں کہتا ہوں کہ اس لفظ کو غیر فصیح کہنا ایسا ہے جیسے ملک گونڈ وانہ کا ایک گونڈ یا بھیل واڑہ کا بھیل دہلی اور لکھنؤ کے کسی شہزادے سے کہے کہ میں نے ایک آدمی سے سنا ہے کہ لفظ پانی بھاشا زبان کا ہے اور بھاشا زبان دیہاتی گنواروں کی ہے آپ کیوں بولتے ہیں بلاشک وہ شہزادہ اوسکو یہ جواب دیگا کہ ہمنے اس لفظ کو اپنے ماں باپ اور عزیزوں سے سنا اور سیکھا ہے جو کہ عمائد شہر تھے نہ دیہاتیوں سے اس سے زیادہ تمکو کیا جواب

ف۱ اس عبد اللہ کا حال ناظرین تاریخ و سیرت جانتے ہیں کہ اگلے برابر آنحضرت صلعم سے کسی کو عداوت و دشمنی نہ تھی بعد فتح مکہ مسلمان ہوا اور یہ وہی شخص ہے جو قرآن کی نسبت کہتا تھا ھذا اساطیر الاولین اور یہ شخص بھی پڑھا لکھا تھا روم سے کتب یہود منگا کر قرآنی قصص کے مقابلہ میں قصص ماضیہ کتب سماویہ سے عرب کی قریش کو سنایا کرتا تھا

دیں کیونکہ تم بالکل اجنبی اور وحشی ہو مگر جس نے تم سے یہ بات کہی ہے یا تو اوس شخص کا یہ مطلب ہوگا کہ یہ لفظ دراصل قدیم الایام میں حبشی زبان کا تھا یا وہ شخص غلطی پر ہے تمکو لازم تھا ایک دو شخص کے کہنے پر اعتماد بھی نکرتے بلکہ اگر بہت سے آدمی تم سے کہتے تو بھی ہم پر اعتراض نکرتے مدت سے یہ لفظ ہمارے شہر میں مروج ہے اور جو مروج ہے اور ہم بولتے ہیں وہی فصیح ہے گو وہ دراصل کہیں کا لفظ ہو اور دیہاتی بھی اوسکو بولتے ہوں **قولہ** ۱۳ فقرہ سورۂ قاف میں ہے فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ لفظ نقبوا بمعنی ھربوا خلاف محاورہ ہے قریش کی زبان نہیں یمن کا محاورہ ہے **اقول** صراح تنقیب در شہرہا گشتن گریزان کذا فی ص و ق مجمع والتنقیب التنقیر بمعنی للسلوک وھو من النقب الذی ھو الفتح ای فتحوا المسالک فی البلاد بتنقبتہم بطشہم اصلہ من النقب وھو الطریق وقیل معناہ ساروا فی البلاد وطوفوا فیھا بعہ اسکے جواب یہ ہے کہ اگر یمنی لفظ ہے تو بہت فصیح ہوگا لیکن خاص یمن کا نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اہل لغت نے تصریح نہیں کی بہرحال شعراء موثقین کے کلام میں موجود ہے عدی بن زید **شعر** نقبوا فی البلاد خذر الموت وجالوا فی الارض ای مجال ای ھربوا کما فی الاتقان امرئ القیس **شعر** لقد نقبت فی الآفاق حتی رضیت من الغنیمۃ بالایاب ای طوفت فی طرقھا وسرت فی نقوبھا کمافی المجمع والعقد **قولہ** ۱۴ فقرہ سورۂ آل عمران کے ۱۰ رکوع میں ہے لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا لفظ یالونکم بمعنی ینقصکم قریش کی زبان نہیں ہے محمد صاحب نے یہ گنواری لفظ غیر مستعمل بنی عبس کی زبان کا اپنے فقرہ میں ملاکر کلام فصاحت کے

نسخہ متداولین میں ہے فقد طوفت فی الآفاق حتی الخ ۱۲

خارج کر دیا چنانچہ ابن عباس نے بتایا ہے کہ بنی عبس کا لفظ ہے نہ قریش کا **اقول**
صراح میں ہے الو تقصیر کردن و درنگ نمودن و توانستن کذا فی ص و ق۔ **مجمع**
لا یالونکم ای لا یقصرون فی امرکم خبالاً ولا یترکون جھدھم یقال الی یالو الواً اذا فتروا
ضعف وقصر وما الوتہ خیراً وشراً ای ما قصرت من فعل ذلک قال الخ جواب یہ ہے
کہ یالو کے معنی ینقص نہ کسی مفسر[1] نے لکھے اور نہ اہل لغت نے معلوم ہوا کہ یہ معنی کسی مترجم
نے بطور حاصل مطلب کے لکھ دئے ہیں شاہد یہ ہے امرئ القیس **شعر** وما المرء ما
دامت حشاشۃ نفسہ بمدرک اطراف الخطوب ولا آل کما فی الجمع والعقد ای
لا مقصر فی الطلب پس معلوم ہوا کہ یہ لفظ خاص عبسی نہیں۔ اور اگر بالفرض بنی عبس کا
ہے تو بھی کچھ قباحت نہیں ہے کیونکہ بنی عبس قیس بن عیلان میں ایک قبیلہ ہے جو اولاد مضر میں
اور غالباً حجازی ہیں اسواسطے کہ موضع قو کے پاس رہتے تھے اور اس قبیلہ میں بڑے
بڑے لئیق اور شریف اور نامی گرامی شاعر تھے چنانچہ عنترہ عبسی صاحب معلقہ سادسہ
اسی قبیلہ میں تھا اور اسی قصیدہ سے اس قبیلہ کا حال کچھ معلوم ہو جاتا ہے بہرحال
اعتراض محض تعصب ہے **قولہ** ۱۵ فقرہ سورۃ النساء میں ہے یَجِدْ فِی الْاَرْضِ
مُرَاغَمًا کَثِیْرًا لفظ مراغ قریش کا محاورہ نہیں یہ وحشی اور غریب اور غیر مانوس لفظ
ہذیل کی گنواری بولی ہے **اقول** صراح میں ہے مراغم بالضم وفتح الغین گریز جائے
و رفتن جائے کذا فی ص و ق۔ **مجمع** المراغم المضطرب فی البلاد والمذھب؛
شاہد ہے **شعر** واترک ارض جھرۃ ان عندی؛ رجاء فی المراغم التعادی؛ **کما**
فی الاتقان عن ابن عباس۔ **النابغۃ[2] الجعدی** **شعر** کطود یلاذ بارکانہ

[1] جلالین ای لا یقصرون لکم جھدھم فی الفساد ۱۲ کذا فی بیضاوی مدارک ۱۲ منہ
[2] یہ وہی نابغہ ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا کہ معمر و مسن تھا اور خلافت... اور مسلمان ہو گیا تھا ۱۲

عن یزالمراغم والمہرب کمافی الصحاح ابن السلیمانی الحماسی شعر اخو الارض لم تجہل علیٔ فروجہا ؛ واذلی عن دار الھوان مراغم۔ کمافی الحماسۃ

قولہ ۱۶ فقرہ سورۂ سبا میں ہے فارسلنا علیھم سیل العرم چھوڑ دیا ہمنے اون پر نالا زور کا، سعید بن منصور نے اپنی کتاب سنن میں عمر بن شرحبیل سے روایت کی ہے کہ لفظ سیل العرم اہل یمن کا گیت ہے یہ لفظ جو قریشی نہیں ہے وحشی غیر مستعمل یمن کے مسافرون کی زبان سے گیت سنکر قرآن میں لے لیا **اقول** صراح عرم بندہا ے آب لا واحد لہا من لفظہ وقیل واحدہ عرمۃ کذا فی ص و ق ۔ مجمع العرم المسناۃ التی تحبس الماء واحدہا عرمۃ اخذ من عرامۃ الماء وھی ذھابہ کل مذھب قال الاعشی الخ وقیل العرم اسم واد کان یجتمع فیہ سیول من اودیۃ شتی وقیل العرم ھنا اسم الجرذ الذی نقب السکر علیھم وھو الذی یقال لہ الخلد وقیل المطر الشدید قصہ اسکا یہ ہے کہ یمن کے نالوں کا پانی سرزمین سبا کی طرف دو پہاڑوں کے درمیان ہو کر جاتا تھا اور اہل سبا کو نقصان دیتا تھا اس لئے اونھوں نے مقام مارب میں دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک سد یعنی بند آب باندھ دیا تھا اور حسب ضرورت اوسمیں سے پانی لے لیا کرتے تھے اور اس سبب سے وہ سرزمین نہایت سیر حاصل اور قابل زراعت تھی اور زراعت و باغات کثرت سے تھے ہر قسم کی اجناس اور میوے پیدا ہوتے تھے۔ قدم قدم پر آبادی تھی بہت دلچسپ زمین تھی شہر سبا وہاں بڑا قدیم اور بہت آباد شہر تھا اور یمن کا دار الامارۃ تھا وہاں ذی ثروت اور اہل علم و ہنر اور شریف رہتے تھے جب اہل سبا نے انبیاے الہی کی تکذیب کی اور کفر کیا تب حق تعالیٰ نے ایک چوہے

حکم دیا کہ وہ اوس میں سوراخ کرا یا اور بند ٹوٹ کر پانی اوس کا زمین سبا میں پونچا بہت
سے اوس میں غرق ہو گئے اور بہت سے متفرق و پریشان ہو کر جگہ جگہ قطعات عرب
میں جا بسے بعض اون میں مکہ معظمہ اور اوسکی نواح میں آباد ہوئے چنانچہ خانہ کعبہ مدتوں
اون کے قبضہ اور تولیت میں رہا بعد اون کے قریش کے قبضہ میں آیا تھا اور قبیلہ ازد
عمان میں جا کر آباد ہوا اور قبیلہ خزاعہ لطبن مرمین جا رہا اور اوس وخزرج یثرب یعنی مدینہ
میں جا بسا غسان شام کو چلے گئے اور جذیمہ عراق میں جا رہے اور بعض قبائل وہیں
یمن کے دیگر قطعات میں اوٹھ گئے چنانچہ یہ سب قصہ عرب کی تواریخ میں موجود ہے اور
کچھ مختصر بطور اشارہ سورہ سبا میں بھی فرمایا گیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ کَانَ
لِسَبَاٍ فِي مَسَاكِنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ الخ الغرض جسقدر قبائل
کے نام پادری صاحب نے لکھے ہیں اونمیں اکثر قبائل انھیں میں سے ہیں جو اس تفرقہ
سے عرب میں جا کر آباد ہوئے پس ان کی زبان قدیمی شہر سبا سے عمدہ اور افضل
ہو گی شاہد اعشی شعر وفی ذالک للمؤتسی اسوۃ ؛ ومارب عفّٰی علیہ العرم
رخام بنتہ لھم حمیر ؛ اذا جاء مواره لم یرم ۔ کما فی المجمع والسیرۃ
امیۃ بن ابی الصلت شعر من سبا الحاضرین مارب اذ یبنون من
دون سیلہ العرم کما فی السیرۃ ۔ دیکھو یہ دونوں شعر اسی بند سبا کے باب میں
ہیں اور یہ دونوں شاعر یمن کے نہیں تھے اعشی یمامہ کا تھا اور امیہ حجاز کا تھا۔
علاوہ بریں ظاہر ہو کثرت استعمال و شہرت کے سبب لفظ عرم سد مارب کیواسطے مثل علم
نام کے ہو گیا تھا ایسی صورت میں اوسی لفظ کا لانا مناسب تھا قطع نظر اسکے اگر یہ لفظ یمن
کا ہے تو بلاشک فصیح ہے اور اگر وہاں کا گیت ہے تو نہایت ہی فصیح کیونکہ گیت

اور مثل نہایت مستعمل اور فصیح ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ پادری صاحب ہر ملک کے
گیتوں کو ہندوستان کے ہندی بھاشا گیتوں پر قیاس کرتے ہیں جو اہل شہر کے
ناپسند ہوتے ہیں لیکن یہاں ناپسندی کی وجہ یہ ہے کہ بھاشا اونکی زبان نہیں یہاں کے
گیتوں کی فصاحت کو ہندو فصحا سے دریافت کرو کہ وہ اونکے نزدیک کس قدر فصیح
اور موثر اور دلچسپ ہیں **قولہ ۱۷** فقرہ بنی اسرائیل میں ہے کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ
مَسْطُوْرًا جریر نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ لفظ مسطور اہل عرب
کی زبان نہیں بلکہ حمیر کی بولی ہے وے لوگ کتاب کو اسطورا بولتے ہیں **اقول**
صراح سطر رشتہ ہر چیز و نبشتہ سطر و سطور جمع + سطر بفتحتین مثلہ اسطارۃ بالکسر نوشتن یقال
سطر الکتاب ای کتب واستطر مثلہ کذا فی ص و ق مجمع السطور المکتوب قال الح
شاہد یہ ہے عجاج **شعر** واعلمیان ذا الجلال قد قلہ + فی الصحف الاولی التی
کان سطر + کمافی المجمع جریر **شعر** من شاء بایعتہ مالی وخلعتہ + ما تکمل التیم
فی دیوانہم سطرا + ہہ دبہ **مصرعہ** انی واسطار سطرن سطرا + کمافی الصحاح
دیکھو نہ یہ شعرا حمیر کے تھے اور نہ اہل لغت نے یہ تخصیص بیان کی اور اگر بالفرض ہو
تو کچھ قباحت نہیں ہے کیونکہ حمیر یمن کا ایک نامی گرامی قبیلہ تھا اور اسطورا کسی اہل لغت
نے بمعنی کتاب نہیں لکھا اگر کہیں کا محاورہ ہوتا تو اہل لغت بھی ضرور لکھتے **قولہ ۱۸**
فقرہ سورہ رعد میں ہے اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہ بھی بنی ہوازن کی زبان ہے
اور فرا لکھتا ہے کہ یمن کے قبائل سے اہل نخع کا یہ محاورہ ہے **اقول** صراح میں ہے
یاس نومید شدن و قولہ تعالٰی اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ای افلم یعلم کذا فی ص ق
مجمع ای افلم یعلموا بعد ازاں اسکے تین جواب ہیں۔ **اولا** یہی معنی مسلم نہیں زجاج لکھتا ہے

کر یہاں توسید ہونے کے معنی پر شانتیا خود اہل لغت کو اشتباہ ہے کہ یہاں کا لغت ہے بہرحال اگر ہوازن کا ہے تو نہایت فصیح ہے کیونکہ ابو عمر نحوی کے نزدیک یہ قبیلہ افصح العرب ہے اور اگر یمن کا ہے تو بھی نہایت فصیح ہے کما مر مراراً۔ **ثمالث** اشعار عرب سے ظاہر ہے کہ یہ تمام فصحائے عرب کا محاورہ ہے کیس کا مخصوص نہیں شاہد بمعنی علم یہ ہے مالک بن عوف شعر لقد یش الاقوام انی انا ابنه وان کنت من اسرف العشیرة نائیا + کما فی الاتقان من ابن عباس والجمع جمیل بن وقیل یبودی شعر اقول لاهل الشعب اذ یاسرونني + الم تیسوا انی ابن فارس زهدم کما فی الصحاح والجمع دیکھو مالک بن عوف غالباً حجازی تھا نجع کا نہ تھا یا یمامہ یا نجد کی طرف کا اور جمیل یا بعی قبیلہ تمیم میں سے تھا پس اعتراض محض بے اصل ہے

قول ۱۹ فقرہ سورہ الرحمن میں ہے والحب ذو العصف والریحان ابن جوزی نے اپنی کتاب فنون الافنان میں لکھا ہے کہ یہ محاورہ اور محاورات مندرجہ ذیل قریش کی زبان کے نہیں لفظ ریحان بمعنی رزق محمد نے ہمدان کے محاورہ پر بولا ہے قریش کی زبان نہیں ہے واضح ہو کہ لفظ ریحان بقول جلال الدین وابن عباس وابن جوزی وبیضاوی وقاموس کے بمعنی رزق اس جگہ محمد صاحب نے بولا ہے جس پر

بڑا اعتراض پڑتا تھا عبد القادر نے اپنے ترجمہ میں اعتراض دفع کرنیکو اس لفظ کا ترجمہ پھول وخوشبو کیا ہے بہاس تحریف معنوی کو ہم کب مانتے ہیں جب کہ قدما نے اوسکو بمعنی رزق سمجھا ہے **اقول** پادری صاحب نے یہاں تین دعوی کیے ہیں ایک یہ کہ ریحان بمعنی رزق ہمدان کی زبان ہے دوسرے یہ کہ بقول

[۱] الکمیت عوف کنیتی ابو النصر اخرج ابو الفرج فی الاغانی من ابن شہاب ان مالک بن عوف کان من اکثر الناس شعراً او من غالاً

— لما قرأ اسے یار نصب ۱۲ الی آخرہ ۱۲ خواجہ الغنی ۱۲

جلال الدین وابن عباس وغیرہ یہاں ریحان بمعنی رزق ہے تیسرے یہ کہ ایک بڑے اعتراض کرنے کی غرض سے عبدالقادر نے اسکے معنی میں تحریف کی ہے یہ تینوں دعوے غلط ہیں پہلا دعوی اسواسطے غلط ہے کہ اہل لغت یعنی صاحب صحاح وقاموس اور مفسرین نے ہمدان کی تخصیص کو بیان نہیں کیا اور غیر ہمدانی شعرا کے بولنے سے ظاہر ہے کہ خاص ہمدان کا ہی محاورہ نہیں شاہد یہ ہے کہ نمر شلعی جاهلی شعر سلام الالہ وریحانہ ورحمۃ وسماء درر + کما فی الصحاح والمجمع اور عرب میں یہ محاورہ نہایت مشہور ومستعمل تھا سبحان اللہ وریحان اللہ وسبحانک وریحانک۔ نابغہ شعر رقاق النعال طیب حجزاتھم + یحیون بالریحان یوم السباسب۔ کما فی العقد یہاں بھی غالباً ریحان بمعنی رزق ونعمت ہے پس تخصیص ہمدان کی ظاہراً درست نہیں اور دوسرا دعوی اسواسطے غلط ہے کہ جلال الدین نے اتقان میں ابن عباس سے بطرق صحیح لکھا ہے۔

العصف التبن والریحان خضرۃ الزرع اور اسی روایت کو اوسنے اول اور معتمد لکھا ہے اور جلالین میں لکھا ہے الریحان الورق او المشموم بیضاوی میں ہے الریحان المشموم او الرزق پادری صاحب کہتے ہیں کہ بیضاوی کے نزدیک ریحان کے معنی رزق ہیں حالانکہ اوس نے دونوں معنی لکھے ہیں بلکہ مشموم قول اول کرکے لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہی قول مختار ہے قاموس میں ہے الریحان نبت طیب الرائحۃ او کل نبت کذلک او اطرافہ اوورقہ والولد والرزق پادری صاحب کہتے ہیں کہ قاموس کے نزدیک اس جگہ ریحان بمعنی رزق ہے حالانکہ قاموس میں اس آیت کا ذکر بھی نہیں ہے اور اگر اوس نے کسی دعوی

کتاب میں لکھا ہو تو اوسکا نام بتانا چاہیے اور ابن جوزی کی فنون الافنان کا جو حوالہ
دیا ہے اوسکی عبارت نقل نہیں کی اور ظاہرا وہ کتاب معترض کے پاس بھی نہین لیکن
یہ حوالہ بھی غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ اور حوالے غلط ہیں تیسرے دعوی کا یہ جواب ہے
کہ اکثر مفسرین ذیحان ریحان کے معنی خوشبو گھانس اور مشموم لکھے ہیں چنانچہ تفسیر جلالین
و بیضاوی کی عبارتین مذکور ہو چکی ہیں اور تفسیر مدارک میں بھی دوسرا قول کرکے لکھا ہے
وقیل معناہ فیھا الریحان الذی یشم مجمع البیان میں بھی بعد نقل اقوال بمعنی رزق
لکھا ہے وقال الحسن و ابن زید ھو ریحانکم الذی یشم بہرحال یہ صرف عبدالقادر
بیچارہ کا قول نہیں جس پر تحریف کا اتہام کیا ہے تحریف یہ ہے جو محرفان انجیل کو بھی نہ
سوجھی ہوگی کہ عوام کے مغالطہ کے واسطے چند بڑی بڑی کتابوں کے نام لکھکر لکھدیا کہ ان
کتابوں میں ریحان بمعنی رزق لکھا ہے گویا یہ ظاہر کیا کہ ان کتابوں میں ریحان کے معنی
مشموم نہیں لکھے حالانکہ یہ معنی بھی لکھے ہیں اگر راست بازی کا دعوی ہے تو ان حوالوں
کی تصحیح کردینا ضرور ہے اور اوس اعتراض کو بھی بیان کرنا ضرور تھا جس کے دفع
کے واسطے عبدالقادر کو تحریف کی ضرورت ہوئی تاکہ اوس کا بھی جواب دیا جاتا۔
اگر یہی اعتراض ہے کہ ریحان بمعنی رزق قریش کی زبان نہیں تو محض واہیات ہے
عبدالقادر کو اس امر کا وہم بھی کبھی نہوا ہوگا کہ قریش کے سوائے تمام عرب کی
زبان غیر فصیح ہے اور اگر کوئی اور اعتراض ہے تو اوسکا بیان لازم تھا ۱۲ قولہ ۲۰
فقرہ سورہ نمل میں ہے قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا
اللّٰہُ علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ یہ استثنا منقطع محمد صاحب نے قریش
کے برخلاف بولی ہے پھر دیکھو کہ علامہ ابوالقاسم عربی جس نے ایک بڑی کتاب

اسی بات کی تحقیقات میں کرآیا قرآن میں کتنے محاورات محمد صاحب نے قریش کی زبان کے برخلاف بولے ہیں لکھی ہے جبکو مسلمان اپنا بہت بڑا فاضل جانتے ہیں بلکہ اوسکی کتابوں سے قرآن کے مفسر سند لاتے ہیں وہ کہتا ہے کہ یہ ستر(ہ) محاورے مندرجہ ذیل بنی کنانہ کی زبان کے قرآن میں بولے گئے ہیں یعنی قریش کی زبان کے برخلاف جنکو راقم اپنی تعداد سابقہ میں درج کرتا ہے **اقول** یہاں استثنا کے منقطع اور متصل ہونے میں اختلاف ہے اور جب اسمیں اختلاف ہے تو اسکے خلاف قریشی ہونے میں بھی اختلاف ہوا مگر ہم فرض کرتے ہیں کہ یہ استثنا منقطع ہے اور بنی تمیم کے محاورہ کے موافق ہے لیکن اس میں کچھ قباحت نہیں اور نہ خلاف فصاحت کیا بنی تمیم عرب العربا اور معتبر اللسان نہیں تھے اگر نہیں تھے تو قواعد عرب میں انکے محاورات کیوں لکھے گئے قواعد میں غیر فصیح اور وحشیوں کے محاورات نہیں لکھے جاتے اور اگر لکھے جاتے ہیں تو اونکی غیر فصاحت کا اظہار کر دیا جاتا ہے اور کیا پادری صاحب واقف نہیں کہ عرب میں یہ قبیلہ نہایت مشہور و معروف و معزز ہے جس میں بڑے بڑے شریف اور نامی گرامی شاعر ہوئے ہیں انکے محاورات غیر فصیح نہیں اور نہ یہ امر کہ ایک قبیلہ کا محاورہ دوسرے قبیلہ والا نہ بولے یا اوسکو غیر فصیح سمجھے چنانچہ اسی محاورہ تمیمی کو یعنے استثناء منقطع کو غیر تمیمی شعرا نے بھی اپنے اشعار میں لکھا ہے حران نمری **شعر** وبلدۃ لیس فیہا انیس الا الیعافیر والا العیس • دوسرا شاعر کہتا ہے **شاعر شعر** لا یری فی بیتہ القلیف الا الحمیت المفعم المکشوف • کما فی الحماسۃ - اور بعد اسکے پادری صاحب جو لکھتے ہیں کہ ابوالقاسم لکھتا ہے کہ ۷ ا محاورہ بنی کنانہ کی زبان کے ہیں فقط جواب اسکا یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ کنانہ کے ہیں تو بھی نہایت فصیح ہیں -

کیونکہ بنی کنانہ حجازی اور ہمسایۂ قریش تھے اور حسب و نسب اور شجاعت و فصاحت
وغیرہ میں قریش کے ہمسر تھے کنانہ کے چند بیٹے ہوئے منجملہ انکے نضر یعنی قریش بھی
بھی تھے لیکن قریش کی اولاد جداگانہ نام سے مشہور ہوگئی اور باقی اولاد کنانہ کی
کنانی کہلائی اور جسطرح قریش بوجہ شجاعت کے حماسی کہلاتے تھے اسی طرح یہ بھی حماسی
کہلاتے تھے اور جسطرح قریش بغیر احرام حرم کعبہ میں داخل ہونے کے مجاز تھے کنانہ بھی
اسی طرح سے مجاز تھے اور بعد اسکے جو پادری صاحب لکھتے ہیں کہ جنکو راقم زینی تعداد سابقہ
میں درج کرتا ہے اسکا مطلب کچھ سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ سابقہ کے معنی اگلے کے ہیں
یعنے پیشتر اور پہلے اسواسطے یہ تعداد مذکورہ اس قول سے یعنی بیس نمبر سے پہلے ہونی
چاہئے سو اسکو ہرچند تلاش کیا مگر دستیاب نہوئی لیکن اتفاقاً بعد بیس نمبر کے جب وہ
تعداد دیکھی گئی تب معلوم ہوا کہ پادری صاحب نے عوام الناس بلکہ اطفال ابجد خوان کی
طرح سابقہ کو بجائے لاحقہ کے فرمایا ہے پس نہایت تعجب ہوا کہ ہنوز پادری صاحب
سابق و لاحق کو نہیں جانتے ۶ اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ قولہ ۲۱ فقرہ
بقرہ میں ہے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ لفظ سفہا بمعنی جہال بنی کنانہ کی زبان ہے
قریشی بولی نہیں اقول صراح سفہ بفتحتین بے خردی و سبکی و ہو ضد الحلم کذا فی ص
وفی مجمع والسفیہ ضعیف الرای الجاہل القلیل المعرفۃ بمواقع المنافع والمضار و
لذلک سمی اللہ تعالی الصبیان والنساء سفہاء بقولہ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۗءَ
اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وقال قطرب السفیہ الظلوم والقائل خلاف
الحق وقال مورج السفیہ الکذاب المتعمد بخلاف ما یعلم وقیل السفہ خفۃ
الحلم و کثرۃ الجہل یقال ثوب سفیہ اذا کان رقیقا بالیا و سفہتہ الریاح

ای طیو تسو قد جاء فی الاخبار ان شارب الخمر سفیہ اگر معترض کو خاص اتقان
والے ترجمہ پر اعتراض ہے تو محض نزاع لفظی بلکہ بوجب سفاہت ہے ۔ کیونکہ
جس نے سفیہ کے معنی جاہل لکھے ہیں وہ بھی اسی اعتبار سے لکھے ہیں کہ جاہل ضبط اور
نفع اور نقصان کے موقعوں سے ناواقف ہوتا ہے اور ہمکو اس قدر تحقیق اور بیان کی
بھی ضرورت نہیں اسکا جواب نہایت سہل یہ ہے کہ قرآن میں وہی معنی مراد ہیں جو
قریش میں مستعمل تھے اور استعمال قریش کا خود قرآن سے ظاہر ہے کہ اونکا مقولہ جو
ہے قَالُوٓا اَنُؤمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ پس جس معنی میں مشرکین قریش مؤمنین کو
سفہا کہتے تھے اوسی معنی میں خدا نے اونکو سفہا فرمایا ہے مترجم اور مفسر کو اختیار ہے
کہ اوسکو کسی لفظ سے تعبیر کرے علاوہ شہادت قرآن کے دوسرا شاہد یہ ہے حضرت
ابوطالب عم رسول مقبول صلعم شعر اظاہر تم قوما علینا سفاهة ؛ وامرا غویا
من غواة وجهل + کما فی السیرة ایضا شعر فلا تسفهوا احلامکم
فی محمد ؛ ولا تتبعوا امر الغواة الاشائم ۔ نابغة شعر ان المحمول التی راحت
مهجرة ؛ یتبعن امر سفیه الرای مغیار ۔ کما فی العقد قولہ ۲۲ فقرہ
اعراف میں ہے کُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِیْنَ لفظ خاسئین بمعنی صاغرین کنانہ کی
گنواری بولی ہے قریش کبھی نہیں بولتے اقول صراح خسأ راندن سگ را
در فتن سگ لازم ومتعد انخسار رفتن سگ کذا فی من وق + مجمع خاسئین
مبعدین مطرودین + شاہد یہ ہے اجزع کالکلب ان قلت لہ اخسأ انخسا
کما فی الصحاح والمجمع چونکہ آدمیوں کو بندر بنا دینا ایک نوع کا عذاب اور
تذلیل اور توہین ہے اور کتے کو یا آدمی کو نکال دینا اور کہنا کہ دور ہو یہ بھی موجب

تذلیل وتوہین ہے گویا حق تعالٰی نے اونکو کتے کی طرح ذلیل طور پر نکال دیا اور رحمت سے دور کر دیا اور صاغر کے معنی بھی ذلیل اور خوار ہیں پس معلوم ہوا کہ مترجم نے لفظی ترجمہ نہیں کیا مرادی معنی لکھدیے ہیں۔ پادری صاحب کو مناسب ہے کہ ایسے اعتراضات تیلی تنبولیوں کے سامنے بر سر سڑک کر لیا کریں کتابوں میں نہ لکھا کریں۔

قولہ ۲۳ فقرہ لبقرمیں ہے قَوْلِ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لفظ شطر بمعنی لقاء قریش کی زبان نہیں گنواری زبان ہے **اقول** صراح شطر سوی یقال قصدت شطرہ ای نحوہ ونیمہ چیز یقال احلب حلبا لك شطرة اے نصفہ کذا فی ص وق مجمع شطر المسجد الحرام اے نحوہ وتلقاؤہ یہ لفظ خاص بنی کنانہ کا نہیں بلکہ قریش وغیرہ تمام فصحاء عرب کے استعمال میں تھا شاہد یہ ہے کعب بن مالك **شعر** عنہ[1] ؎ وحر کریم موثق قنصا ۰ شطر المدینۃ ماسورہ مقتول + کما فی السّیرۃ ابوذویب الھذلی **شعر** ان العسیر بھا داء یخامرھا ۰ فشطرھا نظر العینین محسور + اے منقطع نحوھا ونصب شطر علی الظرف کما فی الصحاح والمجمع شاعر **شعر** وقد اظلکم من شطر ثغرکم ۰ ھول لہ ظلم یغشاکم قطعا + اے نحو من ثغرکم - کما فی المجمع **قولہ**[2] ۲۴ فقرہ لبقرہ میں مالہ فی الاخرۃ من خلاق لفظ خلاق بمعنی نصیب قریش کی زبان نہیں کنانہ کا وحشی لفظ ہے **اقول** صراح خلاق بالفتح بہرہ کذا فی ص وق + مجمع فما لہ فی الاخرۃ من نصیب یہ لفظ ہر گز وحشی نہیں مستندین اہل حجاز کے روزمرہ میں داخل تھا شاہد یہ ہے امیہ بن ابی الصلت **شعر** یدعون بالویل فیھا لاخلاق لھم + الا

[2] اگرچہ یہ لفظ بقرہ ہے لیکن چونکہ پادری صاحب نے اسیطرح لکھا ہے میں نے بھی بعینہ نقل کر دی ہے ۱۲ منہ

[1] یہ شعر قصیدۂ طویلہ میں ہے ۱۲

سرابیل من قطر واغلال ؕ کما فی الاتقان۔ **قولہ** ۲۵ فقرہ مائدہ میں ہے۔
وَجَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا لفظ ملوکا بمعنی امرا کبھی قریش نے نہیں بولا وحشی اور گنواری
محاورہ ہے **اقول** مراح والملک مقصور من مالک او ملیک ملوک واملاک
جمع کذا فی ص۔ مجمع جعلکم ملوکا بان سخر لکم من غیرکم خدما یخدمونکم
عن قتادہ وقیل انہم خاطبھم موسی بذلک لانہم کانوا یملکون الدور
والخدم ولھم نساء وازواج کل من ملک ذلک ولا یدخل علیہ الا بامرہ
فھو ملک کائنا من کان عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص وزید بن اسلم والحسن
ویؤید ذلک ما روی عن النبی انہ قال من اصبح آمنا فی سربہ معافیا فی بدنہ
وعندہ قوت یومہ فکانما خیرت لہ الدنیا بحذافیرھا وقیل الملک ھو الذی
لہ ما یستغنی بہ عن تکلف الاعمال وتحمل المشاق والتسکع فی المعاش عن
ابی علی الجبائی وقیل انہم جعلوا ملوکا بالمن والسلوی والحجر والغمام عن
ابن عباس ومجاہد بعد اسکے جواب یہ ہے کہ لفظ کا اصل ترجمہ احرار یعنی آزاد ان میں
اور نہ کسی مفسر نے لکھا اصل ترجمہ اسکا صاحب ملک ہے اور چونکہ صاحب ملک آزاد
غیر مملوک ہوتے ہیں اسواسطے اگر کسی مترجم نے اپنی رائے سے اسکا ترجمہ احرار کردیا
تو کچھ قباحت نہیں ایسے اشخاص ذی ثروت اور رؤساء شہر کو فصحائے عرب ہمیشہ سے
ملوک بولتے ہیں خاص کسی قبیلہ کا یا گنواری محاورہ نہیں شاہد یہ ہے۔ امیہ بن ابی الصلت
در باب اصحاب بدر شعر حولہ من ملوک کندۃ ابطال ۔ ملاویث فی الحرب
کما فی السیرۃ۔ ظاہر ہے کہ قبیلہ کندہ کے لوگ سب بادشاہ نہ تھے بلکہ
بادشاہ اون کا ابرہہ تھا۔ **کعب بن الاشرف احد بنی قریظہ**

یحرض علی رسول اللہ ذکی اصحاب القلیب شعر لحسنت رحا بدر لمهلك

اهله ؛ ولمثل بدر تستهل وتدمع + قتلت سراة الناس حول حیاضهم + لا تبعد

وان الملوك تصرع + کما فی السیرۃ + حسان فی غزوۃ احد شعر کانوا

ملوکا بارضهم + ینادون عضبا بامر غشمر + ملوکا علی الناس لم یملکوا +

من الدهر یوما کحل القسم + ملوك اذا غشموا فی البلاد ؛ لا ینکلون ولا

کن قدر کما فی السیرۃ + قولہ ۳۶ فقرہ انعام میں ہے کل شیء قبلا لفظ قبلا بمعنی

عیانا قریشی محاورہ نہیں کسی وحشی بولی کا لفظ ہے اقول صراح ویقال رأیته

قبلا اے مقابلة وعیانا وقبلا بضمتین قبیل جماعت مردم قبل بضمتین جمع وقوله تعالی

وحشرنا علیهم کل شیء قبلا اے قبیلا قبیلا وقبلا عیانا قبیل رسیمان بکار درسیمان را

رسیده و دبیر آنچہ سپس روبیہ بار وکذا فی ص وق جمع قبلا یحتمل ان یکون جمع

قبیل بمعنی الکفیل ویجوز ان یکون بمعنی الصنف کما فسره ابو عبیدة ویجوز

ان یکون بمعنی قبل لے مواجهة کما فسره ابو زید فی قوله لقیت فلانا قبلا وقبلا

وقبلا مقابلة وقبیلا کله واحد وهو المواجهة قبلا اے معاینة ومقابلة

عن ابن عباس وقتادة وقبلا ای قبیلا قبیلا یعنی جماعة جماعة عن مجاهد

هذا اذا حملت قبلا علی جمع القبیل الذی هو الصنف وقبلا کفلاء عن الفراء

وهذا الوجه فیه بعد الا بعد اسکے ہم کہتے ہیں کہ یہاں لفظ قبلا کے معنی میں اختلاف

ہے ایک معنی متعین نہیں البتہ سورہ کہف میں جو یہ لفظ وارد ہے وہاں یہی معنی متعین

ہیں مگر بہر حال ہم یہاں بھی اسی معنی کو تسلیم کرکے جواب دیتے ہیں کہ قبلا اور قبیلا بمعنی عیانا

له یہ شعر کعب بن مالک کے ہیں جو جواب ہیں قصیدہ کے حسان کے ان اشعار میں وہ کفار کو آنحضرت صلعم پر چڑھائی کیواسطے ابھارتا ہے اور جنگ بدر کے مقتولوں پر روتا ہے

مستندین و موثوقین عرب کا محاورہ ہے وحشی نہیں چنانچہ اسی واسطے قبیل اور قبول
قابلہ کو کہتے ہیں اور ہر ایک چیز کو کہتے ہیں جو روبرو آوے اعشی **شعر** اصالحکم
تبوّؤا بمثلها و کصرخة حبلی یسّرتها قبیلها ؎ اور عرب میں بطور مثل بولتے ہیں
ما یعرف قبیلا من دبیر ای ما یعرف ما اقبل مما ادبر قال کمیت بن زید **شعر**
تفرقت الامور بوجہتیھم ؎ فما عرفوا الدبیر من القبیل ؎ کما فی السیرة
صاحب سیرۃ نے بھی اس لفظ کا انہیں شعروں سے استشہاد کیا ہے نابغة
جعدی ع انما ذکری کنار بقبل پس اعتراض محض جہالت ہے اور کچھ نہیں
قولہ ۲۷ أُولٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ لفظ معجزین بمعنی سابقین غلط
بولا اور قریش کی زبان کا محاورہ نہیں **اقول** صراح اعجاز ناتوان و عاجز یافتن کسی کی
و در گذشتن چیزی از کسی یقال اعجزه الشیٔ ای فاته کذا فی ص و ق + مجمع
الاعجاز الامتناع عن المراد بما لا یمکن معه ایقاعه ای لم یکونوا فائتین
فی الارض ھربا فیھا من اللہ تعالی اذا اراد اھلاکھم اس لفظ کے یہ اصل
معنی نہیں جو ابو القاسم نے لکھے ہیں اگر ہوتے تو کوئی اہل لغت یا مفسر بھی لکھتا
معلوم ہوا کہ اونے یہ معنی بطور حاصل مطلب کے لکھدیے ہیں اور چونکہ یہ لفظ اپنے
اصلی معنی مستعملہ میں بولا گیا ہے اسواسطے استشہاد کی ضرورت نہیں رہی **قولہ ۲۸**
فقرہ ہود میں ہے وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا لفظ ترکنوا بمعنی تسلوا غلط ہے
قریش کے فصحا کبھی نہیں بولتے یہ کنانہ کا لغت ہے **اقول** صراح رکون میل کردن

۱؎ صحاح میں ہے القبیل والقبول القابلة کصرخة حبلی اسلمتها قبیلها ۱۲ ۲؎ جلالین میں ہے لم یکونوا معجزین اللہ
فی الارض بیضاوی میں ہے ای ما کانوا معجزین اللہ فی الدنیا ان یعاقبھم ۱۲ مدارک میں ہے ای ما کانوا یعجزون اللہ
فی الدنیا ان یعاقبھم لو اراد عقابھم ۱۲

بچیز سے یقال رکن الیہ وساکن شعدان کذا فی ص وق ۔ الرکون الی الشئ السکون
الیہ بالمحبۃ لہ والانصات الیہ ونقیضہ النفور عنہ یہ لغت خاص کنانہ
کا نہیں تمام فصحا سے موثقین عرب میں مستعمل تھا قطری بن الفجاءۃ المازنی التمیمی
شعر لا یرکنن احد الی الاحجام ٭ یوم الوغا متخوفا لحمام ٭ دیکھو قطری
مازنی تھا کنانی نہیں تھا قولہ ۲۹ فقرہ سورۂ کہف میں ہے وھم فی فجوۃ منہ
لفظ فجوۃ بمعنی ناحیہ بولنا غلط ہے قریش کی زبان میں نہیں بولتے اقول صراح
فجوہ شگاف میان دو کوہ وجہ آن قولہ تعالیٰ فی قصہ اصحاب الکہف وَهُمْ
فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ۔ کذا فی ص وق ۔ مجمع والفجوۃ المتسع من الارض وجمعہ
فجوات وفجوۃ الدار ساحتہا جواب یہ ہے کہ اگر یہ لفظ بقول معترض قریش کا
نہیں تاہم کچھ قباحت نہیں کیونکہ یہ وہ شیریں لفظ ہے کہ جسکو فصحاے عرب
بولتے تھے شاہد یہ ہے شعر البیت قومک غزاۃ ومنقصہ ٭ حتی ابیحا
وخلوا الفجوۃ الدار کما فی السیرۃ قولہ ۳۰ فقرہ کہف میں ہے وَلَنْ يَجِدُوا
مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا لفظ موئلا بمعنی ملجا قریش کی زبان نہیں کہیں کی گنواری لفظ
ہے اقول صراح وال پناہ گرفتن موئل پناہ کذا فی ص وق مجمع موئلا
ای ملجأ عن ابن عباس وقتادہ وقیل منجا ینجیھم عن ابی عبیدۃ قال
یقال لا وألت نفسہ ای لا نجت شاہد یہ ہے اعشی شعر وقد اخالس
رب البیت غفلتہ ٭ وقد یحاذر منی ثم لا یئل شاعر دیگر لا وألت
نفسک خلیتہا ٭ کما فی المجمع ۔ حضرت ابو طالب ایک قصیدہ طویلہ میں
ابو سفیان سے مخاطب ہوکر قریش کے ایذا کی شکایت فرماتے ہیں ۔ شعر

امعطوا ان القوم سامرك خطّةً ٭ وانی متی اوکل فلست بوائل ٭ کما فی السیرۃ پادریصاحب اوپر لکھتے ہیں کہ یہ شرہ الفاظ تصریح ابو القاسم بنی کنانہ کے ہیں اور یہاں لکھتے ہیں کہ کہیں کا گنواری لفظ ہے قولہ ۳۱ فقرہ انعام میں ہے فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ٭ مبلسون بمعنی آئیسون قریش کی زبان نہیں اقول صراح بلس ابلاس نومید شدن از رحمت حق۔ ومنہ سمی ابلیس کذا فی ص وق مجمع المبلس الشدید الحسرۃ وقال الفراء المنقطع الحجۃ شاہد یہ ہے رؤبہ شعر وحضرت یوما الخمس الاحماس ٭ وفی الوجوہ صفرۃ الابلاس ٭ کما فی المجمع قولہ ۳۲ فقرہ صافات کے اول میں ہے مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا لفظ دحورا گنواری بولی ہے قریش کبھی دحورا بمعنی طردا نہیں بولے اقول صراح دحر دحور راندن و دور کردن کذا فی ص وق۔ مجمع الدحر الدفع بالعنف شاہد یہ ہے علی ابن ابی طالب۔ او بعض المسلمین یذکر اجلاء بنی النضیر وقتل کعب بن الاشرف شعر وقلن لاحمد ذرنا قلیلا ٭ فانا من النوح لم نشتف ٭ فخلاھم ثم قال اظعنوا ٭ دحورا علی رغم الانف ٭ کما فی السیرۃ قولہ ۳۳ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ لفظ خراصون وحشی لفظ ہے۔ فصحاء عرب نے کبھی خراصون بمعنی کاذبون نہیں بولا اسلئے یہ محاورہ غلط اور غیر فصیح ہے اقول صراح خرص حزر کردن میوہ بر درخت و دروغ گفتن کذا فی ص وق۔ مجمع والخراص الکذاب والخرص الظن والحدس واصل الخرص القطع من قولھم خرص فلان کلاما واخترصہ اذا اقتطعہ من غیر اصل۔ اگرچہ شاہد اس لفظ کا سر دست دستیاب نہیں ہوا کیونکہ ہمارے پاس دواوین اور کتب متقدمین نہیں

مگر چنداں ضرورت بھی نہیں اسواسطے کہ اگر یہ لفظ غیر فصیح ہوتا تو اہل لغت ضرور لکھدیتے علاوہ اسکے یہ لفظ بقول معترض بنی کنانہ کا ہے اور بنی کنانہ کا حال نمبر ۲ میں پہلے مذکور ہوچکا ہے کہ یہ قبیلہ حجازی ہے اور شرافت ونجابت وشجاعت وفصاحت وغیرہ میں قریش کے ہم مرتبہ اور ہمسر تھا انکے لفظ کے واسطے یوں کہنا کہ یہ لفظ فصحاے عرب نے کبھی نہیں بولا بڑا دروغ اور بڑی بھول ہے قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ قولہ ۳۴ فقرہ جمعہ میں ہے کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا اسفار بمعنی کتب غلط ہے کبھی فصحاے عرب نے یہ لفظ اس معنی میں نہیں بولا کنانہ کے گنوار کتب کو اسفار کہتے ہیں اقول صراح سفر بیدن مسافت سفار جمع وسفید روز سفرہ نویسندگان سفر بالکسر نبشتہ اسفار جمع۔ قولہ تعالیٰ کمثل الحمار یحمل اسفارًا۔ کذا فی ص وق + مجمع الاسفار الکتب واحدھا سفر وانما سمی بذلك لانه یکشف عن المعنی باظهاره یقال سفر الرجل عمامته اذا کشفها وسفرت المرأة عن وجهها فهی سافرة ومنه وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ۔ یہ لفظ خاص کنانہ کا ہو یا نہو بہرحال موثقین زبان اور فصحاے عرب کے استعمال میں تھا اور نہایت شیریں ہے ابو سعید الضریر شعر نہ واصل الاشعار لا علم عندهم بجیدها الا کعلم الاباعر ؛ لعمرك ما یدری المطی اذا غدی ؛ باسفاره اوراح ما فی الغرائر کما فی المجمع قولہ ۳۵ فقرہ مرسلات میں ہے وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ لفظ اقتت بمعنی جمعت غلط ہے قریش کی زبان نہیں ہے گنواری لفظ کنانہ کا وحشی لغت ہے اقول صراح وقت ہنگام میقات ہنگام کار وجای آن توقیت وقت پیدا کردن یقال وقته لیوم کذا وقرئ واذا الرسل وقتت مشددة

ومخففة واقتت لغة فی وقتت مثل وجوہ واجوہ کلاہما من مجمع اقتت
ای جمعت لوقتہا وہو یوم القیمة لتشہد علی الامم بعد اسکے جواب اسکا
وہی ہے جو نمبر ۳۲ میں مذکور ہوا **قولہ** ۳۶ عادیات میں ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ
لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۔ لفظ کنود بمعنی کفور قریش کی زبان نہیں گنواری لفظ کنانہ کا ہے
اقول صراح کنود ناسپاسی کردن ارض کنود زمین کہ ازوے چیزے نروید
کذا فی ص وق ۔ مجمع والکنود الکفور ومنہ الارض الکنود وھی اللتی
لا تنبت شیئاً والاصل فیہ منع الحق والخیر شاہد یہ ہے اعشی شعر
احدث لہا تحدث لوصلک انہا ؛ کند لوصل الزائر المعتاد ؛ کما
فی المجمع شاعر شعر شکرت لہ یوم العکاظ نوالہ ولم اک للمعروف
ثم کنودا کما فی الاتقان عن ابن عباس ظاہر ہے کہ اعشی بنی کنانہ میں
قولہ ۳۷ بقرہ بقرہ میں ہے رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ لفظ رجز بمعنی عذاب تین جگہ
محمد صاحب نے خلاف محاورہ قریش کے بولکر اپنی آتین فصاحت سے خارج کیں
ہیں کیونکہ یہ ہذیل کی گنواری بولی ہے **اقول** صراح رجز بالکسر پلیدی وعذاب وت
کذا فی ص وق مجمع والرجز بکسر الراء العذاب فی لغة الحجاز وھو غیر الرجس
لان الرجس النتن وقال النبی فی الطاعون انہ رجز عذب بہ بعض الامم
قبلکم وقال ابو عبیدہ الرجس والرجز لغتان مثل البزاق والبصاق
والزرع والصدع والرجز بضم الراء عبادة الاوثان ۔ اب خیال کرنا چاہیئے
کہ باوجود دیکھ ایسے ایسے محققین ومفسرین اس لفظ کو حجاز کا لکھیں اور حدیث کی سند
دیں اور معترض کے قول کی غلطی ہمارے اشعار سے ثابت ہو جاتی ہے پھر اوسکا

قول کیونکر قابل التفات ہوسکتا ہے۔ علاوہ اسکے ہذیل حجازی قبیلہ ہے مضر کی اولاد میں اور ایسا فصیح اور شریف کہ جس میں سیکڑوں نامی گرامی شاعر گذرے ہیں مثل ابوکبیر ہذلی اور ابوجندب ہذلی اور اسامہ بن حبیب ہذلی اور ابو ذویب ہذلی اور عبدمناف بن ربع ہذلی اور ابوخراش ہذلی اور صخر الغی ہذلی وغیرہم **قولہ ۲۸** فقرہ یوسف میں ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ لفظ شروہ بمعنی بیچ دیا محمد صاحب نے بولا ہے یہ محض غلط ہے کیونکہ اسکے معنی ہیں خریدا کبھی فصحاے عرب نے شروے کے معنی بیچنے کے نہیں لیے خود محمد نے بقرہ ۹ رکوع میں لکھا ہے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ اب دیکھو محمد صاحب نے اس آیت میں لفظ شرو بمعنی خریدا حسب محاورہ فصحاے عرب کے بولا ہے مگر سورہ یوسف میں بمعنی بیچا بول دیا یعنی ہذیل کی جنگلی بولی کے مطابق ہے اور دعویٰ کیا کہ میں قریش کی فصیح زبان بولتا ہوں یہ محض واہیات ہے اور فصاحت سے خارج ہے بلکہ ایسی بات ہے جیسے لاہور میں کوڑی بیٹی کو کہتے ہیں اور جھنگ سیال میں جورو کو پس کوئی شخص لاہور میں رہکر اپنی تقریر میں ہمیشہ اپنے بیٹی کو کوڑی کہے ایک روز جورو کو کوڑی کہدے پس وہ کیا ٹھٹھہ کیا جاوے کیا جاویگا مسلمان قرآن پر فریفتہ ہیں اسلئے اونکو کچھ نظر نہیں آتا تعصب نے آنکھیں بند کردی ہیں ورنہ وہ ہرگز فصیح نہیں بلکہ فصاحت سے خارج ہے **اقول** مراح شرا بالکسر خریدن و فروختن وهو من الاضداد کذا فی ص و ق و مجمع اہل لغت نے اس لفظ کے دو معنی لکھے ہیں اور تخصیص کسی قبیلہ کی نہیں کی حالانکہ اہل لغت خصوصیت کو ظاہر کردیتے ہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ ۹ رکوع میں حسب محاورہ فصحاے حجاز کے

بولا ہے اور یہاں غلط اس سے ثابت ہے کہ معترض نے اوسی سورہ کے
بارہویں رکوع کو نہیں دیکھا وہاں بھی غمروا بمعنی بھیجدیا فرمایا ہے اور اتقان میں اسی
مقام کے قریب جو ابن عباس سے شعر منقول سند میں لکھا ہے وہ نہ سوجھا اور
ازراہ بے بصیرتی کہہ دیا کہ فصحاے عرب نے غمروا کے معنی بھیجدیئے کے نہیں
لیے کیا وہ شعر جو ابن عباس سے شخص نے پڑھا تھا فصیح شاعر کا نہیں اور ابن عباس عرب
فصاحت سے نا واقف تھے جو ایسا شعر غیر فصیح لوگوں کا پڑھا اور وہ شعر یہ ہے
شعر یعطی بہا ثمنا فیمنعہا ؎ ویقول لصاحبہ الا تشتوی ؎ کما فی الاتقان
دوسرا شاہد یہ ہے شعر شریت برد الیمنی ؎ من بعد برد کنت ہامہ ؎
کما فی المجمع - جابر بن رالان الحماسی شعر فان تبغضونا بغضۃ فی
صدورکم ؎ فانا جدعنا منکم وشرینا ؎ کما فی الحماسہ اور قیس بن زہیر وغیرہ
کے اشعار کو حماسہ میں دیکھ لو یہ لفظ اس معنی میں کسقدر مستعمل ہے. بعد اسکے اب
ان ہفوات اور مزخرفات کا جواب کیا دوں جس سے معترض نے اپنا نامۂ اعمال
سیاہ کیا ہے اور موافق قول مشہور خر عیسی صحقا کے اپنی جہالت سے قرآن کو
غلط ٹھہرایا ہے اور مسلمانوں کو متعصب بتایا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی
العظیم قولہ ۳۹ فقرہ بقر میں ہے وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم
عزموا بمعنی حفظوا غلط بولا ہے فصحاے حجاز کبھی نہیں بولے بنی ہذیل کا محاورہ ہے
اقول صراح عزم بالفتح والضم عزیمت و آہنگ کردن ودل نہادن بر چیزے
کذا فی ص وق + مجمع والعزم ہو العقد علی فعل شیٔ مستقبل الاوقات ہو
ارادۃ مقدمۃ للفعل باکثر من وقت واحد یتعلق بفعل اللازم. یقال

عزم علی الشی یعزم عزما و اعتزم و عزمت علیك لتفعلن ای اقسمت

وما لفلان عزیمة ای ما یثبت علی شی لتلونه وان عزموا الطلاق

عزیمة الطلاق عندنا ان یعزم ثم یتلفظ بالطلاق علی الوجه المشروع

جواب یہ ہے کہ کسی مفسر[1] نے عزموا کے معنی حفظوا نہیں لکھے اور جس کسی نے لکھے

ہونگے بطور حاصل مطلب کے لکھے ہوں گے بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہاں حفظوا درست

نہیں ہوسکتا کیونکہ حفاظت اوس چیز کی ہوتی ہے جو چیز پیشتر سے موجود ہو یا آئندہ کو

کو بعینہ باقی رہے اور یہاں پیشتر سے طلاق موجود نہیں بلکہ اوسکے واقع کرنے کا حکم دیا

ہے مطلب یہ ہے اگر ایلاء کرنے والا چار مہینے تک رجوع کریوے تو حق تعالیٰ اس

حرکت کو معاف کرے گا اور اگر طلاق دینے کا عزم کرے تو طلاق دے اور صیغہ

طلاق کا بطور مشروع زبان سے کہے بلکہ یہاں تک تاکید ہے کہ اگر خود طلاق نہ دے

تو حاکم شرع اوس سے بجبر طلاق دلوادے پس ثابت ہوا کہ عزموا کے معنی حفظوا

درست نہیں اور اعتراض واہیات ہے قولہ[2]۔ سہم فقرہ زمر میں ہے اٰنَاءَ الَّیْلِ

ساجدًا لفظ آناء اللیل بمعنی ساعات لیل حجازی زبان نہیں ہذیل کا محاورہ ہے

جو فصاحت سے خارج ہے اقول صراح انی بالکسر وقت شدن و اناہ یونیہ

اناءً۔ ای اخرہ وحبسہ وابطاہ والاسم منه اناء علی فعال بالفتح و اٰناء

اللیل ساعات واحدها انی مثل معی وامعاء وانی وانو ایضا کذا فی ص ق

مجمع اناء اللیل ساعاته واحدها انی شاہد یر لبید شعر یطرب اناء النہار کانہ

غوی سقاه فی التجار ندیم کما فی السیرة ہذیل شعر حلو ومر کعطف القدح

[1] جلالین میں ہے ای علیہم ان لم یفیئوا ولیقعوه ۱۲ [2] بیضاوی میں ہے وان صمموا قصده ۱۲ یعنی الحاد و حزم ۱۲

مرته ؛ فی کل انی قضاه اللیل ینتعل ؛ کما فی المجمع اور صحاح میں یہ شعر
اس طرح ہے **شعر** السالک الثغر مخشیا موارده ؛ فی کل انی قضاه اللیل
ینتعل ؛ یہ لفظ قرآن میں ایک جگہ نہیں تین جگہ وارد ہے اگر غیر فصیح ہوتا تو کفار
قریش بھی شور مچاتے **قولہ** ۱۴۱ نقرہ انعام میں ہے وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا
لفظ مدرار ابمعنی متتالیا یعنی پے درپے قریش کی بولی نہیں بلکہ غیر مانوس ہے اور وحشی
لفظ ہذیل کا ہے اور تین جگہ قرآن میں آیا ہے **اقول** آیہ کریمہ قرآن میں اس طرح ہے
وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا صراح درر شیر و غیبت نمودن و کار نیکو و باریدن
باران سماء مدرار و سحاب مدرار بزران کذا فی ص وق مجمع و مفعال من
اسماء المبالغة یقال دیمة مدرار اذا کان مطرها غزیرا وهذا کقولهم
امرأة مذکار اذا کانت کثیرة الولادة للذکور وکذلک مئناث فی الاناث
واصل المدرار من در اللبن اذا اقبل علی الحالب منه شیء کثیر ودرت
السماء اذا مطرت والدر اللبن یقال لله دره ای عمله ؛ اگر یہ لفظ خاص
ہذیل کا ہے تو بھی نہایت فصیح ہے مگر خاص ہذیل کا نہیں شاہد یہ ہے نابغة
ذبیانی **شعر** محرس واحد جاب اطاعه ؛ بنات غیث من الوسمی مدرار
کما فی العقد، نمر **شعر** سلام الاله وریحانه ؛ ورحمته وسماء درر
کما فی الصحاح والمجمع **قولہ** ۴۳ نقرہ انفال میں ہے يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا
لفظ فرقانا بمعنی مخرجا قریش کا محاورہ نہیں ہذیل کی زبان ہے فصاحت سے خارج
ہے **اقول** صراح فرق فرقان جدا کردن ایضا قرآن وانچہ فرق کنند بجے
درمیان حق و باطل کذا فی ص وق، مجمع فرقانا ای هدایة ونورا فی قلوبکم

يفرقون بها بين الحق والباطل عن ابن جريج وابن زيد وقيل مخرجًا في الدنيا والآخرة عن مجاهد وقيل نجاة عن السدي وقيل فتحا ونصرا كما قالوا يوم الفرقان يوم التقى الجمعان عن الفراء وقيل عزًا في الدنيا وثوابا في الآخرة وعقوبة وخذلانا كل ذلك يفرق بينكم وبينهم في الدنيا والآخرة عن الجبائي پوری آیت[1] کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ایماندارو اگر تم خدا سے ڈرو تو وہ تمھارے واسطے ہدایت اور نور عنایت کریگا جس کے سبب تم حق و باطل میں فرق کر لیا کرو اور درگذر کریگا تمھارے گناہوں سے اور بخشدے گا تمکو اور اللہ بڑا صاحب فضل ہے + یہاں فرقان کے وہی معنی ہیں جنکو معترض بھی مجازی جانتا ہوگا یعنی آنچہ فرق کنندہ بود اور چونکہ باعث فرق ایک مفہوم جسکا مصداق بہت سی چیزیں ہوسکتی ہیں کبھی ہدایت خدا کبھی فتح و نصرت خدا کبھی نور قلب کبھی عقل کبھی پیغمبر کبھی کتاب خدا اسواسطے مفسرین نے اوسکی تعبیر اور تعیین میں اختلاف کیا ہے کسی نے فرقان سے مراد یہاں ہدایت کبھی ہے کسی نے نور کسی نے اعزاز دنیا اور آخرت یا فتح اور نصرت جسطرح جنگ بدر میں سب نے مشاہدہ کی تھی کہ اسکے سبب مؤمنین کو حق اور باطل میں فرق ہوگیا اور چونکہ یہ امور باعث نجات ہیں اسواسطے کسی مفسر نے بطور حاصل مطلب اور بنظر اختصار اسکا ترجمہ مخرج از غضب خدا یا محض نجات کر دیا ہے + الغرض تعیین اور تعبیر مصداق میں اختلاف ہے نہ اصل ترجمہ میں اور تعیین مصداق کا اختلاف ہر زبان میں موجود ہے کیونکہ تعیین قائل کی نیت پر موقوف ہوتی ہے ۔ پس اس قسم کا اعتراض اہل علم کے نزدیک

[1] یا ایها الذین امنوا ان تتقوا الله یجعل لکم فرقانا و یکفر عنکم سیئاتکم و یغفر لکم والله ذو الفضل العظیم

معترض کی جہالت یا تعصب کی دلیل ہے قولہ ۴۳ فقرہ توبہ میں ہے وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً لفظ عیلہ بمعنی فقرہ بولنا غلط ہے کوئی فصیح قریش کی زبان کا یہ بھی لفظ نہیں بولتا اقول صراح عیلہ عالہ درویشی کذا فی ص و ق + مجمع العیلۃ الفقر تقول عال یعیل اذا افتقر شاہد یہ ہے شعر وما یدری الفقیر متی غناہ ؛ وما یدری الغنی متی یعیل ؛ کما فی المجمع ابو خراش الھذلی شعر الی بیتہ یاوی الضریک اذا شتا ؛ ومستنبح بالی الدریسین عائل ؛ کما فی السیرۃ اگرچہ یہ شاعر بھی ہذیل کا ہے لیکن شاعر بہرحال مستندین و موثوقین اہل زبان سے ہے جسکے کلام سے اہل ادب اور اہل لغت سند لاتے ہیں قولہ ۴۴ فقرہ توبہ میں ہے وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَۃً لفظ ولیجہ بمعنی بطانہ یعنی بھید قریش کی زبان نہیں ہذیل محاورہ ہے اقول ولج ولوج و لجہ بالتحریک درآمدن واولجہ ادخلہ ولیجۃ الرجل خاصہ و بطانہ مرد کذا فی ص و ق مجمع الو لیجۃ الدخیلۃ فی القوم من غیرھم والبطانۃ مثلہ و ولیجۃ من یختص بدخلۃ امرہ دون الناس الواحد والجمع فیہ سواء و کل شئ دخل فی شئ لیس منہ فھو ولیجۃ قال طرفہ شعر فان القوافی یتلجن موالجا تضایق عنہ ان تولجہ الابر ؛ اور یہ شعر اور یہ شعر عقد ثمین میں اسطرح ہے۔ شعر رأیت القوافی یتلجن موالجا ؛ تضیق عنہا ان تولجہا الابر ؛ دوسرا شاہد یہ ہے شاعر شعر واعلم بانک قد جعلت ولیجۃ ؛ ساقوا الیک الحتف غیر مشوب ؛ کما فی السیرۃ قولہ ۴۵ فقرہ توبہ کے ۵ رکوع میں ہے۔ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ لفظ انفروا بمعنی

اغتروا[له] غلط ہے اور اختلاف محاورہ ہذیلی بولی ہے **اقول** صراح نفر بالسکون گروہ
گروہ بازگشتن حاجیان از منی و غلبہ کردن و آسامیدن نفار نفور رمیدن و رمہ بیکبار
پیش آمدن بیکارے انفار تنفیر استنفار رمیدن کذا فی ص و ق مجمع النفر الخروج
الی الشیء لامر ھیجہ علیہ ومنہ نفور الدابۃ یقال نفر الدابۃ نفورا والی الثغر
نفرا و نفیرا۔ یہ آیہ کریمہ جہاد کے باب میں نازل ہوئی ہے اور سبب نزول یہ ہے
کہ جب مسلمان طائف کا جہاد کر کے پھرے تو انکو تبوک کے جہاد کے واسطے حکم ہوا
چونکہ وہ فصل خرما تھی اسواسطے لوگوں نے گھر سے نکلنے اور سفر کرنے میں کچھ تعلل کیا۔
اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اے مؤمنین کیا چیز مانع ہوتی ہے تمکو کہ جسوقت کہا
جاتا ہے تم سے کہ نکلو اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے ہو زمین پر یہ لفظ یہاں بمعنی غزوا
نہیں اور نہ کسی مفسر اور اہل لغت لکھا اگر ہذیل نفر کے معنی غزا اور قتال کے بولتے
ہوتے تو اہل لغت بھی ضرور لکھتے۔ ہاں چونکہ یہ خروج جہاد کے واسطے تھا لہذا ابوالقاسم
نے بنظر اختصار مرادی معنی لکھدئے ہیں لفظی ترجمہ نہیں کیا اور اسی واسطے اسکے استشہاد
کی حاجت نہیں اگر لفظی فصاحت و خوبی دریافت کرنی منظور ہو تو امرء القیس
اور طرفہ اور زہیر اور نابغہ کے دیوانوں میں دیکھ لو کہ یہ لفظ موجود ہے اور ظاہر ہے کہ
یہ شعرا ہذیلی نہیں تھے پس تخصیص ہذیل کی اور دعوی غیر فصاحت باطل ہے
قولہ ۴۶ ہم فقرہ توبہ کے ۱۳ رکوع میں ہے السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ برخلاف
ہذیل کے طور پر کئی جگہ بولا گیا اپنی آیات فصاحت سے خارج کیں[سله] ہیں **اقول**
صراح سیح رفتن آب و آب روان سیاحۃ سیوح سیح سیحان رفتن در زمین

له اغتروا و اغفروا غلط ہے غالباً پادری صاحب نے اغزوا لکھا ہے کیونکہ الاتقان میں اغزوا ہے ۱۲ منہ۔ سله پادری صاحب
کی کتاب میں عبارت اسیطرح ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سہو کاتب ہے اور عبارت اصل یوں ہوگی فصاحت سے خارج ہیں

كذا فی ص و ق ، مجمع السّائحون من ساح فی الارض يسيحو سيحا انا استمر فی الذهاب ومنه السيح الماء الجاری ومن ذلك يسمى الصائم سائحا لاستمراره على الطاعة فی ترك المشتهی ۔ اکثر مفسروں کے نزدیک سائحون سے مجازاً بطور کنایہ صائمون مراد ہے اور علاقہ درمیان حقیقت و مجاز کے وہی ہے جو صاحب مجمع البیان نے بیان کر دیا ہے اور ایسے مجازات و محاورات عرب میں بہت ہیں بلکہ یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ عرب میں مجاز حقیقت سے ابلغ سمجھا جاتا ہے اور ایسا کلام کم ہے جو مجاز سے خالی ہو مثلاً سیاحت شناوری کو کہتے ہیں اور چونکہ گھوڑے کی چال میں مشابہت پائی جاتی ہے تو گھوڑے کے وصف میں سابح کا لفظ استعمال کرنے لگے اور پھر یہ استعمال اسقدر شائع ہو گیا کہ بغیر موصوف کے محض سابح بولتے ہیں اور گھوڑا مراد لیتے ہیں اور اسی طرح ضب کے معنی بر زمین چسپیدن ہیں اور اگرچہ زمین سے بہت چیزیں چسپیدہ ہیں مگر صرف گوہ کا نام ضب رکھدیا ہے قولہ ۲ ہم فقرہ نساء کے ۴ رکوع میں ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ لفظ عنت بمعنی گناہ اور زنا مجازی محاورہ محاورہ نہیں بولی جاتی ہے اقول صراح عنت بزه مند شدن و در کارے دشوار افتادن و پیوند گرفته را باز شکستن كذا فی ص و ق ۔ مجمع العنت الجهد و الشدة قال المبرد العنت الهلاك یہاں دونوں معنی منقول ہیں مشقت شدید اور ہلاک آخرت یعنی گناہ و لیکن معترض کو معنی آخر میں کلام ہے اسواسطے اسی معنی کا شاہد پیش کرتے

لہ جلالین السائحون الصائمون ۱۲ بیضاوی ۔ السائحون الصائمون لقوله سياحة امتی الصوم شبهها بها من حيث انه يعوق عن الشهوات او لانه رياضة نفسانية تتوصل بها الى الاطلاع على خفايا الملك والملكوت ۱۲ منہ

سلہ یعنی یہ حکم اوس شخص کے واسطے کہ جو زنا کی حد اور قہر دنیا اور آخرت کا خوف کرے اور لونڈی سے نکاح کرنے میں ذلت دنیا کا خیال نہ کرے ۱۲ منہ

ہیں شاعر **شعر** رأیتک تبغی علتی وتبغی ؎ علی الساعی علی بغیر دخل ؎
کما فی الاتقان عن ابن عباس **قولہ** ۴۸ فقرہ طٰہٰ میں ہے وَلَا يَخَافُ
ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا لفظ ہضما بمعنی نقصا قریش کے فصحا کا محاورہ نہیں ہذیلی لفظ ہے
اقول صراح ہضم گشتن طعام در معدہ چیزے از حق کسے باز گشتن ھضم
الدوآء الطعام یھضمه ھمکه وعلیهم مجمرا وهبط وفلانا ظلمه وغصبه
کذا فی ص وق مجمع والھضم النقص یقال ھضمنی حقی وھصمنی ای نقصنی
وامرأة ھضیم الحشا ای ضامرة الکشحین لنقصانه عن حد غیرہ ومنه
ھضمت المعدة الطعام ای نقصته مع تغییرھا شاہد یہ ہے امرئ القیس
شعر ھصرت بفودی راسها فتمائلت ؎ علی ھضیم الکشح ریا المخلخل ؎
کما فی المعلقة عنترہ **شعر** برکت علی جنب الرداع کانما ؎ برکت
علی قصب اجش مھضم ؎ ای مکسر ومنقض کما فی المعلقة السادسة
یہ دونوں شاعر ہذیلی نہیں تھے اور قریش کے نزدیک کیسے کچھ مسلم اور فصیح تھے
قولہ ۴۹ حج میں ہے وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً لفظ ہامدہ بمعنی منغبرہ کبھی قریش
نہیں بولتے ہذیلی زبان ہے **اقول** صراح ہمود فرو مردن آتش وکہنہ شدن
جامہ والھمدة السکتة ارض ہامدة لانبات فیھا نبات ھامد ای یابس کذا فی
ص وق مجمع والھمود الدروس والدثور ھامدة ھالکة عن مجاھد
ای یابسة دارسة مزات البنات شاہد یہ ہے **شعر** قالت قتیلة ما
لجسمک شاحبا ؎ واری ثیابک بالیات ھامدا ؎ کما فی المجمع کعب

لہ قرآن شریف میں فلا یخاف ظلما ولا ھضما ہے ۱۲ ؎

بن مالک جنگ احد میں ہبیرہ بن وہب جواب میں ایک قصیدہ میں کہتا ہے
شعر سمحا سمد اعلام کان قتامها ۔ من البعد نقع هامد متقطع تکھا فی السیر
ہامد کے معنی غبر دہ نہ کسی اہل لغت نے لکھے اور نہ کسی مفسر نے بلکہ خود سیوطی صاحب
اتقان نے بھی جلالین میں یہ معنی نہیں لکھے اور فی الواقع قرآن کا یہ مطلب بھی نہیں
ہے ظاہرا ابوالقاسم نے اسکے ترجمہ میں لفظ مغبرہ لکھا ہوگا جسطرح صاحب قاموس
نے لکھا ہے مگر پادری صاحب سے یہ لفظ صحیح نہیں پڑھا گیا قولہ ۵ فقرہ لقمان میں
ہے واقصد فی مشیک اقصد اس جگہ بمعنی اسرع آیا ہے اور یہ وحشی محاورہ عقیل
کا ہے اقول صراح قصد آہنگ کردن و شکستن چوب قصید دپارہ از شعر قاصد
نزدیک یقال بیننا و بین الماء لیلۃ قاصدۃ ای هینۃ السیر لا تعب فیہ
ولا بطوء قصد ایضا میانہ رفتن در ہر چیز واقصد فی مشیک واقصد بذرعک
ای اربع علی نفسک و راستی یقال هو یقصد فی الحکم ای یعدل کذا فی
ص و ق + مجمع ای اجعل فی مشیک قصدا مستویا علی وجہ السکون
والوقار کقولہ تعالی الَّذِینَ یَمْشُونَ عَلَی الْأَرْضِ هَوْنًا قال قتادۃ معناہ
تواضع فی مشیک قال سعید بن جبیر ولا تختل فی مشیک تمام قرآن
قرآن میں اقصد ثلاثی مجرد ہے اور معنی اسکے اکثر مفسروں کے نزدیک اور

له وتری الارض هامدة ای یابسة ۱۲ بیضاوی میں ہے یابسۃ [illegible] من همدت النار اذا صارت رمادا ۱۲ کذا فی مدارک ۱۲
ثم جلالین یعنی توسط بین الدبیب والاسراع وعلیک السکینۃ والوقار ۱۲ بیضاوی میں ہے توسط فیہ بین الدبیب والاسراع وعنہ علیہ السلام
سرعۃ المشی تذهب بهاء المومن ۱۲ مدارک میں ہے القصد التوسط بین الغلو والتقصیر فی مشیک [illegible] یکون مشیا بین
مشیین [illegible] سرعۃ المشی تذهب بهاء المومن واما قول [illegible] واذا مشی اسرع فانما اراد السرعۃ المرتفعۃ عن [illegible]
[illegible] وعن ابن مسعود کانوا ینهون عن خبب الیهود ودبیب النصاری [illegible] مشیا بین ذلک ۔ وقیل معناه وانظر موضع
قدمیک متواضعا ۱۲

اور بموجب احادیث نبویہ کے میانہ روی اور توسط اور تعدیل میں شاہد یہ ہے لبید
شعر علی حکم العاتی یوماً اذا قضی ٭ قضیتہ ان لا یجور و یقصد ٭ جوہری
کتا ہے اراد وینبغی ان یقصد فلما حذفہ واوقع یقصد موقع ینبغی
رفعہ ۔ کما فی الصحاح سالم بن وابصۃ الحماسی شعر علیک بالقصد
فیما انت فاعلہ ٭ ان التخلق یاتی دونہ الخلق ٭ قولہ ۵۱ فقرہ یٰسین[1]
فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ لفظ اجداث بمعنی قبور حجازی زبان نہیں اور محمد صاحب نے
اس وحشی غیر مستعمل ہذیلی لفظ کو تین جگہ قرآن میں بولا ہے ۔ اقول صراح جدث
بفتحتین گور اجداث جمع کذا فی ص ح ق ۔ مجمع والجدث القبر وجمعہ الاجداث
وھذہ لغۃ اھل العالیۃ ویقول اھل السافلۃ بالفاء جدف ۔ یہ لفظ تمام
مستعمل اور فصیح ہے اور خاص ہذیل کا نہیں اور جسقدر فرق تھا مفسرین نے ظاہر
کر دیا کہ مکہ سے اوپر کی طرف کے باشندے اوس طرح بولتے ہیں اور نیچے کی طرف
کے باشندے اس طرح ۔ شاہد یہ ہے ابن رواحہ شعر حینا یقولون اذ مروا
علی جدثی ٭ ارشدہ یا رمن غاز وقد رشد ٭ کما فی الاتقان عن ابن عباس
المتنخل الہذلی شعر عرفت فنعاف عرق ٭ علامات کتحبیر النماط ٭ کما
فی الصحاح اگرچہ یہ شاعر بھی ہذیلی ہے مگر زمانہ جاہلیت کے شعراء میں بڑا مستند اور فصیح
تھا اور اہل لغات اسکے کلام سے استشہاد کرتے ہیں قولہ ۵۲ فقرہ طارق
میں ہے النجم الثاقب لفظ ثاقب بمعنی روشن قریشی زبان نہیں بلکہ ہذیلی گنواری
لفظ ہے اقول صراح ثقب ثقوب افروختہ شدن آتش تثقیب افروختن آتش
کذا فی ص ق ۔ مجمع والثاقب المضئ النیر وثقب بہ توقدہ بنور ہ

[1] اگرچہ یہ رسم الخط صحیح نہیں الا پادری صاحب کی کتاب میں اسی طرح ہے ۱۲

والثاقب العالی الشدید العلو۔ ثاقب بمعنی روشن اور مضی تمام فصحاء عرب بولتے ہیں
اور ستارہ اور شہاب اور حسب وغیرہ کے وصف میں اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں
شاعر ہے ابو الطمحان القینی بن حنظلۃ الحماسی شعر اضاءت لهم احسابهم
ووجوههم ؏ دجی اللیل حتی نظم الجزع ثاقبہ شارح بن زکریا کہتا ہے والثقوب
الاضاءۃ یقال نار ثاقبۃ وکوکب ثاقب وحسب ثاقب ؏ ابو قیس شعر
ولی امرء فاختار دینا فلا یکن ؏ علیکم رقیب غیر رب الثواقب ؏ کما
فی السیرۃ حسان فی جواب عبد اللہ بن زبعری یوم الخندق شعر
ولقد رأیت بها الحلول یزینهم ؏ بیض الوجوہ ثواقب الاحساب ؏ کما
فی السیرۃ قولہ ۵۳ فقرہ سورہ محمد میں ہے ویصلح بالهم لفظ بال بمعنی حال
محمد صاحب نے خلاف فصاحت قریش کے برخلاف بولا ہے اقول قرآن میں
واصلح بالهم ہے نہ یصلح مراد بال دل وتن آسانی وحال یقال ما بالک
ای ما حالک کذا فی ص ق ؏ مجمع البال الحال والشان والقلب واصلح
بالهم ای حالهم یہ لفظ نہایت فصیح اور تمام فصحاء کے استعمال میں تھا خصوصاً
قریش کے شاعر یہ ہے هبیرہ بن وهب مشرک جنگ احد میں کہتا ہے ؏ ما بال
هم عمید بات یطرقنی ؏ ضرار بن الخطاب بن مرداس جنگ احد میں کہتا
ہے ؏ ما بال عینک قد ازری بها السهد ؏ حسان جنگ احد میں کہتا ہے
؏ ما بال عینک لا ترقی مدامعها ؏ عباس بن مرداس جنگ حنین میں کہتا ہے

له یہ شاعر قبیلہ بنی کنانہ کا تھا اور دو سو برس کا ہو کر مرا ہے ۱۲ منہ ؏ یہ ہجرت کا ہوا اور لیتی شخص تھا اور قریش سے محبت رکھتا تھا اور کڑ کلیس کی کشاکشی سے اور نیز آنحضرت کی ایذا رسانی اور لڑائی سے باز رہتا تھا ؏ معرکہ دوم ہے بارہ سن ہجری از قصد وعما دنیا ۱۲ و ؏ معرکہ دوم کا تھا جابلی یا بخشیدنا الرحمٰن ۱۲ ؏ معرکہ دوم تھا علی القصد مختل الانوار الفلق ۱۲ ؏

ع مابال عينك فيها عائر سهر ۔۔ نابغہ مصرعہ[۱] ۔ دخالف بالٓ اهل الدار حالی کما فی العقد علاوہ انکے دیگر شعراے جاہلیت کے اشعار میں بھی یہ یہ لفظ موجود ہے مگر بسبب طوالت کے نہیں لکھتا قولہ ۵۴ فقرہ ذاریات میں ہے کانوا قلیلا من اللیل یھجعون یھجعون بمعنی یا سوتن غیر مستعمل اور وحشی ہو اقول صراح ہجوع بخواب رفتن بشب و شکستن گرسنگی تا حد سیری و یقال اتیت بعد ھجعۃ ای بعد نومۃ خفیفۃ من اول اللیل کذا فی ص و ق ۔ مجمع والھجوع النوم باللیل دون النہار شاہد یہ ہے زہیر شعر قاربنی ذکر الاحبۃ بعد ما ھجعت ودونی قلۃ الحزن فالرمل ۔۔ امرء القیس شعر کان علی اسنانہا بعد ھجعۃ ۔۔ سفرجل او تفاح فی القند والعسل ۔۔ کما فی العقد ۔ عباس بن مرداس جنگ حنین میں کہتا ہے شعر وایقاظی القوم ان یرقدوا اذا ھجع الناس لما ھجع ۔۔ کما فی السیرۃ قولہ ۵۵ فقرہ ذاریات میں ہے ذنوبا مثل ذنوب اصحابھم لفظ ذنوب بمعنی عذاب ذنوب اسپ دراز دم و بہرہ و گوشت پشتہ ناخرہ و دلو پر آب کذا فی ص و ق مجمع واصل الذنوب الدلو الممتلی ماء یونث و یذکر شاہد یہ ہے علقمہ النمیمی شعر وفی کل حی قد خبطت بنعمۃ ۔۔ فحق لشأس من نداک ذنوب ۔۔ کما فی العقد والمجمع علقمہ بنی تمیم تمیمی تھا شاعر شعر لنا ذنوب ولکم ذنوب فان ابیتم فلنا القلیب کما فی المجمع لاریب ذنوب کے معنی عذاب قریش نہیں جانتے تھے بلکہ ہذیل بھی نہیں جانتے تھے لیکن چونکہ اہل جہنم کے واسطے بجز عذاب کے کچھ نصیب اور بہرہ نہوگا

---

[۱] مصرعہ دوم یہ ہے تشل بمکاحلہا فھی شوقیا الخ ۔۔ مصرعہ اولی یہ ہے ۔ فلما ان ما بنت الغراد الغراء ۱۳۷ ۔۔

اس لئے ابوالقاسم نے بسبب اختصار کے اسکے معنی میں لفظ عذاب لکھدیا ہے۔
چنانچہ بیضاوی وغیرہ مفسرات میں بھی اسکی تصریح موجود ہے پادری صاحب کا دہوکا
چل نہیں سکتا **قولہ** ۵۶ فقرہ قمر میں ہے ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ لفظ دسر بمعنی مسامیں[1]
قریش کا محاورہ نہیں ہذیل کا گنواری لفظ ہے **اقول** صراح دسر دسار میخ کشتی
دسر جمع کذا فی ص و ق۔ مجمع والدسر المسامیر التی تشد بها السفینة واحدها
دسار ودسر ودسرت السفینة دسرها دسرا اذا شددتها وقیل اصل الباب
الدفع یقال دسره بالرمح اذا دفعه بشدة والدسر صدر السفینة لانه یدسر
به الماء ای یدفعه ومنه الحدیث فی العنبر هو الشیء دسره البحر شاہد یہ ہے
شعر سفینة نوح قد احکم صنعها ۔ مشحنة الالواح منسوجة الدسر
کما فی الاتقان بشر **شعر** معبدة السقائف ذات دسر ۔ مضبرة جوانبها
رداح کما فی الصحاح + ابو خز الحمانی التمیمی **ع** دسرا باطراف القنا المقوم
کما فی السیرة + **قولہ** ۵۷ فقرہ ملک میں ہے مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ
اس مقام پر تفاوت بمعنی عیب محمد صاحب نے خلاف محاورہ ہذیلی زبان پر بولا ہے
اور یہ غرابت ہے **اقول** صراح تفاوت الشیئان ای تباعد ما بینهما تفا
وتا کذا فی ص و ق + مجمع والتفاوت الاختلاف والاضطراب ای اختلاف
وتناقض من الحکمة بل تری افعاله کلها سواء فی الحکمة وان کانت متفاوتة
فی الصور والهیأت یعنی فی خلق الاشیاء علی العموم وفی هذا دلالة علی
ان الکفر والمعاصی لا یکون من خلق الله لکثرة التفاوت فی ذلک وقیل

---

[1] یہ لفظ مسامیر ہے پادری صاحب سے بسبب کم استعدادی کے صحیح لکھا نہیں گیا کیونکہ غلط مسامیں بھی نہیں ہے۔

معناہ ماتری یا ابن آدم فی خلق السموات من عیب واعوجاج بل ھی
مستقیمۃ مستویۃ کلھا مع عظمتھا ۔ یہ لفظ بھی بقول مفسرین اسی معنی میں بولا گیا
جسطرح مجازی اور تمام فصحاے عرب بولتے ہیں یعنی اختلاف اور عدم تناسب اور
زمہ کے معنی میں اور چونکہ اختلاف اور عدم تناسب عیب ہے اسواسطے اگر کسی مترجم
نے بنظر اخبار بطور حاصل اسکا ترجمہ عیب کردیا تو کیا عیب کی بات ہے ہر شخص کی تحریر
اور تقریر جداگانہ ہوتی ہے دیکھو قاموس اور صحاح دونوں کتابوں میں یکساں لغات
عرب ہیں اور وہی یکساں معانی مگر عبارت دونوں کتابوں کی علیحدہ علیحدہ ہے پس
ناواقف اور جہال ایسے اختلاف لفظی سے متوحش ہوجاتے ہیں نہ اہل علم کا عبرۃ
للالفاظ بل المعانی **قولہ** ۵۸ فقرہ حاقہ میں ہے وَالْمَلَكُ عَلٰى أَرْجَائِهَا لفظ
ارجائہا بمعنی نواحی وجوانب قریشی لفظ نہیں ہے ہذیلی ہے **اقول** رجو رجا بالفتح
والقصر کرانہ چاہ وکل ناحیۃ ومنہ رجیبت السیئ رجوان دورجو کرانہ رجاء
کرانہا کذا فی ص وق ۔ جمع والاجاء النواحی ولحد ھار جاو التثنیۃ رجوان
شاہد یہ ہے ۔ امرؤ القیس **شعر** کان السباع فیہ عرق عشیۃ ؛ بارجائہا
القصوی اتابیت عنصل کما فی المعلقۃ الاولی ۔ اخطل **شعر** وبیداء
مسحال کان نعامہا ؛ بارجائہا القصوی اباعر ہمل ۔ کما فی الصحاح ۱۲
قولہ ۵۹ فقرہ نوح میں ہے قَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا لفظ اطوار بمعنی الوانا قریشی محاورہ
نہیں ہذیلی زبان ہے **اقول** صراح طور کیبار ونزدیک شدن بچیزے اطوار بارہا
قولہ تعالی خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا قال الاخفش ای طورا نطفۃ وطورا علقۃ وطورا

لہ جلالین میں ہو تباین وعدم تناسب ۱۲ بیضاوی ویرا الاختلاف وعدم تناسب من الفوت فان کلاً من المتفاوتین فات عنہ بعض ما فی الآخر ۱۲ مدارک ای من اختلاف واضطراب ومن السدی من عیب ۱۲ ؎

مضغة كذا فی ص وق + مجمع ای خلقکم اطوارًا نطفة ثم طورًا علقة ثم
مضغة ثم عظما ثم کسی العظم لحما ثم انشانا خلقا اٰخر فنبت له الشعر و
کمل له الصور ت عن ابن عباس ومجاهد وقتادة وقیل اطوارًا احوالا
حالا بعد حال وقیل معناه صبیانا ثم شبابا ثم شیوخا وقیل خلقکم
مختلفین فی الصفات اغنیاء وفقراء وزمناء واصحاء وطوالا وقصارًا
والاٰیة محتملة للجمیع اس لفظ کے ترجمہ میں لفظ الوان نہ کسی اہل لغت نے استعمال
کیا اور نہ کسی مفسر نے اور اگر کسی لغط نے الوان لکھا ہوگا تو اوس سے
بھی حالات اور تارات مراد ہیں اور یہی تمام فصحاے عرب کا محاورہ ہے شاہد یہ
نابغة شعر فان افاق لقد طالت عمایته ٭ والمرء یخلق طورًا بعد اطوار
امرؤ القیس ع تصوب فیه العین طورًا وترتقی ٭ کما فی العقد + شاعر
حماسی شعر فعیناک طورًا تغرقان من البکاء ٭ فاغشی وطورًا تحسران فابصر
شارح کتاب الطوار التارة یقال الناس اطوار ای علیٰ حال شتی قولہ ۲۰
تغرد نبا میں ہے لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا لفظ بردا بمعنی نوما محمد صاحب
نے بولا مگر عبد القادر نے تحریف کرکے اوسکے معنی ٹھنڈک کے لکھے ہیں لیکن جلالین
اور ابن عباس اور جلالین وغیرہ تفسیرون کے سامنے عبد القادر کی تحریف کا کیا اعتبار
ہے پس بردا بمعنی نوما غلط اور برخلاف محاورہ قریش بولا گیا ہے اس لئے فصاحت
سے خارج ہے اقول صراح برد سرما نقیض حر وخواب ومنه قوله تعالیٰ لا یذوقون
فیها بردًا ولا شرابا ای نوما کذا فی ص وق مجمع بردا ولا شرابا یرید النوم والماء

لہ اسی طرح جلالین وغیرہ میں ہے ۱۲ منہ کہ البرد النوم ومنہ قولہ تعالیٰ الخ قاموس۔

عن ابن عباس قال ابو عبیدہ البرد النوم ههنا وانشد ع فیصد فی عنہا
وعن قبلہا لما البرد ۃ وقلیل یذوقون فی جهنم بردا ینفعهم من حر حار
لا شل یا ینفعهم من عطشها عن مقاتل یہاں لفظ برد کے دونوں معنی منقول اور
درست ہیں۔ اور پادری صاحب نے جو عبد القادر پر تحریف کا اتہام کیا ہے سو محض غلط
ہے کیونکہ مفسرین متقدمین نے بھی یہ معنی بیان کیے ہیں دیکھو کتاب مجمع البیان کو کہ
مقاتل نے بھی یہ معنی بیان کیے ہیں اور بیضاوی میں بھی اول یہی قول لکھا ہے باوجود
باوجودیکہ بیضاوی پادری صاحب کے پیش نظر ہے پھر اس قول کو ایک عبد القادر
کی طرف منسوب کرنا یہ تحریف ہے مگر حق یہ ہے کہ چونکہ پادری صاحب کو قرآن
میں کہیں تحریف معلوم نہیں ہوتی تو ایسی باتوں کو تحریف کہکر شفاے غیظ کر لیتے ہیں
ہاں تحریف کا احتمال اوسوقت ہو سکتا جبکہ اصل عبارت قرآن مثل انجیل صفحہ روزگار
سے مفقود ہو تی اور صرف ترجموں پہ مدار ہوتا اور یہاں تو عنایت الٰہی سے اصل
عبارت اور کلام خدا موجود ہے اور ہر معنی کے واسطے سند اور شاہد پھر اگر کوئی تحریف
کا ارادہ بھی کرے تو بھی اوسکی کچھ چل نہیں سکتی برد بمعنی نوم فصحاے عرب کی زبان ہے
چنانچہ ایک شعر کا مصرعہ تو شاہد اوپر مذکور ہو چکا اور دوسرا شاہد یہ ہے **شعر** وان
شئت حرمت النساء سواکم وان شئت لم اطعم نقاخا ولا بردا ۂ کما
فی الصحاح والمجمع فی سورۃ البقرۃ **قولہ** ا فقرہ نازعات میں ہے قُلُوبٌ
يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ واجفہ بمعنی خائفہ غلط اور بدیلی زبان ہے **اقول** صراح
وجف طپیدن ونوعی از رفتار تیز کذا فی ص وق ۔ مجمع والوجیف شدۃ اضطراب

لہ ای لمرد و بالبرد بارد حسم وتنفس منہم حر النار ازوالنوم ۱۲ منہ

(قلت واجفة مضطرب والوجيف سرعة السير واوجف فی السير اسرع)
اس لفظ کے معنی لغوی طپیدن اور رفتار تیز کے ہیں اور یہی معنی اکثر مفسرون[1] نے لکھے
ہیں اور چونکہ وقت خوف کے قلب جلد جلد دھڑکتا ہے اور مضطرب ہوتا ہے اسواسطے
اگر کسی مفسر نے بجاے قلوب مضطربہ کے قلوب خائفہ تو یہ معنی اصل معنی سے علحدہ
نہیں کیونکہ ملزوم کے بجاے لازم کے اور سبب کو بجاے مسبب کے بولنا مجازات
شائعہ میں سے ہے شاہد یہ ہے المنخل بن الحارث لیشکری شعر یخرجن من
خلل الغبار ؂ ویجفن بالنعم الکثیر ؂ ای یسرعن ویضطربن ۔ کما فی الحماسۃ
قیس بن الخطیم بالنعم الظفرین ۔ شعر اناوان قدموا التی علوا ؂ اکبادنا
من ورائہم تجف ؂ کما فی السیرۃ قولہ ۶۲ فقرہ بلد میں ہے اَوْ اِطْعَامٌ
فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ[2] لفظ مسغبہ بمعنی جوع ہذیلی زبان ہے فصحاے قریش نہیں
نہیں بولتے اقول صراح سغب گرسنگی فہو ساغب وسغبان وہی سنبی کذا فی
ص ح ق مجمع والمسغبة المجاعة شاہد یہ ہے ابوسفیان[3] بن الحارث شعر
وماکان الا بعض لیلة راکب ؂ اتی ساغبا من ضیح خلة معدم ؂ ہند بنت
عتبة[4] ام معاویة شعر یاعین بکی عتبة ؂ شیخا شدید الرقبة ؂ یطعم
یوم المسغبة بنیہا ؂ بالناس من الشیر القراح ؂ کما فی المجمع قولہ ۶۳
فقرہ بنی اسرائیل کے ۱۲ رکوع میں ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ

[1] بیضاوی واجفة شدیدة الاضطراب من الوجف ۱۲ مدارک واجفة مضطربة من الوجیف ۱۲ منہ [2] یہ ابوسفیان جناب رسول خدا کا حقیقی چچازاد بھائی تھا اور آپ سے بڑی بھی عداوت رکھتا تھا جب مدینہ کی طرف سلام بن مشکم سے ملنے کی واسطے گیا اور اوس نے انکار کیا تب مراجعت کے وقت یہ اشعار کہے تھے منجملہ اونکے یہ شعر ہے کذا فی السیرۃ ۱۲ [4] عتبہ جنگ بدر میں مارا گیا تھا اوس وقت اوس کی بیٹی ہند نے یہ اشعار بطور مرثیہ پڑھے تھے ۱۲ منہ

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لفظ سندرین بمعنی مسرفین قریش کی زبان نہیں ہذیل کا محاورہ ہے **اقول** صراح
تخم کاشتن تبذارہ بکسر التاء اسراف کنندہ کذا فی ص وق + مجمع التبذیر التفریق
بالاسراف اصلہ ان یفرق کما یفرق البذر الا انہ یختص بما یکون علی
سبیل الافساد وما کان علی وجہ الاصلاح لا یسمی تبذیرا وان کثر شاہد
یہ ہے نابغۃ **شعر** ترائب یستضیئ الحلی فیہا کجمر النار بذر بالظلام
کما فی المجمع والعقد **قولہ** ۶۴ فقرہ آل عمران کے ۱۳ رکوع میں ہے اِذْ
هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنكُمْ اَنْ تَفْشَلَا لفظ تفشلا بمعنی نامردی حمیر کی گنواری زبان
ہے حجازی نہیں بولتے **اقول** صراح فشل بالفتح چیزے از ساز گل ہودج و مرد سست
بددل افشلان بتحتین مصدر منہ کما فی ص وق مجمع والفشل الجبن یقال فشل افشل
فشلا والفشل الضعیف + حسان بن ثابت تبکی علی خبیب[1] **شعر** ما بال
عینک لا ترقی مدامعھا ⁂ سحا علی الصدر مثل اللؤلؤ القلق ⁂ علی خبیب
فتی الفتیان قد علموا لا فشل حین تلقاہ ولا نزق + کما فی السیرۃ۔ شداخ
بن یعمر الکنانی **شعر** قاتلی القوم یا خزاع ولا ⁂ یدخلکم فی قتالکم فشل ہو
شرح حماسہ صاف ظاہر ہے کہ بنی کنانہ سرزمین تہامہ میں رہتے تھے جو عین حجاز ہے
اور پہلے بھی مذکور ہو چکا ہے کہ کنانہ قریش کے باپ کا نام تھا اور یہ قبیلہ اصالت و
نجابت و شجاعت و فصاحت میں مثل قریش کے تھا اور یہ وہ شعر ہے کہ جس کے سبب
تمام بنی کنانہ بنی خزاعہ کی امداد و اعانت سے باز رہے اور کسی نے اس شعر پر اعتراض
نہ کیا **قولہ** ۶۵ فقرہ مائدہ کے ۱۴ ر جو کوع میں ہے فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا۔

---

[1] یہ شخص جنگ احد یا بدر میں مارا گیا تھا ۱۲

لفظ عثر بمعنی اطلع حمیری بولی ہے قریشی زبان نہین ہے **اقول** صراح
عثرہ عثرۃ شکوخیدن عثار شکوخیدن عثر عثور دیدہ ور شدن بر چیزے یقال عثر
علیہ اعثار اطلاع دادن کسے را ومنہ قولہ تعالی وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ
کذا فی ص وق ۔ مجمع عثر الرجل علی الشیٔ یعثر عثورا اذا اطلع علی امر لم یطلع
علیہ غیرہ یہ لفظ خاص حمیر کا نہیں بلکہ کل فصحاے عرب کا محاورہ بھی ہے اعشی شعر
بذات لوث عفرناۃ اذا عثرت ؛ فالتعس ادنی لہا من ان یقال لعا
کما فی المجمع **قولہ** ۶۶ فقرہ اعراف کے ۸ رکوع مین ہے اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ
لفظ سفاہۃ بمعنی جنون قریش کی زبان نہین حمیر کی ہے **اقول** پادری صاحب نے قول
بست ویکم میں بھی اس لفظ پر اعتراض کیا ہے اور وہاں اسکو بمعنی جہالت بنی کنانہ کا
محاورہ لکھا ہے اور یہان بمعنی جنون حمیر کا محاورہ لکھا ہے مگر دونون جگہ بلکہ جہان
قرآن میں آیا ہے وہان وہی مجازی معنی مراد ہین یعنی بیخردی اور کمی عقل اور جواب
اسکا مفصلاً مع شواہد وہان مذکور ہو چکا ہے حاجت اعادہ نہین مگر پھر اس قدر
کہتا ہون کہ اگر کسی مترجم نے بجائے بیخردی کے جنون ترجمہ کر دیا تو ایسے خلاف
لفظی پر اعتراض بھی خالی از جنون نہین **قولہ** ۶۷ فقرہ یونس کے ۳ رکوع میں ہے
فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ لفظ زیلنا بمعنی میزنا غلط بولا ہے کوئی فصیح حجاز کا یہ لفظ نہین بولتا
اقول صراح زیل دور کردن از جاے وپارہ پارہ کردن وجدا کردن یقال زال اللہ
زوالہ ازال اللہ زوالہ اذا دعی علیہ بالبلاء والہلاک وزلتہ فلم یتزیل وزیتہ
فلم یتمیز وزیلتہ فتزیل ای فرقتہ فتفرق ومنہ قولہ تعالی فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ انتہی
وزیال ای مفارقت وفراق وتزال تباین کذا فی ص وق ومجمع التنزیل انتہی

ماخوذ من قولهم زلت الشئ عن مكانه ازيله وزيلته من هذا اذا نحيته
عن مكانه وزايلت فلانا اذا فارقته اى ميزنا وفرقنا بينهم فى المسئلة
فسئلنا المشركين علیحدہ لم عبدتم الاصنام وسئلنا الاصنام علیحدۃ
لم عبدتم وباى سبب عبدتم وهذا سوال تقريع وتبكيت وقيل معناه
فزيلنا بينهم وبين الاوثان فتبرأ منهم الشركاء وانقطعت اسبابهم
شاہد یہ ہے لبید **شعر** خفرت وزايلها السراب كانها اجزاع بيشة
اثلها ورضامها اى فارقها السراب وتميزت ولاحت كما
فى المعلقة عبد القيس بن خفاف **شعر** صحوت وزايلنى باطلى لعمر
ابيك زيالا طويلا كما فى الحماسة **قوله** ۲۰ قرو ہود کے ۲ رکوع میں ہے قَدْ كُنْتَ
فِيْنَا مَرْجُوًّا لفظ رجا بقول متقدمین بمعنی حقیر احمد صاحب نے خلاف محاورہ قریش کے
حمیر کی گنواری زبان پر بولا ہے **اقول** صراح رجا بامید امید داشتن وترسیدن
كذا فى ص وق مرجوا قبل هذا اى كنا نرجوا منك الخير لما كنت
عليه من الاحوال الجميل قبل هذا القول فالآن يئسنا منك ومن خيرك
بابدا علك ما ابدعت وقيل معناه كنا نرجوك ونظنك عونا لنا
على ديننا العبد اسکے جواب یہ ہے کہ تفاسیر متداولہ میں[1] کسی مفسر نے مرجو کے معنی حقیر نہیں لکھے

---

[1] جلالین مرجوا نرجوا ان يكون لنا سيدا ۱۲ بيضاوى لما نرى فيك من مخائل الرشد والسداد ان يكون لنا سيدا او مشاورا فى الامور وان توافقنا فى الدين فلما سمعنا هذا القول منك انقطع رجاؤنا منك [illegible] ان نعبد [illegible] حكاية الحال الماضية ۱۲ مدارك مرجوا قيل هذا للسيادة والمشاورة بالامور وكنا نرجوا ان تدخل فى ديننا وتوافقنا على ما نحن عليه ۱۲ منہ

اور نہ کتب لغت سے یہ معنی ثابت ہوتے ہیں اور نہ یہ معنی سیاق عبارت قرآن اور
قصہ صالح کے مطابق ہیں پھر ایسے قول بے سند خلاف جمہور و خلاف واقع
کو کون تسلیم کرتا ہے۔ حضرت صالح کی قوم کا یہ قول تھا کہ اے صالح قبل تیرے
اس قول کے کہ خدائے واحد کی عبادت کرو اور عبادت اصنام کو ترک کرو
ہم تجھ سے یہ امید رکھتے تھے کہ تو ہمارا سردار ہوگا اپنے امور میں تجھ سے صلاح
و مشورہ کیا کریں گے اور اب تو ایسی باتیں کرتا ہے جن سے امید قطع ہوگئی فقط
اور ہر گاہ رجو کے معنی حقیر کہیں تو یہ مطلب ہوگا کہ اے صالح قبل اس قول کے
ہم تجھ کو حقیر اور ذلیل سمجھتے تھے پس یہ مطلب اصل قصہ سے بالکل خلاف ہو جائیگا
اور پادری صاحب نے فقط متقدمین لکھکر عوام و جہال پر اپنے علم تحقیق کو ظاہر
کیا ہے یہ محض مغالطہ ہے بجز ایک شخص ابوالقاسم کے کسی نے غالباً نہیں لکھا اور اگر کسی
نے لکھا ہے تو معترض اوسکا نام بتائے۔ اور اسی وجہ سے پادری صاحب کے کسی
کا نام نہیں لکھا ہے صرف متقدمین لکھکر ٹال دیا ہے ابوالقاسم کے قول کا حال بہانتو جواباً
اور شواہد سے جنکو برابر لکھتے آتے ہیں ناظرین کو خوب معلوم ہوگیا ہوگا اور چونکہ یہاں
مرجو کے معنی حقیر نہیں اسواسطے سند اور شاہد کی ضرورت نہیں۔ **قولہ ۹۹ فقرہ**
یوسف میں ہے جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ لفظ سقایہ یعنی برتن قرش کے برخلاف
حمیر کا محاورہ ہے **اقول** صراح سقایہ بالکسر پیمانہ شراب و منہ قولہ تعالے
جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ وهو الصواع الذي كان الملك يشرب منه
كذا في ص وق + مجمع والسقاية الاناء التي يسقى منها وهو من السقي وقيل
السقاية والصواع واحد قيل ان السقاية هي المشربة التي كان يشرب منه

الملک ثم جعل صاعا فی السنین الشداد اذا القحط یکال به الطعام وقیل کان من
ذهب عن ابن جبیر وروی ذلک عن ابی عبد اللہ وقیل کان من فضة وذهب
عن ابن عباس وقیل کان من فضة مرصعة بالجواهر جواب یہ ہے کہ سقایہ
محض برتن کو نہیں کہتے جس طرح پادری صاحب نے لکھا ہے بلکہ پانی پینے کے برتن کو کہتے ہیں
خواہ پیالہ ہو یا کچھ اور یہ لفظ نہایت فصیح اور عذب ہے اور قریش کے استعمال میں تھا
ابو لہب حضرت عبد المطلب کے مرثیہ میں کہتا ہے شعر هو الذی زمزم اعتنی المقام
فاصبحت له سقایته فخرا علی کل ذی فخر کما فی السیرۃ اگرچہ شعر میں سقایت
مصدر ہے نہ صفت لیکن اس سے فصاحت لفظ کی ظاہر ہے پس اگر بالفرض سقایت
بمعنی ظرف حمیری محاورہ ہو تاہم یہ لفظ غریب جن ہوگا نہ متوعر علاوہ اس کے حمیر کا
محاورہ گنواری نہیں ہو سکتا کما مر **قوله** ۷ فقرہ جس میں ہے مِنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ
لفظ مسنون بمعنی نتن وبدبو حمیر کی بولی ہے قریش میں کوئی اشراف اس لفظ کا استعمال
نہیں کرتا **اقول** مرجع سن بفتحتین روشن حما مسنون بوی ناک ونحہ الوجه
صورت روی مسنون صورت کردہ وقد سننته استرمنها اذا صورته ورجل
مسنون الوجه اذا کان فی وجهه وانفه طول سن ایضاً ریختن خاک
بر زمین وبلند کردن وآب بر روی ریختن کذا فی ص وق + مجمع والحمأ جمع حماة
وهو الطین المتغیر الی السواد یقال حمئت البئر واحماتها انا
والمسنون المصبوب من سننت الماء علی وجهه ای صببته
ویقال سننت بالسین غیر معجمة ارسلت وشننت بالشین معجمة
صببت وقیل انه المتغیر من قولهم سننت الحدید علی المسن اذا غیرتها

بالتحدید واصلہ الاستمرار فی جھتہ من قولھم ھو علی سنن واحد والسنۃ الطریقۃ وسنۃ الوجہ صورتہ + المعنی من حماء ای من طین متغیر مسنون ای مصبوب کانہ افرغ حتی صار صورۃ کما یصب الذھب والفضۃ وقیل انہ الرطب عن ابن عباس وقیل مصور عن سیبویہ قال اخذ من سنۃ الوجہ بعد اسکے جواب یہ ہے کہ مسنون کے معنے منتن بھی ہیں مگر یہاں اکثر مفسروں نے یہ معنی اختیار نہیں کئے بلکہ خود سیوطی نے بروایت صحیحہ ابن عباس سے اسکے معنی رطب لکھے ہیں اور اکثر مفسروں نے مصور یا مصبوب لکھے ہیں اور یہ دونوں لفظ گویا قول ابن عباس کی تفسیر ہیں اور قصۂ آدمؑ سے ظاہر ہے کہ انکی مٹی چالیس روز بھیگتی رہی اور بعد خمیر کے اوسکا قالب اور تپلا بنایا گیا اور پھر وہ خشک کیا گیا۔ اور نیز بلاغت قرآن سے ظاہر ہے کہ مسنون کے معنی مصور یعنی صورت کردہ شدہ ہیں اور اس میں مصبوبیت بھی داخل ہے کیونکہ قالب میں پڑنا اور صورت بنا بدون صب کے نہیں ہوتا اور یہی قول مختار ہے کیونکہ مٹی کا بھیگنا اور مخمر اور متغیر اور بدبو ہونا لفظ حماء سے ظاہر ہے بلکہ مجاہد اور کسائی کے نزدیک بدبو ہونا لفظ صلصال سے ہی ظاہر ہے پھر لفظ مسنون سے فائدہ جدید حاصل ہونا چاہیے قطع نظر اسکے اگر مسنون کے معنی بدبو کے ہوں تو قالب اور تپلا بنانا اور صورت انسان ہو جانا کس لفظ سے سمجھا جائیگا حالانکہ اس کیفیت کا بیان بھی ضرور تھا۔ اللہ اللہ کیا بلاغت ہے اور کیسا فصیح لفظ فرمایا ہے۔ کہ جسکے کئی معنی ہیں اور سب معنی حالات قصہ سے مناسب

ملہ ۔ بیضاوی حماء مسنون مصور من سنۃ الوجہ او مصبوب لییبس ویتصور کالجواہر المذابۃ تصب فی القوالب من السن وھو الصب کانہ افرغ الحماء فصور منھا تمثال انسان اجوف الخ من سلت الحجر اذا حککتہ بہ فان ما یسیل بینھما یکون منتنا ویسمی سینا ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

ہیں اور درست ہوجاتے ہیں اور درحقیقت مراد ایک معنی ہیں یعنی مصبوب و مصور۔ علاوہ
دونوں وجہوں مذکورہ کے اس معنی کے ظاہر اور مختار ہونیکی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ معنی فصحائے
عرب کے استعمال میں بہت ہیں۔ شاہد یہ ہے حمزہ بن عبدالمطلب عم رسول اللہ
شعر اغر کضوء الشمس سنة وجهه ٭ جلی الغیم عنه ضوءه فتبددا ٭
کمافی التحفۃ الناصریہ ۔ ذوالرمہ **شعر** یریك سنة وجه غیر مقرفة
ملساء لیس بها خال ولا ندب ٭ ۔ کمافی المجمع والصحاح ۔ امرئ القیس
ع وسنون دنفا کانیاب الغوال ٭ اور شاہد سنون بمعنی منتن یہ ہے شاعر **شعر** طاب
منه الطعم والریح معا ٭ لن تراه متغیرا من اسن ٭ کمافی الاتقان
عن ابن عباس پس ثابت ہوا کہ یہ معنی بھی خاص حمیری محاورہ نہیں اگر ہو تو کچھ قباحت
نہیں قولہ ۱۔ نعرہ بنی اسرائیل میں ہے فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ لفظ
ینغضون بمعنی تحریک الراس قریش کا محاورہ نہیں **اقول** مراح نغض نغوض سر جنبانیدن
وجنبیدن ہاں متعد ولازم وجنبیدن پالان شتر و دندان کودک کہ خواہد افتاد کذا فی منتہی مع
مجمع ویقال انغض راسه ینغضه ونغض براسه ینغضه نغضا اذا حرکه
قالوا والنغض تحریك الراس بارتفاع وانخفاض ومنه قیل للظلیم نغض
لانه یحرك راسه فی مشیه بارتفاع وانخفاض شاہد یہ ہے امرئ القیس
شعر وراح کتیس الرمل ینغض راسه ٭ اذا تابه من صائك متحلب ٭
علقمہ **شعر** واکم کشاة الربل ینغض راسه ٭ اذا تابه من صائك متحلب ۔ کمافی العمد
یہ دونوں شعران عمدہ اور فصیح قصیدوں میں کے ہیں کہ جوان دونوں شاعروں سے

لہ نغض راسہ نغضا ونغوضا ای تحرک ونغض راسہ ای حرکہ کالمتعجب ۱۲ صحاح۔

امتحان شاعری کے واسطے مقابلہ میں ایک خیمہ کے اندر بطور مباحثہ فی البدیہہ کہے تھے
اور اچھے اور برے کلام کی شناخت کے واسطے امرؤ القیس کی زوجہ حکم یعنے
پنچ اور ثالث مقرر ہوئی تھی یقیناً دونوں شاعروں نے اُسوقت کوئی غیر فصیح لفظ
نہ بولا ہوگا شعر ؎ اتنغض لی یوم الفجار وقد تری ۔ خیولا علینا کالاسود ضواریا
کما فی الاتقان عن ابن عباس ناظرین یاد رکھیں کہ یہ لفظ منجملہ اُن الفاظ ثلاثہ کے ہی
جنکو ابوبکر واسطی نے لغات قریش میں سے غریب لکھا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ
قریش میں یہ لفظ مستعمل تھا گو بطور غرابت ہو اور اگر مطلقاً مستعمل نہوتا تو بھی مخل فصاحت
نہ تھا کیونکہ علقمہ اور امرئ القیس وغیرہم سے فصحا اور مستندین کا محاورہ تھا۔ قولہ ۲۲
فقرہ مریم کے اوائل میں ہے وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ لفظ عتیا بمعنی نحول قریشی محاورہ
نہیں حمیری زبان ہے اقول صراح عتو وعتی بالضم والکسر از حد درگذشتن عتی بغایت پیری
رسیدن وکمیت شل عتوت وعتی لغۃ فی عتی اہذیل وثقیف کذا فی ص و ق مجمع
معناہ وقد بلغت من کبر السن الی حال الیبس والجفاف ونحول العظم
لعد اسکے کہتا ہوں کہ یہ محاورہ خاص حمیری نہیں کیونکہ ایسا ہوتا تو اہل لغت ضرور اسکو
بیان کردیتے چنانچہ اسی لغت میں دیکھ لینا چاہیئے کہ جو ہذیل اور ثقیف کا خاص محاورہ
تھا اس کو بیان کردیا اگر حمیری محاورہ ہوتا تو اسکو بھی لکھدیتے قولہ ۲۳ فقرہ طہ میں ہے
وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ لفظ مارب بمعنی حاجات حمیری زبان ہے قریش میں کوئی غریب
نہیں بولتا اقول صراح ارب بالکسر وسکون الرائے وفتحہا ارب ماربہ بضم الرا وفتحہا حاجت
وفی المثل ماربۃ لا حفاوۃ ارب بالتحتین حاجت مند شدن کذا فی ص و ق مجمع
ای حاجات شاہد یہ ہے ابو قیس بن الاسلت شعر

وقد كان عندي للهموم محرس ٭ ولم اقض منها حاجتي ومآربي
كما في السيرة ۔ اور عرب میں ضرب المثل ہے ما بہبة لاحفاوة
اور ظاہر ہے کہ مثل شعر سے بھی زیادہ فصیح اور مستند اور مشہور ہوتی ہے قولہ یہ فقرہ کہف
میں ہے فهل نجعل لك خرجا لفظ خرجا بمعنی جعلا آیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ شاید
محمد نے خراجا بتلایا تھا پس یہ لفظ فصحا کی زبان نہیں جیری محاورہ ہے اقول خراج
خرج خراج بفتحتیں باج وجعل بالضم مزد وجالہ بالکسر کذلک کذا فی ص وق ۔
مجمع معناه فهل نجعل لك بعضا من اموالنا على ان تجعل بيننا
وبينهم سدا اى حايطا والفرق بين الخرج والخراج ان الخراج اسم
لما يخرج من الارض والخرج اسم لما يخرج من المال وقيل الخراج الغلة والخرج
الاجرة وقيل الخراج ما يوخذ عن الارض والخرج ما يوخذ عن الرقاب قاله
ابو عمرو وقيل الخراج ما يوخذ فى كل سنة والخرج ما يوخذ دفعة عن ثعلب
قطع نظر اس سے کہ کسی اہل لغت نے باوجود اس اختلاف وتحقیق کے اس لفظ کو
جیری محاورہ نہیں لکھا ہم فرضاً تسلیم کرتے ہیں کہ جیری بجائے جعل کے خرج بولتے ہیں لیکن
جعل مزد کو کہتے ہیں جو کام کے عوض میں ایک دوسرے کو مقرر کر دیوے اور جو مال نقد
کرکے کسی کے حساب تحصیل کرکے بادشاہ لیوے یا خود رعایا اپنی خوشی سے چندہ
کرکے بادشاہ کو دیوے پس اگرچہ یہ مال کام کے عوض اور اجرت ہو مگر نظر آداب
سلطانی اوسکو مزد واجرت نہیں کہتے کیونکہ یہ لفظ حقیر خلاف شان سلطنت ہے اور نیز
رعایا یا بادشاہ سے وے شرطیں مقرر نہیں کر سکتی جو اہل معاملہ کے درمیان باہم ہوتی
ہیں تا کہ معنی جعل کے متحقق ہوں اور غالباً کسی ملک میں اسکو مزد واجرت نہ کہتے ہونگے

پس اگر یہ حمیری محاورہ ہوگا تو بھی بجائے مزد کے بولا جاتا ہوگا تو نہ ایسے مقام
ادب پر اور بادشاہ کے حضور میں پس قصۂ ذوالقرنین میں مزد و اجرت کہنا مناسب نہیں
اور یہی وجہ ہے کہ قرآن میں لفظ جعل نہیں فرمایا بلکہ وہ لفظ فرمایا ہے جس سے نذرانہ گذاری
سمجھی جاوے نہ اجرت نہ مزد یہ کمال بلاغت ہے اور بعض مفسرین نے جو اس لفظ کا
ترجمہ جعل کیا ہے وہ مرادی معنی ہیں نہ لفظی ترجمہ اور اسی واسطے یہاں شاہد کی ضرورت نہیں
قولہ ۵، فقرہ فرقان میں ہے اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا غرام بمعنی بلاء آیا ہے اور
یہ فصاحت سے خارج حمیری زبان ہے **اقول** صراح غرام بالفتح بدی پیوستہ و عذاب
قولہ تعالی اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ای ھلاکا و لزاما لھم مغرم بالحب
و بالدین بفتح الرای ای معذب ملزم۔ کذا فی صدوق مجمع والغرام اشد العذاب
وھو اللازم ومنہ الغریم لملازمتہ والحاحہ و فلان مغرم
بالنساء ای ملازم لھن لا یصبر عنھن شاہد یہ ہے بشر بن ابی حازم
شعر ویوم النسار ویوم الجفار ٭ کان عذابا وکان غراما ٭ کما فی
المجمع والاتقان والصحاح ٭ زھیر **شعر** وان قام فیھم حامل
قال قاعد ٭ رشدت فلا غرم علیک ولا خذل ٭ کما فی
السیرۃ والعقد ابو قیس صرمہ بن انس **شعر**
وان ناب غرم فادح فارفقوھم ٭ وما حملوکم
فی الملمات فاحملوا ٭ کما فی السیرۃ نابغۃ **شعر**
فدعھا عنک اذ شطت نواھا ٭ ولجت من بعادک
فی غرام ٭ کما فی العقد۔ بعد اسکے پھر کتنا ہوں کہ اکثر مفسرین نے

اسکا ترجمہ لازم کیا ہے خود سیوطی نے بھی جلالین میں وہ ترجمہ نہیں کیا جو اتقان میں نقل کیا
ہے اور بالفرض اگر کسی نے اسکا ترجمہ بلا ۶ کیا تو کچھ قباحت نہیں۔ کیونکہ لغت میں مله صفحه ۱۰۰ س ۱۲
اسکے معنی عذاب بھی ہیں اور عذاب کو بلا بولتے ہیں پادریصاحب کو نزاع لفظیہ سے
بجز عوام فریبی کے کیا حاصل ہے **قولہ** ۶ ۔ فقرہ نمل میں ہے قیل لہا ادخلی الصرح
لفظ صرح بمعنی محل یا گھر بے محاورہ ہے دیہاتی زبان ہے **اقول** صراح صرح کوشک و بنائے
بلند صروح جمع کذا فی ص و ق مجمع والصرح القصر وکل بناء مشرف۔
اس لفظ کا شاہد سردست دستیاب نہیں ہوا اور نہ چنداں تلاش کی ضرورت ہے کیونکہ کسی
اہل لغت نے اسکو دیہاتی یا حمیری نہیں لکھا اور نہ معترض نے کسی خاص قبیلہ کا لکھا ہے
اور دراصل ان سب اعتراضوں کے واسطے ہمارے وہی جوابات کافی ہیں جو پادریصاحب
کی تنبیہ کے جواب میں پہلے مذکور ہو چکے ہیں اور اشعار جو ہم نے لکھے ہیں وے صرف
مومنین کی تفریح و اطمینان کے واسطے ہیں نہ پادریصاحب کے واسطے **قولہ** ۷ ۔
فقرہ لقمان میں ہے اِنَّ اَنکَرَ الاَصوَاتِ لَصَوتُ الحَمِیرِ دیکھو محمد صاحب نے انکر
الاصوات بمعنی اقبح الاصوات بولا ہے یہ قریش کی زبان نہیں حمیر کے جنگلی گنواروں کی
بولی ہے **اقول** صراح نکر بکسر الوسط ناشناسائی ضد معرفت منکر بفتح العین ناشناختہ و
کار زشت نکر بفتحتین و سکون ۲ مثلہ و نگفت و نکر الامر بضم الثانی ای اشتد منکرہ
کا زنا کردن کذا فی ص و ق مجمع اے اقبح الاصوات شاہد یہ ہے
خدیج بن العوجاء النصری فی غزوۃ حنین **شعر** ولما دنونا من حنین
ومائہ ۲ رأینا سوادا منکر اللون اخصفا ۷ کما فی السیرۃ **قولہ** ۸ ۔
فقرہ واقعہ میں ہے۔ فلولا ان کنتم غیر مدینین لفظ مدینین بمعنی محاسبین

کبھی کوئی شریف اہل علم اور فصیح قریشی نہیں بولا میری زبان ہے **اقول** صراح
دَین وام دِین بالکسر کیش وعادت وکار وزم شدن وگردن دادن ورام گردانیدن
وپاداش وپاداش دادن یقال کما تدین تدان کذا فی ص وق **مجمع** الدین ھو
الجزاء ای غیر مجزیین وقیل غیر مملوکین وقیل غیر مبعوثین یہ اعتراض بھی مثل
اعتراضات سابقہ کے محض نزاع لفظی ہے اصل ترجمہ اوسکا بیان بقول مختار غیر مجزیین ہے
اور چونکہ پاداش اعمال کی حساب پر موقوف ہے لہذا اگر کسی مفسر نے اسکا ترجمہ غیر محاسبین کردیا
تو کچھ قابل اعتراض نہیں دیکھو خود سیوطی صاحب اتقان نے بھی جلالین[1] میں اسکا ترجمہ مجزیین لکھا ہے شاہد یہ ہے فنلنہما فی الحماسی **شعر** فلما صرح الشر فامسی و
ھو عریان ۔ ولم یبق سوی العدوان دناھم کما دانوا ۔ شاعر
واعلم بانک ما تدین تدان ۔ کما فی المجمع **قولہ** و نغترہ الحاقہ میں ہے
فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً لفظ رابیہ یعنی شدیدہ قریش کبھی نہیں بولتے حمیر بولتے ہیں
اقول صراح ربا ربو فزونی وفزون شدن وبرآمدن بر بلندی وتا سر بر افتادن رابیہ
بلندی وپشتہ قولہ تعالیٰ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً اے
زائدۃ کذا فی ص وق **مجمع** رابیہ ای زائدۃ فی الشدۃ عن ابن
عباس وقیل نامیۃ زائدۃ علی عذاب الامم وقیل عالیۃ مذکورۃ خارجۃ
عن العادۃ جواب یہ ہے کہ رابیہ کے معنی زائدہ[2] ہیں اور عذاب کی زیادتی عین شدت ہے

---

[1] جلالین میں ہے غیر مدینین مجزیین ۱۲ بیضاوی ای مجزیین یوم القیامۃ او مملوکین مقہورین من دانہ اذا اذلہ واستعبدہ واصل الترکیب للذل والانقیاد ۱۲ شاہد یہ ہے شعر عمرو بن کلثوم شعر وایام لنا غر طوال ۔ عصینا الملک فیہا ان ندینا ۱۲ ۔ کما فی المعلقۃ والمجمع ۱۲

[2] جلالین رابیۃ زائدۃ فی الشدۃ علی غیرہا ۱۲ بیضاوی رابیہ زائدۃ فی الشدۃ زیادۃ قبائحہم ای الفتح ۱۲

اہل علم خصوصاً عربی دان کے نزدیک یہ نزاع لفظی معترض کی جہالت کی دلیل ہے شاہد
بمعنی زائدہ امیہ بن ابی الصلت شعر وقولا لہ من ینبت الحب فی الثری
فیصبح منه البقل یهتز رابیا ۔ کما فی السیرۃ ۔ مالک بن نویرہ
شعر الم الک نادب ابیۃ تلتظی ۔ فتتقیا اذای وترہبان ۔ کما فی
الشرح للحماسۃ ۔ قولہ ۔ نعوذ باللہ میں ہے فَاَخَذْنَاہُ اَخْذًا وَبِیْلًا لفظ وبیلا بمعنی
شدید حمیری زبان ہے حجازی زبان نہیں اقول صراح وبل وبلہ گرانی و ناگوار شدگی و
بال گران و ناگوار شدن کذا فی ص و ق ۔ مجمع وکل وبیل ثقیل ومنه الوبل و
الوابل وهو المطر العظیم القطر ومنه الوبال وهو ما یغلظ علی النفس والوبیل
ایضاً الغلیظ من العصا ۔ اس اعتراض کا حال بھی مثل اعتراض سابق کے ہے کیا معنی کہ لفظ
وبیل کے معنی ناگوار اور ثقیل وعظیم ہیں اور ہر ایک تکلیف اور دکھ اسی وقت ناگوار اور
گران معلوم ہوتا ہے جبکہ شدید ہو پس اگر کسی نے بنظر اختصار اسکا ترجمہ شدید لکھدیا تو یہ معنی اصل
معنی سے جداگانہ نہیں اور یہ لفظ ایسا نرم اور شیریں اور معتاد و کثیر الاستعمال ہے کہ ہر ایک
معنی میں مستعمل ہے شاہد یہ ہے شاعر شعر خزی الحیاۃ وخزی الممات ۔ کلا
اراہ طعاما وبیلا ۔ کما فی الاتقان عن ابن عباس ۔ نابغہ شعر
سقی الغیث قبرا بین بصری وجاسم ۔ بغیث من الوسمی قطر ووابل ۔ کما فی العقد
شاہد بمعنی عصائے گران طرفہ شعر فمرت کہاۃ ذات خیف جلالۃ ۔ عقیلۃ
شیخ کالوبیل یلندد ۔ کما فی المعلقۃ الثانیۃ پس قرآن میں عذاب کے واسطے کیونکر
ثقیل وغیر فصیح ہو گیا قولہ ۔ نعوذ وقاف میں ہے وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ لفظ جبار

؎ اس شعر کو اثر ابن عباس اور نیز ابن القتیبۃ وغیرہ نے بنی تمیم کی ہجو میں لکھا ہے ۱۲ ++

بمعنی مسلط قریش کا محاورہ نہیں میری ہے اقول صراح جبر شکستہ بستن و نیکو کردن حال
کسی را جبار شکنندہ کا ہما و آنکہ بکشند بخشم - اور مسلط کے معنی ہیں برگماشتہ شدہ بقہر و
غلبہ پس یہ اعتراض بھی محض نزاع لفظی ہے کیا معنی کہ حق تعالے اپنے حبیب صلعم کی
تشفی اور تسلی کے واسطے فرماتا ہے کہ اے رسول یہ کفار جو کچھ تجھکو اذیت و تکلیف دیتے
ہیں اور ہدایت کے جواب میں سخت و سست کہتے ہیں اُن سب باتوں کو ہم جانتے
ہیں تو صرف ہادی ہے نہ جبر کنندہ تاکہ زبردستی سے انکے دل کو پھیر دے مقلب القلوب
میں ہوں تیرا کام اسی قدر ہے کہ تو اُن لوگوں کو جو عذاب الٰہی سے ڈرتے ہیں قرآن
سنا دیا کر بہرحال یہاں دونوں لفظ کا ایک ہی حاصل اور مآل ہے ایسے اعتراضات
غیر محمدی لوگوں کے نزدیک بھی جو ترجمہ کی کیفیت سے واقف ہیں قابل التفات نہیں
ہوسکتے چہ جائیکہ محمدی لوگوں کے نزدیک قولہ ۲۸ فقرہ سبا میں ہے وَاَسَلْنَا لَهٗ
عَيْنَ الْقِطْرِ یہ گنواری میری زبان ہے فصحائے عرب لفظ قطر بمعنی نحاس یعنی تانبا کبھی
نہیں بولتے اقول صراح قطر المس کذا فی ص و ق مجمع ای اذبنا له عين النحاس
واظهرناها له اور اسیطرح دیگر تفاسیر[1] میں ہے شاہد ہے شعر فالقی فی مراجل من
حديد او قدر القطر ليس من البرام کما فی الاتقان عن ابن عباس قولہ ۳۸ صاد میں ہے
وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً لفظ محشورہ بمعنی مجموعہ محمد صاحب نے میر کے موافق مجاز کے برخلاف
بولا ہے اقول صراح حشر لطیف کہ بر تیز شدند و برانگیختن و گرد کردن ومنه یوم المحشر
یوم القیامة - کذا فی ص و ق + مجمع البحار حشر جمع الناس من کل ناحية ومنه الحاشر
الذی یحشر الناس الی دیوان الخراج یہ وہ لفظ ہے کہ صدہا دفعہ قریش نے آنحضرت صلعم سے

لہ جلالین میں ہے ای النحاس ۱۲ جمہور کشف بیضاوی النحاس المذاب ۱۲ بمعنی تانبا سا گداز سورہ کہف ۱۲ -

سنا اور شب ورد ز حشر و نشر کے باب میں اُن کو بند و وعظ ہوا رسول مقبول صلعم
اسکا اثبات فرماتے تھے اور کفار اس کا انکار کرتے تھے اس لفظ کو برخلاف حجاز کہنا
ایسا ہی جیسا آفتاب کو سیاہ کہنا اور اسی واسطے اسکی سند کی حاجت نہیں قولہ ۴۸
فقرہ فتح میں ہے وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا لفظ معکوفا بمعنی محبوسا حمیری بولی ہے اقول صراح
عکف باز داشتن قوله تعالی وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا ویقال ما عکفک عن هذا ای ما منعک عکوف
بر چیزے مقیم بودن در وے آوردن صلتہ بعلی و گرد چیزی بر گشتن ویقال عکفنا النجوم
فی النظم کذا فی ص و ق ۔ مجمع المعکوف الممنوع من الذهاب فی جهة
بالاقامة فی مکانه ومنه الاعتکاف وهو الاقامة فی المسجد للعبادة و
وعکفه علی هذا الامر یعکف عکوفا اذا اقام علیه وفی سورة البقرة والعکوف
والاعتکاف اصله یقال عکفت بالمکان[له] ای اقمت به ملازما له شاهدیہ
عنترہ[له] شعر فجللتنی اذا اهوی العصی قبلی ۔ کانها صنم یعتاد معکوف ۔ کما فی
العقد الثمین ۔ المنخل بن الحارث الیشکری الحماسی شعر یعکفن مثل اساودة التنوم
لم تعکف ببرونش ۔ علاوہ اس کے لفظ اعتکاف جو ایک قسم کی عبادت ہے
کیسا کچھ مشہور لفظ ہے اسکا یہ نام ہونا دلیل اس امر کی ہے کہ یہ لفظ حجاز میں زمانہ جاہلیت میں
بھی نہایت مشہور و معروف تھا قولہ ۴۹ فقرہ بقر میں ہے فَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ
لفظ باءوا کسی ملک کی بولی ہے شہر مکہ کا یہ محاورہ نہیں یہ غیر مانوس لفظ ہے جرہم کی بولی ہے
اقول صراح بو مباءة جای باش وتبوأت منزلا ای نزلته ۔ وبوأت للرجل

له : یہ شاعر اپنے باپ کی زوجہ پر عاشق تھا اس سبب باپ کی ناخوشی ہوتا تھا کہ ... اسکے باپ نے اسکو مارا اور اس عورت ... نے بچایا اس حال کو اس قصیدہ میں ذکر کیا ہے اور چونکہ یہ عورت اسکے باپ کے گھر میں تھی اور علانیہ فحش کرنے سے ممنوع تھی لہذا اسکو صنم معکوف کہا ۱۲

منزلاً و بوأته ای هیأته و مکنت له فیه استباءة جا ساختن ابا ءة باز گردانیدن شتر بجا
و اباءت علیه ماله ای اردحت علیه اهله وغنمه ومنه سمی النکاح باءة و باءة
لان الرجل یتبوأ من اهله ای یستمکن منها بواء برابر یقال دم فلان بوء
بدم فلان اذا کان کفوا له و اباءت القاتل بالقتیل اذا قتلته به و باء
بصاحبه اذا قتل به ومنه قولهم باءت عرار بکحل وهما بقرتان قتلت
احدٰهما بالاخری وقوله تعالیٰ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ای رجعوا به ای صار
علیهم وباء باثمه یبوء بوءًا ای اقرو فلیکون ابدا علیه لا له - کذا فی
ص رق + مجمع وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ ای انصرفوا ورجعوا متحملین غضب الله و
قد وجب علیهم مِّنَ اللّٰهِ الغضب وحل بهم منه السخط ولا یقال باء الا
موصولا اما بخیر او بشر واکثر ما یستعمل فی الشر ویقال باء بذنبه یبوء به
قال المبرد واصله المنزلة ای نزلوا منزلة غضب الله وروی ان رجلا جاء
برجل الی رسول الله فقال هذا قاتل اخی فهو بواء به ای مقتول به ومنه قول
لیلی الاخیلیة وقال الزجاج اصل ذلک التسویة وقال قوم هو الاعتراف
ومعناه انهم اعترفوا بما یوجب غضب الله وقال ابوعبیدة فباءوا
بغضب احتملوا واقروا به واصل البواء التقریر والاستقرار
پادری صاحب نے اس لفظ کے معنی سے کچھ غرض نہیں کیا صرف لفظ کو جرم کا بنایا اس کا
جواب انکا صرف اشعار تھا مگر ہم اس لفظ کے معنی کا حال بھی لکھ دیتے ہیں تاکہ دیکھو ہم

[illegible]

دوبارہ اعتراض وسوال کی گنجائش نہ رہے کتب لغت میں اس لفظ کے تین معنی ہیں اولاً منزلت ثانیاً تسویہ ثالثاً اعتراف اور اس آیت میں تینوں معنی درست ہو سکتے ہیں لہذا مفسرین اپنی اپنی راے کیموافق ترجمہ کرتے ہیں چنانچہ کوئی لکھتا ہے ای رجعوا بغضبِ اللّٰہ کوئی لکھتا ہے ای رجعوا وصاروا احقاء بغضبہ کوئی لکھتا ہے اعترفوا بما یوجب غضب اللّٰہ کوئی لکھتا ہے استوجب غضب اللّٰہ مگر ان سب ترجموں کا مال اور محصل ایک ہے لہذا ہم اصل تینوں معنی لتوبیہ کے شواہد لکھے دیتے ہیں جس سے ظاہر ہو جائیگا کہ یہ لفظ ہر ایک معنی میں کثیر الاستعمال ہے اور خاص جرہم کا نہیں شاہد بمعنی منزلت یعنی جاے باش زبیر بن عبد المطلب عم رسول اللّٰہ صلعم **شعر**[له] فبوءانا الملیك بن الله عزتہا ٭ وعند اللّٰہ یلتمس الثواب ٭ ۔ کما فی السیرۃ ٭ عمرو بن معدیکرب **شعر** کم من اخ صالح ٭ بوأته بیدی لحدا ٭ ۔ کما فی الحماسہ ٭ شاہد بمعنی مساوات ۔ مقیس[٥٤] بن صبابۃ المکی **شعر** جللته ضربۃ باءت لها وشل ٭ من ناقع الجوف یعلوہ وینصرم ٭ نقلت والموت تغشاہ اسرته ٭ لا تامنن بنی بکر اذا ظلموا ٭ کما فی السیرۃ لیلی الاخیلیہ **شعر** فان تکن القتلی بواء فانکم ٭ فتیً ما قتلتم آل عوف بن عامر ٭ ۔ کما فی المجمع والصحاح + اعشی **شعر** اصالحکم حتی تبوءوا بمثلها ٭ کصرخۃ حبلی یسرتها قبیلها ٭ ۔ کما فی السیرۃ **شعر** فیقتل خیرا بامرأ لم یکن له ٭ بواء ولکن لا تکائل بالدم ٭ ۔ کما فی المجمع ۔

له ۔ یہ ایک نہایت قصیدہ کا شعر ہے اور غالباً یہ قصیدہ حضرت عبد المطلب کا مرثیہ ہے جو انکے بیٹے زبیر نے لکھا ہے ۱۲ ۔

٥٤ ۔ مقیس کا بھائی ہشام مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا مقیس نے عوض لینے کی یہ تدبیر کی کہ مدینہ جا کر بظاہر مسلمان ہوا اور چند روز بعد اپنے بھائی کے قاتل کو مار کر بھاگ گیا اور مکہ میں پہونچکر یہ اشعار لکھے ہیں ۔ ۱۲ منہ ۔

اور شاہد ہے جو اعتراف لبید شعر انکرت باطلها و بوئت بحقها عندی و لم یفخر علیّ کرامها ۔ کما فی المعلقة والصحاح شعر انی ابوه بعثوتی و خطیئتی سابق و هل الا الیك المهرب ۔ کما فی المجمع **قوله** ۸۶ فقرہ ج یمن ہے یہ لفظ شقاق بعید لفظ شقاق جسکے اصلی معنی جھگڑے کے ہیں محمد صاحب نے اس آیت میں معنی گمراہی کے بولا ہے اگرچہ متاخرین نے اسکے معنی بدلے پر ابن عباس کے سامنے کسی کا اعتبار نہیں غرض یہ جرہم کا وحشی لفظ ہے **اقول** صراح شقاق خلاف و دشمنانگی کردن کذا فی ص و ق مجمع یعنی شقاق بعید ای معاداة و خلاف بعید[له] جواب یہ ہے کہ بجز ابوالقاسم کے کسی مفسر عربی یا فارسی یا اردو نے بلکہ خود سیوطی نے بھی اس لفظ کا ترجمہ گمراہی نہیں کیا اتقان کی عبارت پادری صاحب کی سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ جو روایت ابن عباس سے ہے وہ جو یبر نے صرف لفظ سطور کی نسبت لکھی ہے اور وہیں تمام ہو گئی اور یہ لفظ ابوالقاسم کے الفاظ میں سے ہے اور اُسنے اپنے معانی کی سند کسی سے بیان نہیں کی ۔ اور فرض کیا اگر کسی مفسر نے اسکا ترجمہ گمراہی کر دیا تو کیا خلاف کیا خلاف اور عداوت امر حق یا خلاف خدا و رسول عین گمراہی ہے ایسے مغالطات و نزاع لفظیہ عوام کے سامنے چل سکتے ہیں اہل علم کے سامنے نہیں چل سکتے **قوله** ۸۷ فقرہ نسا میں ہے ذلك ادنیٰ ان لا تعولوا لفظ تعولوا بمعنی تمیلوا یعنی جھکو غیر مانوس برخلاف فصاحت جرہم کی بولی ہے **اقول** سورہ نسا میں یہ عبارت نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ لا تعولوا کی خرابی کی ہے صراح عال المیزان فهو عائل ای مائل و منه قوله تعالیٰ ذلك ادنیٰ ان لا تعولوا قال مجاهد ان لا تمیلوا الا تجوروا و عال فی الحکم ای جار و مال و عالنی الشیء ای

[له] جلالین تمهی شقاق بعید خلاف طویل مجمع البحرین والمرشحین الخ ۱۲ بیضاوی لفی شقاق بعید عن الحق ۔ اور اولاد ورثہ والمؤمنین ۱۲ مدارک لفی شقاق لبعید خلاف بعید من الحق ۱۲ منہ ۔

غلبنی وہ الی الامر ای اشتد عول ایضاً زیادت کردن و برآوردن سہام فرائض کذا فی

ص وق مجمع و سہال الرجل یعولُ عولاً وعیالہ ای مال وجار ومنہ عول الفرائض

لان سہامہا اذا زادت دخلہا النقص شاہد یہ ہے عبداللہ بن الحارث

بن قیس المکی فی ارض حبشہ شعر انا تبعنا رسول اللہ واطرحوا ۞ قول النبی وعالوا

فی الموازین ۞ ۔ حضرت ابو طالب شعر بمیزان قسط لا یخس شعیرۃ ۞ لہ

شاہد من نفسہ غیر عائل ۞ کما فی السیرۃ ۔ حطان بن المعلی الحماسی شعر

وعالنی الدھر بوفر الغنی ۞ فلیس لی مال سوے عرضی ۞ قولہ ۸۸ سورۂ

اعراف میں ہے کان لم یغنوا فیھا لفظ یغنوا بمعنی تیمتعوا بموجب تفسیر جلالین کے خلاف

محاورہ اور خارج از فصاحت ہو گیا ہے اقول صراح غنی غنیۃ بالضمہ بے نیازی وغنی

بالمکان اقام بہ وغنی ای عاش کلہا بالکسر غناء بالمد والفتح فائدہ وسود غناء بالکسر والمد سرود

منی بالفتح جائے باہل وباشندگان مغنی فی مج کذا فی ص وق ۔ مجمع غنی بالمکان

یغنی وغنیانا قام مکانہ استغنی بذلک المکان عن غیرہ والمغانی المنازل

واصل الباب الغنی ای کانہم لم یقیموا بہا قط وقیل کان لم یعیشوا فیہا

مستغنین شاہد یہ ہے نابغہ شعر غنیت بذلک اذ ہم لک جیرۃ ۞ منہا بعطف

رسالۃ وتودد ۞ ۔ کما فی العقد ۔ ابن ابی جہم بن حذیفہ المکی نے چاہ زمزم کھودتے وقت

کہا ہے شعر وقد ما غنینا قبل ذلک حقبۃ ۞ ولا نستقی الا بخم او الحفر ۞

کما فی السیرۃ ۔ حاتم طائی شعر غنینا زماناً بالتصعلک والغنی ۞ وکلا سقانا بکاسیہما

الدھر ۞ فما زادنا بغیاً علی ذی قرابۃ ۞ غنانا ولا ازری باحسابنا الفقر ۞ کما فی

المجمع والصحاح والشرح الحماسہ بعد اسکے میں کہتا ہوں کہ اگرچہ اسکا ترجمہ لم تیمتعوا غلط نہیں

بطور حاصل مطلب کے ہر گز کسی تفسیر میں نہیں دیکھا گیا اکثروں نے لعلہم یفقہوا ترجمہ کیا ہے۔
اور جلالین پر جو اتہام کیا ہے سو معلوم نہیں کہ وہ کون سی جلالین ہے۔ اس جلالین متداول میں
لکنہ لعلہم یفقہوا ہے لعلہم یتعقوا نہیں ہے حق یہ ہے کہ قوت حافظہ کا تنگ پاور لیا صاحب کی رفاقت
کرے قولہ ۹۰ وہ سورہ انفال میں ہے فشرد بہم من خلفہم[۲] لفظ شرد بمعنی نکال
یعنی سزا دو خلاف قریش سے جو ہے کے گنواری طور پر بولا گیا ہے اقول صراح شرود و شراد رمیدن
ستور قافیۃ شرود و سائرۃ فی البلاد وشرد بہ یعنی راندن ومنہ قولہ تعالی فشرد بہم من خلفہم
ای فرق وبدد جمعہم تشریدا مریدا کذا فی صراح۔ تمنہ والتفریق
التفریق علی اضطراب ای فنکل بہم تنکیلا واثر فیہم تاثیرا لیشرد بہم من
بعدہم ونطردہم ویمنعہم من نقض العہد بان ینظروا فیہم فیعتبروا
کانہم الخ شاہد یہ ہے کعب بن مالک کے قصیدہ میں آتا ہے شعر فاما نثقف المشرکین
کانہم بدوا الخیل تثقفہم نعامہ شردہ اضرابہ الخطاب ... حضرت
حمزہ کے باب میں کہتا ہے شعر جواد ناب وقتل ولی صحابتہ ... فی النعام
الذ ذئب الشرح ... کما فی السیرۃ عبد مناف بن ربع الہذلی شعر حتی
اذا اسلکوہم فی قتائدۃ شلا کما تطرد الجمالۃ الشردا کما فی صحاح تشریدا
اصل معنے راندن ہیں اور تنکیل کے اصل معنی عقوبت کردن ہیں اور یہاں چونکہ نقض
عہد کے باعث کفار کو تشرید کا حکم فرمایا ہے اور دنیا کی سزا مقرر ہوئی تھی سو بعض
مفسرین نے بنظر اختصار حاصل مطلب بیان کر دیا ہے واضح رہے کہ یہ لفظ بھی منجملہ

۱؎ جلالین لعلہم یفقہوا ... بیضاوی ... [illegible]

۲؎ آیت کو نقل کیا ہے۔

یوم عصیب وعصیصب کانہ التف علی الناس بالشر او یکون التف
شرہ بعضہ ببعض شاہد بمعنی شدید شاعر **شعر** فانک ان لا ترض
بکر بن وائل ٭ یکن لک یوم بالعراق عصیب ٭ عدی بن زید
شعر وکنت لزاز خصمک لم اعرد ٭ وقد سلکوک فی یوم عصیب ٭
راجز **شعر** یوم عصیب یعصب الابطال ٭ عصب القوی
السلم الطوالا ٭ - کما فی المجمع + شاعر **شعر** ھم ضربوا قوانس
خیل حجر ٭ بجنب الردہ فی یوم عصیب + کما فی الاتقان عن ابن عباس
کیا یہ سب شعرا غیر فصیح تھے قولہ ۹۲ بقرہ بنی اسرائیل میں ہے جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا
لفظ لفیفا بمعنی جمیعًا کبھی حجاز کا فصیح نہیں بولا جرہم کا وحشی لفظ ہے اقول صراح لفف
لف پیچیدن لفیف گروہ مردم پراگندہ از ہر جائے قولہ تعالیٰ لَفِيفًا ای مجتمعین
مختلطین طعام لفیف اذا کان مخلوطا من جنسین فصاعدًا ویقال
کنا لفا ای مجتمعین کذا فی ص[له] وق + مجمع ولفیف مصدر قولک لففت
الشیٔ ای جمعتہ یقال لففتہٗ لفا ولفیفا ومن ذالک قولھم لففت
الجیوش ضربت بعضھا ببعض فاختلط الجمیع قال الزجاج اللفیف
الجماعات من قبائل شتی معناہ جئنا بکم من القبور الی الموقف
للحساب والجزاء مختلطین التف بعضکم ببعض لا یتعارفون ولا
ینحاز احد منکم الی قبیلتہ وقیل لفیفا ای جمیعا اولکم واخرکم عن ابن
عباس ومجاھد ٭ شاہد ہیں ابو اسامہ من اھل بدر **شعر** ومقدامکم

له - واللفیف ما اجتمع من الناس من قبائل شتی یقال جاؤا بلفھم ولفیفھم وقولہ تعالیٰ لفیفا ای مجتمعین مختلطین وقولھم کنا
لفا ای مجتمعین - ۱۲

اون الفاظ ثلاثہ میں سے ہیں جنکو ابوبکر واسطی نے الفاظ غریبہ قریش میں لکھا ہے اور معنی اسکے
ستتّ بہم لکھے ہیں معنی منتشر کرا و انکو یا تشہیر کر اونکو اور بیان ابوالقاسم نے اسکے معنی نکّل
لکھے ہیں اور جرہم کا لفظ لکھا ہے یہ دونوں عالم پادری صاحب کے مستند ہیں اور دونوں
کے ترجموں میں مختلف لفظ ہیں پس اسی جگہ سے پادری صاحب سمجھ لیں کہ ترجموں کے
اختلاف عبارت پر نظر کرنی چاہیئے بلکہ اصل لغوی معنی کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیا ہیں
اور درست ہوتے ہیں یا نہیں — اور پادری صاحب واسطی کے ترجمہ کا بھی شاہد طلب
کریں تو وہ بھی موجود ہے شعر اطوف فی النواطح کل یوم ؎ مخافۃ ان یشرد
بی حکیم ؎ + کما فی المجمع - قولہ ۰ وفقرہ ہود میں ہے ہم اراذلنا
بادِیَ الرای لفظ اراذلنا بمعنی سفلتنا قریش کی زبان نہیں جرہم کی بولی ہے اقول صراح رذل
ناکس و فرومایہ کذا فی منتخب عہ مجمع الرذال الخسیس الحقیر من کل شیء والجمع
الارذال ثم یجمع علی اراذل کقولک کلب و اکلب و اکالب ویجوز ان یکون
جمع الارذل فیکون مثل الاکابر جمع الاکبر اس لفظ کے معنی بجز سفلہ اور کمینہ اور ناکس
اور فرومایہ کے دوسرے معنی نہیں اسواسطے یہ کہنا کہ یہ لفظ اس معنی میں قریش کی زبان نہیں
محض غلط ہے قولہ ۱۰ وفقرہ ہود میں ہے ہٰذا یوم عصیب ۞ لفظ عصیب بمعنی شدید جرہم
کا وحشی لفظ ہے اقول صراح العصب بالفتح عصوب سخت گوشت و ایضاً گرسنہ
بلغۃ الہذیل و اعصوصب القوم ای اجتمعوا وصاروا عصائب و اعصوصب الیوم ای اشتد
ومنہ یوم عصیب و عصبصب ایضاً کذا فی منتخب مجمع والعصیب الشدید
فی الشر خاصۃ واصلہ من الشد یقال عصبتہ ای شددتہ وناقۃ عصوب

یعنی منتشر کر دو ان کو ۱۲ عہ الرذل والرذال محرکۃ الدون الخسیس الرذال من کل شیء ۱۲

لا یزدھینی[له] ٭ جنان اللیل والانس اللغیف ٭ ٭ ابو قیس بن الاسلت

فی اصحاب الفیل شعر فارسل من فوقھم حاصبا ٭ یلفھم مثل لفّ القزم ٭ ایضا

لبد جگہ خندق ٭ واختلاف مردم شعر آدب الناس اشیاء والمت ٭ ینعت

الصعب منھا بالذلول ٭ ۔ کما فی السیرۃ ٭ شاعر حماسی شعر ولماد محش

الکبنی صریمۃ تلفھم التھایم والنجود شارح کتا ہے تجمعھم الاغوار و

الانجاد قولہ ھا ۳۹ فقرہ بنی اسرائیل میں ہے مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا لفظ محسورا

بمعنی منقطعا قریش کی زبان نہیں گنواری زبان جرہم کی ہے منقطعا ہونا چاہیئے اقول

صراح حسر برہنہ کردن و ماندہ کردن حسور ماندہ شدن و فرو ماندن بینائی از دیدن و دور

محسور ماندہ و دریغ خوردہ محسور حسیر ایضا خیرہ چشم[که] کذا فی ص و ق ٭ مجمع واصل الحسر

الکشف من قولھم حسر عن ذراعہ یحسر حسرا اذا کشف والحسرۃ الغم

لانحسار ما فات ودابۃ حسیر اذا کلت لشدۃ السیر لانحسار قوتھا بالکلال

والمحسور المنقطع بہ لذھاب ما فی یدہ وانحسارہ عنہ ویقال حسرت الرجل

المسئلۃ اذا افنیت جمیع ما عندہ لا شاھد ہے ابو ذؤیب الھذلی شعران

العسیر بھا داء یخامرھا ٭ فشطرھا نظر العینین محسور ٭ ۔ کما فی المجمع وصحاح

علاوہ اسکے اس لغت کے چند معانی ہیں اور سب بیان سپلاں اور درست ہیں چنانچہ قتادہ

نے اسکا ترجمہ نادما ماجزا کیا ہے اور جناب امام صادق سے عریانا منقول ہے اور دریغ

دریغ خوردہ اندھسرا اور مغموم منقول ہے پھر ایک ہی ترجمہ پر اعتماد کرنا خلاف تحقیق بلکہ تعصب ہے

[له] ... یسنف والمجانی ظلمۃ اللیل والانس الغیث لجماعۃ الکثیر ... [illegible]

[که] ... [illegible]

قولہ صفحہ ۱۳۰ فقرہ وانبیا میں ہے وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ لفظ حدب بمعنی جانب غلط اور خلاف محاورہ قریش کے جرہم کا لفظ ہے اقول یہ لفظ حدب غلط ہے آیہ کریمہ اسطرح ہے وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ صراح حدب بالتحریک زمین بلند حداب بالکسر جمع ومنہ قولہ تعالیٰ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ حدبہ بفتحتین کوزی پشت وحدب علیہ وتحدب علیہ ای تعطف علیہ کذا فی ص وق مجمع الحدب الارتفاع من الارض بین الانخفاض والحدبۃ خروج الظہر جل احدب اس لفظ کے معنی جانب نہ کسی اہل لغت نے لکھے اور نہ کسی مفسر نے بلکہ خود سیوطی نے اتقان میں بروایت صحیحہ ابن عباس سے اسکے معنی شرف یعنی بلندی لکھے ہیں نہ معلوم کہ ابوالقاسم نے یہ معنی کہاں سے لکھدیے ہیں اگر خاص جرہم کا محاورہ ہوتا تو بھی اہل لغت لکھتے کیونکہ وہ بھی عرب ہیں مگر ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے بنظر تسہیل بطور حاصل مطلب معنی لکھدیے ہیں اور یہ لفظ ایسا عذب اور شیرین ہے کہ ہر معنی میں مستعمل ہے احدب وحدب اور محدب بمعنی کوزہ پشت فارسی کتابوں میں بھی موجود ہے اور شاہد بمعنی بلندی وارتفاع یہ ہے ادھم بن ابی الزعراء الجماسی شعر واسد ابغارۃ ذات حدب ٭ دجراجۃ لم تک بما یو تشب ٭۔

حداب بمعنی عطوف زہیر شعر حدب علی المولی الضریک اذا ٭ نابت علیہ نوائب الدہر قولہ ۹۵ فقرہ نور میں ہے یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ لفظ خلال بمعنی سحاب محمد صاحب نے غلط بولا ہے اگرچہ متاخرین نے معنی میں تحریف کی پر محقق کے سامنے نہیں چلتی اقول صراح خلل بفتحتین کشادگی درمیان دو چیز جمع ورخنہ بہما قولہ تعالیٰ فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ وقرئ من خللہ وھی فرج فی السحاب کذا فی ص وق مجمع[1] والخلال جمع الخلل وھو الفرجۃ مابین الشیئین اسی طرح جلالین وبیضاوی وغیرہ میں ہے صفیہ جنگ بدر میں اپنے باپ مسافر پر روتی ہے شعر

[1] والخلال جمع خلل وھو الفرجۃ بین الشیئین ... خلال جمع الخلل وھو الفرجۃ بین الشیئین والجمع خلال مثل جبل وجبال ...

الا یا امن لعین للتبکی ته دمعها فان له کغربی دالج یسقی خلال الغیث الدان له
وما لیث غریف ذو اظافیر واسنان له ابو شبلین وثاب شدید البطش
غرثان له حسان یوم فتح مکۃ شعر وکانت لایزال بها انیس له
خلال مروجها نعم وشاء - کما فی السیرۃ + اور تحریف کا جواب یہ ہے کہ خلال
کے معنی سحاب نہ کسی اہل لغت نے لکھے نہ کسی مفسر نے اور نہ کسی اہل علم کے گوش زد ہوئے
اور ابو القاسم نے بطور حاصل مطلب کے لکھدیئے ہیں کیونکہ جن خلل سحاب سے پانی برستا ہے
وہ خلل بھی بیچ سحاب میں ہوتے ہیں بلکہ درحقیقت عین سحاب ہوتے ہیں —— علاوہ اسکے
پادری صاحب نے اسقدر تو عقل کو کام فرما کر سوچا ہوتا کہ اگر خلال کے معنی سحاب ہوں تو آیت کے
معنی میں بڑا خلل پڑجاویگا دیکھو آیہ کریمہ یہ ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ
يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ظاہر ہے کہ بینہ
اور یجعلہ اور خلالہ کی ضمیریں لفظ سحاب کیطرف راجع ہیں پس اگر خلال کے معنی بھی سحاب
ہوں تو معنے یہ ہوں گے کہ دیکھے گا تو مینہ کو کہ نکلتا ہے سحاب کے سحاب سے اور یہ محض مہمل ہے
حق یہ ہے کہ ہرگاہ یہ معنی جوہری صاحب صحاح اور فیروزآبادی صاحب قاموس بلکہ کل جامعین
لغات اور کل مفسرین کو معلوم نہوئے اور پادری صاحب نے تحقیق تازہ سے پیدا کیے تو ایسے
ایسے محقق کے سامنے کسی کی چل سکتی ہے ہرگز نہیں چل سکتی بلکہ کسی اہل علم اور اہل عقل کی نہیں چلسکتی
قولہ ۹۷ فقرہ نور میں ہے فتری الودق لفظ ودق بھی یمنی مطر غلط بولا ہے قریش کی زبان نہیں
جو بھی بولی ہے اقول صراح ودق باران وباریدن کذا فی ص[لہ] وق جمع والودق المطر ودقت
السماء تدق ودقا اذا امطرت شاہد یہ ہے شلس شعر فلا مزنۃ ودقت ودقہا

لہ الودق: المطر ودق یدق ودقا ای قطر قال ابن عامر لو صحاح -

ولا ارض لم تبقل ابقالها۔ کما فی المجمع والصحاح۔ امرئ القیس شعر فادرکهن ثانیا من عنانه۔ کغیث العشی الاقهب المتودق۔ کما فی العقد قوله ۱۸۳ ، ۹ فقرہ شعراء میں ہے لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ لفظ شرذمہ بمعنی عصابہ قریش کی زبان نہیں گنواری لفظ ہے اقول صراح شرذمہ گروہی از مردم وپارہ ہر چیز ثوب شراذم قطع پاره پاره کذا فی ص[۱] و ق۔ مجمع والشرذمة العصبة الباقیة من عصب کثیرة وشرذمة کل شیئ بقیة القلیلة شاہد یہ را جز شعر جاء الشتاء وقمیصی اخلاق[۲] شراذم یضحک منه التواق۔ کما فی المجمع قوله ۱۲۸ ، ۹ فقرہ شعراء کے ۷ رکوع میں ہے بکل ریع آیة لفظ ریع بمعنی طریق قریشی زبان نہیں جنگلی بولی ہے اقول صراح ریع بالکسر زمین بلند ریاع جمع ومنه قوله تعالیٰ اتبنون بکل ریع آیة درآ کذا فی ص[۳] و ق۔ مجمع الریع الارتفاع من الارض وجمعه ارياع وريعة ومنه الریع فی الطعام وهو الارتفاع بالزيادة والنماء وقال ابو عبيدة الریع الطريق بين الجبلين في الارتفاع وقيل هو الفج الواسع جواب یہ ہے کہ یہاں اس لفظ کو دو معنی بیان ہوئے ہیں اول مکان مرتفع یعنی ہر بلندی جیسا کہ ابن عباس نے کہا ہے دوسرے طریق جیسا کہ کلبی اور ضحاک نے کہا ہے مگر معنی اول کو اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے چنانچہ خود سیوطی صاحب اتقان نے بھی معنی اول اختیار کئے ہیں بہرکیف یہاں دونوں معنی درست ہیں اور کسی معنی کی نسبت اہل لغت نے عدم فصاحت ظاہر نہیں کی بہرحال دونوں معنی میں یہ لفظ مانوس الاستعمال

---

[۱] الشرذمة الطائفة من الناس والقطعة من الشئ وثوب شراذم ای قطع ۱۲ [۲] الریع بالکسر المرتفع من الارض وقیل عبارة بها الجبل الواحدة ریعة والجمع ریاع ومنه قوله تعالیٰ والریع ایضا الطریق [۳] جلالین بکل ریع مکان مرتفع آیة بناء علما للمارة ۱۲ بیضاوی بکل ریع بکل مکان مرتفع ومنه ریع الارض لارتفاعها ۱۲ ۱۲ ۱۲

اور نصیبہ یر خشاہ یعنی ارتفاع و بلندی و مکان لہ منخول الرمة **شعر** طراوۃ التحوذ ا
مشرف فوق ریعة ہے ندی لیلة فی ریشة یترقرق ہے۔ کما فی المجمع
اور خشاہ یعنی طریق مسیب بن علس **شعر** ریح یلوح کانہ اسحل ہے شبہ ا
الطریق بثوب ابیض ہے کما فی الصحاح یہ شاعر جنگلی نہیں تھے اگر جنگلی ہوتے تو
جوہری وغیرہ ان کے اشعار کو سند میں نہ لاتے **قولہ** ۹۹ فقرہ یسٓ میں ہے
الی ربہم ینسلون لفظ ینسلون یعنی یخرجون اشرافوں کی زبان نہیں جو بی بولا ہے
اقول صراح نسل فرزند وزادن و پرانداختن مرغ افتادن آن رنجتن پشم شدہ از نسل
بغتیدن شیر کہ از پستان بے دوشیدن بیرون آید نسل نسلان جامہ از کتف افتادن و
شتاب دویدن کذا فی ص و ق[1] مجمع والنسول الخروج عن الملابس و نسل
ریش الطائر اذا سقط وقیل النسول الخروج باسراع مثل نسلان الذئب
شاہد ہے امرئ القیس **شعر** فان تک قد ساءتک منی خلیقة ؂ فسلی ثیابی
من ثیابک تنسل ہے کما فی المعلقة والمجمع ایضاً **شعر** تسلت عمایات الرجال عن الصبا
ولیس فوادی عن ہواہا بمنسل ہے کما فی المعلقة علاوہ اسکے طرفہ وغیرہ کے اشعار میں یہ لفظ موجود
ہے **قولہ** ۱۰۰ فقرہ صافات میں ہے شوبا من حمیم لفظ شوبا بمعنی مزاجا غلط اور
برخلاف زبان قریش کے بولا گیا ہے **اقول** صراح شوب آمیختن و فی المثل ہو یشوب و یروب
یضرب لمن یخلط فی القول او العمل ۔ کذا فی ص و ق مجمع والشوب
خلط الشیئ بما لیس منہ و ہو شر منہ اگرچہ بعد مثل کے شعر کی حاجت نہیں

---

[1] نسل فی العدو نسل نسیلا و نسلانا ای اسرع ۱۲ صحاح [2] خطاب کتاب ہے ای ساءتک خلق من اخلاقی فاخرجی ثیابی من ثیابک تنسل
ای ردی علی قلبی فارقی الثیاب الملبوسة و کنی ثیابا عن الثیاب من قلبک ای فارقینی و فوادی عن
ہواک لیس بخارج ۱۲۔

کیونکہ نثر شعر سے بھی زیادہ مشہور و فصیح ہوتی ہے مگر شعر بھی لکھے دیتا ہوں حسان ہذیل
کی ہجو کرتا ہے **شعر** فلا واللہ لا تدری ہذیل ۔ اصاف ماء زمزم ام مشوب ۔
شاعر **شعر** و اعلم بانك قد جعلت وليجة ۔ ساقوا اليك الحتف غير مشوب ۔
کما فی السیرۃ ۔ امیۃ بن ابی الصلت **شعر** تلك المكارم لا قعبان من لبن ۔ شیبا
بماء فعادا بعد ابوالا ۔ کما فی السیرۃ والمجمع **مصرعه** وماء قد ورد فی القصائد
مشیب ۔ کما فی الصحاح **قولها** ۱۰۱ فقرہ ذاریات میں ہے والسماء ذات الحبک
لفظ حبک بمعنی طرائق خلاف محاورہ وحشی زبان ہے **اقول** صراح حبک حباک بالکسر
جبیکہ راہ در ریگ تودہ و شکن آب و زرہ و موی مجعد کذا فی ص و ق مج والحبك الطرائق
التی تجری علی الشیئ کالطرائق التی تری فی السماء و فی الصافی من الماء
اذا مرت علیه الریح وهو تکسر جاد فیه و یقال للشعر الجعد حبك والواحد
حباك وحبيكة والحباك حسن اثر الصنعة فی الشیئ واستوائه یقال حبکه
یحبکه شاہد زہیر **شعر** مکلل باصول النبت تنسجه ۔ ریح خریق لضاحی
مائه حبك ۔ ایضا **شعر** هم يضربون حبيك البيض اذ لحقوا ۔ لا ينكصون
اذا ما استلحموا وحموا ۔ امرئ القیس **شعر** مكللة حمراء ذات اسرة ۔
لها حبك كانها من وصائل ۔ کما فی العقد والمجمع چونکہ آسمان میں بھی اسی قسم کے
طرائق معلوم ہوتے ہیں اسواسطے اللہ نے بھی حبک فرمایا ہے **قولها** ۱۰۲ فقرہ حدیدیہ
فضرب بینهم بسور لفظ سور بمعنی حائط غلط اور قریش کی زبان نہیں جرہم کا محاورہ ہے
اقول صراح سور بالضم پارہ شہر اسود سیران جمع کذا فی ص ق مجمع

له السور حائط المدينة وجمعه اسوار وسيران ۱۲ صحاح

سور وهو حائط بين الجنة والنار عن قتادة وقيل هو سور على الحقيقة لصاحب شاهد كعب بن مالك يوم الطائف شعر وانا قد اتيناهم بزحف يحيط بسور حصنهم صفوفا كما فى السيرة –

علاوہ ازین یہ لفظ احادیث میں بھی موجود ہے اس سے ثابت ہے کہ یہ قریش کا روزمرہ تھا اور انحضرت صلعم کی اصلی زبان تھی قولہ ۱۰۳ فقرہ بقر میں ہے لا شیة فیها لفظ شیة لا وضح قریش کی بولی نہیں جرہم کا لغت وحشی ہے یا ازدشنوءہ کی بولی ہے اقول صراح وشی شیة بالکسر والتخفیف نشان ولون مخالف کل اعضاے اسپ وجزآن والہاء عوض من الواو مثل عدة قولہ تعالى لا شية فيها اى ليس فيها لون يخالف سائر لونها وشی شیة نگار کردن جامہ ودروغ گفتن وآراستن سخن بدروغ کذا فی ص وق – مجمع الشية اللون فى الشئ يخالف عامة لونه والوشي خلط اللون باللون ولا شية فيها اى لا وضح فيها يخالف لون جلدها ويقال وشيت الثوب ومنه قيل لمن يسعى بالرجل الى السلطان واش لكذبه عليه عنده وكذبه بالاباطيل ويقال منه وشيت به وشاية – قال كعب بن زهير شعر تسعى الوشاة جنبيها وقولهم انك يا ابن ابى سلمى لمقتول دیکھو کلام عرب کی توسع اور اصلی معنی اور محاورہ کے فرق کو کہ ابتدا میں لفظ کے اصلی معنی صرف اسقدر تھے کہ جو رنگ کل اعضاء کے رنگ کے مخالف اور مخلوط ہو اوسکو کہتے تھے اور پھر سہتے سہتے چغل خور کو بھی کہنے لگے کیونکہ وہ بھی جھوٹ کو سچ میں خلط کرتا ہے اور بات کو آراستہ کرتا ہے اور رنگتا ہے باوجود اس توسع کے پادری صاحب تہجل کے اختلاف الفاظ کے سبب قرآن پر

۱؎ ۔ وشی کل لون یخالف معظم لون الفرس وغیرہ والجمع شیات ... وقولہ لا شیة فیها ای لیس فیها لون یخالف سائر لونها ... صحاح

نزاع لفظی کرتے ہیں اور عوام کو بہکاتے ہیں کہ فلاں مترجم نے یہ لفظ لکھا ہے اور فلاں نے یہ لفظ حالانکہ مآل اور حاصل دونوں ترجموں کا ایک ہوتا ہے اور اگرچہ شاہد اس کا مجمع البیان کا شعر کافی ہے مگر میں خاص بیسے اشعار لکھتا ہوں جنمیں وشی بمعنی لون ونگار کردن ہے امرئ القیس **شعر** ذعرت بها سربًا نقیا جلودہ * واکرعہ وشی البرود من الخال * نابغۃ **شعر** من وحش ایلۃ موشی اکارعہ * طاوی المصیر کسیف الصیقل الفرد * - کما فی العقد * مرحب بن شائس الخیبری فی غزوۃ خیبر **شعر** انا اناس ولدتنا عبہرۃ * لباسنا الوشی وریط حبرۃ * کما فی التحفۃ * شاعر حماسی **شعر** علی نغانغ سالت فی ملاعمہا * کثیرۃ الوشی فی لین وترقیق **قولہ** ۱۰۰ سورۂ آل عمران میں ہے والکاظمین الغیظ لفظ کاظمین بمعنی نکوہیدن غلط اور بے محاورہ ہے قریش کی زبان نہیں **اقول** صراح کظم خشم فروخوردن رجل کظیم فروخورندہ غیظ مکظوم فروخوردہ وکظوم بالضم خاموش بودن قوم کظم ای ساکتون کذا فی ص وق[له] مجمع اصل الکظم شد راس القربۃ عن ملئہا تقول کظمت القربۃ اذا ملأتہا ماء ثم شددت راسہا وفلان کظیم ومکظوم اذا کان ممتلیًا حزنا وکذلک اذا کان ممتلیًا غضبا[۲] لم ینتقم و کظم البعیر اذا لم یجترع الکظامۃ وھی القناۃ التی تجری تحت الارض سمیت بذلک لامتلائہا تحت الارض ویقال اخذ بکظمہ ای مجری نفسہ لانہ موضع الامتلاء بالنفس کتب لغت سے ظاہر ہے کہ کظم کی اصل معنی کرب نہیں ہیں۔

له کظم غیظہ کظما اجترعہ فہو کظیم والغیظ مکظوم والکظوم السکوت وکظم البعیر یکظم اذا امسک عن الجرۃ فہو کاظم وقوم کظم ای ساکتون صحاح [له] والفرق بین الغیظ والغضب ان الغضب ضد الرضا وھو ارادۃ العقاب المستحق بالمعاصی ولیس کذلک الغیظ وھو ہیجان الطبع بتکرہ ما یکون من المعاصی ولذلک یقال غضب اللہ علی الکفار ولا یقال اغتاظ منہم ۱۲

مگر ہاں چونکہ انتقام لینے سے شفائے غیظ اور طبیعت کو تسکین ہو جاتی ہے اور
عدم انتقام سے طبیعت میں رنج و حزن بھرا رہتا ہے اور اس سبب سے قلق اور
کرب رہتا ہے لہذا اگر کسی مترجم نے اس لفظ مرکب یعنے الکاظمین الغیظ کا ترجمہ مکر جیز
کر دیا تو جائے اعتراض نہیں + ہر دفعہ کہدیا کہ ترجموں کے اختلاف لفظی پر
نزاع لفظی کرنا محض عوام فریبی اور مغالطہ ہے شاہد یہ ابن دمنیة الحماسی
شعر وانت التی احفظت قومی فکلھم ٭ بعید الرضا دانی الصدود کظیم
شارح کہتا ہے ای ممتلی الجوف من الغضب یقال کظم غیظہ اذا اجترعہ ویقال
للمحزون انه لمکظوم وکظیم اور حضرت عبد المطلب کا یہ قول مشہور ہے وله فخر
یکظم علیه ای لا یبدیه ویظهره وهو حسبه - کذا فی النهایة لابن اثیر
اور یہ لفظ ایسا شیریں ہے کہ فصحا اسکو ہر ایک معنی میں بولتے تھے چنانچہ عجاج
نے بمعنی ساکتون بولا ہے **شعر** ورب اسراب حجیج کظم ٭ عن اللغا ورفث التکلم
کما فی الصحاح **قولہ** ص ١٠٥ فقرہ ماتریں سے الا من غسلین
لفظ غسلین بمعنی الحار الذی لا یتناهی حرہ غلط اور زبان قریش کے برخلاف از
دشنوہ کی زبان ہے **اقول** صراح غسل بالکسر سر شستنی چون خطمی وگل و مانند آن
ومنہ غسلین وهو ماء الغسل من لحوم اهل النار ودمائهم صراح
میں ہے والغسل بالکسر ما یغسل به الراس من خطمی وغیره. قال
الاخفش ومنه الغسلین وهو ماء الغسل من لحوم اهل النار ودمائهم وزید فیه
الیاء والنون + قاموس میں ہے والغسلین بالکسر ما یغسل من الثوب
ونحوہ کالغسالة وما یسیل من جلود اهل النار والشدید الحر و شجرا

فی النار + مجمع والغسلین الصدید الذی ینغسل بسیلانہ من ابدان
اھل النار و وزنہ فعلین من الغسل چلایین ین سے من غسلین صدید اھل النار
او شجر فیہا ـ بیضاوی غسالۃ اھل النار و صدیدھم فعلین من الغسل
ـــ نہایۃ الغسلین ھو ماء الغسل من لحوم اھل النار و صدیدھم
والیاء والنون فیہ زائدتان جواب یہ ہے کہ یہ لفظ غسل سے مشتق ہے جو اہل حجاز اور تمام فصحاے
عرب کا محاورہ ہے اگر اسکا اشتقاق خلاف قیاس لغت عرب ہو تو معترض اسکو بیان کرے
اور جو معنی کہ ابو القاسم نے لکھے ہیں ظاہرا وہ معنی باعتبار اصل باب کے مرادی ہیں کیونکہ
جو ریم و خون وغیرہ اہل جہنم کے بدن سے جاری ہوگا وہ بھی نہایت گرم ہوگا اور اصل معنی
لغوی کے مجازی ہونے میں معترض کو بھی کلام نہوگا کیونکہ وہ نہایت مستعمل اور مشہور لفظ
ہے مگر اوس شعر کو جو ابن الاعرابی نے لفظ غسل کی سند میں پڑھا ہے لکھے دیتا ہوں **شعر**
فیا لیل ان الغسل ما دمت ایماً ٭ علی حرام لا یمسنی الغسل ٭ ای لا اجامع
غیرھا فاحتاج الی الغسل طمعاً فی تزویجھا ـ کما فی الصحاح بہر کیف اعتراض
واہیات ہے **قولہ** ۱۰۲ فقرہ مدثر میں ہے لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ای حراقۃ للبشر لفظ
لواحۃ بمعنی حراقۃ قریش کی زبان نہیں افسوس استنے الفاظ خود اہل اسلام کے علماء کبار
کے اقرار سے غیر فصیح قرآن میں موجود ہیں پھر بھی مسلمان لوگ قرآن کو فصیح کہنے سے باز
نہیں آتے شاید پیار کے سبب فصیح کہتے ہونگے **اقول** صراح تلویح سوختن آفتاب
رنگ روی را و برنگ دادن جامہ را و گرم گردانیدن بآتش کذا فی ص وق[1] مجمع و
التلویح تغییر اللون الی الاحمرار و لوحتہ الشمس تلویحاً فھی لواحۃ علی المبالغۃ

---

[1] لوحتہ الشمس غیرتہ و لوحت الشئی بالنار احمیتہ ۱۲ صحاح ـ

جو ترجمہ پادری صاحب نے کیا ہے وہ لفظی ترجمہ نہیں ہے اور اسی باعث ہر ایک مفسر نے مختلف لفظوں سے ترجمہ کیا ہے بلکہ حاصل مطلب ہے اور یہ لفظ ایسا فصیح اور عذب ہے کہ تمام فصحائے عرب اس لفظ کو اس معنی میں بولتے تھے پس بفرض محال اگر یہ قریش کا محاورہ نہو تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ فصاحت قریش کے بولنے پر منحصر نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو کتب فصاحت میں اسکا بیان ہوتا اور اہل لغت غیر قریش کے اشعار سے استشہاد نکرتے شماخ شعر

وکانہ قد لوحتہ مجاوع ؕ علی انہ ذو مرۃ صادق النھض ؕ (کما فی الصحاح ۱۲)

کما فی المجمع شارح کتاہر لوحتہ ای غیرتہ ۔ طرماح[۱] شعر

عقاب عقبناۃ کان وظیفھا ؕ وخرطومھا الاعلی بنار ملوح ؕ کما فی الصحاح

اور بعد اسکے جو پادری صاحب نے افسوس کر کے ایک فقرہ لکھا ہے اوسکا اصل جواب پہلے شروع میں مذکور ہو چکا کہ یہ گمان فاسد اصحاب رسول اللہ صلعم کی نسبت کیونکر ہو سکتا ہے وے تو پیشتر کافر تھے اور حالت کفر میں اونھوں نے قرآن کو جانچا اور فصیح سمجھا اور دلوں بحکم حمیت جاہلیت اور حسد اور طمع اونکو قرآن کے پیار کرنے کی مانع رہی پادری صاحب کو یوں لکھنا چاہیئے تھا کہ قرآن ایسا فصیح ہے کہ جسکو لوگ باوجود عناد کے بھی فصیح بلکہ سحر کہتے تھے یہ مسئلہ تثلیث نہیں کہ جسکے معتقد بغیر سمجھے ہوئے اسکو جھوٹا پیار کرتے ہیں قولہ ۱۰۷ فقرہ بقرہ میں ہے لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ لفظ رفث بمعنی جماع کوئی فصیح آدمی نہیں بولتا مذہج کی گنواری زبان ہے اقول مراد رفث لغتین جماع و فحش گفتن و سخن زنان در جماع کذا فی ص و ق[۲] مجمع الرفث الجماع ھنا بلا خلاف وقیل

---

۱ ۔ یہ شاعر آنحضرت کا ہمعصر تھا حضرت عمر کی خلافت میں موجود اور نہایت مشہور اور مستند تھا ۱۲ ۔

۲ ۔ الرفث الجماع والرفث ایضا الفحش من القول وکلام النساء فی الجماع یقال منہ رفث الرجل وارفث ۱۲ صحاح ۔

اصلہ القول الفاحش فکنی بہ عن الجماع قال الاخفش انما عدی بہ الی فی الآیۃ لانہ بمعنی الافضاء شاہد فصاحت لغطیہ عجاج شعر ورب اسراب حجیج کظم عن اللغا ورفث التکلم ۔ کما فی المجمع والصحاح جواب یہ ہے کہ یہاں رفث بمعنی جماع نہیں بلکہ ہوا فق استعمال قریش کے بمعنی سخن زنان ہے۔ ہاں بطریق کنایہ مراد اس سے جماع ہے۔ اور یہ لفظ نہایت شیرین ہے۔ اگر یہاں کنایہ نہوا و ربمعنی جماع فرمایا ہو تو بھی کچھ قباحت نہیں کیونکہ مذحج قبیلہ مالک و طی میں سے ہے اور خاص عرب العربا اور معتبر اللسان ہے اس قبیلہ میں بڑے بڑے نامی گرامی مثل حاتم وغیرہ کے گذرے ہیں قولہا ۱۰۸ فقرہ نسا میں ہے علی کل شیئ مقیتا لفظ مقیتا بمعنی مقتدر اغلط اور مذحج کا محاورہ ہے اقول مراج قوت قیاتہ خورش وادن یقال قات اہلہ والاسم قوت بالضم وھی ما یقوم بہ بدن الانسان من الطعام واقات علیہ ای قدر مقیت توانا بقوت دادن ومنہ قولہ تعالیٰ علی کل شیئ مقیتا ونگاہ دارندہ وگواہ کذا فی ص وفی مجمع والمقیت اصلہ من القوت فانہ یقویہ قوتا اذا اعطاہ ما یمسکہ بہ رمقہ والمقیت المقتدر لاقتدارہ علی ذلک واقات یقیت اقاتۃ شاہد یہ ہے زبیر بن عبد المطلب عم رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم شعر وذی ضغن کففت النفس عنہ ؛ و کنت علی مسائتہ مقیتا ۔ کما فی المجمع اس سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ قریش میں مستعمل تھا گو قبل فاسلی غریب ہوا ور غریب ہو تا مخل فصاحت نہیں بشرطیکہ فی نفسہ شیرین ہو یعنی "تلفظ میں ثقیل نہو اور سماعت میں مکروہ نہو اور اس لفظ میں اس قسم کا کوئی عیب نہیں ۔ بس پادری صاحب اگر کتب موجودہ علم فصاحت کے موافق اعتراض کرنا چاہتے ہیں تو اس لفظ بلکہ کل لفظوں کی غیر فصاحت کو کتب علم فصاحت سے ثابت کریں ورنہ دماغ سوزی

بیکار ہی قولہ ۹۔ فقرہ رعد مین ہی بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ظاہر معنی کذب قریش کی زبان نہیں غلط ہی مدرج کے گنوار بولتے ہین اقول یہ اعتراض ایسا پوچ بیہودہ ہی کہ جسکے دیکھنے سے نہایت ہنسی آتی ہی اور چونکہ بغیر لکھنے تمام آیت کے ناظرین کو میرے دعوے کا لطف نہ اٹھے گا لہذا پوری آیت کو لکھتا ہون أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ یہان لفظ ظاہر کے وہی معنی ہین جو لغت مین ہی لیکن چونکہ قول ظاہری اوپر سری باتین بے اصل اور جھوٹی ہوا کرتی ہیں اس سبب اگر کسی مترجم نے اسکا ترجمہ جھوٹی باتین کر دیا تو کچھ بیجا نہین یہ مدرج کا یا کسی اور کا محاورہ نہیں کہلائیگا بلکہ یہ محاورہ ایسا شائع ہی کہ ہماری ہندوستان مین بھی جھوٹی اور بے اصل بات کرنے والے سے کہتے ہیں کہ تمھاری یہ سب باتین ظاہری ہیں اصل کچھ اور ہی قولہ ۱۰۔ فقرہ کہف میں ہی ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لفظ وصید بمعنی قرب الکہف غلط اور بے محاورہ ہی مدرج کی زبان ہی اقول صراح وصید آستان اوصدت الباب واصدته اغلقته واوصد الباب مجہولا فہو موصد و وصیدہ خیرہ از سنگ بجہت ستور کذا فی ص و ق مجمع والوصید من اوصدت الباب ای اغلقته وجمعه وصائد ویقال وصید واصید مثل وصدت واصدت معناه بالوصید ای بفناء الکہف عن ابن عباس ومجاہد وقتادة

لہ خلاصہ مطلب یہ ہی کہ اے مشرکو جو کوئی ہر نفس کے اعمال پر قادر ہی [illegible] شریک ٹھہراتے ہو [illegible] ان تینوں کو [illegible] حقیقت [illegible] خدا کا [illegible] فلان فلان شریک ہی [illegible] اسباب کو [illegible] حقیقت کچھ نہیں [illegible] خیالات فاسد خوب [illegible] ۱۲ منہ

وقیل بالباب وقیل بباب الفجوۃ او فناء الفجوۃ لا بباب الکہف لان الکفار خرجوا الی باب الکہف ثم انصرفوا وقیل الوصید عتبۃ الدار اہ پادریصاحب کہتے ہیں کہ وصید کے معنی فناء الکہف ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ خود لفظ فناء کے کیا معنی ہیں۔ صحاح میں ہے الوصید الفناء و صاحب صراح نے یہاں فناء کا ترجمہ آستان کیا ہے اور لفظ فناء کی ذیل میں لکھا ہے فناء بالکسر والمد گرداگرد وقیل فناء الدار۔ اور صاحب قاموس لکھتا ہے وفناء الدار ککساء ما اتسع من امامہا بر حال وصید کے معنی عتبۃ الدار یعنی آستان ہیں جیسطرح عطاء سے روایت ہے اور یہ آستانہ اُس حجرہ اور فرجہ کا تھا جو اندر کہف کے غار در غار تھا کیونکہ حرف من سے جو تجزیہ اور تبعیض کے واسطے بھی آتا ہے صاف ظاہر ہے کہ اس غار میں اندر فرجات اور چھوٹے چھوٹے غار اور بھی تھے اور اصحاب کہف ایسی جگہ میں بیٹھے تھے کہ وہ مقام اُس غار میں علیحدہ سا تھا اور بسبب تنگی غار اندرونی کے کتا دروازہ میں بیٹھا ہوگا جسطرح کتوں کی عادت ہوتی ہے کہ آدمیوں سے کچھ علیحدہ بیٹھتا ہے اور اگر غار کے اندر فرجات نہوتے تو یہ لوگ محفوظ نہ رہ سکتے تھے کہ واسطے کہ بعد تجسس و تلاش ہو جانے کے ایک شخص نے اُس غار کو مویشی خانہ بنا لیا تھا۔

اور اگر وصید بمعنی ساحۃ الدار یعنی صحن ہو تو لفظ باسط کا صلہ حرف بائے مناسب نہوتا بلکہ عبارت اسطرح ہوتی وکلبہم باسط ذراعیہ فی الوصید۔ شاہد وصید بمعنی آستان و دروازہ یہ ہے عبید بن وہب شعر بارض فلاۃ لا یسد وصیدہا۔ علی ومعروفی بہا غیر منکر۔ کما فی السیرۃ والعقد والجمع شعر تحن الی اجبال مکۃ ناقتی۔ ومن دونہا ابواب صنعاء موصدۃ۔ کما فی الاتقان عن ابن عباس شاعر خثعمی حماسی شعر من کل فیاض الیدین اذا غدت۔ نکباء تلوی

بالكنيف الموصد ۔ شارح کہتا ہے الكنيف الحظيرة من الشجر والموصد
الذی جعل له اصاد اصاد احكاما له والاصاد عتبة الدار وقيل الوصيد الفناء
۔ اہل فہم اور سخن شناسوں نے لفظ وصید کے لطف کو سمجھ لیا ہوگا کہ یہاں جو عتبہ نہ فرمایا گیا
وجہ یہ کہ عتبہ بلدی کے مکانات اور عمارات کی آستان کو بولتے ہیں اور جنگل کی جھونپڑیوں کی
ٹٹی کو یا غار کے فرضی اور قدرتی دروازہ کو وصید بولتے ہیں نہ عتبہ ایسا لفظ بجز اہل زبان
کے دوسرا نہیں بول سکتا گویا کہ غار کی اور تمام اصحاب کہف کی تصویر کھینچ دی تو اور یہی کام
تمام بلاغت ہے جو مقتضائے حال کے موافق ہو قولہ ۱۱۱ فقرہ کہف میں ہے اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا
لفظ حقبا بمعنی دہر قریش کی زبان نہیں مذحج کی بولی ہے اقول صراح حقب بالضم ہشتاد سال
وقیل اکثر من ذالک حقب بالکسر سالہا حقب جمع حقب بفتحتین رند گار و منہ قوله تعالى او
امضی حقبا و قوله لابثين فيها احقابا كذا فی ص و ق + مجمع الحقب
الدهر والزمان وجمعه احقاب قال الزجاج الحقب ثمانون
سنة شاہد ہے امرئ القيس شعر فان تنأ عنها حقبة لا تلاقها +
فانك مما احدثت بالمجرب + كما فی العقد ۔ عبد الله الزبعرى
جنگ خندق میں کہتا ہے شعر حى الديار محا معارف رسمها + طول البلى
وتراوح الاحقاب + ۔ كما فی السيرة + ۔ مرة بن محكان التميمى الحماسى
شعر وقلت لما غدوا اوصى قعيدتنا + غدى بنيك فلن تلقيهم
حقبا + قوله ۱۱۲ فقرہ نون میں ہے سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ خرطوم ہاتھی کی سونڈ کو کہتے ہیں
آدمی کی ناک کو کوئی فصیح ادبا شراف خرطوم نہیں کہتا بلکہ انف بولتے ہیں یا آیت فصیح نہیں
گنده محاوره مذحج کا ہے اقول صراح خرطوم بالضم بینی وخرخراطیم القوم مہتران قوم خرطوم ودشہ

خشم ناک ویقال لجشم بن الخزرج وعوف بن الخزرج خرطومان - کذا فی ص وق
بمح والخرطومان تامن الانف وھو الذی یقع بہ الشم ومنہ قیل
خرطوم الفیل وخرطمہ اذا قطع انفہ + کتب لغت اور اشعار عرب سے یہ حصر
ثابت نہیں کہ سونڈ کو ہمیشہ خرطوم کہیں انف نہ کہیں اور نہ یہ تخصیص ثابت ہے کہ خرطوم
بجز سونڈ کے کسی اور حیوان کی ناک کو نہ کہیں بلکہ خود لغت سے ظاہر ہے کہ خرطوم آدمی کی
ناک کو بھی بولتے ہیں چنانچہ خراطیم القوم سرکشان وسرداران قوم کو کہتے ہیں اور جشم اور
عوف ان دو قبیلوں کو خراطیم کہتے تھے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وے ناک کیطرح سب سے
متقدم رہنا چاہتے تھے بلکہ وحوش وطیور کی ناک اور چونچ کو بھی خرطوم کہتے ہیں —
ذوالرمہ ہرن کے بچہ کی تعریف کرتا ہے شعر کانہ بالضحیٰ ترمی الصعید بہٖ
دبابۃ فی عظام الراس خرطوم ؎ - کما فی السیرۃ + امرء القیس
ایک جانور کے حال میں کہتا ہے شعر کانہا القوۃ طلوب ؎ کان خرطومہا منشال
کما فی العقد + طرماح شعر عقاب عقبناۃ کان وظیفھا ؎ وخرطومھا
الاعلیٰ بنار ملوح ؎ - کما فی الصحاح + ابوقیس الصیفی بن الاسلت
جو کہ شب و روز قریش میں رہتا تھا اصحاب فیل کی مذمت میں کہتا ہے شعر
محاجنھم تحت اقرابھم ؎ وقد شرموا انف المخرم ؎ دیکھو سونڈ کو انف کہا ہے
خرطوم نہیں کہا علاوہ ازیں ہمنے فرض کیا کہ خرطوم محض سونڈ کو کہتے ہیں پس بنا بر اس فرض
کے ہم اوسکو کنایہ کہتے ہیں اور فائدہ اس کنایہ سے یہ ہے کہ قریش کی تذلیل اور استہزا
منظور ہے کیونکہ وے بڑے سرکش اور متکبر اور عزت طلب تھے اور اپنی دولت کے سبب
آنحضرت صلعم کی پیروی نکرتے تھے پس ان فیل سیرتوں اور خراطیم القوم کے واسطے جیسا کہ

یہ لفظ موزوں ودرجستہ تھا دوسرا لفظ ہرگز دیتا یہ کمال بلاغت ہے قولہ تعالیٰ س۱۴ ۱۱ فقرہ نحل
میں ہے شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ لفظ تسیمون بمعنی ترعون غلط اور حجازی زبان نہیں ۔
اقول مراد سوم چریدن سائم سائر نعت سوائم اسامہ بعلف بردن وآوردن ستور را
قولہ تعالیٰ فِيهِ تُسِيمُونَ کذا فی ص و ق ۔ جمع تسیمون من الاسامة یقال
اسمت الابل اذا رعیتها واطلقتها فترعی متصرفة حیث شاءت وسامت
هی اذا رعت وهی تسوم وابل سائمة ویقال سمتها اذا اقتصرتها علی
مرعی بعینه وسمتها الخسف اذا ترکتها علی غیر مرعی ومنه قیل سیم
فلان خسفا اذا ذل واهتضم شاہد ہے اعشی شعر ومشی القوم بالعماد
الی الدرحاء ۔ واعیی المسیم این المساق ۔ کما فی الاتقان ۔ کمیت
شعر راعیا کان مسجحا ففقدناه ۔ وفقد المسیم هلاك السوام ۔ کما فی
مجمع السائغ پادری صاحب سے سورہ کے نام میں بھی غلطی ہوئی ہے یہ آیت سورۂ
نحل میں ہے قولہ تعالیٰ س۲۶ ۱۱ فقرہ قاف میں ہے فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَرِيجٍ لفظ مریج بمعنی منتشر
بنی خثعم کا گنواری لفظ ہے قریش کی زبان نہیں اقول مراد مرج چراگاہ و بچرا گذاشتن
ستور را مرج بالتحریک جنبیدن خاتم در انگشت یقال مرج الخاتم ای قلق ومرج
الدین والامر ای اختلط واضطرب ومرجت امانات الناس اے
فسدت ومنه الهرج والمرج وهما الاضطراب امر مریج ای مختلط کذا
فی ص و ق ۔ جمع والمریج المختلط الملتبس واصله ارسال الشیء مع غیره
اس لفظ کے معنی منتشر نہیں بلکہ مختلط ہیں شاہد یہ ہے شعر فجالت وتمست به
حشاها ۔ فخر کانه غصن مریج ۔ ای قد التبس بکثرة شعبه

کما فی المجمع وکلا تقان[له] + ابو داؤد شعر مریح الدھن فاعل ت له بمعنی
الحارث محبولۃ الکتن ؟ - کما فی الصحاح + پادری صاحب نے لفظ
ختم کو خشو یعنی شین منقوطہ سے لکھا ہے یہ غلط ہے بلکہ بجائے شین ثا رفتحہ چاہیئے اجدیہ
قبیلہ مدینہ کے قریب رہتا تھا حجازی تھا اور عرب العربا اور معتبر اللسان تھا اگر یہ لفظ خاص
اسی قبیلہ کا ہے تو بھی کچھ قادح فصاحت نہیں قولہ ہلا فقرہ سورۂ تحریم میں ہے ان تتوبا الی اللہ
فقد صغت قلوبکما محمد صاحب اپنی دونوں عورتوں یعنی حفصہ اور عائشہ سے کہتے ہیں یعنی
اُسوقت کہ ماریہ قبطیہ سے محمد صاحب نے صحبت کی تھی اور اسکا جھگڑا گھر میں اٹھا تھا اب
یوں کہتے ہیں اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو اللہ کی طرف اس فساد کے اوٹھانے سے تو تمہارے[عه]
دل جھکے جاتے ہیں پس لفظ صغت بمعنی مالت غلط اور وحشی لفظ بنی خثعم کا ہے قریش کی
زبان نہیں اقول صراح صغو میل کردن یقال صغت النجوم اذا مالت للغروب
وصغاہ معک ای میلہ الیک اصغاء گوش داون بسخن کسی اصغی الیہ او امال بسمعہ
وکج کردن خنور را بوقت ریختن یقال اصغت الاناء ای املتہ ویقال ھو
مصغی اناؤہ اذا نقص حقہ واصغت الناقۃ اذا امالت راسھا
الی الرجل کذا فی ص وق + مجمع قد صغت ای مالت وقیل معناہ ضاقت
عن سبیل الاستقامۃ وعدلت عن الثواب الی ما یوجب الاثم
کتب لغت سے ظاہر ہے کہ صغو کے معنی بجز میل کرنے کے اور کچھ نہیں اور اصغاء کے

له - اتقان میں مسرفا ول یوں ہے فسراغت فاستقلت بنا خشاھا حسنہ

عه - پادری صاحب نے ترجمہ غلط کیا ہے کیونکہ فقد صغت جزا نہیں ہے الحمد وف ہے اور شرط میں حرف ان کے
آنے سے اور حذف جزا میں عجب نکتہ اور بلاغت ہے جو متقان علم کی زبان پر مخفی نہیں ۱۲ + ۱۲ ف

سننے بھی گوش دادن یعنی اسیواسطے ہین کہ آدمی دوسرے کی بات کیطرف کان کو میل دیتا ہو یعنی جھکاتا ہے اور چونکہ ظرف کے مائل یعنے کج ہوجانے سے اوسکے اندر کی چیز گرجاتی ہو اسواسطے مصغی اناء بمعنی صاحب نقصان عرب میں مثل کے طور پر بولا جاتا ہے پس اگر معنی پر اعتراض ہے تو محض جہالت ہے کیا معنی کہ اس لفظ کے دوسرے معنی نہین اگر ممکن ہو تو پادریصاحب فرمادین کہ اہل حجاز اس لفظ کو فلان معنی مین بولتے تھے اور اگر لفظ پر اعتراض ہو کہ سواے بنی خثعم کے باقی عرب اس لفظ کو نہین بولتے تو بھی غلط ہے کیونکہ لغت سے ظاہر ہے کہ مصغی اناء عرب میں مثل کی طرح بولا جاتا ہے اس سے زیادہ کثرت استعمال اور فصاحت کا ثبوت کیا ہوگا شاہد یہ ہے غسان بن وعلة الحماسی **شعر** فان ابن اخت القوم مصغا اناءہ ؎ اذا العریزا حم خالہ باب جلیہ ؎ شارح کہتا ہو وجعل اصغاء الاناء مثلا لنقصان الحق لان الاناء اذا اصغی ای امیل نقص ما فیہ **قولہ** ۱۱۴ معارج مین ہو اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا لفظ ہلوعا بمعنی ضجورا حجاز کے برخلاف بولا ہو اقول صراح ہلع خروشیدن ہلع ہلوع نعت منہ وفی الحدیث من شر ما اوتی العبد شح ہالع وجبن خالع ای یجزع فیہ العبد ویحزن کذا فی ص و ق[1] مجمع الہلوع الشدید الحرص والشدید الجزع شاہد یہ ہے۔ بشر بن ابی حازم **شعر** لا مانعا للیتیم نحلته ؎ ولا مکبا لخلفہ ہلعا ؎ کما فی الاتقان عن ابن عباس **قولہ** ۱۱۶ نقرہ کہف میں ہے لَقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا لفظ شططا بمعنی کذبا قریش کی زبان نہین خثعم کی بولی ہو **اقول** صراح شطط بالتحریک الاندازہ گذشتن و ہر چیز و جور کردن منتہی بھی

---

[1] مجمع البحار الجزء ۲ صحاح

کذا فی ص ق وفی مجمع الشطط الخروج عن الحد بالغلو فیہ واصلہ مجاوزۃ
الحد فی البعد وشطت الجاریۃ تشط شطاطا وشاطۃ اذا جاوزت
الحد فی الطول واشط فی السوم اذا جاوز القدر بالغلو فیہ شطط کے معنے
کذب نہ کسی کتاب لغت مین اور نہ کسی تفسیر مین اگر کسی قبیلہ کا خاص محاورہ ہوتا
تو بھی اہل لغت لکھتے خود سیوطی ناقل قول ابو القاسم نے جلالین مین یہ ترجمہ نہین کیا
اور اگر ابو القاسم نے یہ ترجمہ کیا ہے تو بطور حاصل مطلب کے لکھا ہوگا کیونکہ جو
قول حق سے متجاوز ہو وہ بلا شک جھوٹ ہوگا شاہد یہ ہے۔ اعشی شعر الا تنتہون
ولا ینھی ذوی شطط ہ۔ کالطعن یھلک فیہ الزیت والفتل۔ کما فی
السیرۃ۔ نابغہ شعر ندعھا اعناقہ اذ شطت نواھا ہ۔ ونجت من
بعادلک فی غرامہ ہ۔ کما فی العقد۔ اور یہ لفظ دو تین احادیث میں بھی موجود
ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ آنحضرت صلعم کے رات دن کا محاورہ تھا اور اصلی
قریشی زبان قولہ ۱۸ الفقرہ نسا مین ہے صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً " لفظ
نحلہ بمعنی فریضہ قریشی زبان نہیں خثعم کا لغت ہے اقول صراح نحل عطیہ دادن نحلہ
کابین زن دادن بے عوض وبے طلبی کذا فی ص ق مجمع والنحلۃ عطیۃ تکون
علی غیر جھۃ المثامنۃ یقال نحلت الرجل اذا وھبت لہ نحلۃ ونحلا
وسمی النحل نحلا لان اللہ نحل منھا الناس العسل الذی فی بطونھا و ٢١
اعطوا النساء مھورھن عطیۃ من اللہ وذلک لان اللہ تعالی جعل الاستمتاع

لہ۔ شططا ای قولا ذا شطط ای افراط فی الکفر من دعوی الصاحبۃ والولد ثم زمانا ۱۲ بیضاوی شططا قولا ذا شطط ای ذا بعد
من الحق مفرطا فی الظلم ۱۲ جلالین۔

مشترکا بین الزوجین ثم اوجب لها بازاء الاستمتاع مہرا علی زوجها فذلک عطیۃ من اللہ للنساء وقیل اراد بنحلۃ فریضۃ مسماۃ وقیل اراد بالنحلۃ الدین کما یقال ینتحل کذا ای یدین بہ ذکرہ الزجاج وابن خالویۃ + بیضاوی میں ہے نحلۃ عطیۃ یقال نحلہ کذا نحلۃ و نحلا اذا اعطاہ ایاہ عن طیب نفس بلا توقع عوض ومن فسرها بالفریضۃ ونحوها نظر الی مفہوم الایۃ لا الی موضوع اللفظ + جواب یہ ہے کہ نحلہ کے معنی فریضہ کسی لغت مین نہین تاکہ شبہ ہو کہ بنی خثعم کا محاورہ ہوگا یہان نحلہ کے معنی وہی معنی ہین جو فصحاے عرب مین مانوس الاستعمال اور مشہور ہین اور جس مفسر نے اسکا ترجمہ فریضہ کیا ہے صرف مفہوم ومطلب آیت سے فرض سمجھکر بنظر اختصار حاصل لکھدیا ہے چنانچہ بیضاوی نے اس امر کو ظاہر بھی کر دیا ہے —— اور اگر کوئی کہے مہر عطیہ بلا عوض نہین ہوتا تاکہ لغوی معنی درست ہون بلکہ اوسکا عوض عورت سے استمتاع ہے تو جواب یہ ہے کہ جیسے مرد کو عورت سے استمتاع ہے ویسے عورت کو بھی مرد سے استمتاع حاصل ہے بلکہ زیادہ پس مہر مرد سے عورت کو دلوانا محض حق تعالے کا عورت پر تفضل ہے اور مرد کیجانب سے عطاے بلا عوض ہے لیکن یہ عطا اختیاری نہیں رکھی بلکہ خدا تعالے نے اسکا دینا فرض کر دیا ہے اسواسطے اگر کسی مفسر نے بنظر اختصار تسہیل فہم کے واسطے اسکا ترجمہ فریضہ کر دیا تو اس سے کچھ قباحت نہیں اور نہ یہ معنے اصل معنی سے جداگانہ ہوسکتے ہیں اور چونکہ یہ لفظ یہان اپنے معنی مشہور میں بولا گیا ہے اسواسطے کچھ سند کی حاجت نہین یہ اعتراض بھی محض نزاع لفظی ہے

قولہا ۱۱۹ فقرہ مائدہ میں ہے لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ لفظ حرج بمعنی ضیق

کئی جگہ مصنف صاحب نے قریش کے برخلاف قیس عیلان کے محاورہ پر بولا ہے اقول
حرج حرج بفتح الراء ے بکسر راء ے ضیق کثیر الشجر حرج بفتحتین تنگی و تنگ شدن کذا
فی ص ق و مجمع ظاہر ہے لبید شعر فعلوت مرتقبا علی ذی هبوۃ
حرج الی اعلامهن قتامها کما فی المعلقۃ اور ایسا فصیح لفظ کہ ہر ایک معنی میں فصحا
نے بولا ہے اس سے عدم ثبوت نقلی بھی خوب ثابت ہے علقمہ شعر حرجا اذا حاجۃ
السراب علی الصوی ؁ و استن فی افق السماء الاغبر کما فی العقد
اور بالفرض اگر یہ لفظ خاص قیس عیلان کا ہے تو کیا قباحت ہے یہ قبیلہ مضر بن نزار
کی اولاد میں ہے اور حجازی اور اوسکے تحت میں اور بھی چھوٹے چھوٹے قبائل مثل عبس
وسعد وغیرہ کے بہت ہیں جنمیں بڑے بڑے نامی گرامی شاعر مثل عنترہ عبسی وغیرہ کے
گذرے ہیں ۔ ایسے محقق سے جو قرآن کی فصاحت پر اعتراض کرے سخت تعجب ہے
کہ وہ انساب عرب اور حالات قبائل سے بھی ناواقف ہو ——— علاوہ اس کے
تحقیق جدید ہے کہ لفظ عیلان جو عین مہملہ سے ہے اوسکو غین معجمہ سے سمجھے ہوئے
ہیں اور ہر جگہ اسیطرح لکھا ہے کاتب کا قصور نہیں معلوم ہوتا قولہ ۱۲۰ فقرہ نمبر
میں ہے اور آیت ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ لفظ خاسرون بمعنی مغبون غلط ہے اور حجازی زبان کے
برخلاف قیس غیلان کی زبان ہے اقول خسر خسران بالضم فیهما زیان کردن و ہو مثل
فرق و فرقان و خسرت الشیء و اخسرتہ نقصتہ تخسیر ہلاک کردن خسار و خسارۃ بالفتح فیهما
ہلاکی و گمراہی کذا فی ص و ق مجمع و الخسران النقصان و الخسار الہلاک
و اصل الخسران ذهاب رأس المال ایسے اعتراضوں سے کبھی ہنسی آتی ہے اور کبھی

لہ ۔ مکان حرج ای ضیق کثیر الشجر فصل الیہ الراعی ۱۲ صحاح ۔

خفتہ باد نیا صاحب سے کوئی دریافت کرے کہ جو شخص بوجہ گناہ اور معصیت الٰہی کے
اپنے نفع ہائے اُخروی کا نقصان کرے تو وہ شخص نفت ابدی اور اپنی عمر کا ضائع
کنندہ ہے یا نہیں خواہ ایسے شخص کو زیانکار کہو خواہ مغبون یعنے ضائع کنندہ یا خاسر
کہو سب کا حاصل اور مراد ایک ہے پس خاص ایک ترجمہ پر اعتراض کرنا محض تعصب اور
نزاع لفظی ہے قولہ ۱۲ فقرہ یوسف میں ہے لولا ان تفندون لفظ تفندون
بمعنی تسفہون قریش کی زبان نہیں قیس غیلان کا لغت ہے اقول مراغ فند و دغ و
ستی راے، از پیری افتادہ و دروغ گفتن و خرف شدن و فاسد و خراب شدن
تفنید نکوہیدن و سستی راے نسبت کردن کذا فی ص و ق۔ مجمع والتفنید تضعیف
الرای وقیل ان اصلہ الفساد شاہدیہ ابو سفیان[1] بن الحارث
بن عبد المطلب بعد فتح مکۃ فی مدح الرسول صلعم شعر اصد وانأی
جاہدا عن محمد ٭ وادعی وان لم انتسب من محمد ٭ [illegible]
من لم یقل بہواہم ٭ وان کان ذا رای یلم و یفند ٭ کعب بن مالک
فی قصیدتہ شعر فدع التمادی فی الغوایۃ سادرا ٭ قد کنت فی
طلب الغوایۃ تفند ٭ ۔ کما فی السیرۃ + امیۃ بن ابی الصلت
شعر وسمیتنی باسم المفند رائہ ٭ وفی رائك التفنید لو کنت
تعقل ٭ شاعر حماسی شعر یا صاحبی دعا لومی و تفنیدی ٭
فلیس ما فات من امر بمردود ٭ ۔ کما فی المجمع۔

[1] یہ شخص آنحضرت صلعم کا چچا زاد بھائی تھا اور کفر و عداوت میں ابوجہل وغیرہ سے زیادہ تھا بعد فتح مکہ کے جب
مسلمان ہوا تو بطور معذرت اور ندامت کے کچھ قصیدے نعتیہ کہے یہ اشعار ان ہیں۔ ۱۲ منہ

علاوہ ازین متقدمین میں نابغہ کے اشعار کو اور حماسہ میں قیس بن عاصم اور سعد بن
ناشب اور ابوالاسود الدؤلی کے اشعار مین یہ لفظ فصیح موجود ہے کیا یہ سب
شاعر قیسی تھے قولہ ۲۲ فقرہ احزاب مین من صیاصیہم غلط ہے من حصونہم
کہنا چاہیے تھا صیاصی بمعنی حصون قریش کے برخلاف قیس غیلان کا محاورہ ہے
اقول صراح صیصہ خرد اشہ بافندہ صیاصی جمع صیصۃ الدیک شاخ کہ برپاے
خروس باشد صیاصی شاخہاے گاو وحصارہا کذا فی ص وق ومج والصیاصی الحصون
التی یمتنع بہا واحدہا صیصۃ یقال جذ اللہ صیصۃ فلان ای حصنہ
الذی یمتنع بہ وکل ما امتنع بہ فہو صیصۃ ومنہ یقال لقرون
البقر والظباء صیاصی ویقال ایضا لشوکۃ الدیک وشوکۃ
الحائک صیصۃ کتب لغت اور استعمال عرب سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ اکثر
ایسی چیزوں مین استعمال کیا جاتا ہے جس کے سبب حیوان محفوظ رہے خواہ
خاردار ہو یا شاخ دار ہو جیسے صاحب قاموس اور علامہ طبرسی نے فرمایا ہے
وکل ما امتنع بہ فہو صیصۃ اور حصن اور حصون خاص ایسے قلعہ کو کہتے ہین جسکی
عمارت مستحکم اور بلند ہو اور اس آیت مین یہود بنی قریظہ کے قلعوں کا ذکر ہے
اور ظاہر ہے کہ اون بیچاروں کے قلعہ کچی دیواروں کے چھوٹے چھوٹے ہونگے
جیسے ہمارے ہندوستان مین بعض بعض گاؤن مین آسودہ زمیندار گڑھی بنالیتے
ہین اور اوسکی دیوار پر اور نیچے جھاڑ رکھدیتے ہیں یا تھوہڑ کے درخت لگادیتے ہین
ورنہ پختہ اور مستحکم قلعہ تو اکثر سلطنت مین معدودہ چند ہوتے ہین خصوصاً حجاز مین
تو آج تک کوئی عمدہ اور بلند قلعہ نہین اور اگرچہ باعتبار لغت ومفہوم کے ایسی کچی

گڑھی کو حصن کہہ سکتے ہین مگر اہل زبان کے نزدیک ہر ایک کیواسطے علٰحدہ علٰحدہ لفظ ہوتے ہین چنانچہ ہمارے ہندوستان مین بھی کچے بڑے قلعہ کو گڑھ اور چھوٹے کو گڑھی کہتے ہین اور پختہ اور بلند کو قلعہ بولتے ہین شاہد یہ ہے سحیم عبد بنی الحسحاس[۱] شعر و اصبحت الثیران صرعی و اصبحت ٭ نساء تمیم یبتدرن الصیاصی ٭ کما فی السیرۃ۔ پس اگر علیم مطلق بھی مثل معترض کے زبان عرب سے ناواقف ہوتا تو بھی بنی قریظہ کی کچی گڑھیون کو حصون فرما دیتا —— اور اگر بالفرض وے پختہ قلعہ اور حصون ہون تو ہم کہتے ہین کہ بنظر تذلیل و تحقیر کے اون کو صیاصی فرمایا ہے اور یہ کمال لطافت و بلاغت ہے کیونکہ یہ لفظ اکثر حیوانات کے بھن اور جوارح مین مستعمل ہوتا ہے ——

یہان تک خاص معنی کا جواب تھا اب مین کہتا ہون کہ یہ لفظ ایسا شیرین اور فصیح ہے کہ فصحا نے ہر ایک معنی مین بولا ہے شاہد صیاصی بمعنی قرون النابغۃ الجعدی شعر و سادۃ رھطی حتی بقیت فردا کصیصۃ الا عضب ٭ کما فی السیرۃ شاہد بمعنے خرواشتہ درید بن الصمۃ الجشمی شعر فجئت الیہ والرماح تنوشہ ٭ کوقع الصیاصی فی النسیج الممدد کما فی المجمع والصحاح والحماسۃ قولہ ۲۳ فقرہ زخرف مین ہے اَنۡتُمۡ وَ اَزۡوَاجُکُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ لفظ تحبرون بمعنی تنعمون قریشی زبان نہین قیس عیلان کا گنواری لفظ ہے اقول حبر بالکسر اثر النعمۃ حبر بالفتح دانشمند قال صاحب الصحاح ھو بالکسر افصح لانہ یجمع علی

[۱] وہ جو الحسحاس بن بنی اسد بن خزیمہ ۱۲ ملخص یہ فخر فاتحا انہین بنی قریظہ کے حال میں ہے اور انہیں حصون کے نسبت جبکہ بنی قریظہ اہل اسلام کے ہاتھ سے مقتول ہوئے ہین کہتا ہے ۱۲ منہ۔

افضال ودن فعول آماستن سخن وجامہ وجز آن وسیاہی کردن در دوات وشاد و کردن حبور حبرہ کذلک قولہ تعالیٰ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ فقائی ینعمون ویکرمون و یسرون رجل یحبور مرو شادان کذا فی ص و ق ۔ مجمع المحبور السرور الذی یظہر فی الجبار حبرہ ای حسنة شاہدہ ہمز زہیر شعر فاصبح محبورا ینظر حولہ کی تخبطلوان ذالعہد الحرر ۔ کذا فی العقد ۔ عجاج مصرعہ الحمد للہ الذی اعطی الحبر ۔ کذا فی المجمع قولہ ۱۲۲ فقرہ آل عمران مین ہے مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ لفظ رجیم بمعنی ملعون کوئی مکہ مدینہ کا شریف نہین بولتا کیونکہ قیس عیلان کی زبان ہے اقول صراح رجم سنگسار کردن فہو رجیم و مرجوم ای مقتول رجم ایضا بگمان سخن گفتن کذا فی ص و ق ۔ مجمع رجیم فعیل بمعنی مفعول وھو المرمی ای المطرود من السماء والمرمی بالشہب الثاقب وقیل المرجوم باللعنة رجیم کے اصل معنی سنگ انداختن ہین لیکن سنگ انداختہ میں توسیع ہوگئی ہے پتھر پر منحصر نہین کبھی سخن اور کبھی گمان کے ساتھ بھی رجم کا استعمال کرتے ہین اسیواسطے اہل لغت نے اس کے معنی مین بہت الفاظ مثل قتل وقذف و لعن وشتم وسنگ کے لکھے ہین بہرحال یہ لفظ نہایت فصیح ومانوس الاستعمال ہے اور تمام عرب کے فصحا نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق بولا ہے شاہد یہ ہے علقمہ شعر بل کل قوم وان عزوا وان کثروا عریفھم باثافی الشر مرجوم ۔ ایضا شعر من ذکر سلمی وما ذکری الاوان بھا ۔ الا السفاہ وظن الغیب ترجیم ۔ کما فی العقد ۔ عبد اللہ بن قیس الرقیات احد بنی عامر بن لوی بن غالب بن کرابرھة شعر واستھلت علیھم

الطیر بالجندل حتی کانه مرجوم ۸ - کما فی السیرة + یزید بن الحکم الثقفی الحماسی شعر ما بخل من ہو للمنون ۸ وریبہا غرض رجیلم

قولہ ۱۲۵ فقرہ حجرات مین ہے لا یلتکم اعمالکم لفظ یلتکم بمعنی ینقصکم مجازی زبان نہین عیلانی بولی ہے اقول صراح الت کم کردن حق کسی را قال اللہ ای نقصہ وبازداشتن ازانچہ روی آوردہ باشد وبازگردانیدن مثل لاتہ یقال اللہ ولات یلتہ وہما لغتان حکاہما الیزیدی عن ابی عمرو بن العلاء قولہ تعالی لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ من الليت ولا يا لتكم من الالت - کذا فی ص وق مجمع قرء اہل البصرة لا یالتکم بالالف والباقون لا یلتکم بغیر الالف قال ابوزید التہ حقہ یالتہ التا اذا نقصہ وقوم یقولون لات یلیت لیتا ویقال الت الرجل الیتہ لیتا اذا عمیت علیہ الخبر فاخبرتہ بغیر ما یسئلک عنہ وقوم یقولون الاتنی عن حقی والاتنی عن حاجتی ای صرفنی عنہا - وحجة من قرء لا یلتکم قولہ تعالی وَمَا أَلَتْنَاهُمْ ومن قرء یلتکم جعلہ من لات یلیت شاہد ہے شاعر شعر یا کلن ما اغنی الولی فلم یلت کان بحافات النہاء المزارعا ۸ - کما فی الصحاح .

انشد ۸ الفراء شاہد ہے شاعر شعر یا کلن ما اغنی الولی فلم یلت کان بحافات النہاء المزارعا + کما فی الصحاح انشد ۸ الفراء اور یہ لفظ ایسا شیرین وفصیح ہے کہ ہر ایک معنی مین فصحا نے بولا ہے رؤبة شعر ولیلة ذات ندی سریت ۸ ولم یلتنی عن ہواہا لیت ۸ کما فی المجمع

قولہ ۱۲۶ فقرہ شعرا مین ہے عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ لفظ عشیرہ بمعنی بعنده غلط اور

قریش کے برخلاف سعد کے قبیلہ کی بولی ہر اقول پادریصاحب کو علم عربی مین یہ کمال ہے کہ اتقان کی عبارت کے معنی بھی درست سمجھ مین نہین آتے اور قرآن پر اعتراض کرتے ہین خدا کی قدرت ہے اتقان مین عشیرہ کے معنی ہرگز حفدہ نہین بلکہ سعد العشیرۃ ایک قبیلہ یمنی کا نام ہے اور لفظ العشیرہ اس قبیلہ کے نام کا جزو ہے نہ لفظ قرآنی دیکھو اتقان کی عبارت یہ ہے وبلغۃ سعد العشیرۃ حفدۃ[ل] اختان کل عیال وبلغۃ قیس عیلان نحلۃ فریضۃ حرج ضیق لخاسرون مضیعون الخ مطلب ابوالقاسم کا یہ ہے کہ قرآن مین جو لفظ حفدہ بمعنی اختان اور لفظ کل بمعنی عیال فرمایا ہے وہ قبیلہ سعد العشیر محاورہ کے موافق ہے پادریصاحب نے یہ تو خیال کیا ہوتا کہ اگر عشیرہ کے معنی حفدہ ہون تو چاہیے کہ اختان قرآن کا لفظ ہو حالانکہ قرآن مین نہین اور چاہیے کہ اختان کے معنی کل ہون اور لفظ عیال کے معنی کی پھر ضرورت ہو اس سے معلوم ہوا کہ اختان کے معنی کل مع عیال سمجھے ہین اور لفظ کل کو بالضم بمعنی ہمہ سمجھے ہین سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ لفظ بالفتح ہے اور سورہ نحل مین بمعنی بار یا بمعنی عیال موجود ہے ـــــــ لعبد اصل جواب کے کہتا ہون کہ جو آیت پادریصاحب نے لکھی ہے اوس مین بھی لفظ عشیرہ کے معنی حفدہ نہین ہو سکتے نہ از روے لغت اور نہ از روے شان نزول آیت کیونکہ حفدہ کے معنی اعوان و یاران و خدمتگاران و دیگران ہین اور عشیرہ کے معنی قبیلہ و تبار ہین اور شان نزول اسکی بموجب روایت

[ل]. الحفدۃ الاعوان والخدم وقیل ولد الولد واحدہم حافد ورجل محفود ای مخدوم ۱۲ صحاح +

متفق علیہ الفریقین یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعوت طعام کرکے کل بنی ہاشم کو کہ دم
چالیس آدمی تھے جمع کیا ابوطالب وحمزہ وعباس و ابولہب وعلی مرتضےٰ وغیرہم
اور انکو یہ معجزہ دکھایا کہ بکری کی ایک ران گوشت اور ایک قعب دودہ میں سبکو
سیر کر دیا حالانکہ ہر ایک آدمی اُنمین سے ایک ایک بکری کا گوشت کھا جاتا تھا
بعد کھانے کے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ای بنی عبدالمطلب مین خدا کی جانب سے
تم کو عذاب آخرت سے ڈراتا ہون اور بہشت کی بشارت دیتا ہون قبول کرو اور
میری اطاعت کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ اور تم مین سے ایسا کون شخص ہے کہ جو ایمان
لاوے مجھ پر اور میری بیعت کرے اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی بنے - اور میرا
وزیر بنے اور بعد میرے میرا وصی ہو اور میرے اہل وعیال مین خلیفہ ہو اور میرے قرض
کو ادا کرے - پس سب لوگ خاموش ہو رہے مگر علی ابن ابیطالب نے عرض کیا کہ
مین آپ پر ایمان لاتا ہون تا اینکہ اس تقریر کو تین مرتبہ فرمایا اور بجز حضرت علی مرتضےٰ کے
کوئی جواب نہ دیتا تھا تیسری مرتبہ مین آنحضرت صلعم نے علی مرتضےٰ سے فرمایا کہ تو ہے بھائی
اور وزیر اور وصی میرا اسیر بنی ہاشم ہنسے اور حضرت ابوطالب سے بطور مضحکہ کے کہا کہ
آج سے اپنے بیٹے کی اطاعت کرو تمہارا امیر ہوا اور ابولہب نے کہا کہ دیکھا محمد کا سحر کہ ذرا
سے کھانے میں سبکو سیر کر دیا رواہ الثعلبی عن ابی رافع وغیرہم عن براء بن عازب
کما فی المجمع وغیرہ[سلہ] اور ظاہر ہے کہ یہ اشخاص نہ آنحضرت صلعم کے خدمتگار تھے
نہ پاس نشستہ والا پھر یہ چندہ کیونکر ہوئے - اور لفظ عشیرہ بمعنی قبیلہ وتبار اہل حجاز بلکہ

سلہ - شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں اس حدیث کو اسطرح بیان کیا ہے کہ پیغمبر نے فرمایا یعنی ان میں کون ہی وصاحبی ووارثی یعنی تم میں ایسا
کون ہے کہ جو میری بیعت کرے اس شرط پر کہ وہ میرا بھائی ہو اور میرا صاحب ہو اور میرا وارث ہو پس علی مرتضیٰ کھڑے
ہوئے کہ وہ میں ہوں ۱۲ جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ ازالۃ الخفا ۱۲-

کل عرب مین ایسا کثیر الاستعمال ہے کہ شاید اسکے برابر دوسرا لفظ نہو اور کسی شاعر کا
کلام اس لفظ سے خالی ہو + امرئ القیس شعر فادبرن کالجزع المفصل
بینہ ؎ بجید معم فی العشیرۃ مخول ؎ - کما فی المعلقہ الاولی + زہیر
بن سلمی شعر سعی ساعیا غیظ بن مرۃ بعد ما ؎ تبزل مابین
العشیرۃ بالدم ؎ کما فی المعلقۃ الثالثۃ + لبید بن ربیعہ شعر
وھم العشیرۃ ان یبطئ حاسد ؎ اوان یلوم مع العدو لیامھا ؎
کما فی المعلقۃ الرابعۃ قولہ ۱۲ فقرہ نہم مین ہے شبلاً فجاجاً لفظ فجاج بمعنی
طرقا قریشی زبان نہین کندہ کی بولی ہے - اقول صراح فج راہ کشادہ میان دو کوہ
فجاج جمع کذا فی ص و ق + مجمع الفجاج الطرق المتسعۃ المتفرقۃ واحدھا
فج و قیل الفج المسلک بین جبلین شبلھم ابو کبیر الھذلی شعر و اذا رمیت بہ
الفجاج رأیتہ ؎ یھوی مخارمھا ھوی الاجدل ؎ - کما فی الحماسہ
ابن السلیمانی الحماسی شعر لعمری لقد کانت فجاج عریضۃ ؎ و لیل
سخامی الجناحین ادھم اور اگر یہ لفظ کندہ کا ہے تو بھی نہایت فصیح ہے کیونکہ یمنی
قبیلہ ہے اور ین کا حال اوپر مذکور ہو چکا خصوصاً یہ قبیلہ برنامی گرامی تھا جسمین
امرئ القیس بن حجر الکندی شاعر تھا قولہ ۱۲۸ فقرہ واقعہ مین ہے و بُسّت الجبال بسّاً
لفظ بست بمعنی فتت وحشی غیر مانوس کندہ کی زبان ہے حجازی لفظ نہین اقول صراح
بس نرم راندن و پریشان رہا کردن ستور را و ریزہ ریزہ کردن کذا فی ص و ق مجمع
البس الفت بالتاء کما یبس السویق ای یلت و البسیس السویق او الدقیق

؎ الفج الطریق الواسع بین الجبلین و الجمع فجاج ۱۲ صراح ۱۲

یتخذ زاداً شاہد ہے راجز شعر لا تخبزا خبزا و بُسّا بسا ہ
ولا تطیلا بمناخ حبسا ۔ اور دوسرے معنی مین بھی راجز کہتا ہے مصرعہ
وانبس حیات الکثیب الاھیل ۔ کما فی المجمع والصحاح یہان آیۂ کریمہ میں بھی دونون
معنے چسپان ہین اور دونون فصیح اور مشہور ہین قولہٗ ۱۲۹ فقرہ ہود مین ہے فلا تبتئس
بما کانوا یفعلون لفظ تبتئس بمعنی تحزن غلط قریش کے برخلاف کندہ کی زبان ہے
اقول پادریصاحب نے غلط لکھا ہے قرآن مین یہ لفظ تبتئس ہے اور مصدر اسکا بؤس
ہے صراح بؤس سختی وفی المثل عسی الغویر ابؤسا ویقال یوم بؤس ویوم نعم بالاضافۃ روز
سختی و راحت ابتآس بسختی رسیدن ابتئاس اندوہگین شدن وکراہیت داشتن قولہ
تعالیٰ ولا تبتئس بما کانوا یعملون ای لا تحزن ولا تشتکِ
تبئس اندوہگین باشی کذا فی ص ق مجمع الابتئاس حزن فی استکانۃ و
ھو افتعال من البوس شاہد ہے حسان بن ثابت شعر ما یقسم
اللہ اقبل غیر مبتئس ۔ منہ واقعد کریما ناعم البال ۔ کما فی
الصحاح والمجمع انشد ابو عبیدہ ابو قیس شعر ولہ الراھب الحبیس
تراہ ۔ من بؤس وکان ناعم بال ۔ کما فی السیرۃ قولہٗ ۱۳۰ فقرہ مومنون میں ہے
اخسئوا فیھا ولا تکلمون ۔ لفظ اخسئوا بمعنی اخرجوا قریش کے برخلاف قبیلہ عذرا
کا محاورہ ہے اسلئے وحشی اور غیرمانوس ہے اقول اسی لفظ پر نمبر ۲۲ مین بھی اعتراض
کیا ہے چونکہ وہان اسکا جواب ہوچکا ہے اسواسطے حاجت اعادہ نہین مگر دیان
اسکو اسی معنی مین کنانہ کا محاورہ لکھا ہے کیونکہ خزی اور صغر دونون کے معنی خواری کے
ہین مترجمین کے اختلاف نقل سے معنی میں فرق سمجھنا محض جہالت ہے عربی دان کے

نزدیک کچھ فرق نہین قولہ ١٣١ فقرہ آل عمران مین ہے مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ لفظ
ربیون وحشی اور غیر مانوس جنگلی لفظ شہر حضرموت کی بولی ہے اقول صراح ربی
واحد ربیین وهم الوف من الناس قال الله تعالی الخ کذا فی ص وق مجمع
انهم جموع کثیرة عن مجاهد وقتادة او عشرة آلاف عن الزجاج
وهو المروی عن ابی جعفر شاہد یہ حسان بن ثابت شعر اذا معشر تجافوا
عن القصد ۞ املنا علیهم ربیا ۞ کما فی الاتقان + امیه بن ابی الصلت
شعر حول شیاطینهم ابابیل ربیون شدوا سنورا
مدسورا ۞ کما فی السیرة پادری صاحب ابتدا مین لکھتے ہین کہ شہرون کی
زبان افضل اور فصیح ہوتی ہے اور یہان حضرموت کو بھی شہر کہا ہے پھر شہر کی
زبان کو جنگلی اور وحشی کہنا وحشت سے خالی نہین قولہ ١٣٢ فقرہ بنی اسرائیل مین ہے
فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِیْرًا لفظ دمرنا بمعنی ہلکنا حضرموت کا لغت ہے قریش کی زبان
نہین اقول صراح دمار ہلاکی تدمیر ہلاک کردن وہلاکی فگندن برکسے کذا فی ص وق
مجمع التدمیر الاهلاک والدمار الهلاک شاہد یہ ہے ضرار بن الخطاب
یوم الخندق شعر فلولا خندق کانوا لدیه ۞ لدمرنا علیهم اجمعینا
کما فی السیرة + قولہ ١٣٣ فقرہ قاف مین ہے وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوْبٍ
اور فاطر کے دوسرے رکوع مین بھی ہے یہ دونون محاورہ غیر فصیح حضرموت کے
لغت ہین کیونکہ قریش کی زبان مین لغوب بمعنی تھکن نہین آیا اقول صراح لغب لغوب
ماندہ شدن رجل لغب بالتسکین ای ضعیف کذا فی ص وق مجمع واللُّغُوْبُ الاعیاء شاعر
حماسی شعر کان لها برجل القوم بو ۞ وما ان طبها الا اللغوب ۞

قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کہتی ہے **شعر**

اذا انتضل القوم الاحادیث لم یکن ٭ عییًّا ولا لغبا علی من یقاعل ٭

کمافی الحماسہ دیکھو کہ شہر حضرموت اور کجا سرزمین بنی اسد یہ قبیلہ قدیم الایام مین

حجاز مین جانب اعلی کو مقام قوّن کے پاس رہتا تھا اور پادریصاحب نے یہ تو کہا

کہ قریش کی زبان مین لغوب بمعنی تھکن نہین آیا لیکن یہ نہ بتایا کہ قریش کی زبان مین

لغوب کے کیا معنی ہین قولہ ۱۳۴ فقرہ سبا مین ہے تاکل منسأتہ لفظ منسأتہ

بمعنے عصا کس ملک کی بولی ہے حجازی زبان تو نہین ہے اقول مرزنس

راندن و بانگ برزدن شتر را منساۃ عصا یھمز ولا یھمز کذا فی ص وق

مجمع والمنساۃ العصا الکبیرۃ التی یسوق بھا الراعی غنمہ مفعلۃ من

نسات الناقۃ والبعیر اذا زجرتہ شاھدیہ شاعر **شعر** اذا دببت علی المنساۃ

من ھرم ٭ فقد تباعد عنک اللھو والغزل ٭ کمافی المجمع والصحاح

ابوالقاسم نے تو اس لفظ کو بھی حضرموتی لکھا ہے مگر پادریصاحب کو اس تجاہل

اور ابوالقاسم کے نام ترک کرنے سے شاید اپنی تحقیق کا اظہار منظور ہے سو اس

تجاہل سے برعکس جہالت ظاہر ہوئی کہ عبارت اتقان کی سمجھ مین نہین آئی قولہ

۱۳۵ اعراف مین ہے وطفقا یخصفان نعت طفقا بمعنی عمدا قریشی زبان نہین غسان

کی بولی ہے اقول صراح طفق یفعل کذا طفقا ای جعل یفعل کذا فی ص وق

مجمع وطفق یفعل کذا بمعنی جعل یفعل ومثلہ ظل یفعل وابتداء

یفعل واخذ یفعل یہ وہ لفظ مشہور ہے جسکو نحوی ہدایۃ النحو اور کافیہ تک مین بھی

لکھدیتے ہین اور ترجمون کے اختلاف لفظیہ پر اعتراض کرنا تعصب یا جہالت ہے

قوله ۳۲ قره عنکبوت مین ہے سیئ بهم وضاق بهم لفظ سیئ بہم بمعنی
کرمهم غسانی لغت قریش کے برخلاف ہے اقول صراح سوء مساءة اندوہگین کردن
سیئة بدی اساءت بدی کردن کذا فی ص وق۔ مجمع اصل سیئ بهم سوی
بهم من السوء فاسکنت الواو ونقلت کسرتها الی السین والسوء
ما یظهر مکروهه لصاحبه اس لفظ کے جو معنی لغت مین ہین وہی قرآن مین ہین
اور وہی سب مفسرون نے بلکہ خود سیوطی نے بھی لکھے ہین اگرچہ ہر ایک کے طرز
بیان مین اختلاف ہے اور ابو القاسم والا ترجمہ بھی لغوی معنی سے جداگانہ نہین چنانچہ
بنظر بصیرت دیکھو کیونکہ سیئ بہم اور کرمهم کا مآل اور حاصل مطلب ایک ہے کیونکہ خواہ
یون کہو کہ حضرت لوط اندوہگین ہو گئے اون فرشتہائے عذاب کے سبب خواہ یون کہو کہ
حضرت لوط نے اون فرشتون کے آنے کو مکروہ سمجھا دونون کا ایک مطلب ہے ایسی
نزاع لفظی سے غیر عربی دان لوگ فریب کھا سکتے ہین اہل علم اون کو واہیات اور
تعصب سمجھتے ہین ۔ حسان بن ثابت یوم بدر شعر[۱] غابت بنو اسد
وآب عزّ بهم ٭ یوم القلیب بسوءة وفضوح ٭ سوید بن الصامت
شعر الا رُبّ من تدعو صدیقا ولو تری ٭ مقالته بالغیب ساءک
ما یفری ٭ حسان فی بنی قریظة شعر لقد لقیت قریظة ما ساءها ٭
وما وجدت لذل من نصیر ٭ کما فی السیرة ۔ حارث بن حلزة
شعر واتانا من الحوادث والانباء ٭ خطب نعنی به ونساء ٭ ۔
کما فی المعلقة السابعة ٭٭ النابغة الجعدی الحماسی شعر فتی

---

[۱] ۔ کان سوید یسمیه قومه الکامل لجلده وشعره ونسبه ۱۲ سیرة ۔

کان فیه مایسر صدیقه ٭ علی ان فیه مایسوء الاعادیا ٭ ھند
بنت عتبه ام معاویه فی مرثیة عتبة **شعر** یریب علینا دھرنا
فیسوئنا ٭ ویابی فما یاتی بشیئ نغالبه ٭ کما فی السیرة۔
معلوم نہیں کہ پادری صاحب ہند مادر معاویہ کی زبان کو بھی قریشی کہیں گے یا نہیں
قولہ ۱۳۱ فقرہ نساء میں ہے لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ لا تغلوا بمعنی تزیدوا غلط
محاورہ ضسائی ہے **اقول** صراح غلا غلی غلیان جوشیدن دیگ غلو از حد درگذشتن در
ہر چیز یقال منه غلی فی الامر ای جاوز فیه۔ کذا فی ص دق ٭ مجمع
اصل الغلو مجاوزة الحد یقال فی الدین یغلو غلوا وغلی بالجاریة
لحمها وعظمها اذا اسرعت الشباب لذا اتها تغلو غلوا وغلی
بسهمه غلوا اذا رمی به اقصی الغایة ۔شاہد یہ ہے۔ حارث
بن حلزہ **شعر** ان اخواننا الاراقم یغلون ٭ علینا فی
قیلهم احفاء۔ کما فی المعلقة قولہ ۱۳۰ فقرہ بنی اسرائیل میں ہے خَشْیَةَ
اِمْلَاقٍ لفظ املاق بمعنی جوع بنی لخم کی زبان قریش کے برخلاف وحشی لفظ ہے۔ **اقول**
صراح املاق درویش شدن و درویشی کذا فی ص دق مجمع املاق ای خوف
فقر وعجز عن النفقة علیهن املاق کے معنی جوع نہ کسی لغت میں اور نہ تفسیر
میں پھر ہم اسکو کسی قبیلہ عرب کا محاورہ کیونکر سمجھیں بہر حال یہ بھی نزاع لفظی ہے
کہ مترجم نے بنظر تحاورہ حالی بجائے فقر کے جوع لکھدیا ہے اور قرآن میں وہی معنی ہیں جو
کتب لغت میں لکھے ہیں اور یہ لفظ نہایت فصیح اور مانوس الاستعمال ہے شاہد یہ ہے
شاعر **شعر** وانی علی الاملاق یا قوم ماجد ٭ اعد لاضیافی

۱۳۹ الشواء المصبا دکما فی الاتقان عن ابن عباس قولہٗ
اسی میں سے ہے وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا لفظ تعلن بمعنی تتھرن بنی لظم کا لغت ہے اقول علا
علو بلندی و بلند شدن جاے و بر بلندی در آمدن و علوت الرجل ای غلبتہ
وعلوتہ بالسیف ضربتہ وعلی فی الارض ای تکبر۔ کذا فی صراح و فی مجمع
العلو الارتفاع وعلی فلان الشیئ اذا اطاقہ ویقال علی فی المکارم یعلی علاء
فھو علی وعلی فی المکان یعلو علوا فھو عال معناہ ای لتستکبرن و
لتظلمن الناس ظلما عظیما والعلو نظیرا لعتو ھھنا وھو الجرأة علی اللہ
والتعرض لسخطہ اگر خاص اتقان والے ترجمہ پر اعتراض ہے تو یہ نزاع لفظی ہے
کیونکہ یہ ایسا لفظ ہے کہ حروف صلہ کے باعث جسکا ترجمہ مختلف ہوجاتا ہے ورنہ
اصل لغت کے معنی وہی ایک ہیں یعنی بلند شدن اور ارتفاع و غلبہ و ضرب و تکبر جو
صاحب صراح نے لکھے ہیں یہ ایسے مفاہیم ہیں کہ اگر کوئی بجاے ان کے ظلم
وقہر و بغی و قتل وغیرہ حسب موقع لکھدے تو چنداں مستبعد نہیں خود صاحب قاموس
نے غلبہ کا ترجمہ قہر کیا ہے اور یہاں جو یہ لفظ فرمایا ہے اسکا یہی سبب ہے کہ یہ سب
معانی بنی اسرائیل میں موجود تھے گویا یہ ایک ایسا لفظ فرمایا ہے کہ ان کے سب عیوب
کو حاوی ہے — اور اگر اصل لغت پر اعتراض ہے تو شواہد اسکے یہ ہیں شاہد بمعنی
قہر و غلبہ عبداللہ بن قیس بن عدی۔ جبکہ ملک حبش میں مسلمان ہوا قریش کی شکایت
میں کہتا ہے۔ شعر فاجعل جزاء ابلك بالقوم الذین بغوا بلا وعائذ ایك
ان یعلوا فیطغون شاہد بمعنی ضرب و قہر و غلبہ عبداللہ الزبعری جنگ احد میں
حسان کو جواب دیتا ہے شعر لا الوم النفس الا اننا لو کرمنا لفعلنا المفتعل

بسیعت ایمنن نعلوا ما همو۶ علانعلوهم بجد نعل ۶ کعب بن مالك یوم
الخندق شعر وکان لنا النبی وزیر صدق ۶ به نعلوالبریۃ اجمعینا ۶ حسان
عبداللہ بن زبعری کے جواب مین جنگ احد مین کہتا ہے شعر وعلی نا یوم بدر بالتقی
۶ وطاعۃ اللہ وتصدیق الرسل ۶ قولہ ۱۴۰ نعتہ اسی میں ہر فجاسوا
خلال الدیار یہ محاورہ بھی قریش کا نہین ہے بنی جذام کی بولی ہے اقول صراح جوس
درمیان سرا وجاے بگشتن وپرسیدن ازانچہ دوست قولہ تعالیٰ فجاسوا
خلال الدیار ای تخللوها وطلبوا ما فیها۔ کذا فی ص وق +
مجمع والجوس التخلل فی الدیار یقال ترکت فلانا یجوس بنی
فلان ویجوسهم یدوسهم ای یطأهم قال ابو عبید کل موضع خالطتہ
ووطیتہ فقد جستہ وقیل الجوس طلب الشیٔ باستقصاء شاهد یہ ہے
حسان شعر ومنا الذی لاقی بسیف محمد ۶ فجاس بہ الاعداء عرض
العشائر ۶ ای وطاء وداس ۔کما فی المجمع + قولہ ۱۴۱ نعتہ قصص
میں ہے جناحك من الرهب لفظ جناح بمعنی ید قریش کی بولی نہین ہے۔ بنی حنیفہ
کی زبان ہے برخلاف محاورہ شرفا ہے اور اسی مین لفظ رہب بمعنی ذرع غلط ہو
قریشی زبان نہین، اقول صراح جناح بالفتح بال اجنحہ جمع کذا فی ص + قاموس مین ہو
والجناح الید والعضد والابط والجانب ونفس الشیٔ مجمع
ای ضممین لفظ الی صدرك قال ابو عبیدۃ جناحا الرجل یداہ
وقال غیرہ الجناح هنا العضد اگرچہ ظاہرا باعتبار اصل وضع اس لفظ کے
معنی بال ہون مگر بطور توسع کے ہر ایک حیوان اور انسان کے دست بازو کو بھی کہتے

ہین چنانچہ اسی وجہ سے صاحب قاموس نے یہ سب معانی لکھے ہین شاہد یہ ہے

حسان آنحضرت صلعم کے مرثیہ مین کہتا ہے شعر عطوف علیهم لا یثنی جناحه ٭

الی کنف یحنو علیهم و یمهد ٭ شاہد بمعنی نفس الشی عباس بن مرداس یوم حنین شعر

و علاة نحن مع النبی جناحه ٭ ببطاح مکة والقنا یتهزع ٭ - کما فی السیرة ٭

بہر حال فصاحت لفظی ان اشعار سے ظاہر ہے اور رہب کے معنی ہین ترسیدن کذا فی صراح

مجمع من الرهباء من الخوف شاہد یہ ہے نابغة شعر نحن نرجی الخلد ان فاز قدحنا ٭

و نرهب قدح الموت اذ جاء قاهرا ٭ - کما فی العقد + حسیل بن سجیح الضبی

الحماسی شعر وارهبت اولی القوم حتی تنهنهوا ٭ کما ذدت یوما بالوردة هیما

خوامسا ٭ + لبید یبکی اخاه اربد[1] شعر اخشی علی اربد الحتوف و لا

٭ ارهب نوء السماک والاسد ٭ + مکرز بن حفص یوم بدر فی

قتله عامرا شعر لما رایت انه هو عامر ٭ تذکرت اشلاء الحبیب

الملحب ٭ و قلت لنفسی انه هو عامر ٭ فلا ترهبیه وانظری ای

مرکب ٭ + ابو احمد[2] بن جحش و هو یذکر هجرة بنی اسد بن خزیمه

من قومه الی المدینة و کان هاجرا الی المدینة و کانت عنده الفرعة

بنت ابی سفیان و امه امیمة بنت عبد المطلب شعر لما راتنی ام احمد

غادیا ٭ بذمة من اخشی بغیب وارهب ٭ الخ - کما فی السیرة قوله ۱۴۲

فقرہ نسا مین ہے خصوصیت صدد ذرعهم لفظ صرت بمعنی ضاقت قریشی بولی مین عام

---

[1] - اربد لبید کا اخیافی بھائی تھا یہ شخص حضرت کو دغا سے قتل کرنے کو گیا تھا [illegible] اس پر بجلی گر کر مر گیا ۱۲

[2] - ابو احمد حضرت عبد المطلب کا نواسا تھا اور ابو سفیان کا داماد تھا جب بنی اسد کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی ہے اوس وقت یہ اشعار اوس کے ہین ۱۲ ۱۲

کا ہمعنی و تنی غیر فصیح لغظ ہے۔ اقول مراد حصر تنگ گرفتن برکسی قال حصرہ ای ضیق علیہ وباز داشت کردن کسی را حصر بفتحتین بستہ شدن سخن و تنگدل شدن حصیر تنگدل و بخیل و بوریا و پہلو و پادشاہ دلانہ محجوب کذا فی ص ر ق۔ مجمع الحصر الضیق وکل من ضاقت نفسہ عن شیئ من فعل وکلام فقد حصر ومنہ الحصر فی القرأۃ شاہد یہ ہے لبید شعر اسہلت وانتصبت کجذع منیفۃ ؛ جرداء یحصر دونہا جرامہا ؛ کما فی المعلقۃ ؛ الرابعۃ شعر لعمرک ما سعد بخلۃ آثم ؛ ولا نأنأ یوم الحفاظ ولا حصر ؛ کما فی الحقد ؛ شاہد بمعنی بادشاہ لبید شعر وقماقم غلب الرقاب کانہم ؛ جن لدی باب الحصیر قیام ؛ کما فی الصحاح قولہ علیہ السلام افترق سلک ۱۲ رکوع مین ہران تمیلوا میلا عظیما ای تخطئوا خطاء بینا شہر سبا کی بولی ہے جو فصاحت سے خارج ہے۔ اقول مراد میل خمیدن واز راہ چمیدن صلہ بعن دجور کردن صلہ بعلی کذا فی ص و ت۔ مجمع ای تعدلوا عن الاستقامۃ عدولا بینا بالاستکبار من المعصیۃ وذلک ان الاستقامۃ ہی المودیۃ الی الثواب والمیل عنہا یؤدی الی الہلاک یہ اعتراض بھی نزاع لفظی ہے پادری صاحب نے اپنی علمی لیاقت ظاہر کی کیونکہ خمیدگی اور لغزش مفہوم عام ہے ہر ایک جگہ اپنے اپنے طرز کی ہوتی ہے۔ ہدایت الٰہی سے اور سنت وطریقہ انبیاء علیہم السلام سے ہٹنا اور لغزش کرنا جیسا کہ اس آیت مین مذکور ہے بلاشک عین خطا ہے پس معلوم ہوا کہ ابوالقاسم نے مطلب اور محصل بیان کر دیا ہے نہ ترجمۂ لفظی اور شاہد یہ ہے عبداللہ الزبعری جب مسلمان ہوا تب آنحضرت صلعم سے معذرت کرتا ہے شعر اذ اباری الشیطان فی سنن الغی

ومن مال میلہ مشبوب ۶ آیہ کریمہ مین میل کے وہی معنی ہین جو اس
شعر مین ہین نابغۃ شعر لانك موضع القسطاس منها ۶ فتمنع جانبيها
ان تميلا ۶ - کما فی العقد + امرئ القیس ع تقول وقد مال
الغبیط بنا معا ۶ - کما فی المعلقۃ علقمہ بن عبدۃ شعر تسقی مذانب
قد مالت عصيفتها ۶ حب ورها من اتى الماء مطموم + کما فی السیرۃ
قولہ ۱۴۴ فقرہ فرقان مین ہے وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا لفظ تبرنا بمعنے
اہلکنا شہر سبا کی بولی ہے قریش کی زبان نہین **اقول** صراح تبار بالفتح ہلاکی تبرہ
ای کسرہ واہلکہ - کذا فی ص و ق مجمع التتبیر الاہلاک والاسم
منہ التبار ومنہ قیل لقطع الذہب پادریصاحب شروع کتاب مین لکھ
چکے ہین کہ سب سے عمدہ اور افضل زبان اوس شہر کی ہوتی ہے جہان شریف اور
اہل علم زیادہ ہون اوس سے زیادہ بھی افضل وہان کی جہان سے وہ زبان نکلی ہے
مثلاً اردو زبان کہ دہلی کی ہے - الخ - مین کہتا ہون کہ شہر سبا عرب کے بڑے قدیمی
شہرون مین تھا چنانچہ نمبر ۱۰ مین اسکا بیان ہوچکا ہے اور وہان بڑے بڑے
ذی ثروت شریف اور اہل علم و ہنر رہتے تھے اس سبب سے ہم کہتے ہین کہ پادریصاحب
کے قول کے موافق چاہیے کہ شہر سبا کی زبان سب سے افضل اور عمدہ ہو کیونکہ
اکثر عرب العربا اور اہل حجاز کی قدیمی زبان وہی ہے ———— علاوہ اسکے
کسی اہل لغت نے اس لفظ کو شہر سبا کا محاورہ نہین لکھا اسواسطے یہ اعتراض
بھی محض واہیات ہے **قولہ** ۱۴۵ انفال مین ہے نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ لفظ
نکص بمعنی رجع محمد صاحب نے قریش کے برخلاف بنی سلیم کی وحشی زبان بولی ہے

اقول صراح نکوص بپا پس گی رفتن کذا فی ص ق عمہ ای رجع القہقری منہزما شاہد یہ ہے زہیر شعر ہم یضربون حبیک البیض اذ لحقوا ۔ لا ینکصون اذما استلحموا وحموا ۔ کما فی العقد + اوس بن حجر احد بنی اسید بن عمرو بن تمیم شعر نکصتم علیٰ اعقابکم ثم جئتم ترجون انفال الخمیص العرمرم + کما فی السیرۃ ۔ قولہ

۲۴ ۱۴۲ فقرہ حٰمٓ السجدہ میں ہے صَاعِقَۃُ الْعَذَابِ الْھُوْنِ ذاریات میں ہے فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ پس لفظ صاعقہ بمعنی موت غلط اور قریش کے برخلاف قبیلہ عمارہ کی زبان بولی ہے اقول صراح صاعقہ آتش کہ از آسمان افتد در رعد شدید یقال صعقتہم الصاعقۃ وصعقتہم السماء ای القت علیہم الصاعقۃ و بانگ عذاب صعقۃ تصعاق بیہوش شدن وقولہ تعالیٰ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ای مات حمار صعق الصوت سخت آواز کذا فی ص قاموس میں ہے الصاعقۃ الموت وکل عذاب مہلک وصیحۃ العذاب والمخراق الذی بید الملک سائق السحاب او نار تسقط من السماء و کسمع غشی علیہ والصعق محرکۃ شدۃ الصوت نہایہ ابن اثیر میں ہے الصعق ان یغشی علی الانسان من صوت شدید یسمعہ وربما مات منہ ثم استعمل فی الموت کثیرا والصاعقۃ النار التی یرسلہا اللہ مع الرعد لشدید مجمع قال ابو علی قال ابو زید الصاعقۃ التی تقع من السماء والصاقعۃ التی تصقع الروس قال الاصمعی الصاعقۃ والصاقعۃ سواء وانشد شعر الخ واما الصعقۃ فقیل انہا مثل الزجرۃ ھو

الصوت الذی یکون عن الصاعقة قال بعض الرجاز شعر لاح سحاب فرأینا
برقه ٭ ثم تدانی فسمعنا صعقه ٭ وقیل کل عذاب صاعقه لان کل من
یسمعها یصعق لهکا وقیل هی الوقع الشدید من السحاب تسقط معه نار تحرق و
صیحة العذاب اھ الحاصل یہان صاعقہ کے معنی موت متطوع ومنصوص نہین اور بالفرض
اگر ایسا ہو تو کچھ قباحت بھی نہین کیونکہ کتب لغات سے بخوبی ثابت ہے کہ اہل عرب
اس لفظ کو موت کے معنی مین بھی استعمال کرتے تھے بلکہ ہر ایک امر مہیب اور
بیہوش کنندہ اور مہلک کے واسطے بولتے تھے لیکن باوجود اس اختلاف معانی
کے کسی عالم لغوی نے اس لفظ کو خاص کسی قبیلہ کا محاورہ نہین لکھا اور اگر کسی قبیلہ
کا ہو تو کیا قباحت ہے کیونکہ فصاحت قریش پر منحصر نہین قولہ ۲۰۱ فقرہ
بقرہ مین ہے کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ ینعق بمعنی یصیح حجازی زبان نہین قبیلہ
طی کا اجنبی محاورہ ہے - اقول صراح نعق بانگ کردن شبان گوسفندان را
کذا فی ص و ق - مجمع ونعق الراعی بالغنم ینعق نعیقا اذا صاح بها زجرا ونعق
الغراب نعیقا اذا صوت من غیر ان یمد عنقه ویحرکها ونغق بالغین بمعناہ
فاذا مد عنقه وحرکها ثم صاح قیل نغب شاہد یہ ہے اخطل شعر فانعق
بضانک یا جریر فانما ٭ منتک نفسک فی الخلاء ضلالا ٭ کما فی المجمع و
الصحاح + حریث بن عناب النبهانی الحماسی شعر کانکو معزی تواضع
جرة ٭ من العی او طیر تخاف بنعق یہ دونون شاعر قبیلہ طی کے نہین تھے
اور نہ قبیلہ طے غیر فصیح بلکہ یہ قبیلہ بڑا نامی اور معدن شرفا وامرا و شعرا تھا
قولہ ۲۰۸ فقرہ بقرہ کے ۳ رکوع مین ہے وَّکُلَا مِنْهَا رَغَدًا رغدا لغت

بمعنی خصیب کبھی فصحا سے قریش نہین بولتے منی ملے کی زبان ہے اقول صراح
عیشۃ رغد بالتحریک ای واسعۃ طیبۃ ورغد عیشہم بضم الغین
والکسر ای طاب واتسع وارغد القوم اخصبوا + کذا فی ص وق + مجمع
والرغد النفع الواسع الکثیر الذی لیس فیہ عنا قال ابن درید الرغد
السعۃ فی العیش شاہد یہ ہے امرئ القیس شعر بینما المرء تراہ
ناعما ویا من الاحداث فی عیش رغد + کما فی المجمع + شاعر
حماسی قبیلہ بنی حارث کا کہتا ہے شعر منی ان تکن حقا تکن احسن المنی
والا فقد عشنا بہا زمنا رغدا قولہ ۱۴۹ فقرہ بقرہ کے ۱۵ رکوع مین ہے الا من
سفہ نفسہ کا لفظ سفہ بمعنی خسر غلط قریشی زبان نہین ملے کا محاورہ ہے اقول یہ
لفظ مکرر لکھا ہے اسواسطے تحقیق لغت کی حاجت نہین + مجمع البیان مین ہے
ای لا یترک دین ابراہیم وشریعۃ الا من اہلک نفسہ واوبقہا وقیل
اضل نفسہ عن الحسن وقیل جہل قدرہ لان من جہل خالقہ فہو جاہل
بنفسہ وقیل جہل نفسہ بما فیہا من الایات الدالۃ علی ان لہا صانعا لیس
کمثلہ شیئ عن ابی مسلم بہرحال یہ قریش کی زبان ہے اور اوسی معنی مین وارد
ہے جس معنی مین قریش بولتے تھے چنانچہ شواہد اور اشعار اسکے نمبر ۱۲ مین مذکور
ہو چکے ہین پادریصاحب نے ناحق دوبارہ تکلیف دی ہے۔ قولہ ۱۵۰
فقرہ یٰس مین ہے یٰس ؀ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ لفظ یٰس بمعنی اسے انسان غلط بولا ہے قریش
یہ نہین بولتے طے کی زبان ہے یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی دہلی کے فصحا کے
درمیان کھڑا ہو کر بدعوی فصاحت کسی آدمی کو پکارے کہ او مانس سنیو میری بات

یہ تمام محاورے جنکا ذکر اوپر آیا قریش کے سامنے ایسے ہی تھے **اقول** یہ
اعتراض بھی نہایت ہیچ و پوچ ہے اور جواب اسکا بہت صاف اور سہل بلکہ کئی
جواب ہین **اولاً** یہ کہ حروف مقطعات قرآنی کی تفسیر و تاویل کی نسبت مفسرین مین
بڑا اختلاف ہے یہان تک کہ اس باب مین دس بارہ قول ہین اور جناب امیرالمومنین
علی ابن ابی طالب اور جناب امام جعفر صادق علیہم السلام سے یہ روایت ہے کہ
یہ حروف متشابہات اور حق تعالے کے اسرار ہین کوئی انکے معانی نہین جانتا اور
یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کا اسم ہے پس اگر معترض باعتبار روایات کے
اعتراض کرتا ہے تو اوسکا یہ جواب ہے کہ اہلبیت علیہم السلام سے زیادہ کسی کی
معتمد علیہ نہین ہو سکتی کیونکہ اھل البیت ابصر بما فی البیت **ثانیاً** اگر یہ لفظ قبیلہ طے
کا ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہم مفسرین عرب سب ایک معنی لکھتے
اور یہ اختلاف اوسی زمانہ مین طے ہو جاتا **ثالثاً** یہ کہ ہم دعوی کرتے ہین کہ یہ لفظ
قریشی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کی زبان پر جاری ہوا اور معترض کو بھی آنحضرت صلعم
کے قریشی ہونے مین کلام نہین ہمارے دعوی کی سند قرآن مجید موجود ہے
پس اگر معترض یا اور کوئی خلاف اصالت اس امر کا مدعی ہو کہ یہ محاورہ قبیلہ طے
کا ہے تو اوسکو لازم ہے کہ مثل دلیل اصالت کے قطعی دلیل سے اس خصوصیت
کو ثابت کر دے اور قبیلہ طے کے اشعار سے استشہاد کرے ورنہ دعوی
بلا دلیل قابل سماعت نہین **رابعاً** روایات سے قطع نظر کرکے تعاً عدد نحو
کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ لفظ مخفف یا انسان کا ہو کما قال ابن جنی یا مخفف
یا سین کا ہو فا اور عین کلمہ کو حذف کرکے صرف سین کو باقی رکھا ہو اور تخفیف کرنا

فصحائے عرب مین شائع ہے شاہد اسکا یہ ہے شعر قلنا لھا قفی لنا قالت قاف ای وقفت اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کیف کفی بالسیف شا ای شاھدا کما فی الجمع ومراللہ مخفف ہے ایمن اللہ کا بہر حال اعتراض اور تخصیص بے دلیل ہے قولہ ۱۵۱ فقرہ نسا مین ہے وَقَدْ اَفْضٰی بَعْضُكُمْ اِلٰی بَعْضٍ لفظ افضی بمعنی جماع کبھی قریش نے نہین بولا یہ قبیلہ خزاعہ کی زبان ہے اقول صراح فضو فضا بالفتح والمد گشادگی و فراخی زمین وجائے فراخ وکشادہ شدن وافضیت ای خرجت الی الفضاء وافضیت الی فلان بسری وافضی الی امرأته ای باشرھا وجامعھا وافضاھا ای جعلھا مفضاة وھی التی جعلت مسلکاھا واحدۃ کذا فی ص وق مجمع والافضاء الی الشئ وھو الوصول الیہ بالملامسۃ واصلہ من الفضاء وھو السعۃ وھو کنایۃ عن الجماع وسمی الخلوۃ الا فضاء لوصولہ بھا الی مکان الوطی جواب یہ ہے کہ اِس لفظ کے اصل معنی بیان جماع نہین بلکہ کنایہ ہے جماع سے اور ایسے کنایات زبان عرب کی نظم ونثر مین ہزارہا ہین کیونکہ یہ بلاغت ہی اور اسی واسطے استشہاد کی ضرورت نہین اور اگر کنایہ پر کوئی اعتراض ہو تو پادری صاحب بیان کرین۔ قولہ ۱۵۲ فقرہ آل عمران مین ہے لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا پھر توبہ کے ۶ رکوع مین ہے مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا پس لفظ خبالا بمعنی خیا گنواری اور قریش کے برخلاف قبیلہ عمان کا لغت ہے اقول صراح خبال بالسکون تباہی خبل بفتحتین دیوانگی وقد خبلہ واختبلہ اذا افسد عقلہ او عضوہ کذا فی ص وق مجمع والخبال الشر والفساد ومنہ الخبل بفتح الباء وسکونہا

للجنون لانہ فساد العقل ورجل مخبل الرای ای فاسد الرای شاہد یہ حارث
بن ھشام بن مغیرہ اہل اسلام کے اشعار کے جواب مین ایک قصیدہ مین
کہتا ہے شعر فلا تفرحوا ان تقتلوھم فقتلہم ٭ لکم کائن خبل مقیما علی خبل ٭
علی ابن ابی طالب یا اور کوئی مسلمان جنگ بدر مین شعر وانکرا اقوام فرا لغنت
قلوبہم ٭ فزادھم ذوالعرش خبلا علی الخبل ٭ کما فی السیرۃ بعد اس کے
پادری صاحب سے کوئی دریافت کرے کہ قبیلہ عمان کون اور کہان ہے البتہ
عمان بالضم مخففا یمن مین ایک شہر ہے اور عمان بالفتح ملک شام مین ایک شہر
ہے مگر قبیلہ کا نام آج تک نہین سنا شاید یہ تحقیق تازہ ہوئی ہوگی قولہ ۱۵۳
فقرہ انعام مین ہے نفقا فی الارض لفظ نفقا بمعنی سرنگ قریشی زبان نہین عمان
کی بولی ہے اقول صراح نفاق بالکسر فعل منافق یعنے دوروئی کردن منافق
لغت منہ نفق نفقہ ہزینہ بالتحریک سپری شدن یقال نفق الزاد وراہ باریک فی المثل
ضل دریص نفقہ ای جحرہ نافقاء یکے از سوراخہاے نہانی کلا کموش یقال فیہ اذا
اتی من قبل القاصعاء ضرب النافقاء براسہ فانتفق ای خرج نوافق جمع ویقال
نفق الیربوع ونافق ای اخذ فی نافقائہ ومنہ اشتقاق المنافق فی الدین
کذا فی ص[سلہ] وق ٭ مجمع النفق سرب فی الارض لہ مخلص الی مکان اخر و
اصلہ الخروج ومنہ المنافق لخروجہ من الایمان الی الکفر ومنہ
النفقۃ لخروجہا من الید یہ لفظ نہایت فصیح اور تمام

سلہ ۔ نہایہ مین ہے المنافق ہو الذی یستر کفرہ ویظہر ایمانہ وان کان اصلہ فی اللغۃ معروفا یقال نافق ینافق منافقۃ
وہو ماخوذ من النافقاء احد جحرۃ الیربوع اذا طلب من واحد ہرب الی الاخر وخرج منہ وقیل ہو من النفق وہو السرب الذی یستتر فیہ ۔

عرب مین مانوس الاستعمال ہے اور اکثر مشتقات اسکے مستعمل اور مشہور ہین چنانچہ
عرب مین مثل مشہور ہے ضل دریص نفقہ اور چونکہ مثل ہر ایک زبان مین نہایت
فصیح اور شعر سے بھی زیادہ مستند اور مشہور ہوتی ہے اسواسطے یہان شعر سے
استشہاد کی ضرورت نہین قولہ یہ واقعہ ص مین ہے رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ
پس یہ قریش کی زبان نہین عمان کے اصطلاح بولا کرتے ہین اقول صراح صواب
راست نقیض خطا واصاب ای وجد لہ واصابتہ مصیبۃ فہو مصاب و
اصاب فی قولہ واصاب القرطاس اصابۃ ومصابا ویقال فی عقلہ
صابۃ ای طرف من الجنون کذا فی ص وق + مجمع اصاب ای حیث
اراد سلیمان من النواحی عن اکثر المفسرین وحقیقتہ حیث قصد + بلعاء
بن قیس الکنانی الحماسی شعر غشیتہ وھو فی جاواء باسلۃ فعضب اصاب
سواء الراس فانفلقا + شارح کہتا ہے اصاب بمعنی طلب ومعنی نال یقال اصبت
فاخطاتہ زھیر فی مدح نعمان بن وائل شعر اصاب بنی غیظ
فاضحوا عبادہ + وجللھا نعمی علی غیر واحد + کما فی لعقد قولہ
یہ فقرہ بقرہ مین ہے بَغْيًا أَنْ يُنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ پھر کہا بَغْيًا بَيْنَهُمْ یعنی
بغیا بمعنی حسد قریش کی بولی نہین عمان کا محاورہ ہے اقول صراح لبغی ستم وخودرفی
کردن بغیۃ بالضم والکسر حاجت قال الاصمعی لبغیہ بالکسر الحال التی تبغیھا
وبالضم الحاجۃ نفسھا وبغی ضالتہ ای طلب بغاء بالضم والمد
یقال بغیت المال من بغاتہ وبغیتک الشئ طلبتہ لک وینبغی لک ان
تفعل کذا من افعال المطاوعۃ یقال بغیتہ فابتغی کما تقول کسرتہ فانکسر ابغاء

برطلب داشتن ویاری دادن ودرطلب وبغیته الشی وابتغیته وتبغیته ای طلبته
کما فی ص دق ـ مجمع والبغی اصله الفساد ماخوذ من قولهم بغی الجرح اذا فسد و
قیل اصله الطلب لان الباغی یطلب التطاول لذی لیس له ذلک و
سمیت الزانیة بغیا لانها تطلب ۔ ومعناه بغیا ای حسدا لمحمد اذا کان
من ولد اسمعیل وکانت الرسل من قبل بنی اسرائیل وقیل طلبا الشیء لیس
لهم ثم فسر ذلک بقوله ان ینزل الله من فضله علی من یشاء من عباده الخ
اگر اتقان کے ترجمہ پر اعتراض ہے تو یہ محض نزاع لفظی ہے کیونکہ یہ ترجمہ اسکا
بعینہ لفظی نہین بلکہ حاصل مطلب ہے کسواسطے کہ مضمون آیت کا یہ ہے کہ یہود
چاہتے رہین کہ بدستور سابق نبوت خاندان اسرائیل مین ہو خاندان اسمعیل مین نہو
اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی خواہش اور طلب بعینہ حسد ہے کیونکہ حسد کے معنی
بھی بدخواستن رہین پس ہر ایک مفسر نے اپنی اپنی عقل کے موافق اس مطلب کو
بیان کیا ہے سب کی عبارت یکسان کیونکر ہوسکتی ہے دیکھو بیضاوی
نے یہ ترجمہ کیا ہے ۔ بغیا ای طلبا لما لیس لهم وحسدا مدارک مین ہے
بغیا مفعول له ای حسدا وطلبا لما لیس لهم وهو علة اشتروا پادری صاحب
مترجمون کے اختلاف الفاظ کو نہ دیکھین اصل معنی لغوی کو سوچین اگر لغوی معنی
چسپان نہون تو قرآن پر اعتراض کرین ۔ پس اگر معنے لغوی یعنی فساد یا طلب محض
یا طلب فزونی پر اعتراض ہو اور اس معنی کو عمان کا محاورہ سمجھا ہو تو اسکا شاہد یہ ہے
شاہد بمعنی فساد وبطور حسد عباس بن مرداس جنگ بدر مین جبکہ کافر تہا ہے شعر
قضی یوم بدران نلاقی معشرا بغوا وسبیل البغی بالناس جائر ء کنانة بن کعب بن مالک

کے جواب مین جنگ حنین مین شعر من کان یبغینا یریل قتالنا الخ فلما بدا لی
معلم لا نزیمها الخ کذا فی السیرۃ اور شاہد بنی طلب فزونی یہ ہے کعب بن
مالک عباس بن مرداس کے جواب مین جنگ بدر کے وقت شعر نطاح سلامۃ ابن
سعیۃ عنوۃ الخ وقید ذلیلا للمنایا ابن اخطبا الخ واحلب یبغی العز ذا الذل
یبتغی الخ خلاف یدیہ ما جنی حین احلبا الخ عباس بن مرداس خوات بن الجبیر
کے جواب مین شعر سواع الی العلیا کرام الی الوغی الخ یقال نباغی لخیر اھلا و
مرحبا الخ کما فی السیرۃ دیکھو یہ سب شاعر عمان کے نہ تھے کہ حجاز کے قولہ ۱۵۲
نفقرہ بنی اسرائیل مین ہے طائرہ کما فی عنقہ لفظ طائر بمعنی عمل ہرگز قریش
کی بولی نہین عمان کی بولی وحشی ہے اقول مراح طیر طائر پرندہ و کردار طیر جمع وایضا
قال ومنہ قول العرب لا طیر الا طیر اللہ تعلیقا الخ فال گرفتن یقال تطیر منہ ومنہ طیرۃ
بالکسر و فتح ۲ فال بد کذا فی ص و ق مجمع والطائر ھنا عمل الانسان شبہ بالطائر
الذی یسنح ویتبرک بہ والطائر الذی یبرح فیتشأم بہ والسانح الذی یجعل
میامنہ الی میاسرک والبارح الذی یجعل میاسرہ الی میامنک والاصل
فی ھذا انہ اذا کان سانحا امکن الرای واذا کان بارحا لم یمکنہ قال
ابو زید کل ما یجری من طائر او ظبی او غیرہ فھو عندھم طائر وانشد لکثیر
شعر فلست بناسیھا الخ وانشد لزھیر شعر فلما ان تفرق الخ قال وقولھم
سئلت الطیر وقلت للطیر انما ھو زجرتھا من خیر او شر ویقوی ما ذکرہ
قول الکمیت شعر ولا انا الخ وانشد لحسان شعر ذرینی وعلمی بالامور
وسیرتی الخ فما طائری فیھا علیک باخیلا الخ ای لیس رائی بمشوم

وانشئ لکثیر شعوا ذا ما یطیر الخ معناہ والزمنا کل انسان عملہ من خیر او شر فی عنقہ وانما قیل للعمل طائر علی عادۃ العرب فی قولھم جری طائرہ بکذا ومثلہ قولہ تعالیٰ قالوا طائرکم معکم وقولہ انما طائرھم عند اللہ وقیل طائرہ یمنہ وشومہ وھو ما یتطیر منہ وقیل طائر حظہ من الخیر والشر وقیل طائرہ کتابہ وقیل معناہ جعلنا لکل انسان دلیلا من نفسہ لان الطائر عندھم یستدل بہ علی الامور الکائنۃ فیکون معناہ کل انسان دلیل نفسہ وشاھد علیھا ان کان محسنا فطائرہ میمون وان کان اساء فطائرہ مشئوم حق یہ ہے کہ پادریصاحب نے ابھی تک کوئی تفسیر مبسوط نہین دیکھی جسمین ہر ایک لفظ کی تحقیق و تنقیح ہو اگر دیکھتے تو سمجھ لیتے کہ چونکہ عرب کے نزدیک طائر باعث سعادت ونحوست اعمال وافعال کا ہوتا تھا اور بجاے مشیت و تقدیر الٰہی کے مقرر تھا اسواسطے عرب کے محاورہ اور عادت کے موافق مجازاً طائر بمعنی عمل فرمایا ہے اس مین عقل اور قیاس کو کیا دخل ہے چنانچہ حسان کے شعر کو دیکھو کہ طائر کو بجاے راے اور عمل کے بولا ہے ——— علاوہ اسکے طائر سے حظ اور بہرہ خیر اور شر عمل کا بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی آدمی برا اور بھلا جیسا کام کرتا ہے اوسکا بہرہ اور نتیجہ یعنی سعادت وشومی جو اس کو اوس عمل سے حاصل ہوتی ہے اوسکی گردن مین لازم کردی جاتی ہے اور اس تفسیر مین چندان مجاز بھی نہین کما قال ابو عبیدۃ والمبرد قولہ ۱۵ فقرہ نازعات مین ہے وَاَغْطَشَ لَیْلَھَا لفظ اغطش بمعنی اظلم قریش کی بولی نہین یہ بولی اشعر کی ہے جو فصاحت سے خارج ہے۔

اقول صراح غطش اغطاش تاریک کردن شب را و تاریک شدن متعد و لازم
غطش بالتحریک ضعیفی بصر فلاة غطشی بیابان بے راہ وروی کذا فی ص و ق
مجمع والغطش الظلمة واغطشه الله اظلمه والاغطش الذی فی عینه
شبه العمش وفلاة غطشا ولا یهتدی فیها آخا هدیہ ہے اعشی شعر ویهماء بالليل
غطشی لفلاة ﴿ یؤرقنی صوت فیادها ﴾ کما فی الصحاح والشرح لمسلم آور بالفرض اگر
یہ محاورہ اشعر کا ہے تو بھی کسی طرح غیر فصیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یمنی قبیلہ سے ہے
اور یمن کا حال چند جگہ بیان ہو چکا ہے کہ وہ مجمع امراؤ شرفا و شعرا تھا قولہ ۱۸۰
فقرہ بنی اسرائیل کے ۷ رکوع میں ہے لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ لفظ احتنکن
محمد صاحب نے بمعنی استاصلن قریش کے برخلاف اشعری بولی جو وحشی سے
بولی ہے اقول صراح حنک لیشہ کردن ستور را احتناک کذلک وایضا خوردن
ملخ گیاہ زمین را قولہ تعالیٰ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ قال الفراء لاستولین علیهم
واستوار شدن وآزمودہ شدن کذا فی ص و ق مجمع الاحتناک الاقتطاع
من الاصل یقال احتنک فلان ما عند فلان من مال او علم اذا
استقصاه فاخذه کله واحتنک الجراد الزرع اذا اکله کله شاہد یہ ہے شاعر شعر اشکو
الیک سنة قد اجحفت ﴿ جهداً الی جهد بنا واضعفت ﴾ واحتنکت اموالنا
وجلفت ﴿ کما فی المجمع قولہ ۱۸۱ فقرہ اسی میں ہے فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى پھر ط
کے ۴ رکوع میں ہے نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى یہ دونوں آیتیں فصاحت سے
خالی نہیں لفظ تارة اشعری زبان ہے محمد صاحب کو مَرَّةً بولنا چاہیے تھا جو
شرفاء قریش بولتے ہیں اقول صراح تارة یکبار تارات تیر جمع کذا فی ص و ق

مجمع شاہد یہ ہے طرفة بن العبد البکری شعر فطورا بہ خلف الزمیل

وتارة ؎ علی حشف کالشن ذاو مجدد ؎ - کما فی المعلقة الثانیة +

عنترة العبسی شعر طورا یجرد للطعان وتارة ؎ یاوی الی حصد القسی

عرمرم ؎ - کما فی المعلقة السادسة + عباس بن مرداس جنگ حنین میں

شعر طورا یعانق بالیدین وتارة ؎ یفری الجماجم صارما بتارا ؎ + کما

فی السیرة قولہ ۱۶۰ فقرہ زمر کے ہر رکوع میں ہے اِشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ

الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ لفظ اشمأزت بمعنی مالت و نفرت فصحا کے برخلاف اشعر کے

طور پر بولا ہے اقول صراح اشمئزاز منقبض و گرفتہ شدن[1] کذا فی ص و ق[2]

مجمع والاشمئزاز الانقباض والنفور عن الشیء شاہد یہ ہے عمرو بن کلثوم

شعر اذا عض الثقاف بھا اشمأزت ؎ وولته عشوزنة زبونا[3] ؎ -

کما فی المعلقة الخامسة والمجمع قولہ ۱۶۱ فقرہ حشر کے پہلے رکوع

میں ہے مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ لفظ لینة بمعنی نخل قریش کی زبان نہیں قبیلہ

اوس کا لغت ہے اقول صراح لون گونہ چون زردی و سرخی و نوعی از خرما واحد جمع

لینة ومنه قوله تعالی الخ وتمرها یسمی العجوة والجمع لین وجمع اللین لیان

کذا فی ص و ق مجمع واللینة النخلة شاہد یہ ہے امرؤ القیس شعر

وسالفة کسحوق اللیا ن اضرم فیھا الغوی السعر ؎ -

---

[1] اشمأز الرجل اشمئزازا انقبض وقال ابو زید ذعر من الشیء وهو المذعور ۱۲ صحاح

[2] اشمأز انقبض واقشعر او ذعر او الشیء کرهه ۱۲ قاموس -

[3] شارح معلقہ کو اس شعر میں سہو ہوا ہے کہ اوسنے اسکا ترجمہ صلابت و شدت لکھا ہے غالبا اوسکو لفظ عشوزنة سے دھوکا ہوا [illegible] ۱۲ منہ

کما فی المجمع والصحاح والعقد + ذو الرمۃ شعر طراق الخوافی واقع فوق لینۃ + ندی لیلۃ فی ریشۃ یترقرق + کما فی المجمع یہ دونون شاعر قبیلۂ اوس کے نہین اور بالفرض یہ لفظ اوس کا ہے تو کیا قباحت ہے اوس عین حجازی قبیلہ ہے یثرب مین رہتا تھا مگر پادری صاحب کو کیا معلوم اون کو اعتراض کر دینا خواہ درست ہو یا نہو قولہ ۱۲۲ فقرہ منافقوں مین ہے حتیٰ ینفضّوا ینفضوا بمعنی تذہبوا غلط محاورہ قبیلہ خزرج کی زبان سے ہے قریش کا محاورہ نہین اقول صراح نفض نفض شکستن چیزی چنانکہ از ہم جدا شود و شکستن مہر و فضض بفتحتین شکستہ و ریزہ انفضاض شکستہ شدن فضیض آب خوش و روان تفضیض پراگندہ شدن کذا فی ص و ق مجمع الانفضاض التفرق وفض الکتاب اذا فرقہ ونشرہ وسمیت الفضۃ فضۃ لتفرقہا فی اثمان الاشیاء المشترا لعجا سکے دو وجہ سے بہ زبن اولا یہ لفظ ایسا مشہور اور مانوس ہے کہ لفظ فضہ اسی کے مشتق ہو کر تمام عرب مین متداول ہوا اور آب روان کو اسی واسطے کہتے ہین کہ وہ بھی اپنے منبع سے نکلکر متفرق ہوتا ہے چنانچہ اسی معنی مین امرء القیس کہتا ہے شعر یمیث دماث فی ریاض انیقۃ + تحیل سواقیہا بماء فضیض + کما فی العقد اور اسی قصیدہ مین جس مین یہ شعر ہے دو مرتبہ اس لفظ کو لکھا ہے اور اگر کوئی اس معنی کو آیت کے معنی سے جدا گادے تو بھی فصاحت لفظی بہرحال ثابت ہے ثانیاً اگر یہ لفظ قبیلۂ خزرج کا ہے تو عین حجازی ہے اور عرب العرباء کا مانوس الاستعمال ہے کیونکہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اوس اور خزرج یثرب یعنی مدینہ مین رہتے تھے اور فصاحت شہر مکہ مین ہی منحصر نہ تھی۔

مدینہ کے باشندے بھی فصیح تھے اور مکہ اور مدینہ کی زبان مین چندان فرق نہ تھا
بلکہ معترض کے قاعدہ کے موافق مدینہ کی زبان عمدہ ہونی چاہیے کیونکہ وہان
بہت اہل علم اور پڑھے لکھے یہود تھے اہل مکہ بھی علمی بات اونھین سے دریافت
کرتے تھے **قولہ** اب کہان تک بندہ راقم ان غیر فصیح جنگلی گنواری وحشی
غیر مانوس لفظون کو لکھے تمام قرآن مین قریب نصف کے ایسے خراب محاورہ بھرے
ہوئے ہین پر خیر ہم اس فصل کو مختصر فہرست یہ ختم کرتے ہین **اقول** پادری صاحب
نے جسقدر الفاظ لکھے اونکا جواب تو ایسا دندان شکن ہو چکا یقین ہے کہ اب
اونکا توحش رفع ہو جاویگا لیکن یہ فقرہ عاجزانہ اور متمسخرانہ جو لکھا ہے کہ اب کہان
تک بندہ راقم لکھے ـــــ اس فقرہ سے بڑا تعجب ہوتا ہے کیونکہ جسقدر
الفاظ اتقان مین لکھے تھے وہ سب لکھدئے اور جو درمیان مین سہواً نظر سے
رہگئے تھے اونکو بھی مابعد مین علحدہ لکھدیا ہے پھر کہان سے لکھتے جو قریب
نصف قرآن کے ہوتے اس کذب صریح اور دروغ بیفروغ سے کیا فائدہ ہوا
کمال حیف ہے کہ جو شخص روز قیامت اور جزا و سزائے آخرت کا قائل
ہو وہ استقدر جھوٹ بولے اگر کوئی زندیق منکر وجود واجب لوجود ایسا کلمہ کہے
تو تعجب نہین ہان اس حیرت کو اسطرح رفع کیا جائے تو ممکن ہے کہ فرقہ عیسائیہ[1]
کے نزدیک جزا اور سزا اعمال پر موقوف نہین صرف حضرت عیسیٰ پر اعتقاد
لانا کافی ہے اعمال بیکار ہین پس جھوٹ اور سچ برابر ہے اور انسان مختار ہے

[1] - آیت ۱۶ باب دوم نامہ گلاتیان مین پولوس لکھتے ہین یہ جانکر کہ آدمی شریعت کے کامون سے نہین بلکہ یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ہوتا ہے الخ اس لئے کہ شریعت کے کامون سے کوئی جسم راستباز نہین ہوگا ۱۶ اور آیت ۲۱ باب دوم نامہ مذکور مین لکھتے ہین کہ خدا کے فضل کو بیجا نہین ٹھہراتا ہون کیونکہ راستبازی اگر شریعت سے ملتی ہے تو مسیح عبث موا ۱۲

جو چاہے کرتا پھرے ـــــــ بہرحال جب تک کہ پادریصاحب بموجب اپنے
دعوی کے نصف قرآن کے الفاظ یا ہزار دو ہزار الفاظ نہ لکھدین تب تک دروغگوئی
کا داغ اونسے رفع نہوگا بلکہ یہ کذب تمام فرقہ کو بدنام کرے گا اور غیرون کو دین
عیسوی سے نفرت پیدا کر دیگا اور ایسے ہی مقام پر کہا گیا ہے **شعر** تا از دل
گر بود یار غار + از آن بہ کہ جاہل بود غمگسار ۱۶۳ **قولہ** لفظ رد بمعنے
نسیان بنی تمیم کی بولی ہے **اقول** رد قرآن مین کہین نہین اگر معترض کی نظر مین ہوتو
نشان تبائے بظاہر یہ لفظ امد معلوم ہوتا ہے ـ صراح امد غایت کالمدی وخشم
کذا فی ص دق مجمع الامد لوقت الممتد وھو والمدۃ واحد + امد کے معنی
نسیان نہ کسی کتاب لغت مین اور نہ کسی تفسیر مین اگر قبیلہ تمیم کا محاورہ ہوتا
تو اس معنی کو اہل لغت بھی لکھتے کیونکہ اونکے دیگر محاورات منفردہ اہل لغت نے
لکھے ہین اور کیونکر نہ لکھین کہ وہ بھی عرب العربا ہ تھے معلوم ہوا کہ قائل کو اس مقام
مین نسیان ہوا ہے مین کہتا ہون کہ قطع نظر کسی کے قول کے خود عربی دان شخص
قرآن کو دیکھے کہ یہ معنی وہان درست بھی ہوتے ہین یا نہین اور اگرچہ پادریصاحب نے
اسکا نشان نہیں بیان کیا مگر میں لکھتا ہون کہ یہ لفظ قرآن مین چار جگہ **یعنے** سورہ
آل عمران اور کہف اور حدید اور جن مین وارد ہے ہر ایک آیت کو نکالکر دیکھنا
چاہیے اور پادریصاحب کو داد دینی چاہیے **قولہ** ۱۶۴ لفظ افضوا بمعنی انفرو اخزاعہ
کی زبان سے ہے **اقول** یہ لفظ قرآن مین بعینہ کہین نہین اور طریقہ ابوالقاسم کا یہ ہے
کہ بعینہ قرآن کا لفظ لکھتا ہے مادہ نہین لکھتا معترض کو لازم ہے کہ اوس سورہ اور
آیت کا نشان بتائے جہان یہ لفظ ہو غالبًا یہ لفظ اِنْفَضُّوْا ہے جو سورہ جمعہ مین ہے

پس اگر یہی ہے تو اسکا جواب نمبر ۱۲۲ مین ابھی مذکور ہوچکا ہے حاجت اعادہ نہین ـــــ اور بالفرض محال اگر یہ خزاعہ کا لفظ ہو تو بھی کچھ قباحت نہین یہ قبیلہ قدیمی یمنی ہے کہ بعد خرابی شہر سبا کے بطن مرمین رہتا تھا اور عرب العربا اور نامی گرامی تھا اور اس مین بڑے بڑے شعرا ہوئے ہین **قولہ** ۱۲۵ لفظ عقود بمعنی عہود بنی حنیفہ کی بولی ہے **اقول** صراح عقد بستن یقال عقدت البیع والعہد والنکاح والحبل فانعقد اور عہد کے معنی ہین زنہار وسوگند وپیمان کذا فی ص + قاموس مین ہے عقد الحبل والبیع والعہد یعقدہ شدہ والعقد الضمان والعہد جمع والعقود جمع عقد بمعنی معقود کتب لغت سے ظاہر ہے کہ عقد کے معنی عہد بھی ہین لیکن یہ کسی اہل لغت نے تصریح نہین کی کہ یہ بنی حنیفہ کا محاورہ ہے اور در اصل ایسا نہین بلاشک یہ تمام عرب کا محاورہ معلوم ہوتا ہے شاہد یہ ہے الحطیئۃ مصرعہ قوم اذا عقدوا عقدا لجارہم کما فی البیضاوی **قولہ** ۱۲۶ لفظ ختان بمعنی عیال بنی سعد کی بولی ہے ـ **اقول** قرآن شریف مین نہ کہین لفظ ختان آیا ہے نہ اختان یہ وہی غلطی ہے جو نمبر ۱۲۰ مین لفظ عشیرہ کی ذیل مین مذکور ہوچکی ہے پادری صاحب سے اتقان کی عبارت پڑھی نہین گئی اور تحریف کی ایسی مزاولت ہوگئی ہے کہ جب عبارت سمجھ مین نہین آئی تو اختان اور عیال کے درمیان سے لفظ کل کو اڑا دیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ **قولہ** ۱۲۷ عضل بمعنے حبس **اقول** بظاہر لفظ عضل بعینہ قرآن مین کہین نہین اور ابو القاسم کا دستور یہ ہے کہ بعینہ لفظ قرآنی لکھتا ہے مادہ و مشتقات نہین لکھتا پادری صاحب پہلے اسکا اثبات کرین تب ہم جواب دین

البتہ اسکے مشتقات قرآن مین ہین **قولہ** ۱۲۸ لفظ امۃ بمعنی ستین

اقول صراح امۃ گروہ ہر جنس از حیوان وراہ ودین یقال لا امۃ لہ و ہنگام

قولہ تعالیٰ وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّۃٍ وقولہ تعالیٰ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

اِلٰٓی اُمَّۃٍ کذا فی ص ق اور تفاسیر مین اسکے ترجمہ مین یہ الفاظ ہین جماعۃ

من الزمان وجماعۃ من اوقات او مدۃ طویلۃ

بہرحال اس لفظ کے معنے مدت اور وقت لغت مین موجود ہین اور اہل لغت

نے کسی قبیلہ کی تخصیص نہین کی پھر اسکو ازدشنوءۃ کا لفظ کیونکر سمجھا جاوے

اور اگر وہین کا محاورہ ہے تو کیا قادح فصاحت ہے وہ بھی شریف اور

عرب العربا اور معتبر اللسان تھے اور یہ محض غلط اور خلاف جمہور بلکہ پادری صاحب

کا مصنوعی قاعدہ ہے کہ فصاحت قریش مین منحصر تھی یا یہ کہ اونکے برابر کوئی

فصیح نہین **قولہ** ۱۲۹ لفظ رس بمعنی بیراز دشنوۃ کی زبان ہے **اقول** صراح

رس ایضا چاہ بسنگ برآوردہ ونام چاہ بقیہ ثمود ونام وادی ونام آبی وچاہ کندن

ودر گور افگندن کذا فی ص اور مجمع البیان وغیرہ تفاسیر سے ظاہر ہے کہ رس

ایک خاص کنوے کا نام اور علم تھا اور یہ بھی تیقن نہین بعض نے ملک یمن

یا یمامہ کے کسی گانون کا نام لکھا ہے — بہرحال یہان رس سے مطلق کنوان

مراد نہین تاکہ از دشنوءۃ کا محاورہ متصور ہو بلکہ علم ہے خواہ کنوان ہو یا قریہ ہو اور

علم کا ترجمہ نہین ہوتا بعینہ بولا جاتا ہے اور بالفرض اگر بنابر محاورہ ازدشنوءۃ

کے مطلق کنوان مراد ہو تو فصاحت مین اس سے کیا قدح لازم آتی ہے کیونکہ

لہ سورہ یوسف مین ہے اور دوسرے آیت سورہ ہود مین ہے — ۱۲

اوس قبیلہ کے لوگ بھی مستند اللسان تھے **قولہٗ** ۱۷۰ لفظ مرض بمعنے
زنا حمیر کی بولی ہے **اقول** یہ لفظ قرآن مین تیرہ چودہ جگہ وارد ہے نہین معلوم
کہ پادریصاحب نے کس آیت پر اعتراض کیا ہے البتہ لفظ مرض نفاق
اور شک یا گناہ کے واسطے بھی قرآن مین آیا ہے سو یکنا یہ ہے نہ معنی حقیقی
کیونکہ حقیقت و ماہیت مرض کی یہ ہے کہ مزاج بدنی یا عضوی حد اعتدال سے
خارج ہو جائے اور ظاہر ہے کہ نفاق و شک در دین یا عام گناہ کی حالت مین
قلب حد اعتدال سے خارج ہو جاتا ہے اور اسی واسطے حکما گناہ اور رذیلتون
کو امراض نفسانیہ بولتے ہین اور اگر اس سے بھی اطمینان نہو تو خاص مرض بمعنی
نفاق کا شاہد ملاحظہ کریجیے **شعر** اجامل اقواما حیاء وقد اری
صدورھم تغلی علی مراضہا بر ۔ کما فی الاتقان عن ابن عباس **قولہٗ**
۱۷۱ لفظ یترکم بمعنی ینقصکم حمیری زبان سے ہے **اقول** صراح وتر بالکسر تنہا
وطاق وتر بالفتح کینہ واین لغت اہل عالیہ است وبالکسر لاہل الحجاز فی
الثانی وبالفتح فی الاول وبنی تمیم بالکسر فیہما وتر بفتحتین زہ کمان
وتر بالسکون کینہ ناستدن وکم کردن از حق کسی یقال وترحقہ ای نقصہ
موتور آنکہ کینہ کشتۂ خویش در نیابد کذا فی ص وق مجمع یقال وترہ یترہ وترا
اذا نقصہ ومنہ الحدیث فکانما وتر اھلہ ومالہ واصلہ القطع ومنہ
الترۃ القطع بالقتل یہ لفظ ہرگز خاص حمیری نہین بلکہ تمام عرب مین مستعمل اور مشہور
ہے اور جسقدر فرق تھا صاحب صراح نے بیان کر دیا کہ اس لفظ کو اسطرح اہل
عالیہ بولتے ہین اور اسطرح اہل حجاز اور اسطرح بنی تمیم باوجود اس تصریح کے ہم

ایک ابو القاسم کے قول کا کیونکر یقین کرین جس بنیاد پر کہ پادریصاحب نے یہ
سب اعتراضات لکھے ہین **قولہ** ۱۷۲ لفظ حسبانا بمعنی برد من الکبر میری زبان ہی
اقول پادریصاحب جیسے تعصب مین کامل ہین اسی طرح علم و فہم مین بھی جاہل ہین
اتقان مین اسکا ترجمہ صرف بردا لکھا ہے اور بعد اسکے من الکبر عتیا لکھا ہے
کیونکہ یہ عبارت سورہ مریم مین اسطرح ہے وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا
اس سے پادریصاحب یہ سمجھے کہ جار مجرور بردًا سے متعلق ہے۔ مین
کہتا ہون کہ اگر اتقان کی عبارت سمجھ مین نہین آئی تھی تو سورہ کہف کو دیکھ لینا
چاہیے تھا کہ آیہ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ مین ایک باغ پر عذاب نازل ہونیکا
ذکر ہے پادریصاحب وہان ضرور سمجھ لیتے کہ باغ اور زراعت کو بڑھاپے
کی سردی سے کیا نسبت ——— اور یہ معنی کسی خاص قبیلہ کا محاورہ نہین ورنہ
اہل لغت ضرور اسکی تصریح کرتے دیکھو صراح وغیرہ کتب لغت مین ہے حسب
حسبان بالضم والکسر حسباۃ شمردن و اندازہ و بزرگی مرد و از وے نسب حسبان
بالضم عذاب و بلا و تیرہاے ناوک حسبانۃ یکے۔ اور علامہ[له] طبری علیہ الرحمہ
فرماتے ہین کہ حسبان دراصل مری کو یعنی ہر ایک شی انداختہ شدہ کو کہتے ہین کیونکہ
مثل حساب کے اوس مین بھی کثرت ہوتی ہے بہرکیف یہان حسبان کے معنی انداختہ
آسمانی ہین لیکن یہ معنی ایک مفہوم عام ہے جسکے مصداق بہت ہو سکتے ہین پس اوسکی

له اصل الحسبان التی ترمی لیجری فی طلق واحد وکان ذلک من رمی الاساورۃ واصل الحساب الحساب ومنه یقال لما یرمی به حسبان لانه یکثر کثرۃ الحساب فشابهه او الحساب حسبانا ... هذا ابا قال من السماء مرامی قال ابن عباس وقتادہ وقیل ویرسل علیها مرامی من عذاب اما بردا واما حجارۃ وغیرهما مما شاء من فتوح الغیب ۱۲ مجمع ۱۲ اور جلالین مین ہے ای صواعق من العذاب ۱۲ بیضاوی حسبانا من السماء مرامی جمع حسبانۃ وهی الصواعق ۱۲ منه ۱۲

تشنیص مین اختلاف ہے ابن عباس اور قتادہ سے روایت ہے کہ وہ آتش آسمانی مثل صاعقہ کے ہے چنانچہ مصنف اتقان نے جلالین مین اور بیضاوی وغیرہ مفسرین نے بھی لکھا ہے اور بعضون نے انپر براست سے برد یعنے برف یا ژالہ یا پتھر بھی لکھدیے ہین اس سے یہ لازم نہین آتا کہ ژالہ ویرداسکا لفظی ترجمہ ہے اور چونکہ یہ لفظ اپنے معنی مشہورہ مین بولا گیا ہے اسواسطے سند کی حاجت نہیں قولہ ۱۷۳ لفظ امام بمعنی کتاب حمیری محاورہ ہے اقول صراح امام بالکسر پیش رو و کتاب قولہ تعالیٰ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ای فی کتاب عن الحسن وسطر چوب وکرانہ زمین وکرانۂ راہ قولہ تعالیٰ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ ای طریق جواب اسکا بہت سہل ہے کہ امام پیش رو کو کہتے ہین اور یہ ایک مفہوم عام ہے جسمین یہ وصف پایا جاوے اُسی کو امام کہہ سکتے ہین یہان مُراد امام سے لوح محفوظ ہے اور ظاہر ہے کہ بوجہ تقدم آفرینش کے یا بوجہ اسکے کہ جملہ احوال ممکنات پہلے اوس مین مکتوب ہو چکے ہین اوس مین یہ وصف امامت یعنی تقدم پایا جاتا ہے پس اس اعتبار سے اگر کسی نے اوسکو امام کہدیا تو یہ خلاف قاعدہ عرب نہین تاکہ غیر فصیح ہو اور اگر یہ لفظ حمیری ہوتا تو اہل لغت بھی اسکی تصریح کر دیتے بہرحال مطابق قواعد کتب فصاحت متداولہ کے جسکے موافق پادری صاحب نے اپنی دانست میں اعتراض کیا ہے غیر فصیح نہین اور اگر کتب فصاحت کے خلاف اعتراض ہے تو وہ ملاحق التفات اور قابل جواب نہین قولہ ۱۷۴ لفظ حَرَضٌ بمعنی حصن نہلی زبان سے ہے اقول صراح تحریض

برآغالانیدن وگرم کردن کسی را بر چیزے کذا فی ص وق × اسکے سوا ے
اور بھی دو ایک معنی ہین مگر حصن نہین اگر ذیل کا محاورہ ہوتا تو اہل لغت یہ
معنی بھی لکھتے ۔ علاوہ اسکے لا مذہب آدمی بھی اگر اس آیت کو دیکھے
تو پادریصاحب کی عقل کو آفرین کرے اور کہدے کہ حرض کے معنی بیان کسیطرح
حصن نہین ہوسکتے کیونکہ آیہ کریمہ سورہ نسا مین اسطرح ہے۔ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا ۔ یہ آیت جہاد کی ترغیب مین
وارد ہے اور مطلب اوسکا یہ ہے کہ برانگیختہ کر اور تاکید کر اے محمد مسلمانون
کو قتل وجنگ پر اور ہر ایک مفسر نے اسکا ترجمہ عربی میں تحریض کیا ہے اگر
اسکے معنی حصن ہون یعنی بند اور محفوظ رکھ مسلمانون کو تو مطلب برعکس ہوجاویگا
خدا جانے اتقان مین کاتب نے کیا نسخ ومسخ کردیا ہے پادریصاحب کو مناسب
تھا کہ ہر ایک لفظ کو قرآن وتفسیر سے بھی مقابلہ کرلیتے کیونکہ اونکا قول ہے کہ
جب تفسیرون سے اطمینان نہین ہوتا تب ہم اعتراض کرتے ہین پس بجز اتقان
کے کسی اور تفسیر کو تو دیکھا ہوتا کہ راستبازی ظاہر ہوتی قولہ ۱۷۵ نوز ہم معنی
وجہم ہذیلی لغت ہے اقول نوز کے معنی وجہ کسی کتاب لغت مین نہین خدا جانے
اتقان مین کیا لفظ لکھا ہے اور کاتبون نے کیا کردیا ہے یہ لفظ قرآن مین ۳۰ جگہ
وارد ہے معترض کو لازم ہے کہ اس آیت کا پتا اور نشان بتاۓ بعدہ جواب
طلب کرے لیکن ہم پادریصاحب پر احسان کرکے کہتے ہین کہ غالباً
یہ لفظ نوز نحوہ ہے جو سورہ مریم کے آخر مین ہے مگر چونکہ ہم کو یقین نہین کہ پادریصاحب

کی بھی مراد ہو اسواسطے ہم کو اسکے استشہاد سے چندان بحث نہین قولہٗ
۷۶ لفظ صلدا بمعنی نقیا ہذیلی زبان سے اقول صراح صلد رست تابان
مجبر صلد وارض صلد وجبین صلد ای صلب املس کذا فی ص ق
مجمع والصلد الحجر الاملس شاہد یہ ہے حضرت ابوطالب شعر وانی
لقرم وابن قرم لہاشم + لآباء صدق مجدہم معقل صلد + کما فی الاتقان
و شاعر حماسی شعر ہوی عن صخرۃ صلد + ففرت تحتہا کبد
علاوہ اسکے یہ لفظ روبہ وغیرہ دیگر شاعرون کے اشعار مین بھی موجود ہے
صحاح اور مجمع البیان اور حماسہ مین دیکھ لینا چاہیئے مگر بعد حضرت ابوطالب
کے شعر کے کسی کے شعر کی ضرورت نہین رہی ———— اور بلاغت اس
کلام مین یہ ہے کہ صلدا بخیل کو بھی کہتے ہین اور یہ آیہ کریمہ لہ جسمین یہ لفظ
ہے اون اشخاص کے حال مین ہے جو دنیا کی نیکنامی یا دیگر اغراض ریائی
کے واسطے خرچ کرتے ہین اور پھر لینے والے پر اوسکا احسان اور منت رکھتے
ہین پس نکتہ یہ ہے کہ ایسا شخص درحقیقت بخیل ہے خدا جانے عرب نے
جب یہ آیت سنی ہوگی تو اون کو کیسا کچھ وجد ہوا ہوگا قولہٗ ۷۷ لفظ یعذب
بمعنی یعیب بنی کنانہ کی بولی ہے اقول لفظ یعذب بالذال المعجمہ قرآن مین ۲۶
جگہہ وارد ہے اور غالبًا یہ معنی کہین مراد نہین کیونکہ کتب لغت مین یہ معنی نہین
البتہ یہ لفظ یغرب بالزا المعجمہ بمعنی یعیب بالغین المعجمہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ غرب کے

لہ۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم
الآخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا الخ ۱۲ سورۃ البقرہ پارہ سوم ۱۲ + ۱۳ ۔

معنی دور ہونے اور غائب ہونے کے ہین عزب عنی فلان ای بعد وغاب
اور سورہ یونس مین یہ لفظ ایسے ہی مقام پر ہے جسکے یہ معنی ہوسکتے ہین اور
وہ آیت یہ ہے وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَبِّکَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّۃٍ ۔ الخ مگر چونکہ ہم
یقین نہین کرسکتے کہ معترض کے نزدیک بھی یہی لفظ ہے اسواسطے بالتفصیل
استشہاد نکیا گیا بادریصاحب پہلے آیت و مقام کا پتا بتا ئین تب جواب طلب
کرین قولہ ۸ ۔ الفظ عنیا بمعنی بیغیا ہمدان کی بولی ہے اقول یہ لفظ قرآن
مجید مین ۷۔۸ جگہہ وارد ہے کوئی کہان تک تلاش کرے خصوصاً جبکہ کتب لغت مین
بھی یہ معنی نہون ہان اگر کتب لغت مین اس لفظ کے یہ معنی ہوتے تو قرآن مین
بھی ہر جگہہ کو دیکھتے لیکن درصورتیکہ لغت مین نہین تو ہم کو اسقدر فرصت نہین کہ
اپنے وقت کو لغو کامون مین صرف کیا کرین علاوہ اسکے یہ قبیلہ
یمن سے ہے اس کا محاورہ غیر فصیح بھی نہین قولہ ۹ ۔ الفظ عبقری بمعنی طنافس
ہمدان کی زبان ہے اقول صراح عبقر زمین پریان وعرب ہر چیز ے از مردم
وستور وجامہ وفرش وجز آن راکہ درغایت قوت وحسن لطافت باشد بوے نسبت
کنند فقال ثوب عبقری وھو لحد وجمع والانثی عبقریۃ ویقال ثیاب عبقریۃ کذا
فی منتہی الجمع یہ لفظ زرف یعنی فروش جنت کی مدح مین فرمایا گیا ہے اور غرض اس سے
نہایت درجہ کی مدح منظور ہے اور یہ نہایت مشہور اور مستعمل اور فصیح ہے زہیر
شعر بخیل علیہا جنۃ عبقریۃ + جدیرون یوما ان ینالوا فیستعلوا
۔ کما فی العقد والمجمع ۔ لیکن سکے مین کتا ہون کہ ہر گاہ زرف سے مراد
فروش ہین اور طنافس کے معنی بھی بچھانے گسترونی ہین تو اسصورت مین لفظ عبقری

بیکار ہوتا ہے اسواسطے لفظ متقری کے معنی طنافس کہنا مناسب نہین
قولہ ۱۸۰ لفظ اظہار بمعنی الغدار نصر بن معاویہ کی زبان سے اقول
یہ لفظ اظہار نہین بلکہ اتقان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اختار ہے اور
ختر کے معنی لغت مین غدر و فریب ہین شاہد یہ ہے۔ عمرو بن
معدی کرب شعر فانک لو رأیت ابا عمیر ملأت یدیک من غدر و ختر
- کما فی المجمع + امرؤ القیس شعر الم تخبرک ان اللہ ہو غول + ختور العہد
یلتہم الرجالا کما فی العقد قولہ ۱۸۱ لفظ حفدہ بمعنی خدم عامر
بن صعصعہ کی زبان سے اقول صراح حفدہ اعوان و یاران و خدمتگاران و
نبیرگان کذا فی صرح ق. مجمع الحفدۃ جمع حافد و اصل الحفد الاسراع
فی العمل ومنہ ما جاء فی الدعاء الیک نسعی و نحفد و مر البعیر یحفد حفدا اذا
اسرع فی سیرہ قال الراعی شعر کلفت مجہولہا نوقا یمانیۃ
اذا الحداۃ علی اکسائہا حفدوا + ومنہ قیل للاعوان حفدۃ لاسراعہم
فی الطاعۃ قال جمیل شعر حفد الولائد حولہن واسلمت باکفہن ازمۃ الاجمال
بعد ان شواہد کے مین کہتا ہون کہ یہان حفدہ کے معنی خدم مشتمین
نہین بعض مفسرین نے اسکے معنی خدم و اعوان لکھے ہین بعضون نے
داماد لکھے ہین بعضون نے پوتے لکھے ہین بعضون نے ربیبہ لکھے
ہین خود ابوالقاسم نے جس کے قول کے موافق پادری صاحب نے یہ
سب اعتراضات لکھے ہین اوس نے اسی کے معنی اختان یعنی دامادان
لکھے ہین بہرحال اصل لغت کا شاہد موجود ہے اور یہ لفظ نہایت

فصیح اور مشہور اور مانوس الاستعمال ہے قولہ ۱۸۲ لفظ موئل بمعنی سیل بنی ثقیف کی زبان ہے اقول یہ اعتراض نمبر ۸۰ مین مذکور ہو چکا ہے بدحافظگی کے سبب دوبارہ لکھا ہے اور وہان اسکا جواب مع شواہد ہو چکا ہے اسواسطے حاجت اعادہ نہیں تعجب یہ ہے کہ وہان بنابر روایت ابوالقاسم کے اس لفظ کو جرہم کا لکھا ہے اور یہان باتباع ابن الجوزی بنی ثقیف کا لکھا ہے پس دونون روایتون مین سے ایک کو ترجیح دینا مناسب تھا ورنہ دونون ساقط کرنی چاہیئے تھین اور بالفرض یہ لفظ ثقیف کا ہے تو فصاحت مین کیا قدح ہے کیونکہ وہ قبیلہ حجازی ہے اور ہوازن کے تحت مین داخل ہے قولہ ۱۸۳ لفظ صور بمعنی قرن بنی عک کی زبان ہے اقول صور کے معنی لغت مین قرن یعنے سینگ بھی ہین اور احادیث حالات قیامت مین یہ لفظ آنحضرت صلعم نے اکثر فرمایا ہے بلکہ یہ سب الفاظ مذکورہ سابقہ احادیث مین موجود ہین چنانچہ نہایۂ ابن اثیر اور مجمع البحار گجراتی کو دیکھ لینا چاہیئے اس سے ظاہر ہے کہ اکثر ان معانی والفاظ مین آنحضرت صلعم کی پیدایشی زبان ہے اگر یہ لفظ حجازی محاورات ہوتے تو کیا ضرورت تھی کہ شب و روز کی گفتگو مین بھی اجنبی اور غیر مانوس الفاظ بولتے خصوصًا اہل حجاز سے بہر حال یہ لفظ صور اور یہ معنی حجازی محاورہ ہے اور عرب اسکو دو طرح سے بولتے ہین نفخ الصور و نفخ فی الصور شاہد یہ ہے شعر لولا ابن جعدۃ لم یفتح قہندزکم + ولا خراسان حتی ینفخ الصور + کما فی المجمع + راجز شعر نطحنا ہم غداۃ الجمعین + نطحا شدیدا لا کنطح الصورین + کما فی الصحاح —

قولہ ص ۱۸۴ لفظ ورا بمعنی پوتا ہذیلی زبان محمد صاحب نے بولی ہے اقول یہ لفظ قرآن مجید اور فرقان حمید میں ۳۳ ویا ۳۴ جگہ آیا ہے اگر معترض کسی آیت کا نشان بتاوے تو جواب دیا جاوے اور اگر ہذیل کا محاورہ بھی ہو تو کیا قباحت ہے ہذیل قریش کے ہموطن اور ہم جد مضر کی اولاد میں ہیں ——— علاوہ اسکے وراکے معنی پس بھی ہیں یعنے عقب وخلف اور یہ ایک مفہوم کلی ہے جس میں یہ وصف پایا جاوے اوسی کو ورا اور عقب اور خلف کہہ سکتے ہیں چنانچہ اولاد اور اولاد اولاد کو عقب اور اعقاب وخلف واخلاف کہتے ہیں —— اور اگر ورا بمعنی پس پر اعتراض ہو تو یہ لفظ کثیر الاستعمال ہے حاجت استشہاد نہیں مگر پھر بھی ہم ایک شاہد خوشنودی مومنین کے واسطے لکھے دیتے ہیں زہیر شعر

الی حفرة اهدی الیها مقیمة ؛ یحث علیها سابق من ورائیا ؛ کما فی العقد

تنبیہ

اگر پادری صاحب یا اور کوئی متعصب آدمی ہمارے اون جوابات کو جو قبل شواہد اشعار مذکور ہو چکے ہیں دیکھکر اور بعدہ شواہد اشعار کی شہادت سے متحیر ہو کر کہنے لگے کہ اگرچہ یہ شعرا مستند اور موثق ہیں اور بموجب تو: عد کتب

موجودہ دورو بہ علم فصاحت کے انکی شہادت بھی قابل تسلیم ہے مگر چونکہ تینون
دیوان یعنے عقد ثمین اور سبعہ معلقہ اور حماسہ اہل اسلام کے جمع کئے ہوئے
ہین اور نیز کتاب صحاح اللغات جوہری اور سیرت ابن ہشام اور تفسیر
مجمع البیان اور اتقان مین بھی اہل اسلام کے جمع کئے ہوئے اشعار ہین لہذا
ان لوگون کی روایت معتبر نہین اور یہ اشعار قابل استشہاد نہین تو یہ محض
سفسطہ اور وسوسہ ہے اور اس سفسطہ کے بہت جواب ہین اولا یہ
کہ اگرچہ یہ جامعین اشعار اور مصنفین تواریخ ولغات مسلمان تھے مگر یہ لوگ
اس معاملہ قرآن مین ایسے راوی اور شاہد ہین جن کو شہادت دینا منظور نہین
اور بجز اتقان و مجمع کے انکی تالیف وتصنیف قرآن سے کسیطرح متعلق
نہین یہ تالیف اون کی قرآن سے ایسی بے غرض ہے جیسطرح اونکی تالیف
ترجمہ علوم یونانیہ مثل ریاضی وفلسفہ وطب وغیرہ اگر یہ تالیفات اہل عرب
کی غیر مستند وغیر معتبر ہون تو دوسرے اشعار ولغات وصرف ونحو وفصاحت و
تاریخ بھی اون کی غیر معتبر ہو ہرگز کسی عاقل کو گمان نہین ہو سکتا کہ پہلی
اور دوسری صدی ہجری کے علما اور فصحا شائقین اشعار نے دیوان
عقد ثمین وسبعہ معلقہ وحماسہ واغانی وغیرہ کو اسواسطے تالیف کیا کہ
تیرھوین صدی مین پادری عماد الدین قرآن کے الفاظ پر اعتراض کرینگے اس
وقت یہ دیوان ہمارے کام آوین گے کیونکہ یہ بات کہ قرآن مین الفاظ غیر فصیح ہین
آج تک کسی مسلمان کے گوش زد بھی نہین ہوئی اور اگر کسی نے کہا ہو تو پادری صاحب
اوسکا نام تبائین پھر مسلمان ایک معدوم شے نادیدہ وناشنیدہ مجہول مطلق کا

ارادہ کس طرح کرتے اور کیوں کرتے۔ ثانیاً یہ اشعار جوان دواوین و کتب میں جمع کئے گئے ہیں ہمیشہ سے تا زمانہ تالیف مشہور اور معروف اور منقول چلے آئے ہیں اور اکثر فصحا کو زبانی یاد تھے۔ کیونکہ پہلے اکثر زبانی یاد پر مدار تھا اور کتابت کا رواج کم تھا اگر یہ مؤلفین شاعر کے نام میں یا اشعار میں غلطی کرتے تو اوس زمانہ کے علما شور مچاتے اور ان کتب کی تغلیط و تکذیب کر دیتے اور غیر معتمد ٹھہرا دیتے پھر کوئی ان سے استناد و استشہاد نہ کرتا اور کوئی درس و تدریس میں جاری نہ رکھتا حالانکہ جب سے یہ جمع ہوئے ہیں تمام عربی عبارتوں میں انہیں سے حوالے دئے جاتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر ایڈورڈ پروفیسر یونیورسٹی گرینس والڈ نے جو دیوان عتید خمسین مطبوعہ لندن پر شرح میں ایک عبارت مثل تقریظ کے لکھی ہے اوس سے ان اشعار عقد خمسین و سبعہ معلقہ کی صحت اور شہرت اور ان شعرا کی فصاحت و ثاقت خوب ظاہر ہے۔ اور علی ہذا القیاس دیوان حماسہ کے اشعار کی بھی صحت و فصاحت نہایت مستند و مشتہر ہے مؤلف اس کا ابو تمام حبیب بن اوس الطائی جو تقریباً ۱۹۰ہجری میں پیدا ہوا تھا فن شاعری میں وحید العصر اور فرید الدہر تھا ابن خلکان لکھتا ہے کہ ابو تمام لطافت لفظ اور بضاعت شعر اور حسن اسلوب نظم میں واحد عصر اور امام فن تھا اور کتاب حماسہ جو اوس نے اشعار عرب سے منتخب کر کے جمع کی ہے اوس کی دقت فہم اور اتقان معرفت پر دلیل ہے اور حسن اختیار شعر کا نمونہ ہے یہ شخص امامیہ مذہب تھا اور اوس نے اہل بیت علیہم السلام

کی مدح میں بہت قصائد لکھے ہیں اسکے قصاید میں امام محمد تقی الجوادؑ تک کا حال پایا جاتا ہے اس کے ہمعصروں میں اسکے برابر کسی کو اشعار عرب یاد نہیں تھے۔ علاوہ قصائد و قطعات عرب کے چودہ ہزار اشعار عرب متفرقہ اوس کو یاد تھے اور خود اوس کے اشعار ان سے زاید ہیں — علما کہتے ہیں کہ قبیلۂ طے میں تین شخص پیدا ہوئے ہیں کہ ہر ایک اپنے وصف میں منفرد و بینظیر تھا حاتم طائی سخاوت وجود میں اور داؤد طائی زہد و ورع میں اور ابوتمام طائی شعر و سخن میں ۲۳۱ھ ہجری میں شہر موصل میں اسنے وفات کی ہے اور ابو نہشل بن حمید طوسی نے بنظرِ عزت و قدردانی اس کی قبر پر ایک بہت بڑا گنبد بنا دیا ہے فقط کما فی المجالس الغرض یہ دیوان حماسہ جسکو ایسے نامی گرامی شاعر سخن فہم نے منتخب کرکے جمع کیا ہے ہمیشہ علما و اُدبا کی درس و تدریس میں رہا ہے اور مطابح الاذکیا اور معرکۃ الآرا خیال کیا گیا ہے چنانچہ اسی سبب سے علما و اُدبا نے اس کی چند شروح لکھی ہیں اور حل معانی اور اشعار میں بہت کچھ تحقیق و تدقیق کی ہے منجملہ اون کے ابوزکریا یحییٰ بن علی کی شرح بہت عمدہ اور مبسوط ہے اور بوجہ خوبی کے اہل جرمن نے اوس کو چھاپ دیا ہے اور چھاپنے والوں نے بھی کہ جو غالباً عیسائی ہیں بہت کچھ اس دیوان کی مدح لکھی ہے چنانچہ بوجہ اختصار اوس عبارت کے جا بجا سے چند فقرات لکھتا ہوں قال خیدینم ولیلھم فرتیغ العبد الصغیر الشیخ المعلم الحقیر فی المدرسۃ الکلیۃ الملکیۃ بمدینۃ بن المعمورۃ اعلم ایھا النبیہ الاکرم ان الشعر ما غبر من الزمان وفی کل بلد ومکان کان عند العرب

مشهور او لا احد منهم منکور و هو محبب للخاص و العام مرغوب فيه في كل يوم
و عام مالت اليه الطباع و اصغت اليه الاسماع ملوكهم و عظماؤهم شعراء و
شعراؤهم خلفاء الخ و على قول منهم فتح باب الشعر بملك من كندة و امرء
القيس له و ختم غلق بملك من بنى حمدان بابى فراس — و ما عجب ان
دواوينهم اكثر من ان تعد و اشعارهم اوفر من ان تحط و ان كان ما انتظم من
الاشعار كثيرا فما وجدنا الكتاب الحماسة نظيرا و انه لاكرم و اعظم كتب شانا و
اقدمها دهرا و زمانا و هو اجمع من الثمرين و ارفع قدرا من نحيرته التقط درر قوافيه
و الاشعار من القبائل و الاسم فى مجاري جبل هو كالشمس بين العلماء كالفريدة فى
سلك الشعراء و الحكماء اسمه حبيب و كنيته ابو تمام و هو كاسمه حبيب تمام الخ

اور صحاح کی صحت و شہرت و ثاقت و شاقت اظہر من الشمس ہے
بیان کی حاجت نہیں ہے عامہ عرب کے لغات صحاح معلوم ہونے کے
واسطے تصنیف کی گئی ہے نہ خاص قرآن و حدیث کے واسطے اکثر کتب لغات
متداولہ سے مقدم ہے کیونکہ جوہری کی وفات ۳۹۳ھ ہجری میں متحتم ہے
کتاب قدیم الایام سے علما و فضلا کی معتمد علیہ ہے اور ہر ایک کتاب لغات
سے زیادہ مستند ہے اور اس میں جوہر ایک لفظ کی سند میں اشعار لکھے ہیں اکثر
انہیں تینوں دیوانوں مذکورہ بالا سے لکھے ہیں اور بعض اشعار دیگر شعرا کے
دیوانوں سے بھی لکھے ہیں مگر وے دیوان اس دیار ہند میں دستیاب نہیں
ہوتے اور یہاں دستیاب نہ ہونے سے یہ نہیں لازم آتا کہ سوا دواوین ثلاثہ
مذکورہ کے اور کوئی دیوان عرب میں نہ ہو دیکھو اعشی کا دیوان بہمہ جو غایت

مشہور ہے اور آمدی نے جس کی شرح بھی لکھی ہے ہندوستان میں میسر نہیں لیکن جوہری وغیرہ کے پاس ضرور ہوں گے اور اوس نے یہ سب اشعار بڑی صحت و سند سے لکھے ہیں اور اسی باعث ہم نے بعض شعرا کے مسکن و قبیلہ بلکہ نام سے بھی تعرض نہیں کیا کیونکہ جن اشعار کو جوہری وغیرہ نے لکھا ہے وہ بلاشک قابل استناد ہیں گو اون کے شاعروں کا نام معلوم نہو — سیرۃ ابن ہشام یہ کتاب آنحضرت صلعم کی سیرت میں پرانی اور متقدم ہے مگر سب حالات مختصر اور مجمل ہیں اور ایک لطف اسمیں یہ ہے کہ غزوات میں جو اشعار وقصائد طرفین سے ہوئے ہیں وہ کچھ مفصل ہیں مصنف اس کا اواخر صدی سوم اور اوائل چہارم میں تھا اس کے اشعار پر بھی دروغ و افترا کا احتمال نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کو قرآن سے کچھ علاقہ نہیں ہے — تفسیر مجمع البیان علامہ ابو علی طبرسی کی تصنیف ہے اور ۵۳۶ھ ہجری میں اس کی تصنیف ختم ہوچکی ہے کتاب جامع فنون و ضروریات تفسیریہ ہے اور نہایت معتبر و مستند عمدہ ہے اس میں جو اشعار ہیں وے غالباً ان دواوین ثلاثہ اور صحاح جوہری وغیرہ میں موجود ہیں جس کو شک ہو مقابلہ کرلے اس واسطے اس مفسر پر یہ اتہام نہیں ہوسکتا کہ قرآن کی صحت کے واسطے غیر مستند یا خود تصنیف کر کے اشعار لکھ دئے ہوں — اتقان سیوطی بھی عمدہ کتاب ہے معترض بھی اوس سے خوب واقف ہیں — ناظرین انصاف گزین غور کریں کہ بعد اس وثاقت و متانت و شہرت کتب مذکورہ کی مجال نہیں کہ کوئی متعصب بھی ان کتب کو مطلقاً غیر معتبر کہدے اور ان اشعار میں جو کتب

مذکورہ سے نقل کئے ہیں جرح وقدح کرو۔ بہرحال یہ بھہ ا۔ الفاظ جن کو عمادالدین نے سوء فہم یا تعصب سے غیر فصیح لکھا ہے نہایت فصیح ہیں اور شعرائے جاہلیت کے اشعار میں موجود ہیں اور معترض کا دعویٰ بے اصل اور بے دلیل ہے ایک لفظ بھی کلام الٰہی میں غیر فصیح نہیں ہے۔

دوسری فصل فصاحت آیات کے اثبات میں

قولہ تتمہ فصل اول باب ہشتم۔ اب ہم اس تتمہ میں یہ بات دکھلاتے ہیں کہ قرآن کے بعضے فقرے فصاحت و بلاحت لفظی و معنوی کے بعض عمدہ رعایات سے خالی ہیں پہلا فقرا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ یہ پہلی آیت قرآن کی غلط اور فصاحت سے خارج عام لوگوں کی سی گفتگو ہے کیونکہ لفظ رحیم بہ نسبت رحمن کے عام ہے اور رحیم ادنیٰ ہے اور رحمن اعلیٰ ہے فصحائے عرب کی عادت ہے کہ صفات میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کیا کرتے ہیں محمد صاحب نے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف اولٹی ترقی کی پس اون کو یوں کہنا چاہیئے تھا بسم اللہ الرحیم الرحمن۔

اقول فصل گذشتہ میں پادری صاحب کی مہارت علم ادب اور واقفیت زبان عرب کا حال ناظرین پر خوب کھل گیا ہوگا اور منصفون نے حق و باطل میں امتیاز کر لیا ہوگا اب اوس سے بھی طرفہ ماجرا یہ ہے کہ آیات کی فصاحت و بلاغت پر منہ کھولا ہے اور اپنی لیاقت علمی اور مذاق سخن فہمی کو بہت

کچھہ کام فرمایا ہے اور منشا اس کا یہ معلوم ہوا کہ چونکہ عبارت قرآنیہ سہل و ممتنع
ہے اور علارتے عبارت دقیقہ و مشکلہ کی حل تراکیب و معانی میں بسط دیا ہے
اور بوجہ متانت اور عمدگی عبارت کے ایک ایک آیت کی چند طرح سے ترکیبیں
بیان کی ہیں اور صنائع اور بدائع اور لطائف و نکات کہ جو اسباب اعجاز ہیں
ظاہر کئے ہیں خصوصاً زمخشری نے ہر ایک سہل بات کو یہاں تک کہ مسائل
صرف و نحو کو بھی تفسیر کشاف میں بطور سوال و جواب کے اِن قُلتَ قُلتُ
کرکے لکھا ہے پس بعض جگہہ تو ایسا ہوا ہے کہ قلت استعداد کے سبب
اور علم صرف و نحو و فصاحت میں مہارت نہونے کے باعث تراکیب معانی
ذہن میں نہیں آسکے اور اوس بسط و تدقیق سے مجملاً اس قدر سمجھ لئے ہیں کہ یہ
مقام مشکل اور قابل اعتراض ہے اور بعض جگہہ اگر کچھہ سمجھہ میں آگیا ہے تو لپنے
مطلب کی بات لکھہ لی ہے اور جواب کو چھوڑ دیا ہے تاکہ عوام ان اعتراضوں
کو اون کے نتائج افکار سے سمجھ کر مدح اور تعریف کریں اور سر دست مغالطہ
میں پڑجاویں۔

پادری صاحب کہتے ہیں کہ پہلا فقرا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ پہلی آیت قرآن کی
غلط اور فصاحت سے خارج عام لوگوں کی سی گفتگو ہے۔ فقط

سب اہل علم جانتے ہیں کہ ہر زبان میں غلط اوسی عبارت کو کہتے ہیں جو
اوس زبان کی صرف و نحو اور لغات کے خلاف ہو اور بلاغت کی رعایات
سے خالی ہونے کے باعث کسی زبان میں عبارت غلط نہیں کہی جاتی اور
اول سے آخر فصل تک اسی طرح ہر سوال میں فقط غلط معترض کے منہ سے

صادر ہوتا گیا ہے کہیں اس غلطی پر متنبہ نہیں ہوئے۔ دیکھو بعض اشعار امرئی القیس اور فرزدق و متنبی وغیرہ کے مسائل علم معانی میں ایسے لکھے ہیں کہ جو قواعد مندرجہ کتب مدونہ کے خلاف ہیں تاہم علماے اسلام نے اپنی تہذیب کے سبب اون کو غلط نہیں کہا اور حق یہ ہے کہ اہل زبان کے کلام کو کیونکر کوئی یک بیک غلط کہہ سکتا ہے۔ اور یہ آیہ بسلہ جوام الکتاب فصاحت کا عنوان اور دریاے بلاغت کا ایک گوہر غلطاں ہے اور معترض نے بھی کوئی عیب و سقم از روے صرف و نحو و لغت کے بیان نہیں کیا اور پھر بے محابا اوس کو غلط کہہ دیا ہے اسے سواے تعصب کے اور کیا کہا جاوے اور پھر اس پر بھی صبر نہیں کیا بلکہ بعد لفظ غلط کے غیر فصیح اور عام لوگوں کی سی گفتگو کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اکثر عبارتیں فصیح نہیں ہوتی ہیں مگر قواعد صرف و نحو کے مطابق صحیح ہوتی ہیں اس لئے غلط کو غیر فصیح کہنا دراصل اپنے دعوے کو ضعیف کر دینا ہے بلکہ من وجہ اوس عبارت کی صحت کا اقرار ہے اور علیٰ ہذا القیاس عام لوگوں کی سی گفتگو کہنا یہ غیر فصیح سے بھی زیادہ تر ضعف غلطی پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ عوام کی گفتگو ہمیشہ غیر فصیح نہیں ہوتی بلکہ زبان کے باب میں اکثر عوام کے محاورہ سے سند لی جاتی ہے۔ پس کسی عبارت کی مذمت اور اہانت میں بعد غلط کہنے کے غیر فصیح اور عام لوگوں کی سی گفتگو کہنا اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف اُلٹی ترقی ہے معترض کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ یہ پہلی آیت قرآن کی عام لوگوں کی سی گفتگو اور غیر فصیح بلکہ غلط ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک مگر یہ قرآن سے مخالفت کرنے کی سزا ہے کہ منکر

جس امر پر اعتراض کر رہا ہے اور اوسی کے لکھنے میں مصروف ہے سطر دو سطر کا بھی فاصلہ نہیں اُسی غلطی میں دو چند مرتبہ مبتلا ہے حالانکہ قرآن اوس قباحت سے پاک ہے کما ہیا نی اور اسی طرح پہلے دونوں فقرے بھی قابل مضحکہ ہیں کیونکہ لفظ بات کے واسطے سناتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں یا کہتے ہیں بولتے ہیں مگر بات کو دکھانا کبھی فصحائے ہند نہیں بولتے اور علی ہذا القیاس فصاحت بلاغت لفظی و معنوی بھی عجب ترکیب کا فقرہ ہے غالباً انگریزی قاعدہ پر ہو اور تبدیل لب و لہجہ ہند کا اہل انگلستان سے مشابہت حاصل کرنے کے واسطے کیا ہو مجھکو یہ مقصود نہیں کہ پادری صاحب کی عبارت پر حرف گیری کروں کیونکہ اس سے کتاب میں طول ہوتا ہے مگر یہ ذرا سی تنبیہ اسواسطے ہے کہ جس طرح ناظرین کو فصل گذشتہ میں اونکی استعداد علم ادب اور واقفیت زبان عرب کا حال معلوم ہوا اسی طرح اس فصاحت و بلاغت کی فصل میں بھی اون کی فصاحت و بلاغت کا نمونہ اور طبیعت کا مذاق ناظرین پر ظاہر ہو جاوے اور سمجھ لیں کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت پر اعتراض کرنے والا خود مسائل فصاحت و بلاغت پر کیسا حاوی ہے اور اسکو اس فن میں کسقدر مزاولت ہے۔ شعر

تو براوج فلک چہ دانی چیست ۔۔۔ چوں ندانی کہ در سرایت کیست

پادری صاحب کہتے ہیں کہ لفظ رحیم بہ نسبت رحمٰن کے عام ہے اور رحیم ادنیٰ ہے اور رحمٰن اعلیٰ ہے فصحاے عرب کی عادت ہے کہ صفات میں ادنیٰ سے اعلیٰ کیطرف ترقی کیا کرتے ہیں محمد صاحب نے اعلیٰ سے ادنیٰ کیطرف اُلٹی ترقی کی پس انکو یوں کہنا چاہیئے تھا بسم اللہ الرحیم الرحمٰن فقط چونکہ یہ عربی زبان کی بحث

ہے اور اُسکے قواعد صرفی ونحوی اور مسائل فصاحت وبلاغت اور محاورات اور خصوصیات
سے اکثر عوام یہاں کے ناواقف ہیں لہذا قبل اصل جواب کے تین امور بطور مقدمہ
کے لکھنے مقدم ہیں تاکہ اون سے لفظ رحمٰن کی حقیقت معلوم ہوجاوے اور اس سبب
سے جواب کے سمجھنے میں سہولت اور حق و باطل میں تمیز کیواسطے بصیرت آجاوے اور
نیز مومنین کو دقائق وحکم قرآن مجید کا نمونہ معلوم ہوجائے۔

امر اول یہ ہے کہ رحمان فعلان کے وزن پر ہے اور رحیم فعیل کے وزن پر ہے
اور علم نحو میں یہ دونوں صیغہ مبالغہ کے ہیں مگر اکثر نحاۃ کی رائے یہ ہے کہ فعلان میں
بہ نسبت فعیل کے زیادہ مبالغہ ہے اور سہیلی نے دلیل اسپر یہ بیان کی ہے کہ فعلان
صیغہ تثنیہ کی صورت پر ہے اور بہ نسبت واحد کے اسمیں دو حرف زائد ہیں پس
لفظی زیادتی اس امر کی مقتضی ہے کہ معنی میں بھی زیادتی ہو اور اسی زیادتی کیوجہ
سے یہ علماء رحمان کو ابلغ کہتے ہیں اور اسی بنا پر رحمٰن ورحیم میں عموم وخصوص مطلق ہو
پس رحیم عام ہوگا اور رحمٰن خاص۔ اور ابن الانباری جسکے علم وکمال کی معترض بہت
مدح کرتا ہے کہتا ہے کہ فعیل میں زیادہ مبالغہ ہے اور یہی ابلغ ہے اور ابن عساکر نے
اس پر یہ دلیل بیان کی ہے کہ فعیل جمع کا بھی وزن ہے مثل عبید کے اور جمع
کا مرتبہ بعد تثنیہ کے ہے اور یہی اس میں معنی کی زیادتی ہوتی ہے پس جو لفظ
اس وزن پر ہو وہ بھی ابلغ ہوگا۔ اور قطرب کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں وزنوں
میں برابر مبالغہ ہے کوئی ابلغ نہیں کما فی الاتقان فی ذکر المبالغۃ اور
ایسے ہی ابن عباس سے منقول ہے قال ھما اسمان رقیقان احدہما
ارق من الاخر۔ یعنی دونوں اسم رقیق ہیں اور ہر ایک دوسرے

سے زیادہ رقیق ہے۔ اور بعد اس اختلاف کے یہ دوسرا اختلاف ہے کہ خدا کی صفات میں مبالغہ نہیں ہوسکتا کیونکہ صفات الہی قدیم سے اکمل ہیں قابل کمی و زیادتی کے نہیں۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگرچہ باعتبار نفس صفت کے مبالغہ نہیں ہوسکتا مگر باعتبار تعدد مفعولات و موارد رحمت کے یعنی مرحومین کی کثرت کی وجہ سے مبالغہ ہوسکتا ہے۔ کما فی الاتقان فی ذکر المبالغۃ۔ فقط یہاں ناظرین کو یاد رہے کہ جن کے نزدیک رحمان ابلغ نہیں ہے اون کے نزدیک رحیم عام بھی نہیں۔

امر دوم یہ ہے کہ لفظ رحمان اگرچہ صفت کا صیغہ ہے مگر ہمیشہ سے ذات باری کے واسطے مخصوص اور مثل علم کے ہے گویا رحمن اللہ کا نام ہے پس کسی مخلوق کو رحمان نہیں کہتے جس طرح لفظ خالق اور صمد و راحد ہے کہ یہ جملہ اسمار اگرچہ صفات ہیں مگر مثل لفظ اللہ کے ذات باری کے واسطے مخصوص اور کالاعلام ہیں اور یہ علمیت باعتبار وصفیت خاصہ مثل القاب و خطابات کے ہے لہذا یہ علمیت منافی وصفیت بھی نہیں اور اسی وجہ سے یہ اسمار صفات کبھی اپنے مصادر و افعال کیطرح مثل صفات مشبہ کے عمل کرتے ہیں اور کبھی بغیر موصوف کے بھی بولے جاتے ہیں اور مخصوصیت اور علمیت رحمان کی خود کلام الہی اور اقوال اہل زبان سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی اور پھر فرمایا وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ اور پھر فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ دیکھو خود جناب الہی فرماتا ہے

کہ رحمان میرے ناموں میں سے ہے اور ابن مالک نحوی کہتا ہے کہ ان آیات میں اور اکثر جگہ لفظ رحمٰن کے بغیر موصوف واقع ہونے سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ علم ہے شنفری شاعر زمانہ جاہلیت کا جسکے اشعار حماسہ میں موجود ہیں کہتا ہے شعر

الا ضربت تلک الفتاۃ ھجینھا   الا قضب الرحمٰن ربی یمینھا

اور سلامہ بن جندل جس کے اشعار اشعار حماسہ کی سند میں شارح نے لکھے ہیں کہتا ہے مصرعہ وما یشاء الرحمٰن یعقد ویطلق (اعنی مصرعہ بوء الرحمٰن بینک منزلا) کما فی المجمع زید بن عمرو بن نفیل شاعر جاہلی اپنے قصیدہ میں کہتا ہے شعر

ولکن اعبد الرحمٰن ربی   لیغفر ذنبی الرب الغفور

کما فی السیرۃ ان اشعار سے ثابت ہے کہ عرب رحمٰن کو مثل اللہ کے ذات باری تعالیٰ کیواسطے مخصوص اور مختص علم کے سمجھتے تھے۔

امر سوم یہ ہے کہ لفظ رحمان میں دنیاوی رحمتیں مراد لی گئی ہیں اور رحیم میں رحمتہائے اخروی پس رحمان کے معنی رحمت کنندہ در دنیا اور رحیم کے معنی رحمت کنندہ در آخرت ہیں ــــ تفسیر مجمع البیان میں ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ جناب سید المرسلین و خاتم النبیین صلعم نے فرمایا ہے کہ الرحمٰن رحمٰن الدنیا والرحیم رحیم الآخرۃ اور اسی تفسیر میں دوسری حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خداوند عالم تمام خلق پر رحمٰن ہے اسواسطے کہ دنیا میں اوس کی رحمتیں اور شفقتیں مسلم و کافر و متقی و فاجر پر برابر ہیں کسی کی تخصیص نہیں ــــ اور رحیم ہے خاصکر مومنین پر اور اس حدیث کا مآل

بھی یہی ہے کہ رحیم باعتبار رحمت آخرت کے ہے کیونکہ دار دُنیا میں کافر بھی رحمت میں شریک ہیں اور آخرت میں خاص مُومنین پر ہی رحمت ہوگی کافر وہاں کی رحمت سے محروم ہیں اور یہ تخصیص قواعد نحوی کے بھی خلاف نہیں کیونکہ صفات مشبہ کے متعلقات اکثر محذوف رہتے ہیں اور وہ متکلم کے بیان سے یا قرینہ سے معلوم ہوتے ہیں جس طرح عرب کے سلاطین سے عرب کہتے تھے ایھا الامیر یعنی اے امیر المومنین وایھا الخلیفۃ یعنی اے خلیفۃ الرسول ایھا الملک یعنی ایھا الملک فی العرب اور یہاں آیۂ بسملہ میں متکلم کی رائے اور قرینہ سب موجود ہے غرض اس مقدمہ سے یہ تین امر بخوبی ثابت ہو گئے۔ اولاً یہ کہ لفظ رحمٰن کی ابلغیت از روئے قاعدہ نحو کے لفظاً اور از روئے اقوال علما کے معنیً متنازع نیہ ہے ثانیاً یہ کہ رحمٰن ذات باری تعالیٰ کے واسطے مخصوص اور علم اور نام کے مثل ہے۔ ثالثاً یہ کہ ذات باری تعالیٰ کو رحمٰن باعتبار مراحم دنیوی کے کہتے ہیں اور رحیم باعتبار مراحم عقبیٰ کے — اس مقدمہ کے بعد ناظرین اس ایک اعتراض کے جوابات کو ملاحظہ کریں۔

جواب اول یہ ہے ہرگاہ کہ لفظ رحیم کا مصداق ذات باری تعالیٰ ہو یعنی اللہ کو رحیم کہیں تب رحیم میں بھی اوسی قدر رحمت مراد ہوگی جس قدر رحمٰن میں مراد ہے گو دونوں رحمتیں مختلف ہوں کیونکہ حق تعالیٰ کی کسی صفت میں کمی نہیں اس کی جملہ صفات ازل سے اکمل ہیں پس لفظ رحمٰن باعتبار مصداق کے یہاں رحیم سے ابلغ نہیں اور اعتراض واہیات ہے — اور اگر بغیر لحاظ مصداق کے صرف باعتبار وزن و مفہوم لفظ کے رحمٰن میں ابلغیت فرض کی جاوے تو

اس سے آیۂ بسملہ میں کچھ اعتراض لازم نہیں آتا۔ لیکن ہم اسکا بھی جواب دیتے ہیں کہ رحمٰن کی مفہومی ابلغیت میں بھی اختلاف ہے ابن عباس جو نحاۃ اور مفسرین دونوں فریق کے معتمد علیہ ہیں اون کے نزدیک اور بھی بعض نحویوں کے نزدیک اوس کی ابلغیت ثابت نہیں معترض کو لازم ہے کہ اولًا اس ابلغیت پر اہل زبان کا اجماع ثابت کرے تب جواب کا طالب ہو۔ اور اگر باعتبار موارد اور مواقع رحمت کے ابلغیت کو ثابت کرے تو باوجودیکہ یہ مسئلہ بھی متنازعٌ فیہا ہے مگر تاہم یہ جواب ہے کہ باعتبار موارد کے ابلغیت کا ثابت کرنا محض عقلی بات ہے اور ویسے ہی ابلغیت کی علت و وجہ رحیم میں بھی نکل سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ مابہ الرحمۃ یعنی نعمائے اخروی چونکہ باقی اور افضل ابد نفیس اور اعلیٰ ہیں لہٰذا اس اعتبار سے لفظ رحیم ابلغ ہے خصوصًا مومنین قائلین بسملہ کے نزدیک کہ وہ اکثر نعمائے دنیوی سے محروم رہتے ہیں اور نعمائے اخروی کے موعود ہیں پس اون کو رحیم بہ نسبت رحمٰن کے ابلغ ہوگا۔

جواب دوم بفرض ابلغیت رحمٰن کے جس طرح کہ ہو یہ جواب ہے کہ تاخیر ابلغ و اعلیٰ کی صفات میں ہوتی ہے یا یہ کہ ایک مبتدا کی چند خبروں میں چنانچہ خود معترض نے بھی لکھا ہے کہ صفات میں اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف ترقی کیا کرتے ہیں اور یہاں آیۂ بسملہ میں رحمٰن و رحیم لفظ اللہ کی صفت نہیں ہیں تاکہ ترقی کی حاجت ہو اور نہ اللہ موصوف ہے کیونکہ بنا بر تحقیق و تدقیق کے جو ترکیب کہ ابن ہشام صاحب کتاب مغنی اور ابن مالک وغیرہما اعاظم نحاۃ نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ لفظ اللہ مبدل منہ ہے اور رحمٰن بدل اور مقصود بالنسبۃ

ہے اور رحیم صفت ہے رحمن کی نہ اللہ کی کیونکہ اگر اللہ کی صفت ہو تو اوسکی بدل اوس کی صفت پر مقدم ہو جائے گی اور بدل صفت پر مقدم نہیں ہوتی بلکہ ایسے مقام پر صفت مقدم ہوتی ہے — ناظرین غور فرماویں کہ یہاں تعدد صفات کہاں ہے جو تقدیم ابلغیت کا سقم بھی پیدا ہو۔

جواب سوم بعد فرض ابلغیتِ رحمن اور ترکیب توصیفی کے یہ ہے کہ لفظ رحمن میں مثل اللہ کے مخصوصیت اور علمیت ہے کہ بجز ذات باری تعالیٰ کے دوسرے کو رحمن نہیں کہتے بخلاف لفظ رحیم کے کہ سوائے اللہ کے اوروں کو بھی رحیم کہتے ہیں پس مثل لفظ اللہ کے بنظر قصد بالذات و تبرک و تعظیم رحمن کی تقدیم بھی لازم تھی۔

جواب چہارم جناب الہی کا کلام شعرا کا سا نہیں جن کی تمام ہمت اسی میں مصروف رہتی ہے کہ شعر میں ایسے صنائع و بدائع بھرنا چاہیے کہ ممدوح اور سامعین خوش ہوں اور یہ کلام سب کے کلام پر فائق رہے — اون کے مضامین اکثر الفاظ کے تابع رہتے ہیں کہ جہاں کہیں برجستہ لفظ نہ ملا تو مضمون کو ہی بدلدیا — یہ کلام جناب مستجمع کمالات مستغنی عن الصفات قادر مطلق حکیم برحق کا ہے کہ حسب مقتضائے حال اور مطابق ضرورت کے ہر لفظ کو اپنے محل و موقع پر رکھا ہے اور مقدمہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ رحمان میں رحمتِ نعمت دنیا مراد ہے اور رحیم میں رحیمیت عقبا اور مرتبہ ضروریات دنیا کا وجود عقبیٰ پر مقدم ہے لہذا رحمن الرحیم پر مقدم ہونا چاہیے۔

جواب پنجم بنا بر فرض مذکورہ بالا کے تاخیر رحیم کی یہ وجہ ہے کہ چونکہ رحیم میں

رحیمیت عقبیٰ مراد ہے اور مؤثرات اور نتائج عقبیٰ کے باقی اور ابدی اور دنیا کی
فانی اور آنی ہیں وے اعلیٰ یہ ادنیٰ وے خطیر یہ حقیر وے نفیس یہاں کے خسیس
وے افضل یہ ارذل اور ظاہر ہے کہ عمدہ اور نفیس شے کا معطی حقیر اشیاء کے
معطی سے بہتر اور اعلیٰ ہوتا ہے پس با عتبار ما بالرحمۃ یعنی نتائج رحیمیت کے
رحیم میں ترقی ہے خصوصاً مومنین قائلین بسملہ کو کہ یہاں کے نعمائے فانیہ چنداں
ان کو مرغوب و مطلوب بھی نہیں اور اکثر باوجود طلب کے منتفع اور متمتع بھی
نہیں ہوتے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے الدنیا سجن المؤمنین
وجنۃ الکافرین پس مومنین کو بلفظ رحیم میں ترقی ہے اور علم بلاغت میں
ایسے ہی نکات اور لطائف عقلیہ ہوا کرتے ہیں۔

جواب ششم یہ ہے کہ علاوہ اسباب اور وجود مذکورہ کے تاخیر رحیم میں رعایت
فاصلہ کے بھی ہے فصحائے عرب بلکہ ہر زبان کے فصحا کا دستور ہے کہ سجع اور
قافیہ اور فاصلہ کے رعایت کے واسطے مؤخر کو مقدم اور مقدم کو مؤخر کر دیتے ہیں۔

جواب ہفتم زبور کے باب ۸۶ آیت ۱۵ میں ہے ایل رحوم وحنون اور
پھر باب ۱۰۳ آیت ۸ میں ہے رحوم وحنون یہوا۔ اس عبارت کا ترجمہ
ولیم گلن قسیس آکسی و معلم علم الٰہی نے اصل زبان عبرانی سے فارسی
میں کیا ہے کہ خداوند رحمٰن و رحیم است۔ نسخۂ مطبوعہ لندن ۱۸۵۶ء ـــ معلوم
ہوا کہ اس ترتیب میں کتب سماویہ کی بھی مطابقت ہے اور مترجم کی جلالت
قدر اور مہارت زبان عبرانی و فارسی اوس نسخہ سے ظاہر ہے پس اگر بسم اللہ
غلط ہوگی تو زبور پہلے غلط ہوگی ـــ اسواسطے پادری صاحب کو نفط غلط

کہنا مناسب نہ تھا۔

ناظرین کو اِن آٹھ سات جوابوں سے روشن ہوگیا ہوگا کہ قرآن مجید میں جہاں جو لفظ ہے وہی اوس کی جگہہ ہے اگر اس ترتیب موجودہ کے خلاف ہوتا جس طرح معترض نے لکھا ہے تو سفہا اور حمقا کا سا کلام ہوجاتا حکیمانہ کلام نہ رہتا کیونکہ اِس وقت مثل رحمٰن کے عقلی ابلغیت رحیم میں بھی موجود ہے اور دیگر لطائف و حِکَم و مصالح بھی پیدا ہیں اور فاصلہ کی بھی رعایت ہے اور اوس ترتیب میں یہ امور ہرگز نہیں تھے پس جس ترتیب میں کہ وجوہ بلاغت زیادہ ہوں وہی ترتیب عمدہ ہے نہ وہ کہ جس میں ایک ہی وجہ ہو اور اوس کے بھی مقدمات و اسباب میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

قولہ۔ دوسرا فقرہ سورۂ فاتحہ میں ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ یہ بھی غلط اور عام لوگوں کی سی گفتگو ہے کیونکہ پہلے خدا سے مدد مانگنی چاہیے ترتیب کے برخلاف ایسے مدعی فصاحت کو بولنا نچاہیے تہا۔

اقول ایسے محقق نے جس کے نزدیک صرف خلاف ترتیب ہونے سے عبارت غلط ہوجاتی ہے یہ کچھہ بیان نہ کیا کہ عبادت اور استعانت میں کس قسم کی ترتیب ہے اور استعانت کو عبادت پر تقدمات خمسہ[ل] میں

ل ایک چیز کو دوسری چیز پر جو تقدم ہوتا ہے وہ پانچ قسم سے ہوتا ہے۔ اولاً تقدم بالزمان یعنے پہلا باعتبار زمانہ کے متقدم ہو جس طرح حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہیں اور عیسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے۔ ثانیاً تقدم بالطبع یعنی جب پہلی چیز موجود ہو تو پہلی چیز اوس کے ہمراہ ہو یا پہلے ہو اور تقدم محتاج الیہ کا محتاج پر اسی میں داخل ہے۔ ثالثاً تقدم بالشرف یعنی شرافت و فضیلت کے سبب متقدم

سے کس طرح کا تقدم ہے اگر استعانت کو عبادت کا مقدمہ اور سبب اتمام خیال
کر کے متقدم بالطبع سمجھے ہیں تو محض غلطی ہے کیونکہ وجود عبادت کا ہماری استعانت
پر موقوف نہیں بلکہ خدا کی اعانت و امداد پر موقوف ہے اور عبادت کے لائق
اعانت ضروری بدون استعانت کے خدا نے عطا کر رکھی ہے یعنی اعضا اور
حواس اور اسباب معاش اور طاقت عبادت کرنے کی بغیر طلب کے پیشتر
سے عطا فرما دی ہے اگر کام کی قدرت پہلے سے عطا نہوتی اور انسان مجبور ہوتا
تو عبادت کا حکم اوس کے واسطے عبث ہوتا + اور بدیہی امر ہے کہ بعض عبادات
بالبعض وقت بدون استعانت کے ہم عبادت کر لیتے ہیں اور اگر پادری صاحب
کا یہ مطلب ہے کہ پہلے استعانت کرنے سے شاید حق تعالیٰ صعوبت اور
مشقت عبادت کو ہم پر سہل کر دے اور اوس کی اعانت سے بخوبی انجام
ہو جاوے اسواسطے اولیٰ ہے کہ بندہ پہلے استعانت کر لیوے تو اِس اولویت کو
ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور ایسا ہی سب مسلمان کرتے ہیں کہ ہر عبادت کے شروع
میں بلکہ ہر کام کے شروع میں بسم اللہ کہہ لیتے ہیں جو خاص استعانت ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶ - چو جس طرح مدرسہ میں طالب علم باعتبار لیاقت اور فضیلت کے مقدم موخر بٹھلائے جاتے ہیں۔ رابعاً تقدم بالرتبہ یعنی تعداد و شمار میں مبداء کی طرف ہونا جس طرح مسجد کی صفوف بلالحاظ شرافت متقدم و متاخر ہوتی ہیں مگر جب امام کی طرف سے شمار کیا جاوے تو پہلے وہ صف ہوگی جو امام کے قریب ہے اور اگر پچھلی طرف کو مبداء قرار دیکر ادھر سے شمار کرو تو پچھلی پہلے ہوگی۔ خامساً تقدم بالعلیۃ ہے یعنی علت ہونے کے سبب پہلے جس طرح ہاتھ کی حرکت قلم سے پہلے ہوتی ہے گو یہ تقدم بظاہر معلوم نہیں ہوتا۔ ۱۲ منہ

مگر چونکہ یہ اولویت نفس استعانت میں نہیں اور نہ تقدمات خمسہ میں کسی قسم کا
تقدم لہذا اس امر کی مقتضی نہیں کہ عبادت اور استعانت کے نام لینے اور
ذکر کرنے میں بھی استعانت کو مقدم کیا جاوے جس طرح یہاں سورۂ حمد میں
عرض حال ہے + یہانتک اعتراض کا جواب تھا اب تقدیم عبادت کے اسباب
بیان کرتا ہوں جس سے کلام الٰہی کی بلاغت ظاہر ہو۔ اولاً بطور عقل و نقل
عبادت استعانت سے اشرف و افضل ہے اسواسطے کہ عبادت مقصود بالذات
ہے اور استعانت مقصود و ملحوظ بالعرض ہے کیا معنی کہ عبادت وغیرہ دیگر
مہمات ہی کیواسطے استعانت کی حاجت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ مقصود بالذات
اشرف و افضل ہے بہ نسبت مقصود بالعرض کے + علاوہ اسکے استعانت سوال
ہے اور عبادت خدمت ہے اور عموماً سوال باعث ذلت ہے اور خدمت باعث
عظمت چنانچہ جناب باری تعالیٰ میں بندہ کا قرب اور ترقی مدارج عقبا عبادت
کی حیثیت پر موقوف ہے نہ سوال کی حیثیت پر جسقدر جسکی عبادت ویسا ہی اُسکا
مرتبہ علاوہ اسکے خدمت عموماً سوال کے قبول ہونیکا عمدہ ذریعہ ہے اور بدون ذریعہ
کے سائل اکثر محروم رہتا ہے + علاوہ اسکے حدیث میں وارد ہے کہ اگر بندہ حمد و تسبیح
الٰہی میں مشغول رہے تو بغیر طلب اوسکی حاجت روا ہوتی ہے ثانیاً فن بلاغت
میں اہتمام باعث تقدیم ہے اور یہاں بھی ذکر عبادت کا اہتمام منظور ہے اور عبادات
کا ہی بیان اصل مقصود ہے استعانت کا ذکر محض واسطے رفع تکبر و غرور کے
بطور تعلیم فرمایا ہے تاکہ بندہ کو اپنی عبادت کے بعد یہ خیال نہ آجاوے کہ میں نے
بالاستقلال عبادت پوری کرلی بلکہ یہ خیال کرے کہ میں ایسا عاجز ہوں کہ بدون

اعانت خدا کے عبادت بھی نہیں کرسکتا یہ بھی اسی کی امداد سے تمام ہوئی ہے +
بنا براسِ معنی واحتمال کے یہ استعانت عبادت ماضیہ کا عرض حال اور آیندہ
کے واسطے طلب اعانت ہے اور فقرہ مابعد یعنی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ
کے واسطے عجب لطافت سے تمہید اور توطیہ اور مناسبت ہے کیونکہ اس فقرہ سے
سوال شروع ہوتا ہے اور سورۂ حمد کا سیاق اس احتمال کا مؤید ہے کیونکہ نصف سورہ
حمد اوصاف الہی اور اظہار عبودیت میں ہے اور نصف آخر سوال ہے۔ اور ہمنے
فرض کیا کہ استعانت کو بھی عبادت پر کسی قسم کا تقدم ہو مگر جب دو چیزیں مختلف
اسباب سے باہم متقدم بھی ہوں اور متاخر بھی تو متکلم کو جسکی تقدیم منظور ہوتی ہے
اسی کو مقدم کردیتا ہے چنانچہ قرآن میں ایک جگہ جناب خاتم المرسلین صلعم کو حضرت
نوح سے بھی مقدم بیان کیا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہاں آنحضرت صلعم کی شرافت
وفضیلت کا اظہار مقصود ہے ثالث لفظ نَسْتَعِيْنُ کی تاخیر سے فاصلہ بھی حاصل ہو گیا
اور فصحا فاصلہ اور قافیہ کی رعایت کیواسطے مقدم کو مؤخر کردیتے ہیں ــــ پس مدعی
فصاحت نے جسپر پادری صاحب نے بڑے غیظ وغضب سے اعتراض کیا ہے
ان وجوہ بلاغت کے سبب عبادت کو مقدم کیا ہے قولہ ۳ فقرہ سورۂ بقرہ میں ہی
يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا منافق لوگ خدا کو اور مسلمانوں کو فریب دیتے ہیں
یہ محض غلط ہے کیونکہ خدا عالم الغیب ہے اسکو کوئی فریب نہیں دیسکتا اور مسلمان
فریب میں آسکتے ہیں سو اسنے مسلمانوں کو جدا بیان کیا ہے پس یہ کلام بلیغ نہیں
اقول یہ ایسی فصیح وبلیغ عبارت ہے کہ کئی طرح جس کے معنی اور ترکیب
اور جواب ہو سکتے ہیں اور ایسی ہی وجوہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خالق کا

کلام ہے کیونکہ مخلوق کے کلام میں دوسرے معنی و ترکیب پیدا کرنے میں بھی اشکال و تکلف ہوتا ہے اوّلاً صراح خدع فریقین خدیعۃ مکر و فریب مجمع

اصل الخدع ہم الاخفاء و الایہام بخلاف الحق و التزویر الخ

مطلب یہ ہے کہ منافق لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لائے ہیں تو وہ فریب کرتے ہیں اور اصل بات کو پوشیدہ کرتے ہیں۔ پادری صاحب نے ایسا سے یہ کیونکر سمجھ لیا کہ انکا فریب خدا پر چل گیا اور واقع ہوگیا! اور خدا فریب کھا گیا جو وہ لکھتے ہیں کہ اوس کو کوئی فریب نہیں دے سکتا۔ ہم بھی کہتے ہیں اور سب مفسروں نے اس شبہ کو رفع کر دیا ہے کہ بیشک کوئی خدا کو فریب نہیں دے سکتا مگر یہ ممانعت کہاں سے ثابت ہوئی کہ ایسے امر کا کوئی ارادہ بھی نہیں کر سکتا ارادہ فعل اور چیز ہے اور وقوع فعل اور چیز ہے۔ بہت سہل اور صاف ہے اور ہمارے روزمرہ میں داخل ہے کہ جو شخص اپنے مخالف سے فریب کرنا چاہتا ہے پس اگر وہ فریب مخالف پر فوراً ظاہر ہوجاتا ہے اور نہیں چلتا تو بھی اس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے یہ فریب کیا سو اُسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اوسکا فریب چل گیا بلکہ اوس کے ارادہ اور فعل کا اظہار مقصود ہوتا ہے اور یہ مطلب ہوتا ہے کہ اوس شخص نے فریب کرنا چاہا اور کیا مگر چلا نہیں اور اسی سبب سے مفسروں نے یُخَادِعُونَ کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ منافق لوگ اللہ اور مومنین سے فریبوں کا سا معاملہ کرتے ہیں یا فریب کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ہماری بیان اور روزمرہ کا اعتبار نہو تو شناس زمانہ حال سنت کے محاورہ کو دیکھ لو۔ ھذا شعر

فلا تکتمن اللہ ما فی نفوسکم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ لیخفی ومہما یکتم اللہ یعلم ؟ کما فی المعلقہ

دیکھو اس شاعر سے کسی عرب نے یہ نہ کہا کہ اللہ سے کون چھپا سکتا ہے جو تو منع کرتا ہے۔ اور جسطرح اس شاعر نے مصرعہ دوم میں ظاہر کردیا ہے کہ کوئی چیز خدا سے چھپ نہیں سکتی اسی طرح اس آیت میں بھی خدع کی نفی کردی ہے اور صاف فرمادیا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَھُمْ معلوم نہیں کہ پادریصاحب اس عبارت کو کیوں چھوڑ گئے حق یہ ہے کہ تیرہ سو برس کے واقعہ اور مضمون کی تصدیق آج بھی مومنین کو کرادی کہ نصف آیت کو اخفا کر کے کس خدع سے اعتراض بنایا ہے۔ ثانیاً یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ میں لفظ اللہ سے مجازاً رسول اللہ مراد ہیں یعنی منافق لوگ رسول اللہ اور مومنین کے ساتھ فریب کرتے ہیں اور یہ مجاز بھی نہایت مشہور اور رائج ہے سلاطین کا دستور ہے کہ اون کے سفیر اور وکیل کے ساتھ دوسرا بادشاہ جو معاملہ کرتا ہے اوس معاملہ کو بعینہٖ اپنے ساتھ سمجھتے ہیں اور سفیر کی اہانت کو اپنی اہانت اور اوس کی تعظیم کو اپنی تعظیم اور اسیطرح عدالت میں جاکر وکیل و موکل کی گفتگو کو سن لو اور اس مجاز پر دو قرینہ ہیں **اولاً** استحالہ عقل کہ خدا کسی کے فریب میں نہیں آسکتا ثانیاً یہ کہ اللہ اور مومنین کا تو ذکر ہو اور رسول کا ذکر نہ ہو اسکے کیا معنی اور بلاغت اور نکتہ اس میں اظہار قربت رسول ہے اور یہ قربت رسول صلعم کی شرافت اور فضیلت کا باعث ہے۔
ثالثاً قبل لفظ اللہ کے لفظ رسول مضاف محذوف ہے اور حذف مضاف زبان عرب میں کثیر الاستعمال ہے حاجت مثال نہیں مگر احتیاطاً دو تین شعر لکھتا ہوں زہیر **شعر** امن ام اوفی دمنۃ لم تکلم ؟ بحومانۃ الدراج

فالمتثلم وای من منازل ام اوفی ۔ کما فی المعلقۃ اور اسی قصیدہ میں ہے شعر
سعی ساعیا غیظ بن مرۃ بعد ما ۔ تبزل ما بین العشیرۃ بالدم کو ای بسفک الدم
حارث بن حلزۃ شعر زعموا ان کل من ضرب العیر موال لنا وانا الولاء ای
ای انا اصحاب الولاء ۔ کما فی المعلقۃ ۔ رابعاً ۔ زبور میں حضرت داؤد نبی اسرائیل
کی شکایت میں فرماتے ہیں و برگشتہ مثل پدران خیانت ورزیدند یعنی از خدا و مثل
کمان فریب دہ منحرف شدند و در العینی خدا را غضبناک کردند۔ اور اسی طرح
ہوشیع پیغمبر اپنی کتاب کے باب ہفتم میں کہتے ہیں پادری صاحب فرماویں کہ
خدا سے کون خیانت کرسکتا ہے اور کون اُسے فریب دے سکتا ہے جو بنی اسرائیل
نے خدا کے ساتھ کیا اور اُردو ترجموں میں جو اس اعتراض کو سوچکر استادوں نے
بجائے خیانت کے لفظ سرکشی بنا دیا ہے یہ دوسری خیانت اور تحریف ہے۔
اور جو اعتراض پادری صاحب نے کیا ہے وہ درحقیقت اسی آیہ زبور میں ہے
کیونکہ اس سے خدا کو فریب دینا اور اس امر محال کا وقوع ظاہر ہوتا ہے ؎
آیۂ قرانیہ سے ۔۔ پادری صاحب ابتدای کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب ہم کو
تفسیروں سے تسلی نہیں ملتی تب ہم اعتراض کرتے ہیں اور ایک جگہ اپنی دیانت
کا بھی دعوی کیا ہے اسلئے میں کہتا ہوں کہ تینوں جواب مذکورہ اور اسیطرح
قول اول و دوم کے جواب تفاسیر میں موجود ہیں ان سے کیوں نہیں تسلی ملی ہاں
اسقدر فرق ہے کہ میں نے ہر ایک جواب کو تفصیل سے لکھا ہے اور مفسرون
نے بہت مختصر لکھا ہے اگر وہ اس قدر تفصیل کریں تو تمام عمر میں تفسیر تمام نہو
اور چنداں فائدہ بھی نہو کہ تفسیر صاحب استعداد کے واسطے لکھی جاتی ہیں

اور بالفرض اگر اُن میں تسلی نہ ملی تو لازم تہا کہ مفسروں کے جواب کو نقل کرکے
اُسکا رد کرتے تو ہم بہی سمجھتے کہ فلاں بات قابل تسلی نہیں غالباً تفسیروں کے
مختصر متین عربی عبارت ہونے کے سبب تسلی نہیں ہوئی سو یہ مفسروں کا
قصور نہیں دیکھنے والے کو لازم ہے کہ اون کے مطالعہ کے لایق استعداد بہم پہنچاوی
یا کسی سے پڑہے ورنہ جلدی کو کوئی کہاں تک سمجہائے **قولہ** ہ فقرہ سورہ بقرہ
میں ہے اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ
الْمَاءُ پتہروں میں بعض پتہر ہیں جنسے پانی کی نہریں نکلتی ہیں اور بعض وہ پتہر
ہیں کہ اُن میں سے پانی نکلتا ہے واہ سبحان اللہ کیا عمدہ قرآن کی فصاحت و
بلاغت ہی اور کیا کلام مدلل اور قادر ہے یہ تو ناوانوں کی سی بات ہے کیونکہ دونوں
شقوں کا ایک ہی مطلب ہی پہر دوسری شق لانے سے کیا فائدہ **اقول** جل جلالہٗ
آجتک قرآن کے مقابلہ اور توہین میں مخالفوں کی زبان میں لحن اور عبارت میں خبط
ہو جاتا ہے جہاں معترض نے اس کتاب میں کوئی کلمہ ٹہیکر کہا ہے وہیں اسکے
بہل گرا ہے جواب سے پہلے یہ پوچہتا ہوں کہ لفظ قادر جو لفظ مدلل پر عطف ہی
یہ ترکیب میں لفظ کلام سے کیا نسبت رکہتا ہے اگر کہو کہ کلام کی صفت ہے تو
محض غلط کیونکہ قادر متکلم کی صفت ہوتی ہے نہ کلام اور اگر کہو کہ مضاف الیہ ہے
تو پہر معطوف علیہ کسی کی صفت اور معطوف کسیکا مضاف ہوگا اور اسوقت معطوف
معطوف علیہ کا یکساں حال نہوگا حالانکہ دونوں کا ایک حال ہونا ضرور ہی ——
اور اصل اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہرگز دونوں شقوں کا ایک مطلب نہیں
کیونکہ یہاں پانی نکلنے کا بیان کرنا مقصود نہیں پتہروں کی تفصیل و تفریق اور

تفاوت باہمی کا بیان مقصود ہے اور اس تفصیل سے پتھروں کی تفصیل مطلوب ہے مطلب یہ ہے کہ یہود کے قلوب پتھر سے بھی سخت تر ہیں اور پتھروں کو اُن سے فضیلت حاصل ہے کیونکہ پتھروں میں تو بعض پتھر سے نہریں نکلتی ہیں جس سے زراعت ونباتات پیدا ہوتی ہے اور اوس سے حیوان وانسان منتفع ہوتے ہیں اور بعض پتھرے اگر نہریں جاری نہیں ہوتیں تو تھوڑا سا ہی پانی نکلتا ہے کہ اُس سے بھی آدمی منتفع ہوتے ہیں مگر اے یہود تمہارے دل کسی طرح نہیں پسیجتے اور اُن سے کچھ نفع نہیں نہ تمکو نہ غیر کو۔ اور دوسری شق میں لفظ الماء سے تھوڑا پانی اس واسطے مراد ہے کہ انہار کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے اور دستور ہے کہ جبتک پانی تھوڑا سا رہتا ہے تب تک اُسے پانی بولتے ہیں اور جب کثرت سے نکلکر دریا اور نہر کی حد کو پہونچ جاتا ہے تب اوسکو عرف میں پانی نہیں بولتے دریا نہر چشمہ وغیرہ کے لفظ سے بولتے ہیں بہرحال اہل مذاق خوب جانتے ہیں کہ ایسے مقام تمثیل و تفضیل میں تفصیل سے ہی بلاغت ولطافت ہوتی ہے تاکہ ایک چیز کی فضیلت دوسری چیز پر خوب ثابت ہوجاوے اور دشمن اپنی تفضیح اور اہانت کو دیر تک سنا کرے اور خوب شرمندہ اور متاثر اور منفعل ہووے۔ بلاغت یہی ہے کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو اجمال کی جگہہ اجمال تفصیل کی تفصیل ذہین آدمی سے کسی طرز سے بات چیت کی جاتی ہے غبی سے کسی طرز پر۔ دشمن سے کبھی بوجہ نفرت کے مختصر کلام کیا جاتا ہے کبھی بنظر تذلیل وتفضیح یا بامید تاثیر طوالت کے ساتھہ کلام کیا جاتا ہی اور اسی طرح دوست سے کبھی بوجہ لذت تخاطب کے دیر تک بات

کرنے کو دل چاہتا ہے اور کبھی بوجہ مصلحت یا علم سابق کے اشارہ ہی کر دیا جاتا ہے غرض یہ ہے کہ ہر چیز کا محل اور موقع ہوتا ہے اور اوس محل کو صاحب مذاق اور طبیعت دار آدمی ہی خوب جانتا ہے ابیات

مذاق لعل خوباں را چہ دانی — تو شور این نمکداں را چہ دانی
تو در آئینہ محوی چوں سکندر — مذاق آب حیواں را چہ دانی

اصل جواب سے فارغ ہو کر کہتا ہوں کہ اگر پادری صاحب کو اس آیت کی بلاغت و لطائف معلوم نہ ہوئی تو خیر یہ قلبی اور وجدانی امر ہے اور مہارت زبان عرب پر موقوف ہے مگر اون کو نادانوں کی سی بات کہنا مناسب نہ تھا کیونکہ اسی طرح کی عبارت زبور میں بھی موجود ہے حضرت داؤد فرماتے ہیں۔

در بیاباں صخرہ را چاک نمودہ ایشاں را گویا از لجۂ عظیم نوشانید از صخرہ سیل ہا رواں کردہ آنہا را مثل نہر جاری ساخت اینک صخرہ را زد کہ آبہا جاری شدند و جوے ہا لبریز شدند۔

دیکھو زبور میں تینوں شقوں کا ایک ہی مطلب ہے قرآن میں دوسری شق پر نادانی کا اعتراض ہے۔ اعاذنا اللّٰہ عن ہذہ الہفوات السخیفۃ معلوم نہیں کہ پادری صاحب نے دین عیسوی کو بھی بصدق دل قبول کیا ہے یا نہیں۔

قولہ فقرہ سورۂ بقر میں ہے یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ لکھتے کتاب کو اپنے ہاتھوں سے بھلا صاحب کوئی پیروں سے بھی لکھتا ہے سب ہاتھوں

سے لکھا کرتے ہیں۔

اقول پادریصاحب کی لیاقت کو بار بار کہاں تک ظاہر کروں کتاب میں طوالت ہوتی ہے مختصر یہ ہے کہ محض تعصب سے یہ اعتراض کیا ہے ورنہ اس قدر جاہل نہیں جو ایسے کلام کثیر الوقوع کو نہ سمجھیں کیونکہ یہ اعتراض اوس وقت درست ہوتا جبکہ لفظ ایدی ضمیر کی طرف مضاف نہوتا اور عبارت یوں ہوتی ویکتبون الکتاب بالایدی یعنی کتابوں کو ہاتھوں سے لکھتے ہیں مگر قرآن میں تو یوں ہے کہ لکھتے ہیں کتابوں کو اپنے ہاتھوں سے ایدی مضاف ہے ضمیر کی طرف اور فائدہ اس اضافت سے یہ ہے کہ مجاز کا احتمال مرتفع ہوجاوے تاکہ کسی کو یہ شک نہو کہ اپنے شاگردوں اور توابعین سے لکھوا لیتے ہونگے اور خود نہ لکھتے ہوں ٭ اور اس احتمال کے رفع کرنے سے یہ نتیجہ تھا کہ علماے یہود کتب سماوی میں تحریف کرتے تھے اور پھر انکار کردیتے تھے کہ ہم تحریف نہیں کرتے پس اس میں یہ احتمال تھا کہ شاید اگر وہ خود نہ لکھتے ہوں اور شاگردوں سے لکھوا دیتے ہوں تو انکار اونکا جھوٹ اور غلط نہو اسواسطے خداوند عالم نے اون کی تکذیب اور تفضیح و تذلیل کے واسطے اپنے رسول مقبول صلعم کو اُنکے سرائر سے مطلع کیا کہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور پھر انکار کرتے ہیں جسمیں تاویل کی بھی گنجایش نہیں ٭ اسکی مثال ایسی ہے جسطرح کوئی معزز رئیس کسی دستاویز میں جعل کرے اور جعل حاکم پر کھل جاوے اور حاکم کسی وکیل وغیرہ سے براہ تعجب کہے کہ آیا یہ جعل اُس رئیس نے اپنے ہی ہاتھ سے بنایا ہے تو اُسوقت وکیل حاکم کو یہ جواب نہیں دیسکتا کہ بھلا حضور کوئی پیروں سے بھی بناتا ہے

بلکہ وکیل یہ سمجھے گا کہ حاکم اس امر کو دریافت کرتا ہے کہ ایسے فعل قبیح کو خود
بذاتہ اس رئیس نے کیا ہے یا اپنے ملازمین سے بنوا دیا ہے لا حول و لا
قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قولہ۔ ۶ فقرہ اسی میں ہے فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا
اگر وے لوگ ایمان لائے اوسکے مثل جیسے تم ایمان لائے ہو تو انہوں نے
ہدایت پائی واہ صاحب واہ فصیح بلیغ لوگ ایسی مہمل عبارت بولا کرتے
ہیں تم ہی تبلاؤ کہ جیسے مسلمان ایمان لائے اسکا مثل کیا ہے اگر خدا پر ایمان لائے
ہیں تو اسکا کوئی مثل نہیں جیسے ہم ایمان لاویں اور اگر اسلام سے مراد ہے تو
بقول شما اسکا مثل کوئی مذہب نہیں ہے پس محمد صاحب نے لفظ مثل قرآن
میں بیجا بولا ہے اور اپنی عبارت کو خراب کر ڈالا۔

اقول شان نزول اور معنی اس آیہ کریمہ کے یہ ہیں کہ جب آیہ کریمہ قُولُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا الخ جو آیہ مبحوث عنہا سے سابق ہے نازل ہوئی اور آنحضرت
صلعم نے یہود و نصاریٰ کے سامنے پڑھی تب یہود نے حضرت عیسیٰ کا نام
سنکر ایمان لانے سے اعتراض کیا اور کہا کہ ہم اصلاً ایمان نہ لائینگے جس میں
عیسیٰ بھی شامل ہو اور نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ پر مثل سائر انبیا کے ایمان لانا
کافی نہیں تا وقتیکہ اسکو ابن اللہ نہ سمجھو اسوقت انکے جواب میں یہ آیہ کریمہ
نازل ہوئی ہے یہ ایسی فصیح و بلیغ عبارت ہے جسکے معنی و ترکیب چار پانچ
طرح سے ہوتے ہیں مگر عوام کے سمجھانے کیواسطے اردو کے محاورہ کے موافق دو
ترجمے کئے جاتے ہیں اور انہیں کے ضمن میں سب معنی بیان کئے جاوینگے ہیں

پہلا ترجمہ کما اختارہ ابو البقاء العکبری اگر ایمان لاویں یہ یہود و نصاریٰ مثل تمہارے ایمان لانے کے تو البتہ وے ضرور ہدایت پاویں گے اسوقت باے موحدہ زائد تاکید کیواسطے ہے اور لفظ ما مصدریہ ہے یہ وہی محاورہ ہے جسطرح ہمارے اردو میں کہتے ہیں تم زید کیطرح نماز پڑہو تم عمرو کیطرح قرآن پڑہا کرو اور تم ہماری طرح ایمان لاؤ یہ عیسائی بازاروں میں کولی چماروں تیلی تنبولیوں سے کہا کرتے ہیں تم ہمارے مانند دین قبول کرو معترض صاحب بیان کریں کہ یہاں مثل کون ہے اور مثل لہ کون ظاہر ہے۔ کہ وہی ایک نماز ہے اور وہی ایک قرآن ہے جسکو دونوں پڑہتے ہیں اور وہی ایک ایمان ہے اور وہی ایک دین عیسائی ہے مگر صرف اضافت اور نسبت اور تشخصات کا فرق ہے کہ یہ زید کی نماز وہ عمرو کی نماز اور وہ تلاوت قرآن زید کی اور وہ عمرو کی امرء القیس عقد ثمین میں کہتا ہے شعر

ونحر قولی مثل ما قلت اولا لمن طلل بین الجدیۃ والجبل

یہی مصرعۂ ثانیہ مطلع کا دوسرا مصرعہ ہے کچھ فرق نہیں یہ بات تو نہایت صاف اور سہل تھی مگر نہ معلوم کہ معترض صاحب نے اسکو کیوں مشکل سمجہا ہے یا سمجھ بوجھکر قصداً مغالطہ دیا ہے دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ اگر ایمان لائیں یہ یہود و نصاریٰ تمہارے سے دین اور کتاب پر تو ضرور ہدایت پاویں گے۔ اِس ترجمہ کے موافق تین معنی ہوتے ہیں اولاً کما اختارہ البیضاوی کہ یہ بطور تبکیت یعنی محض سرزنش اور عاجز کرنیکے فرمایا ہے اور چونکہ اس دین اور کتاب کے سوائے کوئی اور دین حق نہیں اسواسطے بجز اس دین کے کسی اور سے ہدایت نہیں پا سکتے

جسطرح دوسری جگہ قرآن میں فرمایا ہے قُلۡ اِنۡ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ۔
اور قرآن کے باب میں فرمایا ہے فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ اور ظاہر ہے کہ خدا کا بیٹا
کون ہے اور کہاں جو آنحضرت صلعم اوسکی عبادت کرتے اور قرآن کا مثل
کہاں ہے جو کوئی لاتا پس اس آیہ مبحوث عنہا میں بھی اسیطرح فرمایا ہے۔
ثانیاً کما اختارہ ابن ہشام فی المغنی کہ مراد حرف ما موصولہ سے قرآن ہے
اور یہی مثل ہے اور مثل لہ توریت وانجیل ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ایمان لائیں یہ
یہود ونصاریٰ قرآن پر جسطرح تم توریت وانجیل پر ایمان لائے ہو کہ یہ سماوی کتابیں
ہیں تو وے ضرور ہدایت یاب ہونگے اور ظاہر ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہونے
میں توریت وانجیل کا مثل ہے گو دیگر امور میں مثل نہیں اور یہ ضرور نہیں کہ مشبہ
اور مشبہ بہ جملہ امور میں مشابہ ہوں اور اگر ایسا ہو تو پھر دونوں ایک ہوجائیں گے
پادری صاحب فرماویں کہ دونوں معنی مذکورہ میں کیا خلل اور سقم ہے اور جس مثل
کی اونکو تلاش تھی وہ بھی ملگیا اگر کچھ خلل ہو تو بیان کریں۔ ثالثاً یہ کہ لفظ مثل گو
ترجمہ میں داخل ہے لیکن مطلب میں زائد ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اگر ایمان
لائیں یہ لوگ اُس دین یا اُس کتاب پر جسپر تم مومنین ایمان لائے ہو تو وے ضرور
ہدایت پائیں گے اور اگرچہ لفظ مثل اصل مطلب میں زاید ہے اور اس قول کو
مفسروں نے ضعیف طور پر لکھا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ بقاعدہ علم معانی وبیان
اسکے سبب کمال بلاغت ہوگئی ہے۔ اور ضمناً مذہب اسلام یا قرآن کی مدح
وتحسین بھی کردیگئی ہے ـــــ توضیح اسکی یہ ہے کہ ابن ہشام اور سیوطی اور سید
مرتضی علم الہدی وغیرہم نحاۃ نے اور کتب فصاحت میں تقدیم مسند الیہ کی

بحث میں لکھا ہے کہ کبھی لفظ مثل بولا جاتا ہے اور مراد اس سے بالکنایہ مثل لہٗ ہوتا ہے کیونکہ اسوقت ثبوت اور نفی حکم کی مثل لہٗ کے واسطے بالاولویت ہوجاتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے مثلک یدرس ومثلک لا یبخل یعنی تجھ سا آدمی پڑہاتا ہے اور تجھ سا آدمی بخل نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو شخص تیرے مثل ہے وہ درس دیتا ہے تو بالاولے درس دیگا اور جو تیرے مثل ہے وہ بخل نہیں کرتا تو بالاولے بخل نکریگا۔ اور وجہ اولویت کی یہ ہے کہ مشبہ مشبہ بہ سے کمتر ہوا کرتا ہے اور اسی وجہ سے اگر حکم وصف عمدہ ہو تو صاحب وصف کی ضمناً مدح ہوجاتی ہے اور اگر ذم ہو تو مذمت ہوجاتی ہے اور اس صورت میں مثل کا مصداق اور وجود لازم نہیں بلکہ اوسکا ارادہ اور تصور بھی لازم نہیں کما صرح بہ اہل البلاغۃ اور عرب کے ایک شاعر نے اس مضمون کو شعر میں بھی باندہا ہے۔ **شعر**

ولم اقل مثلک اعنی بہ — سواک یا فرد ابلا مشبہ

پادری صاحب یہ نہ خیال کریں کہ یہ قاعدہ اہل اسلام کا بنایا ہوا ہے اسکے شواہد و نظائر بہت موجود ہیں امرؤ القیس اپنی محبوبہ کی مدح میں کہتا ہے کما فی المعلقۃ **شعر** الی مثلہا یرنو الحلیم صبابۃ — اذا ما اسبکرت بین درع ومجول

دیکھو یہاں مثل سے مراد خود محبوبہ ہے چنانچہ مصرعہ دوم سے ظاہر ہے طرفہ اپنے شتر مادہ کی مدح میں کہتا ہے کما فی المعلقۃ **شعر**

علی مثلہا امضی اذا قال صاحبی — الا لیتنی افدیک منہا وافتدی

یہاں مثل سے مراد خود عین مثل لہٗ یعنی ناقۂ طرفہ ہے کیونکہ وہ اوپر سے اپنی ہی

اونٹنی کی مدح کرتا آتا ہے اور اوسی پر سوار ہوتا تھا پھر امرؤ القیس الکندی عقد شعر
میں اپنے قتل کے باب میں بطور غزل کے کہتا ہے **شعر**

فان تقتلوا مثلی فقد قتل الھوی بشیر الجمیل وابن غیلان قد قتل

دیکھو یہ شاعر اپنے تئیں بشیر جمیل اور ابن غیلان کہتا ہے ؛ اپنے مثل کو اور اس
سے پہلے کہا ہے۔ **شعر** تنت الفتی الکندی والشاعر الذی ؛ تدانت له
الاشعار طرا فیا لعل ؛ الا یا اهل کندة اقتلوا بابن حکم ؛ ولا فما انتم قبیل بعد لا
نقول ؛ پس اس آیہ کریمہ میں بھی مثل سے مراد بھی دین اسلام ہے یا قرآن ؛ اسکا
مثل اور اس طرز کے بیان سے اور لفظ مثل زاید لانے سے دین اسلام و قرآن
کی مدح و تحسین بھی مقصود ہے چونکہ ہر ایک یہود و نصاریٰ اپنے اپنے دین کی
مدح کرتے تھے لہٰذا انکے جواب میں اس مختصر عبارت میں مطلب بھی ادا کر دیا اور
اوسکی مدح بھی کر دی کہ ہدایت پانا اسی دین میں منحصر ہے حق یہ ہے کہ پادری صاحب
بھی تعصب میں بے مثل ہیں کیونکہ اول تو اسقدر معانی میں سے ایک معنی
بے دلیل متحتم و مقرر کرتے اور پھر اوس لفظ پر اعتراض کیا جسکے سبب اس آیت
میں کمال بلاغت ہوگئی ہے بلکہ اس آیت کی جان ہے سچ کہا ہے ع
ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است ؛ قولہ ، فقرہ اسی میں ہے وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ
یعنی لماء غلط بولا ہے یوں بولنا چاہیئے تھا ومن لم یشربہ کیونکہ پانی کو کھانا نہیں
بولتے پیا بولا کرتے ہیں محمد صاحب نے پانی کھایا بولا ہے جیسے ہمارے ملک
کے بنگالی حقہ کو کھایا بولا کرتے ہیں اون کو کہنا چاہیے حقہ پیو۔
اقول آیہ کریمہ اس طرح ہے فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ

مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ الخ - اعتراض محض تعصب اور تکلیف وہی ہے ورنہ پادریصاحب خوب جانتے ہیں کہ یہاں سب مفسروں نے لم یطعم کے معنی لم یذق لکھے ہیں یعنی نہ چکھے اور ظاہر ہے کہ طعم یعنی مزہ کہانے پینے دونوں میں موجود ہے اسواسطے چکھنے سے کہانا یا پینا مراد لینا درست ہے بلکہ مستعمل ہے اور جس طرح کتب لغت اور اشعار عرب میں طعم کے معنی خوردن ہیں اوسی طرح چشیدن بہی ہیں صراح میں ہے طعم بالفتح مزہ واشتہائے طعام طعم بالضم چشیدن وقولہ تعالی ومن لم یطعمہ ای لم یذقہ شاہد ہے

وان شئت حرمت النساء سواکم | وان شئت لم اطعم نقاخا ولا بردا

ای لم اذق نقاخا یعنی نہ چکہوں میں آب خوش خنک کو اور نہ خواب کو کما فی الصحاح والمجمع دیکہو اس شاعر نے بہی پانی کے واسطے لم اطعم بولا ہے حالانکہ مراد اوس کی عدم شرب ہے کیونکہ اوس کو تحمل مشقت کا اظہار مقصود ہے اور نہ چکہنا چنداں مشقت نہیں نہ پینا مشقت ہے مگر ازراہ مبالغہ چکھنے کی نفی کی ہے تاکہ پینے کی نفی بالاولی ہو جاوے اسی طرح یہاں آیہ کریمہ کے سیاق سے بہی عدم شرب میں کمال تاکید اور مبالغہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی سبب جملہ اولی یعنی فَمَن شَرِبَ مِنْهُ کے مفہوم مخالف کو جملہ ثانیہ یعنی وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ میں بصراحت اور نصاً بیان فرمایا ہے اور یہ بہی ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ حق تعالی نے بنظر مصلحت ایک چلو پانی کی اجازت دیدی تہی اور بنابر مشہور کے تین سو تیرہ آدمیوں نے ایک ایک

چلو ہی پانی پیا مگر بطور استثنا کے اجازت فرمانے سے مترشح ہے کہ حق تعالی کی کمال خوشنودی اور امتحان کی عمدگی یہ تھی کہ اوس نہر کا پانی ذرا سا بھی کوئی نہ پیئے بلکہ زبان کو بھی تر نہ کرے پس یہ امر اور یہ فشا لم یشرب کہنے سے ظاہر نہوتا چنانچہ امام صادقؑ کی روایت سے ظاہر ہے کہ تین سو تیرہ آدمیوں نے ایک چلو پانی بھی نہ پیا اور آخر آیت کے استثنا سے بھی طائفہ قلیل کا عدم شرب ظاہر ہے ــــ اور پادری صاحب نے جو پانی کہانے کے محاورہ میں صرف بنگالیوں پر اکتفا کی معلوم ہوا کہ آپ اور زبانوں سے واقفیت نہیں رکھتے بلکہ بوستاں بھی بھول گئے سعدی کہتا ہے۔ ع ابی حکم شرع آب خوردن خطا ست ۔ اور آبخور اور آبشخور گھاٹ کو کہتے ہیں اور آبخورہ تمام ہندوستان میں شائع اور مستعمل ہے ۔ **قولہ** ۔ فقرہ اسی میں ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ لفظ بین عرب کے محاورہ میں دو یا زیادہ کے ساتھ آیا کرتا ہے پس محمد صاحب نے احد کے ساتھ غلط بولا ہے۔

اقول غلط کہنے کا وہی جواب ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ بغیر واقفیت کے کسی کلام مقدس کو غلط کہہ دینا قائل کی خود غلطی پر دال ہے ــــ اور واقفیت اور استعداد کا یہ حال ہے کہ نہ لفظ بین کا استعمال معلوم اور نہ لفظ احد کا استعمال معلوم اور با وصف قرآن پر اعتراض مفسروں پر الزام دعویٰ یہ ہے کہ جب تفاسیر سے اطمینان نہیں ہوتا تب ہم اعتراض کرتے ہیں ــــ خیر ہم سمجھاتے ہیں بلکہ پڑھاتے ہیں کہ لفظ بین کو یہ لازم نہیں کہ ہمیشہ دو یا زیادہ کے ساتھ آوے بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہے کہ بین ایسے اسم کی طرف مضاف ہوتا ہے کہ وہ جمع ہو خلاً

بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ الْاَنْبِیَآءِ یا اوسمیں معنی جمعیت کے ہوں جس طرح بین قوم اور
بین رھط یا قابل توسط و ظرفیت کے ہو جسطرح بین المدینة وبین حنین و
بین الدریع وبین الجزم یا اسم واحد معطوف علیہ ہو جس طرح بین زید و
عمرو بعد اس بیان کے اس آیہ کے دو جواب ہیں اولاً یہاں لفظ احد نکرہ ہو
اور سیاق اور تحت نفی میں داخل ہے اسواسطے عام ہے اور واحد اور کثیر
اسمیں برابر ہیں کما حققہ المفسرون یہاں مفسروں نے اس اعتراض اور
شبہ کو خوب دفع کر دیا ہے مگر حق یہ ہے کہ پادری صاحب کا اطمینان کیونکر ہو اگر
عربی ادب میں پوری استعداد رکھتے تو سمجھ لیتے کہ یہ وہ قاعدہ اور بیان ہے
جو ہم نے فلاں کتاب میں دیکھا تھا خیر ہم اس کی بھی تفصیل کرتے ہیں کہ لفظ
احد اور واحد میں فرق ہے اور احد میں ایسی خصوصیات ہیں جو واحد میں نہیں
منجملہ اون کے یہ ہے کہ لفظ احد بہ نسبت واحد کے اکمل ہے مثلاً جب کوئی کہے
فلاں لا یقوم له واحد تو جائز ہے کہ دو یا زیادہ کھڑے ہوں لیکن اگر یوں کہے
کہ لا یقوم له احد تو بالاستغراق سب کی نفی ہوگی اور منجملہ اون کے ایک
یہ ہے کہ لفظ احد بمعنی اول اور بمعنی واحد آتا ہے اور ان دونوں معنی کے
برخلاف میں بھی آتا ہے پہلی صورت میں نفی اور اثبات دونوں میں مستعمل
ہوتا ہے اور دوسری صورت میں صرف نفی میں ہی مستعمل ہوتا ہے اور مخصوص
انسان کیواسطے ہوتا ہے اور لفظ واحد مطلقاً نفی و اثبات دونوں میں مستعمل ہوتا ہے
اور نیز احد میں تذکیر و تانیث کا فرق نہیں مرد اور عورت دونوں کیواسطے
۱۰ احد بولا جاوے گا بخلاف واحد کے کہ عورت کے واسطے واحدۃ بولا جاویگا

اور نیز احد افراد اور جمع دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے اور اسی واسطے احد کی صفت جمع سے کر دی جاتی ہے چنانچہ سورہ حاقہ میں ہے فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ــــ عمرو بن کلثوم معلقہ خامسہ میں کہتا ہے شعر

الا لا یجهلن احد علینا   فنجهل فوق جهل الجاهلین

یہاں لفظ احد سے قبیلے کے آدمی مراد ہیں اور اگر ایک شخص مراد ہوتا تو مصرعہ دوم میں جاہلین جمع نہوتا اور نیز احد کی جمع لفظی آتی ہو مثل احدون اور احاد بخلاف واحد کے کہ واحدون نہیں آتا بلکہ اثنان و ثلاثہ وغیرہ آتا ہے اور نیز اعمال حسابیہ میں مثل جمع و ضرب و قسمت کے احد نہیں مستعمل ہوتا واحد مستعمل ہوتا ہو اور اسی طرح راغب نے مفردات قرآن میں لکھا ہے کہ لفظ احد دو طرح سے مستعمل ہوتا ہے ایک نفی میں دوسرے اثبات میں پس نفی میں جنس ناطقین یعنی انسان کے استغراق کیواسطے آتا ہے اور قلیل و کثیر سب کو متناول اور شامل ہوتا ہے کما فی الاتقان اور اگر اسقدر تفصیل و تفسیر سے بھی احد کی جمعیت معنوی کسی کی سمجھ میں نہ آوے تو وہ کتب نحو میں دیکھ لیوے کہ یہ لفظ مستثنیٰ منہ واقع ہوتا ہی مثلاً ما رایت احدا الا زیدا وما جاءنی احد الا زید اور ظاہر ہے کہ اگر مستثنیٰ منہ میں مجموعیت نہو تو اس سے بعض افراد کا استثنا اور اخراج کیونکر جائز ہو پس آیہ کریمہ میں بین احد بوجہ عموم کے بمنزلہ بین نبی و بین نبی یا بمنزلہ بین الانبیاء کے ہو اور یہ محاورہ ایسا معقول ہو کہ ہر ایک زبان میں شائع ہے ہندی میں بولتے ہیں ہم کسی آدمی میں فرق نہیں کرتے ہم کسی میں یہ برائی نہیں دیکھتے فارسی میں کہتے ہیں میاں کسی تمیز نمی کنم معلوم نہیں کہ پادری صاحب نے کیا سمجھ کر اعتراض کیا ہی۔

ثانیاً یہ ہے کہ بعد احد کے دوسرا لفظ احد معطوف محذوف ہو اور اصل عبارت یوں ہے لا نفرق بین احد واحد من رسلہ. کما فی المجمع اور اسی طرح معطوف کا محذوف کرنا بھی کلام عرب میں کثیر الوجود ہے چنانچہ امرؤ القیس معلقۂ اول میں کہتا ہے شعر فظل طہاۃ اللحم من بین منضج ٭ صفیف شواء او قدیر معجل ٭

یہاں بنا بر ایک روایت کے لفظ منضج دوم معطوف محذوف ہے گویا اصل عبارت یوں ہے من بین منضج صفیف شواء و منضج قدیر معجل-

قولہ ۹ فقرہ ال عمران میں ہے کنتم خیر امۃ تھے تم اچھی امت غلط ہے انتم خیر امۃ کہنا چاہیئے تھا یعنی ہو تم اچھی امت **اقول** پہلا ترجمہ جو پادریصاحب نے گڑھا ہے فی الواقع بقول خود غلط ہے کسی مترجم و مفسر نے نہیں لکھا کیونکہ اس سے یہ مطلب متبادر ہوتا ہے کہ یہ امت زمانہ گذشتہ میں بہتر تھی اور زمانہ حال و مستقبل کا حال مجہول ہے معلوم نہیں ــــ اور بعد اسکے جو اصلاح کی ہے کہ انتم خیر امۃ کہنا چاہیئے تھا یعنی ہو تم اچھی امت اس سے ظاہر ہے کہ پادریصاحب کے نزدیک قرآن کی عبارت کا یہ ترجمہ نہیں ہو سکتا جو انہوں نے بعد اصلاح کے لکھا ہے حیف ہے اس بے استعدادی پر کہ نحو بھی یاد نہیں ــــــ دیکھو کان اور اوس کے مشتقات چند طرح پر مستعمل ہوتے ہیں اولاً ناقصہ ہوتا ہے ثانیاً تامہ ثالثاً بمعنی صار رابعاً زائدہ اور پھر ناقصہ بھی دو طرح کا ہوتا ہے. ایک دائمہ جس میں ثبوت خبر کا مبتدا کے واسطے دائمی ہو یعنی عدم سابق اور انقطاع لاحق معلوم نہو نہ یہ کہ ہمیشہ ازل سے ابد تک ثبوت ہو دوسرے منقطعہ ہوتا ہے یعنی ثبوت خبر کا صرف زمانہ گذشتہ میں ہو اور حال میں منقطع ہو جاوے اور اس

میں دوسرا جملہ جس سے انقطاع ظاہر ہو جاوے بیان کر دیا جاتا ہے مثلاً کان زید غنیا فافتقر اور اگر یہ جملہ نہ ہو تو کَانَ دائمہ سمجھا جاویگا بعد ازیں اس آیت کے ایک معنی کیا ہم تین طرح سے معنی و ترکیب کرتے ہیں اولاً یہاں کان دائمہ ہے اور اوسکا ترجمہ اردو میں اوسیطرح ہوتا ہے جس طرح پادریصاحب چاہتے ہیں کہ ہو تم اچھی امت یعنی ہمیشہ سے ہی علم الٰہی میں اور فی الحال بھی اچھے ہو اگر کَانَ دائمہ کا یہ ترجمہ اردو میں غلط ہو تو پادریصاحب الحیر دلیل بیان کریں یا کسی عربی داں معتمد سے دریافت کرلیں اور دلیل کے نہوتے ہی کے سبب صرف لفظ غلط لکھکر خبط ہو رہے غلطی کا کچھ ثبوت بیان نکیا ــــ باقی رہی وہ تحقیق جو اہل تفاسیر نے لکھی ہے اور پادریصاحب نے کچھ سمجھی ہے اور کچھ نہیں سمجھی یعنی یہ امت زمانہ گذشتہ میں قبل اپنے وجود کے کیونکر اور کب سے بہتر تھی جو یہاں صیغہ ماضی فرمایا ہے اسکا جواب سہل ہے کہ معلم حقیقی جل اسمہٗ نے اسکی وجہ اپنے رسول مقبول صلعم کو تعلیم فرمادی ہے اور اُنہوں نے ہمکو کہ یہ امت علم الٰہی میں اور کتب سماویہ سابقہ میں ہمیشہ سے بہتر ہے کیونکہ اُن میں آنحضرت صلعم کی بشارات موجود ہیں چنانچہ حدیث شریف ہے انتم وفیتم سبعین امۃ انتم خیرھا واکرمھا علی اللہ اور جب متکلم نے اپنا مطلب ظاہر کردیا تب عبارت پر کچھ اعتراض نہیں اور شاید پادریصاحب کو اسی فضیلت پر حسد ہوا ہے. شاہد کان دائمہ نابغہ

وان تعدر علی ابو قلیس　　تجد فی عندہ حسن للکان

تجد فی کنت خیر امنات غیبا　　ونمضی باللسان وبالسنان

دیکھو اس شاعر کا بھی یہی مطلب ہے کہ میں تجھے بہتر ہوں یعنی پہلے بھی

تھا اور آج بھی ہوں ــــ اور یہ ترجمہ اس باعث سے نہیں کہ کنت سیاق جزا میں واقع ہے بلکہ شاعر در اصل زمانہ حال کا حال اور اپنی کیفیت موجودہ ظاہر کرتا ہے اس نے اپنے سے انقطاع خیر کا نہیں کیا۔ ثانیاً کنتم بمعنی صرتم ہے اور کان بمعنی صار بھی کافیہ تک میں موجود ہے حاجت استشہاد نہیں اور فائدہ اس لفظ کے لانے سے یہ ہے کہ بنا براس معنی کے اوصاف مابعد یعنی تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ اور وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ امت کی بہتری کے واسطے شرط ہونگے یعنی بہترین امت وہ لوگ ہوں گے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور اللہ پر ایمان کامل لائیں کما فی المجمع قولہ ا۔ فقرہ اس میں ہے هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللّٰهِ یہ محض غلط ہے یوں کہنا چاہیے تھا هم ذو درجات عند الله

اقول حق یہ ہے کہ ایسا ہی عربی داں قرآن کو غلط کہہ سکتا ہے جسکو ذو اور ذوو میں تمیز نہو یہاں ذَوُوْ دَرَجَاتٍ کہنا چاہیے اور یہی لفظ محذوف ہے اور ترکیب میں مضاف ہے اور حذف مضاف کی مثالیں پہلے بہت مذکور ہو چکی ہیں اس واسطے چند مصرعوں پر اکتفا کرتے ہیں آبن ھرمۃ۔ کما فی المجمع ع جائی ام ھم درج السیول ؕ ای ھم ذوو درج السیول ؕ ولبید۔ کما فی المعلقۃ ع وھم العشیرۃ ان یبطئ حاسد ؕ او ان یلوم مع العدی لیامھا ؕ ای ھم مصلحوا العشیرۃ مخافۃ ان یبطئ حاسد

امرئ القیس کما فی المعلقۃ ع اذا ما اسبکرت بین درع ومجول ؕ ای بین لابسۃ درع وبین لابسۃ مجول ؕ دونوں مصرعوں میں دو دو جگہ مضاف محذوف ہے۔

قولہ اانقرواسی میں ہے سَمِعْنَا مُنَادِیًا ہم نے سُنا آواز کرنے والے کو غلط ہو یوں کہنا چاہیے سَمِعْنَا نِدَآءً یعنے سنا آواز کو۔

اقول اس پوچ پچ اعتراض کا جواب دینے میں بھی شرم آتی ہے مگر کیا کیا جائے کہ جواب نہ دینا بھی مصلحت نہیں منادی یہاں رسول اللہ صلعم ہیں۔ اور اسناد فعل میں جو جانب مفعول ہے مجاز ہے یعنی سنا ہمنے منادی کی آواز کو ــــ اسطرح کا مجاز کتب عربیہ میں ہزارہا جگہ موجود ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ سمعت فلانا یقول کذا سنا ہم نے فلاں شخص کو کہ یوں کہتا تھا اردو میں کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں شاعر کو سُنا ــــ فلاں مرثیہ خواں کو سنا فلاں قاری کو سنا کیا خوب پڑھتا تھا ــ فارسی میں کہتے ہیں پادشاہی را شنیدم کہ بکشتن اسیری اشارت کرد ملک زادہ را شنیدم کہ کوتاہ بود وحقیر ناظرین انصاف فرمائیں کہ کیا یہ سب فصحا وعلما غلطی پر ہیں اور قرینہ اس مجاز پر عربی زبان میں یہ ہے کہ جب سمعت کے بعد لفظ صوت یا ندا نہیں ہوتا تو بعد مفعول کے اوس کا مضارع کہنا ضرور ہے تاکہ یہ فعل اوسکے مصدر پر دلالت کرے چنانچہ اس آیہ کریمہ میں بھی موجود ہے سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُنَادِی لِلْاِیْمَانِ۔

پادری صاحب نے اس جملہ کو دیکھا ہوتا ــ اور یہاں ممکن تھا کہ سَمِعْتُ نِدَآءَ الْمُنَادِیْ ارشاد ہوتا مگر اس طرز کے بیان میں لطف اور نکتہ یہ ہے کہ حذف مصدر نے مبالغہ کا فائدہ دیا یعنی خوب سُنا منادی کی آواز کو اور منادی کی صفت سے یہ فائدہ ہے کہ اوس سے منادی کی عظمت اور جلالت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ علم بلاغت کا قاعدہ ہے کہ لفظ نکرہ کہنا اور بعد اوس کی

توصیف وتقیید کرنا اظہار عظمت کا فائدہ دیتا ہے۔

قولہ ۱۲ فقرہ سورہ نسار میں ہے اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ یعنی توبہ واجب ہے خدا پر یہ محض غلط ہے خدا پر توبہ فرض نہیں یوں ہونا چاہیے تھا اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى الْعَبْدِ توبہ واجب ہے بندہ پر۔

اقول صراح میں ہے توبہ بازگشتن از گناہ ویقال تاب الی اللہ وتاب اللہ علیہ ای وفقہ لہا قاموس میں ہے تاب الی اللہ تعالیٰ رجع عن المعصیۃ وتاب اللہ علیہ وفقہ للتوبۃ اورجع بہ من التشدید الی التخفیف اورجع علیہ بفضلہ کتب لغت سے ظاہر ہے کہ توبہ کے معنی ہیں گناہ سے پھرنا اور باز رہنا لیکن جب یہ لفظ جناب الٰہی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو چونکہ خدا گناہ نہیں کرتا اس واسطے یہ معنی سمجھے جاتے ہیں کہ خدا اپنے قہر اور ناخوشی سے پھرا اور باز رہا اور توبہ کی توفیق دی اس وقت معنی میں کسی قدر مجاز ہوگا اور اصل معنی حقیقی سے اس قدر فرق اور مجاز کلام عرب میں شائع ہے شاید کوئی لغت اس سے خالی ہو اور لفظاً اس معنی مجازی کی یہ شناخت ہے کہ اوس کا صلہ حرف علی سے لاتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں تاب اللہ علیہ یعنی رجوع کی اللہ نے اوس پر اپنی فضل ورحمت کے ساتھ اور گنہگار کے ساتھ فضل ورحمت یہی ہے کہ اوس کو توبہ کی توفیق دے اور اوس کی توبہ کو قبول فرماوے اور ہمکو یہاں مجاز کہنے کی بھی حاجت نہیں۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ لفظ التوبہ سے قبل لفظ قبول مضاف محذوف ہے یعنی انما قبول التوبۃ علی اللہ اور حذف مضاف کلام عرب میں

شائع ہے اسکی مثالیں پہلے بہت مذکور ہو چکی ہیں بلکہ حذف اس کثرت سے ہے کہ الحذف شجاعۃ العرب جوہر ذاتی ہو گیا ہے یہاں تک معنی توبہ کی تحقیق تھی اب فرض ہونے کے معنی بیان کرتا ہوں جس پر پادری صاحب کا اعتراض ہے کہ یہاں وہ فرض اصطلاحی نہیں جس طرح بندہ پر خدا کیطرف کوئی امر فرض ہوتا ہے یا بندہ کا بندہ پر ہوتا ہے اور نہ یہاں اس آیت میں خاص لفظ فرض ہے تاکہ کوئی اس پر اعتراض کرے اور ہم اوس کے معنی بیان کریں یہاں حرف علی ہے اور یہ لزوم کے معنی دیتا ہے مترجم کو اختیار ہے کہ اس لزوم کو خواہ فرض کہے یا واجب یا لازم۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ قبول توبہ یا توفیق توبہ اللہ پر لازم ہے یہ بات قابل اعتراض نہیں قبول توبہ لاریب خدا پر لازم ہے کیونکہ قبول عذر اور عفو اور تصفح اخلاق فاضلہ اور صفات حمیدہ سے ہے اور اخلاق فاضلہ اوس کی ذات مقدس سے منفک اور جدا نہیں ہو سکتے ہمیشہ اوس کی ذات کے لازم ہیں بلکہ عین ذات ہیں علاوہ اوس کے خود فرمایا ہے کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یعنی اوس نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم و واجب کر لیا ہے پس بطور عقل و نقل قبول توبہ خدا پر لازم ہے میں کہتا ہوں کہ ایسے عامیانہ اعتراضوں سے بجز تفضیح کے پادری صاحب کو کیا حاصل ہے اگر عالمانہ اعتراض نہ ہوتے تو طالبعلمانہ ہی ہوتے تاکہ اون کے جواب میں مجیب اور ناظر کو علمی لطف او ٹھتا دیکھو اعتراض اسکو کہتے ہیں جس سے سچ مچ خدا کا برے کام سے توبہ کرنا اور پچھتانا ظاہر ہے۔

باب ششم آیت ۷ کتاب پیدائش میں خدا فرماتا ہے میں ہی اونکے بنانے

سے پچتایا ہوں = پادریصاحب نے جواب دیا ہے کہ یہ لفظ اپنے معنی حقیقی میں نہیں ہے بلکہ مراد اس سے خفگی وغیرہ اور بچہ ہوا کرتی ہے چنانچہ یہاں مراد یہ ہے کہ میں اون سے خوش نہیں ہوں۔

باب بست و ششم آیت ۳ کتاب یرمیاہ میں ہے۔ میں اوس بدی سے پچتاؤں جو میں اون کی برائی کے لئے منصوبہ باندھتا ہوں = پادریصاحب نے جواب دیا کہ پچتاؤں بمعنی باز آؤں ہے ×

اور نیز باب چہل و دوم آیت ۱۰ میں ہے۔ اگر تم اس سرزمین میں ٹھیرے رہو گے تو میں تمکو بناؤں گا کیونکہ میں اوس بدی سے پچتاتا ہوں جو تم سے کی ہے = اس کا یہ جواب دیا ہے کہ پچتاؤں کے معنی ہیں برحمت رجوع کرتا ہوں ـــ اہل انصاف غور کریں کہ ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ خدا نے خود برا کام کیا اور پھر پچتایا اگر برا کام نہوتا تو کیوں پچتاتا۔ پس پادریصاحب پچتانے کے معنی خواہ خفگی کہیں خواہ مہربانی خواہ باز آنا۔ بہرحال یہ خفگی اور مہربانی اپنے ہی کاموں سے ہوگی نہ بندہ کے کام سے اور یہ وہ توبہ ہے جو خدا پر جائز نہیں اور نہایت قبیح ہے ہاں اگر ان آیات میں اسی قدر ہوتا کہ خدا پہلے کام سے باز آیا تاہم قباحت نہیں تھی ہاں تو صاف صاف کہہ رہا ہے کہ پہلا کام برا تھا اور پچتایا اس کی کوئی کیونکر تاویل کرے گا اور ان معانی متضادہ اور مجازات متخالفہ کو کس قرینہ سے کوئی سمجھے گا لا یصلح العطار ما افسد الدہر ـــ آیۂ کریمہ قرآنی میں کچھ اعتراض یا اغلاق نتھا مگر اصل یہ ہے کہ اعجاز عیسوی کے اعتراضات کے مقابلہ کو قرآن میں اعتراضات پیدا کرنے منظور ہیں تاکہ اون کے عیسائی بھائی بازاروں میں مسلمانوں سے

مقابلہ کیا کریں چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۳۲۰ میں اس غرض کو صاف ظاہر کردیا ہے لیکن ناظرین سمجھ لیں کہ پادری صاحب نے اعجاز عیسوی کے اعتراضوں کا اکثر ایسا ہی جواب دیا ہے اور اسیطرح رد کیا ہے یہ مقام ایک نمونہ ہے اور آیندہ بھی حسب موقع اس رد کا حال ظاہر ہو جاوے گا اسی سبب بندہ نے اوس باب کا جواب لکھنا ضروری نہیں سمجھا۔

قولہ ۱۳ فقرہ اسی میں ہے الا ما قد سلف ولا تنکحوا یہ عبارت قرآن میں بالکل غلط ہے کیونکہ فعل ماضی کی استثنا فعل مستقبل سے ہرگز صحیح نہیں ہوتی اور نہ آجتک کوئی اہل زبان فصیح بولا ہے۔

اقول قرآن تو غلطی اور تحریف سے مبرا اور منزہ ہے مگر معترض کی ہی عبارت مذکورہ منقولہ غلط اور محرف ہے کیونکہ یہ عبارت قرآن میں اس طرح سے ہے وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اگر بوجہ مشقت کے اپنی تحریر کا قرآن سے مقابلہ نہ کیا تو خیر اس سے صرف تن آسانی ثابت ہوتی ہے مگر یہ تو ایسی ظاہر ظہور غلطی ہے کہ کافیہ خواں طالب علم بھی بغیر مقابلہ کے فوراً پہچان سکتا ہے کہ اس مہمل عبارت کے نہ کچھ معنی ہو سکتے ہیں اور نہ کچھ ترکیب۔ مگر خیر ہمکو اس سے کیا بحث ہے اس بات پر پادری صاحبوں کو لحاظ کرنا چاہیئے جنکا کاغذ اور روپیہ خراب ہوتا ہے اور ایک شخص کے سبب سے فرقہ پر داغ لگتا ہے ہم اصل سخن کا جواب دیتے ہیں کہ حقیقت میں فعل ماضی کو فعل مستقبل سے استثنا کرنا جایز نہیں مگر معترض نے ازراہ دیانت مفسرین کے اس جواب کو ترک کردیا ہے کہ یہ ممانعت استثنا متصل میں ہے نہ منقطع میں اور یہاں بھی استثنا ے

منقطع ہے نہ متصل اس واسطے کہ نکاح مستقبل ممنوع ہے اور نکاح ماضی مغفور ہے پس دوسرا نکاح پہلے نکاح کی جنس سے نہیں ہے کما صرح بہ ابو البقاء العکبری والعلامۃ الطبرسی والبیضاوی وغیرھم اور اگر ایسے استثنا میں بھی ممانعت ہو تو معترض اوس کی سند میں کسی نحوی کے قول کو پیش کرے — دیکھو عرب کا محاورہ ہے لَا تَبِعْ اِلَّا مَا بِعْتَ وَلَا تَاْکُلْ اِلَّا مَا اَکَلْتَ یعنی اب فروخت نہ کر مگر جو کچھ فروخت کر دیا اوس کا ہرج نہیں اور اب مت کھا مگر جو کچھ کہ کھا لیا سو خیر اسی طرح اس آیت کے معنی ہیں کہ مت نکاح کرو اون عورات سے جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہو لیکن جو جاہلیت میں گذرا اوس پر مواخذہ نہو گا ہمارے اردو کے محاورے میں بھی اس ترکیب کو بولتے ہیں مثلاً اب اس کام کو نہ کرنا مگر جو کیا سو کیا۔

قولہ ۱۴ فقرہ اسی میں ہے وَرَبَائِبُکُمُ اللَّاتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ تمہاری ربیبہ حرام ہیں جو تمہارے گھروں میں ہوں محمد صاحب کی یہ مراد ہے کہ کوئی مسلمان کسی عورت کو جورو بنا دے اور اوس سے صحبت بھی کر چکے تو اب اوس عورت کی وہ بیٹیاں جو وہ پہلے خصم سے ساتھ لائی ہے جن کو ربیبہ کہتے ہیں اس مسلمان پر جو اب خصم بنا ہے وہ حرام ہوئی مگر حضرت نے اللاتی فی حجورکم ایسی واہیات عبارت بولی ہے کہ اون کا مطلب فوت ہو گیا اس کے یہ معنی ہوئے کہ اگر وے لڑکیاں تمہارے گھروں میں ہوں تو حرام ہیں اور جو باہر ہوں تو حرام نہیں اب ہم مولوی صاحبوں سے پوچھتے ہیں کہ واہ صاحب یہی فصاحت ہے کہ صحیح کلام بولنے پر بھی قادر نہیں ہیں پھر کہتے ہو کہ قادر مطلق کا کلام ہے۔

اقول۔ عجور حجور کی جمع نہیں تا کہ اسکا ترجمہ گھروں کیا جاوے جس طرح معترض
نے بے استعدادی کے سبب لکھا ہے بلکہ حجور حجر کی جمع ہے جس کے معنی کنار
ہیں اور محاورہ عرب میں مراد حجر سے اکثر تربیت و پرورش ہوتی ہے مطلب
یہ ہے کہ حرام ہیں تم پر ربیبہ لڑکیاں جو کہ تمہاری تربیت اور پرورش میں ہیں یہاں
گھر اور باہر سے کچھ بحث نہیں پرورش اور تربیت میں ہونا چاہیے حقیقۃً یا
حکماً یہ عبارت بیکار اور واہیات نہیں بلکہ صفت کاشفہ ہے اور فائدہ اور نکتہ
اس کے فرمانے میں یہ ہے کہ حرمت ربائب کی علت اور وجہ اس سے ظاہر
ہوجاتی ہے کیونکہ عورت کا شوہر جدید ربائب کو اکثر مثل اپنی اولاد کے پرورش
کرتا ہے اس سبب سے ربائب اولاد سے مشابہ ہوجاتی ہیں لہذا وے اس
شوہر پر حرام ہوجاتی ہیں اور یہ وجہ حرمت کی اور مشابہت ہر حال میں ربائب
کے ساتھ باقی رہتی ہے خواہ وے شوہر کے گھر میں ہوں یا گھر سے باہر چلی جائیں
اب باقی رہی ربائب کی وہ فرد شاذ و نادر جو والدہ کے نکاح کے وقت جوان
ہوں اور اس شوہر جدید کے گھر میں نہ آویں اون کی حرمت اس صفت
اَللّٰتِی فِی حُجُورِکُم کے منافی نہیں کیونکہ یہ صفت ربائب کی اغلب افراد اور
اکثر حالات و عادات کے موافق فرمادی ہے اور مراد اس سے کل ربائب ہیں
اور اکثر روج کے حال پر قیاس کر کے یا اشرف یا اغلب افراد کے سبب کل
پر حکم جاری کر دینا عرب کے محاورات میں شائع ہے بلکہ صنعت ہے اسی کا
نام صنعت تغلیب ہے یہ عبارت قابل اعتراض نہیں کیونکہ محاورہ زبان کا
عین فصاحت ہے خواہ کیسا ہی ہو چنانچہ والدین والد کا تثنیہ ہے یعنی اسکے

اصل معنی دو باپ ہیں مگر مراد اس سے ماں باپ ہوتے ہیں وجہ اس کی یہی ہے
کہ فرد غالب اور اشرف کا تثنیہ کہہ دینا کافی ہے یہ جواب ہر مفسر نے لکھدیا
ہے مگر معلوم نہیں کہ پادری صاحب کو اس سے کیوں نہیں اطمینان ہوا اون کو
لازم تہا کہ وجہ بے اطمینانی بیان کرتے اور مفسروں کے جواب کو اودہا ور جرح
کو رد کرتے تاکہ اون کا اعتراض قابل التفات ہوتا۔ اور ہم پادری صاحب
کے دل کی باعث کا کیا جواب دیں۔ ہاں ہم اسقدر اور کہتے ہیں کہ اگرچہ کوئی
ربیبہ شوہر مادر کے گھر پرورش نپائے مگر تاہم اوس کو والدہ کے سبب شوہر مادر
سے کسی قدر تعلق رہتا ہے بلکہ اس طرح تعلق رہتا ہے جس طرح جوان اولاد
صلبی کو اپنے باپ سے — پس باعتبار عقل و عرف کے یہ بہی حرام ہوئی گو گھر
سے باہر ہو۔ اور ہم نے بسبب طوالت کے معترض کی عبارت کے عیوب و
سقم کا بیان کرنا ترک کردیا ہے لیکن چونکہ یہاں اونہوں نے کلام مقدس کی
نسبت پھر ایک لفظ سخت واہیات بولا ہے اس واسطے دل قبول نہیں
کرتا کہ اون کی واہیات کو بیان نہ کریں اول تو اہل علم و فہم و استعداد اس
فقرہ کو ملاحظہ کریں — تو اب اوس عورت کی دو بیٹیاں جو وہ پہلے خصم سے ساتھ
لائی ہے الخ اس فقرہ میں دو بیٹیاں بلفظ جمع مبتدا ہے اور وہ حرام ہوئی بلفظ
واحد خبر ہے اور خیر اس کو اگر مثل اناجیل کے سہو کاتب فرمادیں تو اس
سے بہی عجیب تر یہ ہے کہ پادری صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ اللاتی فی
حجورکم کی صفت سے وہ ربائب جو گھر سے باہر ہوں خارج ہو گئیں چاہیے
کہ وہ حرام نہوں اور بعد اس کے بجائے عبارت قرآن کے بہت سوچکر او

سمجھ کر یہ عبارت لکھی ہے۔ تو اب اوس عورت کی وہ بیٹیاں جو وہ پہلے خصم سے ساتھ لائی ہے جن کو ربیبہ کہتے ہیں اس مسلمان پر جواب خصم بنا ہے وہ حرام ہوئی اب ہم کہتے ہیں کہ پادری صاحب نے ساتھ لائی ہے ایسی واہیات عبارت بولی ہے کہ جس سے اون کی مراد ظاہر نہ ہوئی اور مطلب فوت ہو گیا کیونکہ ساتھ لانے کی قید سے یہ ثابت ہوا کہ جن کو ساتھ نہ لاوے وہ حرام نہ ہوں حالانکہ معترض کو بیان کرنا اس بات کا منظور ہے کہ خواہ ساتھ لاوے یا نہ لاوے بہرحال وہ حرام ہیں کیونکہ آیت کا یہی مطلب ہے پس معترض کو یوں کہنا لازم تھا کہ اوس عورت کی وہ بیٹیاں جو پہلے خصم سے ہیں اس مسلمان پر جواب خصم بنا ہے حرام ہوئیں ہاں سچ ہے کہ آسمان کا تھوکا منہ کو آتا ہے۔

اب ہم پادری صاحبوں سے پوچھتے ہیں جس طرح اونھوں نے مولوی صاحبوں سے پوچھا ہے کہ واہ صاحب قرآن پر اعتراض کرنے والا ایسا ہی ذی استعداد اور لایق ہوتا ہے جس کو اتنا ہوش و حافظہ نہیں کہ جس امر پر اعتراض کر رہا ہے اوس اعتراض سے اپنی عبارت کو محفوظ رکھے۔

قولہ ۔ ۵ فقرہ اسی میں ہے مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ یہ عبارت بھی فصحائے عرب کے برخلاف ہے کیونکہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف نزول ہے اور چاہیئے صعود اس لئے فصاحت کی عمدہ رعایت سے خالی عبارت ہے انتہی +

اقول علمائے معانی و بیان نے خصوصاً سیبویہ نے اپنی کتاب میں لکھا

ذکرہ السیوطی فی الاتقان لکھا ہے کہ جس چیز کا ذکر کرنا اہم اور اصل مقصود ہوتا ہے اوس کو مقدم کر دیتے ہیں اور تقدیم کی دس بارہ سبب ہیں چنانچہ کبھی بوجہ تعظیم کے ایک چیز کو دوسری پر مقدم کرتے ہیں جس طرح شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ ہے کہ یہاں اللہ کو بسبب تعظیم کے ملائکہ اور اولو العلم سے مقدم کیا ہے اور کبھی شرافت کے سبب مقدم کرتے ہیں مثل اس کے کہ مذکر کو مؤنث پر مقدم کیا جاتا ہے۔ مثل اَلْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَیُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الغرض منجملہ ان اسباب تقدیم کے ایک یہ بھی ہے کہ کبھی ترقی کے واسطے اسم ادنیٰ یا غیر ابلغ کو مقدم کر دیتے ہیں۔ لیکن تاخیر ابلغ اور اعلیٰ کی وہاں ہوتی ہے جہاں ایک ہی شخص یا ایک ہی چیز کی متعدد صفات و حالات مذکور ہوں اور دونوں لفظ ایک ہی شے سے متعلق ہوں اور یہاں متعدد اشخاص کا بیان اور شمار ہے ایک شخص کا نہیں پس یہاں ترقی سے کیا نسبت یہ مقام اظہار شرافت ہے یہاں تعظیم اور شرافت و مدارج کا لحاظ مناسب ہے اس واسطے ہر ایک لفظ کو حسب رتبہ شرافت و ترتیب وار ارشاد کیا ہے تاکہ ہر ایک کی شرافت و فضیلت ظاہر ہو جاوے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب نے علم معانی و بیان میں ایک یہی صنعت ترقی خوب سمجھی ہے کہ ہر جگہ موقع اور بے موقع اسی کو نکال لاتے ہیں یہ ایسی مثال ہے جس طرح ایک جاہل نے انشاء اللہ کہنا سیکھ لیا تھا ایک روز وہ بازار سے آتا تھا کسی نے پوچھا کہاں سے آتے ہو جواب دیا کہ

بازار سے انشاء اللہ پھر اوس سے پوچھا کہ کیا خرید کیا جواب دیا کہ غلّہ انشاء اللہ
پوچھنے والا بھی ظریف تھا اوس نے کہا کہ آپ تشریف لے جایئے انشاء اللہ
قولہ ۱۶ فقرہ اسی میں ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ
اِلَّا قَلِیْلًا تو یہ عبارت قرآن میں محمد صاحب نے بالکل غلط بولی ہے کیونکہ
استثنا باطل ہے معنی یہ ہوئے اگر خدا کی رحمت اور فضل نہوتا تو تم شیطان
کے تابع ہوجاتے مگر تھوڑے لوگ یعنی تھوڑے لوگ بدون فضل و رحمت
کے شیطان کے تابع نہ ہوتے محض غلط ہے اگر خدا کا فضل نہ ہوتا تو سب
شیطان کے تابع ہوجاتے یہ استثنا بے بیجے محمد صاحب نے بولی اور
مفسرین نے جھوٹی تاویلیں کر کے کچھ کچھ معنی بنائے مگر صحیح معنی ہرگز بن نہیں
سکے اس برتے پر فصاحت بلاغت کا ایسا سخت دعوی ہے۔

اقول معترض صاحب نے اعتراض تو کیا مگر تمام آیت کو نہ لکھا تاکہ دو(ن) کا
مغالطہ فوراً کھل جاتا آیۂ کریمہ اس طرح ہے۔ وَاِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ
اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَهُ
الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْھُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ
اِلَّا قَلِیْلًا معترض نے یہاں دو امر میں دہوکا کہایا ہے اور نہایت سہل بات
کو مشکل ظاہر کیا ہے مختصر جواب یہ ہے کہ مراد فضل و رحمت سے یہاں خود
آنحضرت اور وحی الہی ہے یا فتوحات اہل اسلام ہیں نہ مفہوم عام غیر
معین فضل کا اور مورد بھی آیت کا خاص ہے پس ان دونوں خاص امروں کو
عام طور پر کر دیا ہے یہی منشاے غلطی اور مقام نزاع ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ

جب آنحضرت صلعم جہاد کے واسطے مدینہ سے باہر تشریف لیجاتے تھے تو منافقین جھوٹی جھوٹی خبریں بناکر اوڑایا کرتے تھے اور شہر کے مسلمانوں کو متوحش کر دیتے تھے اور بعض مسلمان بغیر اسکے کہ حضرت کے نائب سے جاکر دریافت کریں یقین کر لیتے تھے اور یہ امر موجب مفسدہ ہوتا تھا چنانچہ ابن عباس اور ضحاک اور سدی اور ائمہ اہلبیت کی روایات سے یہ بات خوب ظاہر ہے نبا رعلیہ اتباع شیطان سے خاص اسی امر کی وجہ سے تابع ہونا مقصود ہے اور یہی معنی ہیں مورد کے خاص ہونے کے پس مطلب آیہ کا یہ ہے کہ یہ لوگ جو وقت کسی خبر کو سُنتے ہیں بغیر اسکے کہ رسول مقبول صلعم یا اون کے نائب سے آکے دریافت کرلیں افشا کرنے لگتے ہیں حالانکہ وہ اخبار ایسے فتنہ انگیز ہوتے ہیں کہ اگر فضل و رحمت خدا یعنی وجود باجود محمد مصطفےٰ صلعم کا یا اون کے قایم مقام کا مدینہ میں نہوتا یا اہل اسلام کو فتوحات حاصل نہ ہوتیں تو تم یعنی اکثر شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے جو عاقل و فہمیدہ و تجربہ کار کامل الایمان ہیں وہ تابع نہ ہوتے یہاں خطاب بعض اشخاص امت سے ہے اور آنحضرت صلعم کے نائب سے حال دریافت نکرنے کے باعث انپر عتاب فرمایا ہے اور اس بات میں کچھ شک نہیں کہ بعض بعض مسلمان ایسے ہی کامل الایمان تھے کہ اگر اون پر یہ فضل نہوتا یعنی آنحضرت صلعم اون کے سرپر نہوتے یا جہاد میں فتح حاصل نہ ہوتی تو بھی انکے ایمان میں ضعف نہ آتا بدون اس فضل کے بھی وہ شیطان کے تابع نہوتے دیکھو قیس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل اور براء شنبی اور ابی ذر غفاری اور سلمان فارسی بدون اس فضل کے یعنی قبل زمانۂ بعثت کے

مومن تھے اور شیطان کے تابع نہ تھے اور بت پرستی کو اپنی عقل سے برا جانتے تھے اور آنحضرت کے ظہور موفور السرور کے مشتاق و منتظر تھے معلوم نہیں کہ معترض نے فضل و رحمت سے کیا مراد لی ہے اور کس چیز کا اس کا مصداق مقرر کیا ہے اگر محض معنی لغوی یعنی زیادتی و مہربانی مراد ہے تو ایسا فضل و رحمت خدا کا ہر مسلم و کافر پر ہے خدا سب کی ہدایت چاہتا ہے کوئی اس فضل سے محروم نہیں اگر یہی فضل کافی ہو تو چاہیے کہ کوئی شخص شیطان کا تابع نہو حالانکہ دنیا میں اکثر شیطان کے تابع ہیں اور اگر صرف قلوب جانب خیر بجبر و اکراہ مراد ہو تو ایسا فضل و رحمت بعض پر یعنی مومنین مخاطبین پر ہونا اور بعض پر یعنی کفار پر نہونا ترجیح بلا مرجح اور خلاف عدالت اور ظلم ہے چاہیے کہ کفار معذب نہوں کیونکہ اس بنا پر وے بیقصور ہیں — خلاصہ یہ ہو کہ مقام ہدایت اور اتباع شیطان کے ذکر میں عقلاً و نقلاً ارسال انبیا اور وحی الہی سے بہتر کوئی چیز فضل و رحمت کا مصداق[۵] نہیں ہو سکتا اب ناظرین انصاف کریں کہ فضل و رحمت سے یہ معانی مذکورہ مراد لینا مفسروں کی تاویلیں ہیں یا نصوص قرآنی اور احادیث اور دلیل عقل اسکو کہہ رہی ہے اظہر من الشمس بات کو یوں کہہ دینا کہ مفسروں نے بہت تاویلیں کیں مگر بن نہ سکیں کمال ہٹ دھرمی ہے اور معترض کو نادم کرنے کے واسطے میں نے بھی اس آیت کے وہی معنی اختیار کئے ہیں جو اوسکے نزدیک قابل اعتراض تھے ورنہ اس آیت کے معانی و ترکیب بہت ہیں چنانچہ ابن عباس سے منقول ہو کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اور استثنا ضمیر فعل اذاعوا سے ہے اور اسی کو

[۵] چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا ۱۲

مبرد اور کسائی اور فراء اور ثعلبی اور طبری نے اختیار کیا ہے اور تقدیم و تاخیر اشعار عرب میں موجود ہے اور اکثر اہل لغت نے لکھا ہے کہ ضمیر یستنبطون سے استثنا ہے۔ کما فی المجمع ان معانی میں اس وسوسہ اور توہم کی بھی گنجایش نہیں اگرچہ کوئی باتباع شیطان وسوسہ پیدا کر کے مفسدہ برپا کرنا چاہے جسطرح منافقین عہد نبوت میں چاہتے تھے۔

قولہ ۱۱ فقرہ اسی میں ہے لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ یہ عبارت بھی قرآن میں غلط ہے کیونکہ نجویٰ فعل ہے اور من اسم ہے پس اسم کی استثنا عرب گریمر کے موافق فعل سے جایز نہیں **اقول** معترض کی اس مہمل عبارت کا کچھ مطلب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ نجویٰ یا مصدر ہے یا بروزن سکریٰ جمع ہے بعض مناجیین بہرحال اسم ہے فعل نہیں اور پادریصاحب کہتے ہیں کہ فعل ہے اور اسی طرح من اسم موصول ہے اور فعل ماضی اَمَرَ اوسکا صلہ ہے اور صلہ سے ملکر مبتدا ہے خبر محذوف کی اور وہ خبر محذوف یہ ہے فَفِیْ نَجْوٰىهُمْ خَیْرٌ اور مبتدا اور خبر ملکر جملۂ اسمیہ ہے یا یہ کہ لفظ نجویٰ مضاف محذوف ہے اور لفظ من موصول اوسکا مضاف الیہ ہے پس یہ اسم مفرد ہے بہرحال یہاں فعل سے استثنا نہیں بلکہ اسم سے ہے یا استثناے منقطع ہے معلوم نہیں کہ پادریصاحب نے یہ اعتراض کس حالت میں لکھا ہے مناسب ہے کہ اجتماع حواس اور صحت عقل کے وقت اس اعتراض کو درست کر کے پھر لکھیں

قولہ ۱۱ فقرہ سورۂ مائدہ میں ہے اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا صاحب محمد صاحب صلعم نے آخری حج کیا اور مرنے

کے دن قریب آئے اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی آج کے دن پینے تمہارا دین
کامل کردیا اور پوری نعمت دی اور آج کے دن تمہاری مسلمانی سے میں راضی
ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا محمد سے راضی ہوا پہلے راضی نہ تھا پس
ہزارہا اہل اسلام جو جہادوں میں آج کے دن سے پہلے قتل ہو چکے یا خود مر گئے
اونسے خدا راضی نہ تھا وہ سب کافر گئے پس الیوم کے نیچے رضیت کو ڈالنا سادہ لوحی
کے سوا اور کیا خیال جاوے۔ اقول معانی میں تحریف کر کے اعتراض لکھنا محض
سیہ کاری ہے اس آیت کا مطلب اردو محاورہ کے مطابق یہ ہے کہ آج میں
تمہارا دین کامل کر چکا اور آج میں اپنی نعمت تمہیں پوری دے چکا اور پسند کیا تمہارے
واسطے اسلام کو دین ــــ نہ معلوم کہ پادریصاحب نے لفظ اسلام کو کس قاعدہ سے
ضمیر مخاطب کی طرف مضاف کیا ہے جو لکھا ہے کہ تمہاری مسلمانی سے خوش ہوا
تا کہ لازم آئے کہ اب تک خدا اونکی مسلمانوں سے راضی نہ تھا ــ یہاں کسی کی
مسلمانی سے یا کسی مسلمان سے خوش ہونے کا ذکر نہیں بلکہ یہ بات ہے کہ چونکہ روز
نزول آیت مذکورہ تک احکام میں تغیر و تبدیل و نسخ ہو جاتا تھا اور کفار کا زور بھی خوب
نہ گھٹا تھا اور آئندہ کیواسطے ہدایت و ارشاد جاری رہنے کا کچھ استحکام نہوا تھا اور ان
امور سے اسلام میں ضعف سا تھا جس طرح حق تعالیٰ چاہتا تھا اوس طرح اسلام
کیو استحکام و انتشار حاصل نہ ہوا تھا اور حجۃ الوداع کے بعد سب اسباب ضعف
زائل ہو گئی اکثر قبائل عرب خود حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے مشرک کعبہ میں جانے سے
بند ہو گئے علی بن ابی طالب مقام غدیر پر آئندہ کے واسطے وصی اور قائم امت
مقرر ہو گئے تب یہ آیت نازل ہوئی اور حق تعالیٰ نے اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی کہ آج

ہم نے اسلام کو پسند کیا اور اوس سے رضامند ہوے۔ اوس روز جو حق تعالیٰ نے
اسلام کے قوی اور کامل ہو جانے پر خوشی اور رضامندی ظاہر فرمائی تو اس رضا کو
مرے ہوئے مسلمانوں سے عدم رضامندی کیونکر لازم ہو گئی کیا یہ ممکن نہیں کہ خدا
اسلام سے بعد رفع اسباب ضعف کے رضامند ہو اور اس سے پہلے مرے ہوئے
مسلمانوں سے بھی رضامند رہا ہو بلکہ باوجود اطاعت کے اون سے رضامند نہونا
خلاف عقل و عدل ہے کیونکہ اونکی زندگی تک جس قدر احکام نازل ہوئے تھے
وہی اونکے واسطے پورا اسلام تھا اور جب اونہوں نے اپنے عہد کے احکام کو دل و
جان قبول کیا اور بخوبی اوس پر عمل کیا تب اون کا کیا قصور ہوا جو خدا اون سے ناخوش
ہو۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے ملک نو مفتوح میں انتظام کرنے کے
واسطے کسی سردار کو بھیجے اور اپنے قوانین اور احکام جاری کرنا چاہے مگر بنظر مصلحت
ایک دفعہ کل قوانین کو جاری نکرے رفتہ رفتہ چند سال میں کرے اور جب رعایا کل
قوانین کی متحمل ہو جاوے اور دشمنوں کے ضعیف ہو جانے سے انتظام مکمل ہو جاوے
تب بادشاہ اپنے قوانین اور تکمیل انتظام پر خوشی ظاہر کرے اور رعایا سے کہے کہ
اب ہم نے ترمیم و تجدید قوانین ختم کر دی اور جس قدر قوانین جاری کرنے منظور
تھے سب ہو گئے آج ہم اِس انتظام اور قوانین سے خوش ہوئے تو اس تقریر سے
کوئی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ رعایا میں سے جو لوگ درمیان میں مر گئے اور
انہوں نے اپنے عہد کے قوانین کی تعمیل کر کے نائب بادشاہ کی بدل و جان
اطاعت کی اون سے بادشاہ ناخوش ہے۔ دور جاؤ انگریزوں سے پوچھ لو کہ
ابتدائے عملداری سرکار میں جن لوگوں نے اوس وقت کے قوانین

کی تعمیل کی اور بدل وجان گورنروں کی اطاعت کی مگر قوانین مروجہ حال کی تعمیل سے معذور رہے تو سرکار اُن سے خوش ہے یا ناخوش بلکہ اُن سے زیادہ خوش ہے کیونکہ وہ لوگ مثل معین و مددگار کے تھے بہر حال مجاہدین اسلام بلکہ عموماً اصحاب رسول جنہوں نے اپنی سعی سے اسلام کو اس درجہ پر پونہچا دیا کہ خدانے اوس کو پسند کر لیا تب اون سے ناراض ہونے کی کیا وجہ اور اس آیت سے ناراضی کیونکر نکلی ہاں اگر رضیت بکسر یا عنکم ہوتا تو اس وسوسہ کو کچھ گنجایش بہی تہی مگر اب کسی طرح نہیں۔ اُنسے خدائے تعالیٰ اسیوقت راضی ہوگیا جس وقت اسلام قبول کیا اور اوامر و نواہی خدا پر عمل کیا اگر زندہ رہتے تو کل احکام جدیدہ کی بہی تعمیل کرتے اور زندہ رہنا اون کے اختیار میں نہ تہا۔ پادریصاحب نے شاید اس آیت کو اوس انجیلی قول کے مقابلہ میں نکالنا چاہا ہے جو کہ حضرت مسیح علیہم السلام سے آیت ۱۷ باب پنجم انجیل متی میں نقل کیا ہے کہ میں توریت کے پورا کرنے کو آیا ہوں اور حضرت داؤد زبور نوزدہم آیت ۷ میں پہلے فرما چکے ہیں کہ خداوند کی توریت کامل ہے۔ اور بقول عیسائیان جو توریت حضرت داؤد کے وقت میں تہی وہی جناب مسیح کے وقت میں مروج تہی پس کمال افسوس ہے کہ محرفان انجیل توریت و زبور بہی نہ پڑہے تھے بالکل سادہ لوح تہے۔ اور اوستادوں نے جو اس قول انجیل کے معنی بنائے ہیں وہ ایسے رکیک ہیں کہ قابل ذکر بہی نہیں۔

قولہ ۱۹ انفرد اسی میں ہے یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَآ اُحِلَّ لَھُمْ قُلْ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ لوگوں نے محمد صاحب سے سوال کیا کہ کون سی چیز کہانا ہمکو

حلال ہے اوس کا جواب یہ ہوا کہ طیبات یعنی اچھی چیزیں تم کو کھانا حلال ہیں یہ جواب غلط ہے سوال کے موافق نہیں کیونکہ ہر ملک کے طیبات جدے جدے ہوتے ہیں کسی ملک میں کتا اچھی چیز ہے کسی ملک میں سور اچھی بری عمدہ چیز ہے کسی ملک میں اونٹ بس یہ جواب اوس کے شرع کے برخلاف ہے اون کو چاہیئے تہا کہ حلال چیزوں کے نام تبلاتے پس یہی بلاغت ہے سبحان اللہ۔

اقول معترض نے دہوکا دینے کے واسطے پوری آیت کو بیان نہیں کیا جس سے ناظرین کو فوراً اس کے کلام کا حال کھل جاتا پوری آیت اس طرح ہے۔ یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ الخ

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ پوچھتے ہیں تجھ سے اے محمد کہ اون کو کیا حلال ہے کہہ تو حلال ہیں تم کو پاک چیزیں اور شکار اوس کتے شکاری کے جسے تم نے شکار کرنا تعلیم کیا ہو پس کھاؤ تم اوس شکار کو کہ جس کو کتا پکڑ کر دبا رکھے تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو اوس پر یعنی ان شرائط سے کتے کا شکار مارا ہوا کھاؤ ورنہ اوسے ہی نہ کھاؤ اور ڈرو اللہ سے اللہ جلد حساب لینے والا ہے میں یقین کرتا ہوں کہ اس کتاب کے لکھنے میں اکثر اوقات معترض کو حالت ثالثہ بین النوم والیقظہ رہتی تہی تفاسیر میں شان نزول آیت کو نہ دیکھا کہ مدینہ میں کتوں کے قتل کا ایک بڑا معرکہ ہوا تہا اور لوگوں نے کتے کے مارے ہوئے

شکار کا سوال کیا تھا اس واسطے سوال کے مطابق آیت نازل ہوئی ہے اور
طیبات کے جدا جدا نام نہ لینے پر جو اعتراض ہے سو پادری صاحب نے تین
سطر قبل اس آیۃ کے دیکھا ہوتا کہ اوس دوسری آیت میں سور خیرہ دیگر
محرمات اور ذبائح کا بیان ہو چکا ہے چنانچہ شروع سورہ میں فرمادیا ہے
اُحِلَّتْ لَکُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ الخ اور پھر فرمایا ہے۔
حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ
الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَا اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ
وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ الخ اور
اواخر سورہ انعام میں جو سورۂ مائدہ سے بہت پیشتر مکہ میں نازل ہوئی تھی حیوانات
طیبہ ماکول عادیہ کا بیان ہو چکا ہے اور پھر آنحضرت صلعم نے اکثر حیوانات کو
نام بنام فرمادیا ہے اور حلت و حرمت کا قاعدہ مقرر کر دیا پس کلام خدا اور
کلام رسول سے سب مسلمان سمجھ چکے تھے کہ فلاں فلاں حیوان حرام ہیں
اور فلاں فلاں طیب ہیں حقیقت میں ہر ملک کے طیبات جدا جدا ہوتے
ہیں قرآن میں کہاں تک اون کا نام لیا جاتا یہ طول خلاف فصاحت تھا اور
یہی عقلا کا قاعدہ ہے کہ مستثنیات کو بیان کر دیتے ہیں باقی کے واسطے
ایک قاعدہ کلیہ لکھ دیتے ہیں جس طرح توریت میں ہے دیکھو قوانین انگریزی
میں جرایم کا ذکر ہے افعال مباح اور مجاز کا ذکر نہیں اصحاب رسول غبی اور
بلید طبع نہ تھے جو طیبات کو نہ سمجھتے وہ الطیبات کے الف لام تعریف
سے ہی سمجھ لئے کہ طیبات پہلے مذکور ہو چکے اور پادری صاحب جو کہتے

ہیں کہ یہ اوس کی شرع کے برخلاف ہے یہ تخصیص بھی بے جا ہے سوٗر اور کتے کا کھانا حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ بلکہ سائر انبیا علیہم السلام کی شرع کے برخلاف ہے کتے کا حال تو ظاہر ہے کہ کسی ملک کے طیبات میں نہیں ہے کوئی نہیں کھاتا اور سوٗر کے باب میں باب یازدہم آیت ۷ وہ توریت میں لکھا ہے۔ کہ سوٗر تمہارے واسطے ناپاک ہے تم اوس کا گوشت نہ کھائیو اور نہ اوس کی لاش کو ہاتھ لگائیو۔ فقط پس سوٗر اور کتے کا کھانا خاص منکرین توریت و قرآن کا حصہ ہے۔

قولہ۔ ۲۰ فقرہ انفال میں ہے کَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ۔ یہ ضعیف تالیف ہے مشبہ اور مشبہ بہ کا پتہ نہیں مجذوبانہ بولی ہے پس فصاحت سے خالی ہے کوئی مولوی صاحب اسکی ترکیب بیان کریں۔

اقول۔ یہ آیت قرآن میں اس طرح ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ۔ یہ آیت جنگ بدر کی غنیمت کے باب میں نازل ہوئی ہے۔ قصہ مختصر اس کا یہ ہے کہ خلیفۂ اول و دوم نے بنا بر مصلحت وقت کے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ہم صرف تین سو پانچ یا تیرہ مسلمان ہیں اور ستر اونٹ اور دو گھوڑے اور ہم میں چند زرہ اور آٹھ تلواریں ہیں اور اہل مکہ اشجع اور دلاور ہیں مناسب ہے کہ پہلے قافلۂ قلیل الجماعت کو جو ابوسفیان کے ہمراہ شام سے مال لے کر آیا ہے لوٹ لینا چاہیے تاکہ اس مال و متاع سے سامان جنگ کا

مہیا ہو جاوے اور مسلمانوں کو قوت ہو جاوے اور یہ پہلی لڑائی ہے سازوسامان سے لڑنا چاہیئے اس کلام کو سنکر آنحضرت صلعم بہت ناخوش ہوئے اور رنگ چہرۂ مبارک کا متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور وجہ ناخوشی کی ظاہر تھی کہ ذات بابرکات آنحضرت صلعم کی طمع و حرص دنیا سے پاک تھی افلاس و ثروت یکساں تھا صرف اشاعت دین خدا مدنظر تھی اور اعانت خدا تیقن تھی وہاں ہر بات وحی سے تھی جب یہ حال اصحاب کبار نے دیکھا تو علی ابن ابی طالب اور مقداد اسود اور سلمان فارسی اور ابوذر غفاری وغیرہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ہمارا حال بنی اسرائیل کا سا نہیں ہے جنہوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا کہ تو اور تیرا پروردگار جاؤ اور لڑو اور ہم یہاں بیٹھے ہیں آپ اہل مکہ کے مقابلہ کو چلئے ہم آپ کے ساتھ ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جزاکم اللہ اور پھر بعد اور قیل و قال کے فرمایا کہ بسم اللہ چلو خدا کی برکت کے ساتھ اور بشارت ہو تم کو کہ خدائے تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ایک جماعت کا مال و اسباب تمہارا ہے پس سب اصحاب طوعاً و کرہاً جنگ کو آمادہ ہو کر روانہ ہوئے اور مقام چاہ بدر پر مقابلہ ہوا حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتحیاب کیا اور بہت مال اور اسباب اون کے ہاتھ لگا لیکن تقسیم غنیمت میں باہم کچھ گفتگو ہونے لگی اصحاب مجتمع ہو کر آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور سوال کیا کہ یہ غنیمت کس کا حصہ ہے حضرت نے تامل کیا تب یہ آیات نازل ہوئیں۔

یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

أَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ الخ جب غازیوں نے یہ حکم سنا کہ لوٹ خدا اور رسول کا مال ہے تب بعض اصحاب کو یہ حکم ناگوار خاطر ہوا مگر بوجہ اس کے کہ حضرت صلعم کے حالات و عادات کو سب جانتے تھے اور خود گرویدہ اخلاق محمدی تھے کچھ منہ پر نہ لائے اور منتظر رہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے آخر الامر آنحضرت صلعم نے وہ اسباب اپنی رائے کے موافق سب کو بحصہ مساوی تقسیم کر دیا۔

الغرض اس جنگ بدر میں دو وقت آنحضرت صلعم کا ارشاد و بحکم خدا مسلمانوں کو ناگوار خاطر ہوا تھا ایک غارت قافلہ کی ممانعت اور جنگ اختیار کرنا دوسرے مال غنیمت کا خدا اور رسول کی ملک ہونا پس دونوں وقت کی کراہت کو ان آیات میں ظاہر کیا ہے بعد اس قصہ کے ناظرین کو معلوم ہو کہ معترض کے نزدیک اس آیت کی ایک ترکیب بھی بامحاورہ نہیں ہو سکتی مگر یہ وہ کلام متین بلیغ ہے کہ چار پانچ طرح سے اس کے معانی و ترکیبیں ہو سکتی ہیں مگر بوجہ اختصار کے تین مذکور ہوتی ہیں اولاً آیہ سابقہ جو آیہ مذکورہ سے پہلے متصل ہے یعنی لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ مشبہ ہے اور كَمَا أَخْرَجَكَ الخ مشبہ بہ ہے اور لفظ ما مصدریہ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اولئك هم المومنون حقا لهم درجات عند ربهم ومغفرة ورزق كريم محققة كاخراجك ربك من بيتك بالحق یعنی واسطے مومنین کے درجات عالیہ ہیں نزدیک پروردگار کے اور مغفرت ہے اور عمدہ رزق ہے سچ اور محقق جس طرح تیرا گھر سے نکالنا اور وعدہ غنیمت سچ اور محقق تھا اور یہ وعدہ

قرآن میں موجود ہے چنانچہ فرمایا ہے وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰهُ اِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ
اَنَّهَا لَکُمْ الخ چونکہ حکم غنیمت بعض اصحاب کو مکروہ معلوم ہوا اور یہ پہلی
جنگ اور غنیمت تھی لہذا خداوند حکیم نے اولاً اطاعت خدا و رسول کی
تاکید فرمائی بعدہٗ بطور ترغیب و تحریص کے فرمایا کہ اس اطاعت کے
عوض آخرت میں اون کے واسطے درجات عالیہ اور گناہوں کی مغفرت اور
نعمائے جنت ہیں لیکن چونکہ یہ اشیا بالفعل مرئی اور مشاہد نہیں تھے بلکہ
نسیہ تھے اور غنیمت نقد تھی اس لئے اس کلام کی تصدیق و توثیق کے واسطے
اوس معاملہ کی تشبیہ دی جس کو وہ اوس وقت دیکھ چکے تھے کہ سب کی رائے
غارت قافلہ پر متفق تھی اور جنگ خلاف عقل معلوم ہوئی تھی اور پیشین گوئی
اور بشارت آنحضرت صلعم کی کہ ایک جماعت کا مال تم کو ضرور ملے گا کسی
کی سمجھ میں نہ آئی تھی پس در باب غنیمت و انفال خدا و رسول کے اطاعت
کرو اور کچھ پس و پیش نہ کرو۔ دیکھو کہ کلام لاحق و سابق کو کیسا کچھ اتصال ہے
اور مشبہ اور مشبہ بہ دونوں پاس موجود ہیں۔

ثانیاً یہ کہ لفظ کَمَا سے پہلے اَخْرَجَهٗ محذوف ہے تقدیر عبارت کی یہ ہے
لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ اَخْرَجَهٗ رَبُّهُمْ مِنْ خَزَائِنِ
خَمْسَةٍ مِنَ الْغَنِیْمَةِ وَغَیْرِهَا کَمَا اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ کما
فی التبیان فعل اخرج مذکور اس محذوف پر دلالت کرتا ہے شاہد یہ ہے حلزہ
بن الحارث معلقہ سابعہ میں کہتا ہے شعر کتکالیف قومنا اذ غزی المنذر
هل نحن لابن هند رعاء یہاں مشبہ محذوف ہے اور شارح نے لفظ کتکالیف

کے قرینہ سے بل جعلتم تکلیفا مقدر فرض کیا ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے هل كلفتم
تکلیفا کتکلیف قومنا اذ غزی المنذر بن ماء السماء اور اس شعر میں یہ تکلف اور زیادہ
ہے کہ جو قوم و قبیلہ کہ کلفتم کا مخاطب ہے اوسکا ذکر ترک کر کے شاعر نے بادشاہ کی مدح
کرنی شروع کر دی ہے اور بعد مدح کے پھر اوسی قوم و قبیلہ کے حال میں یہ شعر
لکھا ہے ایضا شعر نردناھم بطعن کما یخرج من خربة المزاد الماء
یہاں بھی مشبہ مذکور نہیں شراح نے اسی عبارت سے یخرج الدم منہ عبارت مقدر
اور محذوف فرض کر کے مشبہ نکالا ہے تقدیر عبارت کی یوں ہے فردناھم القوم
بطعن یخرج الدم منہ خروجا کخروج الماء من افواہ الزق عمرو بن کلثوم
التغلبی معلقہ خامسہ میں کہتا ہے شعر اذا ما رحن یمشین الھوینا
کما اضطربت متون الشاربینا۔ یہاں بھی مشبہ محذوف ہے اور شراح نے
اسی عبارت سے پیدا کر کے لکھا ہے کہ اصل ترکیب یوں ہے اذا مشین
یمشین المشی الھوینا اللین فیضطربن فی مشیھن اضطرابا مثل اضطراب متون
الشاربین۔ پس اسقدر عبارت محذوف ہے فیضطربن فی مشیھن اضطرابا مثل
اور اس شعر میں معترض کے اضطراب کے واسطے اور ایک بات زیادہ یہ ہے
کہ ہوین صفت تو مذکور ہے مگر موصوف محذوف ہے یہ کلام اونکے نزدیک
شاید زیادہ مجذوبانہ ہوگا ثالثاً کما خبر ہے مبتدا ے محذوف کی اور یہی مبتدا مشبہ
ہے اور تقدیر عبارت کی اس طرح ہے ھذا الحال کما فی الانفال مع کراھتہم
کحال اخرجک ربک من بیتک وھم کارھون ---- اس صورت میں صرف مشبہ
جو مبتدا بھی ہے محذوف ہے اور وہ سیاق عبارت اور آیات سابقہ کے مضمون

سے مفہوم ہوجاتا ہے کما نقلہ السیوطی وغیرہ ۔ معلوم کہ پادری صاحب اشعار عرب کے محذوفات اور ترکیبوں کو دیکھیں گے تو اوس کو کیا کلام کہیں گے دیکھو طرفہ کے اشعار کو معلقہ ثانیہ میں شعر

وارد ۔ عم نبا من احد ململم کمرداۃ صخر فی صفیح مصمد

یہاں مبتدا جو شبہ ہے اور خبر بھی دونوں مقدر و محذوف ہیں اور صرف مبتدا کی صفت مذکور ہے تقدیر عبارت کی اس طرح ہے لہا قلب او وجم نباه من احد ململم کمرداۃ صخر الخ اگر ممکن ہو تو کوئی مشیہ کو بتائے کہ کہاں مذکور ہے صرف صفت کے ذکر سے مفہوم ہوجاتا ہے کہ یہاں کوئی موصوف محذوف ہے اور پھر بھی شاعر کہتا ہے شعر

واتلع نهاض اذا صعدت به کسکان بوصی بدجلة مصعد

اس شعر کا حال بھی شعر سابق کا سا ہے کیونکہ اسمیں عنق مبتدا موصوف اور مشبہ محذوف ہے اور خبر لہا بھی محذوف ہے اگرچہ یہ دونوں شعر اس ترکیب ثالث کے بعینہ شاہد نہیں مگر ان شعروں سے عوام لوگ سمجھ لیں گے کہ کلام عرب میں اس قسم کے محذوفات شائع ہیں — ناظرین غور کریں کہ پادری صاحب کے نزدیک اس آیت کی ایک طرح سے بھی ترکیب محال تھی جس پر ایسا سخت لفظ مجنونانہ کہا ہے اور اتنا بڑا دعوی کیا کہ کوئی مولوی صاحب اس کی ترکیب کریں مگر یہاں عنایت الہی سے تین طرح سے تراکیب و معانی مع شواہد و نظائر مذکور ہوئے اگر اون کے مزاج میں کچھ انصاف ہوگا تو اقرار کرینگے کہ یہ اعتراض خود مجنونانہ تھا۔

تنزنیب قرآن کی عبارت سہل وممتنع ہے کہیں سہل اور کہیں دقیق ومتین اوسکا
سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن سے جس طرح عرب کے واسطے ہدایت
اور ارشاد مقصود تھی اسی طرح فصاحت میں بھی اون کی تجہیل وتبکیت مقصود
تھی لہذا ضرور ہوا کہ اون کی ہر قسم کی عبارت کے مقابلہ میں قرآن میں بھی عبارت
ہوتا کہ وے یہ نہ کہیں کہ قرآن کی عبارت اُمی یعنی ناخواندہ شخص کی ہے ہماری
سی متین عبارت نہیں ہے۔

قولہ ۱۱ فقرو اسی میں ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَ
لَا تَوَلَّوْا عَنْہُ اے مسلمانو اللہ اور محمد کی تابعداری کرو اور اللہ سے نہ پھرو
بس محمد سے پھرنا جائز ہوا اس لئے یوں بولنا چاہیئے تھا لا تولوا عنہما۔
اقول اگر پادری صاحب نحو کو بھول گئے ہیں تو خیر ہم ہی اون کو کافیہ پڑھاتے
ہیں المضمر ما وضع لمتکلم او مخاطب او غائب تقدم ذکرہ لفظا او معنی او
حکما شارح رضی تقدم معنوی کی شرح کرتے ہیں وقسم ایضا المتقدم
المعنوی قسمین احدھما ان یکون قبل الضمیر لفظ متضمن للمفسر بان
یکون المفسر جزء مدلول ذلک اللفظ کقولہ تعالی اعدلوا ھو اقرب
للتقوی ای العدل اقرب لان الفعل یدل علی المصدر والزمان
والثانی ان یدل سیاق الکلام علی المفسر التزاما لا تضمنا کقولہ
تعالی وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ لانہ لما ساق الکلام قبل
فی ذکر المیراث لزم من ذلک السیاق ان یکون ثم مورث انتہی بعد اس
کے ناظرین ملاحظہ کریں کہ یہ وہ کلام متین ہے کہ جس کے چند طرح سے معانی

دو ترکیب ہو سکتے ہیں اولاً مرجع ضمیر عنہ کا لفظ رسول ہے جو لفظاً متقدم موجود ہے
یعنی اے ایمان دارو اطاعت کرو اللہ اور رسول کی اور رسول اللہ سے نہ پھرو
اور قاعدہ ہے کہ قریب مرجع کے ہوتے ہوئے بعید کی طرف حتی المقدور ضمیر
کو نہیں پھیرتے اور در اصل یہاں اطاعت رسول کی ہی تاکید ہے کیونکہ جہاد کا
ذکر ہے لفظ اللہ محض تمہید و تاکید کے واسطے ہے اور نیز بموجب آیات عدیدہ
کے اطاعت رسول عین اطاعت خدا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ یُّطِعِ
الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ اور ہر گاہ ضمیر واحد درست ہو جاوے تو ضمیر تثنیہ
لانا کیا ضرور ہے کیونکہ واحد میں ایجاز و اختصار ہے نہیں معلوم کہ پادری صاحب
نے اس میں کیا سقم سمجھا ہے جو ضمیر کو رسول اللہ صلعم کی طرف نہیں پھیرا۔
ثانیاً مرجع ضمیر کا جہاد ہے اور وہ بالمعنی متقدم ہے اور سیاق کلام سے مفہوم
ہوتا ہے کیونکہ یہ آیات تاکید جہاد میں وارد ہیں چنانچہ اوس سے پہلے تصریح
فرمایا ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْ
ھُمُ الْاَدْبَارَ الخ پادری صاحب نے ذرا پہلی آیت کو بھی تو دیکھا ہوتا۔
ثالثاً مرجع ضمیر کا طوع ہے یا حکم ہے جو فعل اطیعوا سے مفہوم ہوتا ہے
یعنی کہا تو لوا عن امرھما یعنی نہ پھرو حکم خدا اور رسول سے) میں کہتا ہوں کہ
اس ترکیب میں تو ضمیر واحد کے درست ہونے کے واسطے بہت وجوہ
موجود ہیں مگر پادری صاحب اگر اشعار عرب کو دیکھیں تو حیران ہو جاویں مشکل
تو یہی ہے کہ کچھ نہیں دیکھا ذو الرمۃ کہتا ہے شعر
ومیۃ احسن الثقلین جیدا ۞ وسالفۃ واحسنہ قذالا ۞ ای احسن الثقلین قذالا

کما فی شرح الحماسہ دیکھو ثقلین تثنیہ ہے اور ضمیر احسنہ میں واحد ہے۔
کیا کلام متین اور بلیغ ہے کہ ایک ذراسی عبارت کے کس قدر معانی و تراکیب ہو سکتے ہیں اور اسی واسطے جناب امیرالمومنین نے ابن عباس سے فرمایا ہو ان القرآن ذو وجوہ اگرچہ پادری صاحب نے قرآن پر اعتراضات کرکے اپنی تفضیح کی مگر ہم اون کے شکرگذار ہوتے ہیں کہ اون کے باعث قرآن کی فصاحت و بلاغت کا نمونہ کچھ عوام کو بھی معلوم ہو جاوے گا۔

قولہ ۲۲ فقرہ توبہ میں ہے۔ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ قرآن میں غلط بولا گیا ہے کیونکہ لفظ شہر مذکر ہے اوس کے لئے ضمیر مونث کی بولنا جائز نہیں اور تخصیص ظلم کی اون مہینوں میں غلط ہے بلکہ ہر حال میں ظلم نہ کرنا چاہیئے

اقول اعتراض کیا ہے کشت زعفران ہے کہ جسے دیکھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ دراصل یہاں دو اعتراض کئے ہیں ایک ضمیر فیہن کی نسبت اور دوسرا تخصیص ظلم کی نسبت پس ہر ایک اعتراض کا جواب علیحدہ علیحدہ مذکور ہوتا ہے۔

جواب اعتراض اول دیکھو آیہ کریمہ یہ ہے إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ الخ بنا بر روایت اور معنی سیاق عبارت کے ضمیر مونث فیہن میں ہے اربعۃ حرم کیطرف راجع ہے اور یہی پادری صاحب نے بھی سمجھا ہے کیونکہ انہوں نے ان مہینوں میں تخصیص ظلم پر بھی اعتراض کیا ہے اور تخصیص بدون اس کے

ہو نہیں ہو سکتی کہ بارہ مہینے میں سے چار جدا کیے جاویں اور لفظ ہُم جمع مذکر لایعقل غیر سالم ہے اور اسی سبب لفظ اربعۃ آیا ہے ایسی جمع کے واسطے ضمیر مؤنث ہی آتی ہے چنانچہ کافیہ میں ہے وضمیر النساء والایام فعلت و فعلن یعنی ضمیر عورتوں کی اور جمع مکسر مذکر غیر عاقل کی جس طرح لفظ ایام ہے فعلت اور فعلن آتی ہے لبید شعر دمن تجرم بعد عهد انیسها ۔ حجج خلون حلالها وحرامها ۔ کما فی المعلقۃ پس اعتراض محض جہالت ہے اور اگر پادری صاحب ضمیر کو لفظ شہر کی طرف راجع کرتے ہیں تو باوجودیکہ یہ انکی پہلی عبارت کے خلاف ہوگا مگر خیر اس کا یہ جواب ہے کہ شہر بالمعنی جمع ہے کیونکہ تعداد میں بارہ مہینہ ہیں چنانچہ اثنا عشر شہرا فرمایا ہے اور نیز پیشتر اون کو شہور فرمایا ہے اور ان کے واسطے منہا میں ضمیر مؤنث مذکور ہو چکی ہے یہاں بوجہ رعایت قاعدہ نحو کے شہر فرمایا گیا ہے کیونکہ عربی میں بعد دس کے گو تمیز جمع ہو مگر واحد بولی جاتی ہے۔ مجکو حیرت ہے کہ پادری صاحب نے ہندوستان سے قواعد عربی کو بالکل مفقود سمجھ لیا ہے یا یہ کتاب حالت نشہ میں لکھی ہے اور اگر تعصب زیادہ تھا تو قرآن پر کیوں عنایت فرمائی صرف و نحو کی کتابوں پر اعتراض کرنا چاہیے تھا۔

جواب اعتراض دوم یہ ہے کہ ہرگاہ پادری صاحب نے ضمیر فیہن کو اثنا عشر شہرا کی طرف راجع کیا ہے تو پھر عام مہینے کون سے ہوں گے اور کتنے جن میں سے بارہ کی تخصیص کی ہو۔ کیا پادری صاحب کے نزدیک سال میں بارہ مہینے سے زیادہ ہو سکتے ہیں لیکن اون کی عقل تعصب سے بعید نہیں

محذوف پر فعل قد جاءتکم مذکورہ بالا دلالت کرتا ہے اور مراد فضل و رحمت سے قرآن ہے اور وہ ایک چیز ہے نہ دو چیزیں اور اوپر اسی کے واسطے موعظۃ اور شفا اور ہدایت اور رحمت چار لفظ لکھے ہیں پس اعتراض واہیات ہے اور اگر بنا بر قول دوم کے مراد فضل سے رسول اللہ صلعم یا اسلام اور رحمت سے قرآن ہو تو اسوقت عبارت کی ایک یا دو طرح سے ترکیب ہو سکتی ہے اولاً ایک مشار الیہ فعل محذوف کا مصدر یعنی مجیئت ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے قل جاءتکم بفضل اللہ و رحمتہ بمجیئتہما فلیفرحوا اور مصدر یا مضمون جملہ کو مشار الیہ یا مرجع ضمیر کا کرنا زبان عرب میں بہت شائع ہے کافیہ خواں تک بھی واقف ہیں فرزدق شاعر حامی جناب امام ہمام سید الساجدین زین العابدین علی بن الحسینؑ کی مدح میں کہتا ہے کما فی الحماسہ شعر اللہ شرفہ قدما و فضلہ ؛ جری بذلک فی لوحۃ القلم ؛ اس شعر میں باوجودیکہ دونوں فعلوں کے مصدر مشار الیہ ہیں پھر بھی اسم اشارہ واحد ہے اور مشار الیہ تثنیہ اور آیہ کریمہ میں صرف مصدر واحد نکلتا ہے بلکہ عرب میں ایسی صورتوں میں کہ جہاں اسم اشارہ یا ضمیر واحد ہو اور مشار الیہ یا مرجع تثنیہ ہو یہ قاعدہ مقرر ہے کہ اوس تثنیہ کو مشار الیہ اور مرجع نہیں کہتے بلکہ مرجع اوسکا ایک عبارت محذوف یعنی المذکور فیما قبل کو مقدر کر لیتے ہیں چنانچہ ذوالرمۃ کے شعر مذکورہ ع و سالفۃ و احسنہ قذالا ؛ میں بھی یہ تاویل ہو سکتی ہے و عمر الحجر بن ہلال شاعر حامی کہتا ہے شعر

مضت مائۃ من مولدی فقضوتہا   وخمس تباع بعد ذالک وار بع

یہاں چونکہ لفظ ذٰلک مذکر ہے اور مشار الیہ اس کا لفظ ماۃ مونث ہے اسلئے نحاۃ نے عبارت الملک کو فیما قبل کو مقدر کر کے مشار الیہ مقدر فرض کر لیا ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ مبدل منہ ہے اور بِذٰلِکَ بدل ہے چنانچہ جلجہ نے اسی ترکیب کو اختیار کیا ہے۔ **قولہ** ۲۳ فقرہ ہود میں ہے فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِہٖ مُفۡتَرَیٰتٍ پس لاؤ تم دس سورتیں قرآن کے مانند جو گھڑی ہوئی اس عبارت کے کیا معنی ہیں یہی فصاحت وبلاغت ہے کہ اپنا مطلب بھی سیدھا ادا کرنے کی طاقت نہیں ایسی واہیات عبارت بولتے ہیں جس سے اپنا ہی گھر برباد ہوتا ہے یہ کلام قادر کے معنی ہیں +

اقول نہایت تعجب ہے کہ معترض اس عبارت کے معنی نہیں جانتے ہم سے پوچھتے ہیں یہ وہی صدائے شرک ربا ہے جو ہزارہا شعرائے مشاہیر کی مجلسوں میں کیجاتی تھی اور سب منفعل ہو کر سر جھکا لیتے تھے اور یہ وہی ندائے کفر زدا ہے جو فصحا وبلغا کے شہروں میں دی جاتی تھی اور سب عاجز ہو کر چپ ہو جاتے تھے یہ وہی آواز ہے جو مشرکوں پر تلوار سے زیادہ کام کرتی تھی اور نشتر کی طرح دلوں میں پار ہوتی تھی یہ وہی کلام ہے جس کا معارضہ اور مقابلہ کسی سے نہ کیا گیا اور ناچار ہو کر تلوار سے لڑنا اختیار کیا اور لڑ بھڑ کر اپنا گھر برباد کیا مگر فصحائے عرب معترض صاحب کے برابر فہم وذہن نہ رکھتے تھے کہ اس عبارت کو بے معنی کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیتے اور غلط کہکر اپنی ندامت رفع کر لیتے اون کا حال تو یہ تھا کہ اس عبارت کو چپ چپ کر سنتے تھے اور نماز کے وقت خانہ کعبہ کے عقب میں جا کھڑے ہوتے تھے اور جب فصاحت و

بلاغت کے لطف سے بیتاب ہوجاتے تھے اور معارضہ اور مقابلہ سے
ناچار تو اس عبارت کو سحر کہتے تھے اور بعض تعصب و نفسانیت کے
سبب افترا کہتے تھے کہ خدا کا کلام نہیں ہے تمہارا کلام ہے مگر لفظ غلط
کبھی کسی کے مُنہ سے نہ نکلتا تھا جس طرح تیرہ سو برس بعد مخاطب کے
منہ سے نکلا ہے اور نہ کسی عبارت کا اُلٹا مطلب بتاتے تھے اور کیونکر
بتاتے آخر جوہر سخن سنجی اور لیاقت سخن شناسی رکھتے تھے مطلق بے مادہ
نہ تھے سچ پوچھو تو اون ہی کو لطف اوٹھتا تھا وہی اس کے قدردان تھے
اور وہی اس کے حق شناس تھے چنانچہ لبید بن ربیعہ سا شاعر مصنف
معلقہ رابعہ اور نابغہ جعدی اور حسان سا شاعر اور بہت شعرا محض فصاحت
کے سبب ایمان لے آئے اب تو کسی کو اس کے صاف صاف معنی سمجھنے
کی بھی لیاقت نہیں ہے۔ جو کوئی عماد الدین صاحب کی کتاب کو دیکھتا
ہے ہنس پڑتا ہے اور جو کوئی سنتا ہے اوس کو واہیات کہتا ہے حق
تو یہ کہ ایک لبید بن ربیعہ اور نابغہ جعدی اور کعبین اور حسان بن ثابت کا
ایمان لانا فصاحت اور بلاغت کی تصدیق کے واسطے کافی ہے جب
ایسی عبارت بھی کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو عبارت کا کیا قصور ہے اور کسی
کے سمجھانے سے کیا سمجھ میں آئے گا بقول سعدی شعر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مگر اہل عقل بنظر انصاف آیت کو دیکھیں اور پادری صاحب کی فہم کی داد دیں
آیہ کریمہ تحدی کیواسطے نازل ہوئی ہے اور اسطرح ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

قُلْ فَاْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ میں مثل تمہارے ایک آدمی ہوں اور تم میں پیدا ہوا ہوں اور تمہارے ساتھ نشو ونما پایا ہے اور تمہارے ہی سامنے بچہ سے جوان ہوا اور تم سے ہی کلام کرنا سیکھا جو تمہاری زبان ہے وہی میری ہے میں کہیں پردیس سے جاکر نہیں سیکھ آیا اگر تم اسکو خدا کا کلام نہیں جانتے اور میرا افترا سمجھتے ہو تو مثل اس کے فصیح وبلیغ اور اسی نظم واسلوب کی کچھ عبارت افترا کر کے لاؤ جسطرح تم مجھکو کہتے ہو حقیقت میں وہی معنی سیدھے ہیں جسے معترض صاحب اُلٹے کہتے ہیں لیکن فہم کی کجی ہے کیونکہ کفار کے قول کو تسلیم کر کے برسبیل فرض اونکے ہی قول سے اونکو الزاماً جواب دیا ہے کہ اگر تم اس کلام کو میرا کہتے ہو اور خدا کیطرف نسبت کرنیکو افترا جانتے ہو تو خیر یونہی سہی تم بھی ایسا مصنوعی کلام کہہ لاؤ کسی طرح تو مقابلہ میں آؤ اور معقول ہو ــــ ناظرین غور فرماویں کہ دشمن کی بات کو تسلیم کر کے اوسی کی بات سے الزام دینا کیسا اعلیٰ درجہ کا جواب ہوتا ہے اور کیا عمدہ طریقہ مناظرہ کا ہے معترض صاحبنے بھی اگرچہ اس آیت میں جوش وخروش کر کے بہت کچھ خاک اُڑائی ہے اور دلکا غبار نکالا ہے مگر کیا فائدہ ہوا اُنہیں کی اُلٹی لیاقت ظاہر ہوئی اور اپنے ہی گھر کو برباد کیا عقل اسی کو کہتے ہیں اور دانش اسی کا نام ہے کہ سیدھی بات کو اُلٹا سمجھے۔

قوله ۲۵ فقرہ نحل میں ہے وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اس قرآن کی آیت میں تین عیب ہیں جو فصاحت بلاغت کے برخلاف ہیں اول آنکہ لفظ ما مفرد ہے

دوسرے یہ کہ یَمْلِکُ صیغہ واحد کا ہے اور اوسکے لیے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ جمع کا صیغہ بولا گیا ہے جو بالکل غلط ہے تیسرے یہ کہ غیر ذوی العقول کے جمع واو نون سے بڑی جہالت ہے اسلئے یہ آیت فصیح نہیں ہے۔

اقول تینوں اعتراض بے اصل اور جہالت کی دلیل ہیں اور ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ پوجتے ہیں مشرک لوگ ایسوں کو جو مختار نہیں ہیں روزی دینے پر اونکو آسمانوں سے اور نہ زمین سے اور نہ کسی چیز پر قدرت اور طاقت رکھتے ہیں لفظ مَا سے کل معبودان باطلہ اور آلہٗ غیر کمین مراد ہیں اور ہر ایک قسم کے شرک سے خطاب ہے چنانچہ عنوان آیت سے ظاہر ہے وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ الخ —— اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ لفظ مَا اگرچہ لفظاً مفرد واحد ہے مگر معنی کبھی جمع بھی آتا ہے چنانچہ یہاں بالمعنی جمع ہے اور جمعیت کی اسمیں ممانعت نہیں دیکھو جامی نے لفظ مَا اور مَن کی شرح میں لکھا ہے ویستوی فیہما المفرد والمثنی والمجموع و المذکر والمؤنث اور برابر ہے ان دونوں لفظوں میں واحد اور تثنیہ اور جمع اور تذکیر اور تانیث اور اگر جامی کا اعتبار نہ ہو تو شواہد یہ ہیں نابغہ شعر ﴿فلا فداء لک الاقوام کلھم ٭ وما اثمر من مال ومن ولد ٭ ایضاً شعر فعلقت یا ربیع ابن حمش انی ٭ ما نشق علی العدو ضلوعی ٭ کما فی العقد دیکھو یہاں لفظ مَا میں کسقدر جمعیت ہے کہ مال اسباب غیرہ آدمی تک جو ذوی العقول ہیں شامل ہیں طلفہ شعر فان مت فانعینی بما انا اھلہ ٭ وشقی علی الجیب یا ابنۃ معبد ٭ کما فی المعلقۃ الثانیۃ۔ مراد شاعر کی لفظ مَا سے اوسکے مفاخر اور مناقب اور کمالات ہیں اعتراض دوم کا جواب یہ ہے کہ ایسے لفظ مَا کے واسطے اختیار ہے

کہ خواہ باعتبار لفظ کے صیغہ واحد لایا جاوے خواہ برعایت معنی کے صیغۂ جمع لایا جاوے چنانچہ شعر طرفہ مذکورہ بالا اسی قاعدہ کا بھی شاہد ہے کہ ضمیر واحد غائب جو احلہ میں ہے لفظ ما کیطرف راجع ہے جو بالمعنی جمع ہے اور شعر دوم نابغہ میں بھی بعوض ضمیر جمع غائب کے ضمیر متکلم واحد پر اکتفا کی ہے یعنی ضرایعی کہا ہے نہ ضرابعکم اعتراض سوم کے تین جواب ہیں اولا معبودان باطلہ کو بطور تہکم و استہزا کے ذوی العقول فرمایا ہے اور یہ طریقہ عرب میں شائع ہے چنانچہ علم بدیع میں یہ ایک صنعت مقرر گئی ہے شاہد ابونواس شعر

ابو اما تمیمی تمالہ مغلغل فقل عنہ ذاکیف کلاث تغضب کما فی المطول والمختصر

اور یہ طریقہ کچھ اہل اسلام کا موضوع نہیں بلکہ غالباً ہر زبان میں ہوگا دیکھو ہمارے ہندوستان میں آرام طلب کاہل خدمتگار سے آقا لوگ خفا ہو کر بطور طعن کے کہا کرتے ہیں کیوں سرکار یہ کام کیوں نہیں کیا اور اسی طرح جب کوئی عیاش فضول خرچ یا نعل باز آدمی بوجہ اسراف کے تہیدست اور مفلس پریشان ہو جاتا ہے تو لوگ طعن سے اسکو کہنے لگتے ہیں کہ اب تو نوابصاحب کے پاؤں میں جوتہ بھی ثابت نہیں — قرآن مجید میں بھی اسطرح چند جگہہ فرمایا ہے — سورۂ والصفات میں حضرت ابراہیم کا مقولہ ارشاد ہوا ہے فَرَاغَ اِلٰٓی اٰلِہَتِہِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْکُلُوْنَ مَا لَکُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ مطلب ان دو تین لفظوں کا اردو محاورہ میں اسطرح ادا ہوتا ہے — پس ابراہیم نے بتخانہ میں گھسکر بتوں سے کہا کہ تم کھاتے کیوں نہیں تم بولتے کیوں نہیں حالانکہ بقول کفار تم معبود اور قادر مطلق ہو بہرحال اپنے موقع پر اسطرح گفتگو کرنا عین بلاغت ہے کہ تھوڑے لفظوں میں بہت سا مطلب

ادا ہو جاتا ہے اور اِس معنی پر پہلی عبارت قرینہ موجود ہے کہ اولا معبودان باطلہ کو غیر ذوی العقول کی طرح ارشاد کر دیا ہے تا کسی کم استعداد کو شک نہو جاوے ثانیًا پہلے مذکور ہو چکا کہ آیت میں جمیع اصناف مشرکین سے خطاب ہے چہ بعض فرق یہود مدعیان الوہیت عزیرؑ چہ بعض فرق عیسائیہ مدعیان الوہیت مسیح چہ معتقدین حلول مثل براہمہ کے چہ معتقدین نور و ظلمت چہ آتش پرست و چہ اصنام پرست اور چونکہ ان معبودان باطلہ میں بعض ذوی العقول یعنی انسان بھی ہیں مثل حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیح علیہم السلام وغیرہ کے لہذا یہ جمع باعتبار اشرف افراد کے اور تغلیبا ارشاد فرمائی ہے اور صنعت تغلیب کا بیان پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ یہ امر عرب کی زبان میں شائع ہے ثالثًا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ یَعْبُدُوْنَ پر عطف ہے نہ لَا یَمْلِکُ پر کما فی بیضاوی یعنی عبادت کرتے ہیں یہ مشرکین ہیچ و پوچ چیزوں کی اور ہرگاہ خود باوجود حیات اور لیاقت حرکات کے کچھ قدرت نہیں رکھتے تو پھر ان جمادات یعنی اصنام و بتوں میں کیا قدرت ہو سکتی ہے اور قدرت بھی نہیں رکھتے اور باوجود اس عدم قدرت اور مجبوری کے پھر نعمت خدا کا انکار کرتے ہیں اور اوس سے مخالفت کرتے ہیں چنانچہ بعدہ فرمایا ہے اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ ھُمْ یَکْفُرُوْنَ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ الخ پادری صاحب تعصب کو دور کر کے کہیں کہ یہ آیت غلط ہے یا صحیح ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں چونکہ مشرکین پر احتجاج اور طعن و ملامت ہے اسواسطے غصہ کے سبب پادری صاحب کو صحت و غلطی میں تمیز نہیں رہی قولہ ۲۶ فقرہ اسی میں ہے اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ یعنی

ایک پل یا اوس سے بہی قریب دیکہو پوری مدت نہیں بتلا سکتا اگر یہ خدا کا کلام ہوتا تو وہ شک کیوں کرتا دوسری آیت فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی دو کمانوں کی دوری یا اوس سے بہی کم تیسری آیت میں ہے اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ایکلہزار یا اوس سے زیادہ چوتہی آیت فَہِیَ کَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً پتہر کے مانند یا اوس سے بہی زیادہ سخت یہ چاروں فقرہ ضرور ہے کہ خدا کے منہ کے نہوں کیونکہ خدا قادر مطلق ہے اپنا دلی مطلب بیان کرنے پر قادر ہے آدمیوں کی طرح عاجز اور شک کرنے والا نہیں ہے کیونکہ شک بے علمی کیحالت میں ہوتا ہے پس محمد صاحب نے لفظ اَوْ جو واسطے شک کے ہے کیوں بولا اگر کہو کہ اَوْ شک کے واسطے نہیں ہے بلکہ بمعنی بل ہے تو بل اضراب کیلئے ہوتا ہے اور اضراب جز سابقہ سے رجوع کرنے کو بولتے ہیں پس یہ بہی خداتعالی پر محال ہے اسلئے تمام عالموں نے لاچار ہو کر مان لیا ہے کہ اَوْ ضرور شک کے لئے بولا گیا ہے. پس محمد صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن کی عبارت اور مضمون دونوں خدا کی طرف سے اور اوسکے منہ کے ہیں اون کے حق میں نہایت نقصان کرتا ہے کسی نبی نے یہ نہیں کہا بلکہ کلام مقدس کے جتنے مضمون ہیں وہ سب خدا کی طرف سے ہیں عبارت رسولوں کے منہ کی ہے پس اس قسم کے اعتراض ہمیں ضرور نہیں کرتے کیونکہ رسولوں کے تخمینے ہیں پر محمد صاحب دعوی کرتے ہیں کہ میں خدا کے منہ کا لفظ لایا ہوں مسلمانوں کو لازم ہے کہ اسطرح کے اعتراض ہماری کتاب پر ہرگز نہ کریں.

اقول پادری صاحب نے اس قول میں تین اعتراض کئے ہیں اولا انحصار

معنی او کا شک اور اضراب میں ثانیہ کا شک و اضطراب کا خدا پر محال ہونا ثابت
ہے کہ سب علما نے یہاں او کو شک کے واسطے مان لیا ہے پس یہ تینوں اعتراض
کم استعدادی کے سبب ہوئے ہیں کیونکہ پادری صاحب نے مقدمات تفاسیر
یعنی قواعد زبان عرب خوب نہیں دیکھے وہ شرح ملا کو نحو کی بڑی کتاب جانے
ہوئے ہیں اسواسطے یہاں کچھ حرف او کا بیان کچھ زیادہ کرنا مناسب ہے
گو طول ہوتا ہے رضی شارح کافیہ لکھتے ہیں اعلم ان الاحرف ثلاثۃ لاحد
الامرین او والامر واو وامّا العاطفۃ فی المعنی سواء الا فی شیئ
واحد وھو ان او یجیئ بمعنی الی او الا ویجیئ او ایضا للاضراب بمعنی بل الخ
اور پھر لکھتے ہیں وقالوا ان او اذا کان فی الخبر ثلثۃ معان الشک والا
بھام والتفصیل واذا کان فی الامر فلہ معنیان التخییر والاباحۃ فالشک
اذا اخبرت عن احد الشیئین لا یعرفہ بعینہ والابھام اذا عرفتہ
بعینہ وتقصد ان یبھم الامر علی المخاطب فاذا قلت جاءنی زید
او عمرو ولم تعرف الجائی منھما فاو للشک فاذا عرفت قصدت
الابھام علی السامع کقول لبید وھل انا الا من ربیعۃ او مضر والظاھر
انہ کان یعرف انہ من ایھما قال تعالی اتاھا امرنا لیلا او نھارا الخ
اور ابن ہشام نے مغنی میں او کے واسطے بارہ معنی لکھے ہیں اور سیوطی نے
بھی بہت معانی لکھے ہیں حاصل مطلب ابن ہشام کا یہ ہے کہ حرف او
باعتبار اصل وضع کے احد الامرین کے واسطے موضوع ہے مثل جاءنی زید
او عمرو آیا میرے پاس زید یا عمرو یعنی دونوں میں ایک نہ دونوں اور اسی

کو عربی میں تردید کہتے ہیں یعنی پھیرنا مگر کم استعداد آدمی کو ایسا ہی گمان ہوتا ہے
کہ تردید صرف شک کی حالت میں ہوتی ہے اور کسی سے سبب سے نہیں
ہوسکتی لیکن بقول اکابر نحاۃ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے بہت وجوہ و اسباب
ہیں منجملہ ان کے ایک شک کے باعث تردید کیجاتی ہے دوم بنظر تخییر بھی
تردید کی جاتی ہے اور تخییر یہ ہے کہ متکلم سامع کو دو یا چند چیزوں میں سے ایک
چیز کے اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے نہ دونوں کی اجازت مثلاً تزوج ھندًا
او اختھا یعنی ہندے یا اوس کی بہن سے اور یہ تخییر اکثر نحاۃ کی رائے
میں بعد امر کے ہوتی ہے سوم بنظر اباحت تردید کی جاتی ہے یعنی متکلم سامع
کو دو چیزوں میں ہر ہر واحد کے واسطے اور بہی دونوں کے واسطے اجازت
دیتا ہے مثلاً تعلم الفقه او النحو ـــ اور ابن مالک کہتا ہے کہ ایسا او تشبیہ
اور تمثیل میں اکثر آتا ہے شاہد یہ ہے قطری بن الفجاءۃ الحماسی شعر

حتی خضبت بما تحدر من دمی ‏ ‏ ‏ اکناف سرجی او عنان لجامی

شارح علی بن زکریا شرح مطبوعہ جرمن میں کہتا ہے او ھنا لیست للشک وانما
ھی التی یراد بھا احد الامرین علی المتعاقب وھی اما ذا و اما ذا و لک ان
تریدا لجمیع لان اصلہ او للاباحۃ وھذا کما یسأل الرجل فیقال لہ ما کان
طعامک فی بلدک فیقول الحنطۃ او الارز لبید شعر

اتقضی للبانۃ لا افرطریبۃ ‏ ‏ ‏ او ان یلوم بحاجۃ لوامہا

کما فی المعلقۃ الرابعۃ + امرئ القیس شعر

کان سراتہ لدی البیت قائما ‏ ‏ ‏ مداک عروس او صلایۃ حنظل

کما فی المعلقة چہارم ابہام کے واسطے تردید کی جاتی ہے ابہام کے معنی پوشیدہ گفتن ہیں اور نحاۃ کی اصطلاح میں یہ ہے کہ متکلم کو علم ہو مگر بنظر مصلحت سامع پر پوشیدگی کر دی تاکہ اس کو شک رہے مثلاً جب کوئی مسلمان مناظرہ کرتے کرتے کافر سے دق ہو جاتا ہے تو آخر کو کہہ دیتا ہے کہ خدا جانے تو حق پر ہے کہ میں حالانکہ اوس مسلمان کو اپنی حقیقت کا خوب وثوق ہوتا ہے مگر یہ ابہام اسواسطے کیا جاتا ہے کہ اگر محض اپنی حقیقت کو کہوں گا تو یہ شخص بجبر ناحق تقریر کرے گا اور مفت دماغ سوزی ہوگی ——— اکثر اوقات استاد بشوق شاگرد طالب علم سے یا آقا خدمتگار سے کہتا ہے کہانا کہانے گئے یا تماشا دیکھنے کو حالانکہ اُستاد اور آقا کو اوس کے تماشا دیکھنے کا یقین ہوتا ہے. کبھی ایک دوست سے بنظر امتحان کہا جاتا ہے کیوں حضرت فلاں جگہہ گئے تھے یا گھر حالانکہ متکلم کو اصل جگہہ جانے کا علم ہوتا ہے شاہد لبید شعر

تمنی ابنتای ان یعیش ابوھما وھل انا الامن ربیعة او مضر

کما فی الجمم وشرح الکافیة للرضی یہاں کوئی عاقل احتمال نہیں کرسکتا کہ جس کے نسب اور قبیلہ کو اس زمانہ تک دوسرے ملکوں کے باشندے جانتے ہیں اوس کو اپنے نسب میں شک ہو پنجم بنظر تفصیل وتقسیم کے بھی تردید کی جاتی ہے مثلاً الکلمة اسم او فعل او حرف اور ھذا اما ان یکون جوھرا او عرضا یہاں مجرد تقسیم واستدلال کے واسطے ہے نہ شک وابہام کے واسطے جعفر بن علبة الحارثی شعر

فقالوا لنا ثنتان لابد منھما صدور رماح اشرعت او سلاسل ——— کما فی الحماسة

والمغنی یہاں تک صرف تردید کا بیان تھا علاوہ تردید کے حرف او بمعنی واو یعنی مطلق جمع بین الامرین کے واسطے آتا ہے امرء القیس شعر

فظل طہاۃ اللحم من بین منضج　　صفیف شواء او قدیر معجل

کما فی المعلقہ حمید بن الثور الہلالی الصحابی شعر

قوم اذا سمعوا الصریخ رایتہم　　من بین ملجم مہرہ او سافع

کما فی المغنی۔ علاوہ اس کے حرف او اضراب کے واسطے بھی آتا ہے اور اہل کوفہ اور ابو علی اور ابو الفتح اور ابن برہان اور فرا اور رضی نے لکھا ہے کہ اس میں تقدم نہی ونفی اور اعادہ عامل کی شرط نہیں جس طرح سیبویہ کی ہے بلکہ مطلقاً اضراب کے واسطے آتا ہے اور چونکہ معترض نے اس معنی کو خود لکھا ہے اس واسطے اس کے استشہاد کی ضرورت نہیں اعتراض دوم یعنی یہ کہ اضراب خدا پر محال ہے اسکا یہ جواب ہے کہ اضراب دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ جو کلام کہ حرف اضراب سے سابق ہو وہ کلام لاحق میں داخل نہو یا لاحق بہ نسبت سابق کے ناقص ہو مثل رایت حمارا بل زیدا اور اعطیتہ الف درہم بل مائتہ درہم دوسرے یہ کہ جو کلام کہ حرف اضراب سے سابق ہو وہ لاحق میں مع شئی زاید داخل ہو مثل اعطیتہ الف درہم بل الفی درہم اور اسی کو ترقی کہتے ہیں پہلی قسم کا اضراب خدا پر محال ہے کیونکہ پہلے کلام سے متباین ومخالف کلام کرنا قائل کی عقل میں خطا ظاہر کرتا ہے اور دوسری قسم کا اضراب صرف خطائے عقل کے ہی سبب نہیں بلکہ اور اور مصلحتوں کے سبب بھی ہوتا ہے اس واسطے

خود پر محال نہیں کما ذکرہ العلامۃ الطبرسی وغیرہ چنانچہ کبھی اس سے اظہار عظمت اور وقعت منظور ہوتی ہے کبھی تذلیل وتحقیر مطلوب ہوتی ہے کبھی تاکید اور تہدید مد نظر ہوتی ہے مثلاً ایک شخص کہے کہ میں نے اپنے بھائی کو سو روپیہ بلکہ دو سو روپیہ دیئے تو اس کلام سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ دو سو روپیہ کی مقدار دینے والے کی نظر میں ایک عظمت رکھتی ہے یا یہ کہ بھائی کی لیاقت دو سو روپیہ کے لائق نہ تھی یا جس کام کو روپیہ دیا تھا وہ کام دو سو کے قابل نہ تھا یا یہ کہ اوس زمانہ میں دیگر اشخاص اپنے بھائی کو اس قدر روپیہ نہیں دیتے غرضکہ اس ترقی کے اسباب اور مصلحتیں انواع واقسام طور کی ہوتی ہیں کہ جن کا حصر نہیں ہو سکتا شاہد یہ ہے جریر **شعر**

ماذا تری فی عیال قد برمت بہم   لم احص عدتہم الا بعداد

کانوا ثمانین اوزادوا ثمانیۃ   لولا رجاءک قد قتلت اولادی

کما فی المغنی **شعر**

بدت مثل قرن الشمس فی رونق الضحی   وصورتہا اوانت فی العین املح

کما فی الرضی والجہم انشدہ الفراء دیکھو ان اشعار میں حرف او ترقی کے واسطے ہے۔

بعد اس بیان کے ہر ایک آیت کا جواب تفصیلاً لکھا جاتا ہے پہلی آیت وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اس میں یہ اعتراض کیا ہے کہ پوری مدت نہیں بتائی۔

جواب یہ ہے کہ اس آیہ کریمہ میں حرف او ابہام کے واسطے ہے یا بمعنی

بل ترقی کے واسطے ہے اور اضراب بطور ترقی خدا پر محال نہیں کما ذکرنا
مطلب آیہ کا یہ ہے کہ خداوند قادر مطلق کی قدرت ایسی ہے کہ اوس کے
نزدیک قیام قیامت اور حشر اموات مثل چشم زدن کے ہے کہ ایک امر کن
میں مثل ازل کے سب موجود ہو سکتے میں یا کہ اس مدت سے بھی قریب تر
میں موجود ہو سکتے ہیں اگرچہ حق تعالیٰ کو تحقیق مدت کا علم ہے مگر مخاطبین یعنی
بندوں پر اوس مدت کو مبہم کر دیا ہے یا بطور ترقی کے اقل مدت کو حسب
اذہان عباد ظاہر کر دیا ہے باقی رہا یہ امر کہ پوری مدت کیوں نہیں بیان کی
پس اگرچہ مفسروں نے اوس کا تعرض نہیں کیا مگر ظاہرا اسکی کئی وجہ ہو تیں
ہیں اولا یہ کہ یہاں حق تعالیٰ کو اپنی قدرت کا اظہار اور اثبات منظور ہے
نہ تعیین مدت قیامت پس خدا کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک جس کا
ذہن جاوے اور جس قدر مرتبہ قلت کا کوئی نکالے ادعی پر ہم قادر ہیں گو جزو
لایتجزی کے مساوی ہو اوس کو کوئی مشکل اور محال اور بعید خیال نکرے۔
ثانیا یہ کہ اگر مدت معین مذکور ہوتی اگرچہ وہ نہایت قلیل ہوتی تو بھی اوس
سے قدرت خدا کا محصور ہونا سمجھا جاتا اور معاندین اعتراض کرتے کہ
اہل اسلام کے نزدیک خدا کی قدرت محصور ہے اور اون کے نزدیک
خدا مجبور ہے کہ اس سے کم زمانہ میں قیامت نہیں کر سکتا ثالثا یہ کہ موافق
اذہان عوام اور محاورات عرب کے یہ پوری مدت بھی ہے اور تحقیقا ایسی
ہے بھی اقل و کمتر مقدار کا بیان بلا ضرورت خلاف بلاغت ہے کیونکہ
اذہان پر اوس کا سمجھنا بلکہ حکیم کو بھی عوام کا سمجھانا دشوار ہوتا ہے اسواسطے

کہ لمحہ یعنی پل سے کم مقدار کے واسطے کچھ نام مقرر نہیں اس سے کم زمانہ بقاعدہ کسر اسی مقدار قلیلہ کی طرف نسبت کرکے سمجھایا جاتا ہے مثلاً اگر کسی ناخواندہ آدمی بلکہ خواندہ غیر حساب داں سے کہو کہ پل کے فلاں کسور اعشاریہ میں اس کام کو کردو وہ اوس مقدار کو ہرگز نہ سمجھے گا اور اگر یوں کہو کہ پل سے بھی کم مدت میں اس کام کو کردو تو فوراً سمجھ لے گا رابعاً یہ کہ تعیین مدت و وقت قیامت خود جناب الٰہی کو منظور نہیں یکسی کو نہیں بتایا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کو بھی باوجود خدائے نصاریٰ ہونے کے اوس کی خبر نہیں اونھوں نے بھی حواریوں سے اسی طرح مبہم کہا ہے۔

دوسری آیت سورۂ والنجم میں قاب قوسین او ادنیٰ ہے اسمیں وہی پورا فاصلہ نہ بتلانے کا اعتراض کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ او ابہام کے واسطے ہے اور ترقی کے واسطے بھی ہوسکتا ہے اور بیان قربت میں کمی فاصلہ کے اندر ترقی ہے اور قوسین ادنیٰ میں مع شے زائد داخل ہے اور فوائد اور نکات ابہام کرنے سے بظاہر یہ ہیں۔

اولاً حضرت جبرئیل ملک مقرب جو نفوس مجردات سے ہیں اون کا متحیز ہونا اور کسی سے قریب ہونا مثل مادیات کے نہیں جو سب کی سمجھ میں آجاوے خصوصاً صورت اصلی سے قریب ہونا جس طرح ابتدا بعثت میں واقع ہوا اس واسطے اوس تحقیق قربت اور فاصلہ کو بیان نہیں کیا گیا صرف ہماری عقل و فہم کے مطابق بیان کردیا ہے تاکہ ہم تخمینہ کرلیں۔

ثانیاً اگرچہ عرب میں قوس و نیزہ وغیرہ سے پیمایش کرنا مروج تھا مگر

ان کے حصص وکسرات مروج نہ تھے جیسے گز کے حصص گرہ مروج ہیں
قوس کے کسرات کا بیان خلاف محاورہ اور باعث مضحکہ ہوتا ثالثاً لفظ
ادنیٰ کے فرمانے سے فاصلہ بھی حاصل ہوگیا اور قوس سے کم ہوتا بھی
تیسری آیت سورۂ والصٰفٰت میں حضرت یونسؑ کے حال میں ہے
وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ اِس آیت میں بھی پوری تعداد
نہ بتانے کا اعتراض کیا ہے۔
جواب یہ ہے کہ یہاں حرف او ابہام کے واسطے ہے یا بمعنی بل ترقی کے
واسطے ہے کما فی الجمع مطلب یہ ہے کہ بھیجا ہم نے یونسؑ کو لوگوں کے
گمان میں ایک لاکھ آدمیوں کی طرف سو وہ غلطی پر ہیں بلکہ لاکھ سے زیادہ
تھے اور یہ اعتراض کہ پورا عدد نہیں بتا سکا محض غلط ہے اون کو یوں اعتراض
کرنا چاہیے تھا کہ پورا عدد قرآن میں کیوں نہیں لکھا اس واسطے کہ تعداد اوس
قوم کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھی اور امت سے بھی ارشاد
کردی تھی بلکہ اون کا مسکن کہ زمین نینوا مضافات شہر موصل میں تھا اور
اکثر احوال بیان فرمادیا ہے چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے کہ اس قوم
میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمی تھے اور دیگر صحابہ سے بھی روایت ہیں اور
قرآن مجید میں نہ لکھنے کا باعث وہی رعایت فاصلہ اور موزونی عبارت
ہے جو فصاحت کے واسطے ضروریات سے ہے۔ چوتھی آیت فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ
اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ہے۔
جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حرف او اباحت کے واسطے ہے

كَمَا قَالَ الخ جملہ اور تفصیل کے واسطے بھی ہوسکتا ہے یعنی بعض قلوب
مثل پتھر کے سخت ہیں اور بعض پتھر سے بھی زیادہ اور ابہام کے واسطے بھی
ہوسکتا ہے علاوہ تخییر اور تردید کے واسطے بھی ہوسکتا ہے جس طرح بیضاوی
وغیرہ نے لکھا ہے۔ پادری صاحب جو لکھتے ہیں کہ تمام عالموں نے مان
لیا ہے کہ او ضرور شک کے واسطے ہے شاید اونہوں نے لفظ تردید سے
جو بیضاوی نے اس آیت میں دوسرا قول لکھا ہے یا لفظ بَل یا اضراب
سے جو بعض مفسرین نے کہیں لکھا ہے یہ مطلب نکالا ہے لیکن یہ تحریف
معنوی ناظرین تفاسیر کے روبرو پیش نہیں جاوے گی کیونکہ ہم پہلے بیان کرچکے
ہیں کہ تردید ایک عام لفظ ہے ہمیشہ شک کے ہی سبب نہیں ہوتی بلکہ
اوس کے بہت اسباب ہیں اور اسی طرح اضراب کی بھی دو قسمیں بیان
ہوچکی ہیں منجملہ اون کے ترقی خدا پر محال نہیں اور بیضاوی نے آیۂ اَوْ
كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ الخ کی ذیل میں صاف لکھدیا ہے کہ او باعتبار اصل
وضع کے تساوی شک کے واسطے ہے مگر پھر اس کے معنی میں توسیع
ہوگئی ہے کہ محض تساوی کے واسطے بولا جاتا ہے اور شک نہیں ہوتا
جس طرح جالس الحسن او ابن سیرین فقط یہ تقریر بیضاوی کی جداگانہ نہیں
وہی قاعدہ ہے جو رضی اور ابن ہشام وغیرہ نے لکھا ہے بہرحال ان آیات
میں حرف او کو شک کے واسطے نہیں لکھا اور شک بھی وہ شک کہ قائل
کی طرف سے ہو معاذ اللہ من ذٰلک پادری صاحب نے اس کتاب میں اپنی
امانت اور راستبازی کا بھی دعویٰ کیا ہے لہذا انپر فرض ہے کہ اس عالم کا نام

بتائیں جنے یہاں او کو شک کیواسطے لکھا ہو ورنہ افترا اور دروغگوئی کا داغ انکے ذمہ
سے زائل نہوگا اور اگر تردید یا اضراب یا ابہام کو اپنی طرف سے شک بیان کیا ہی
تو یہ تحریف معنوی بدتراز دروغ ہی — اور بعد اسکے جو اونہوں نے لکھا ہے کہ کلام
مقدس کے جتنے مضمون ہیں وہ سب خدا کی طرف سے ہیں عبارت رسولوں کی
منہ کی ہے پس اس قسم کے اعتراض ہمیں ضرر نہیں کرتے کیونکہ رسولوں کے تخمینے
ہیں مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس طرح کے اعتراض ہماری کتاب پر نکریں فقط
جواب اسکا یہ ہے اگر اہل اسلام کی عقل و دانش اور اصول و عقائد عیسائیوں کے
سے ہوں تو وے انکی کتب پر اس قسم کے اعتراض نکریں مسلمان تو یہ جانتے
ہیں کہ مضامین الفاظ کے تابع ہوتے ہیں اور لفظوں سے مطلب برآمد ہوتا ہے
وہ نہیں سمجھ سکتے کہ الفاظ آدمی کچھ بولے اور مطلب اسکا کچھ کہے ہاں اگر کتب
سماوی میں صنائع وبدائع نہونے پر مسلمان اعتراض کریں یا فصاحت وبلاغت
نہو ذرہ — تب پادری صاحب کا یہ عذر درست ہو مضامین پر اعتراض کرنے میں
یہ عذر درست نہیں ہم کہتے ہیں کہ اگر رسولوں نے خدا کا بتایا ہوا مضمون کل بعینہ
لکھدیا ہے تو عبارت بھی ضرور اسکے مطابق ہوگی پس جو اضرابات اور ترقیاں
بائبل میں ہیں اونکا مضمون بھی خدا کی طرف سے ہوگا اور اگر عبارت
مضمون خدا کے مطابق نہیں تو رسولوں نے مضمون کو یا تو بعینہ یاد نہیں رکھا
حق اور باطل مختلط ہوگیا یا باوجود یاد کے کم لیاقتی سے یا قصداً اور خطاءً یا سہواً
مضمون کو عبارت میں ادا نہ کیا بہرکیف تمام صورتوں میں بائبل قابل اعتماد
نہیں رہتی — اور پادری صاحب کو بھی سخت مشکل پڑیگی کیا معنی کہ جب وہ بازار

میں کھڑے ہو کر انجیل سناوینگے اور دین عیسائی کی دعوت کرینگے تو سامعین اُن کو یہ جواب دے سکتے ہیں کہ ہمکو دین اور احکام خدا قبول کرنیمیں عذر نہیں مگر یہ یقین نہیں کہ یہ سب احکام بعینہٖ خدا کے ہیں کیونکہ بقول شما رسولوں نے بعینہٖ مضمونِ الہام کو یاد نہیں رکھا اور یہی عذر وے لوگ روز قیامت کو خدا کے سامنے بھی کرسکتے ہیں۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ اونکو اِس عذر کا یہ جواب دیگا کہ تم جھوٹے ہو ہمارے رسول معصوم تھے وہ بعینہٖ ہمارے مضمون کو یاد رکھتے تھے اور تم تک پہونچاتے تھے اگر وہ الہام میں خطا کیا کرتے یا نا لیاقتی کے سبب ادا نہ کرسکتے تو اپنے ہمعصروں سے بات بات میں الزام کھایا کرتے سب کے نزدیک بے اعتبار اور ذلیل ہو جاتے کیونکہ ہر ایک رسول کے عصر میں لئیق اور ذی کمال آدمی بھی ہوتے رہے ہیں پھر ایسے لوگ کیونکر اُنپر ایمان لاتے اور بعدہٗ لوگ ایمان پر کیونکر قایم رہتے۔ الغرض ضرور ہے کہ کتب سماویہ کے اضرابات و ترقیات و ترمیدات خدا کیطرف سے ہوں ورنہ یہ بڑی قباحت لازم آویگی۔ آزین ہمہ پادریصاحب کی عقل و اعتقاد پر کہ چار آیتوں پر اعتراض کرنے کی غرض سے کل بائبل کو غیر معتبر اور غلط کردیا یہ وہی مثل ہے بنی قصراً وهدم مصراً۔

قولہ، ۲ فقرہ اسمیں یعنی سورہ نحل میں ہے سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ کرتے جو بچاویں تمکو گرمی سے حالانکہ وہ تو سردی سے بھی بچاتے ہیں پس تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ کہنا چاہیئے تھا۔ **اقول** یہ اعتراض معترض کی قلت تدبر اور عدم تتبع کلام عرب کے سبب واقع ہوا ہے اگر وہ اونکے کلام کو دیکھتا تو وہ واقف ہوتا اکثر اونکے محاورات ایسے ہیں جو ہمارے محاورات سے نہیں ملتے چنانچہ جب دو چیزیں

مقابل یا لازم و ملزوم ہوتی ہیں تو صرف ایک کو ذکر کرتے ہیں اور بوجہ تبادر دوسری اُن
کے دوسری چیز کو مخاطب کے ذہن پر محول کر کے چھوڑ جاتے ہیں اور اوسکے ذکر
کو زائد و فضول سمجھتے ہیں اور اس طرز کو صنعت اکتفا کہتے ہیں لبیت **شعر**
احمد اللہ فلا ندلہ و بیدہ الخیر و ماشاء فعل و کما فی السیرۃ المنقب
الحماسی یعنی عابد بن محصن **شعر** و ما ادری اذا یممت ارضا ارید الخیر
ایھما یلینی و چونکہ خیر و شر مقابل کے لفظ ہیں اسواسطے شاعر نے لفظ شر کو
چھوڑ دیا ہے اس آیت میں اوپر سے جناب باری تعالیٰ اپنی نعمتوں کا بیان فرماتا
ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے اُن چیزوں میں سے جو پیدا کی ہیں سایہ درختوں کے
اور مکان کے اور خیموں وغیرہ کے ہیں اور بنائیں تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے
کی جگہ تاکہ دہوپ سے اور دشمن سے وہاں پناہ ملے یہ سب چیزیں عرب کے
حسب حال ہیں اور خصوصاً اونکو نعمت ہیں اور وجہ تخصیص ذکر گرمی کی یہ ہے کہ
ملک عرب چونکہ بہ نسبت اکثر اقالیم کے خط استوا سے متصل ہو اور خصوصاً حجاز و یمن
تخمیناً بیس درجہ پر ہے وہاں اکثر اوقات گرمی رہتی ہے اور شدت سے ہوتی
ہے اور سردی کم اور خفیف ہوتی ہے اور عرب کا دستور ہے کہ اکثر و اغلب چیز
کی حالت بیان کرتے ہیں اسواسطے وہی صفت بیان کی ہے جسکے وے
لوگ زیادہ تر محتاج اور قدردان تھے اور اسکی ضرورت اور فواید سے بہ نسبت سرد
ملک والوں کے خوب واقف تھے۔ **شعر**

ترا کہ شکستہ در پا نوک خارے ۔۔۔ عیاز نیش فرنگاں را چہ دانی

قولہ ۲۰ فقرہ بنی اسرائیل میں ہے سبحان الذی اقصی الذی بارکنا حولہ مسجد اقصیٰ

تک یعنی یروشلیم کی ہیکل تک جسکا اردگرد ہمنے برکت دی ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ
اوسکے اندر برکت تھی نہ اوسکے اردگرد میں یوں بولنا چاہیئے تھا بارکنا فیہ یعنی ہمنے
برکت دی اوسمیں ا **قول** قرآن میں اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ہے نہ مَسْجِدِ الْاَقْصٰی
پادریصاحب کو جب فصاحت و بلاغت پر اعتراض نہیں سلے تو ایسے اعتراض
لکھنے لگے جو مضمون کی صدق و کذب سے متعلق ہیں حالانکہ مضمونی اعتراضات
کے واسطے جداگانہ فصل لکھی ہے خیر یہ بھی سہی مگر اس سے بھی زیادہ عجیب
یہ ہے کہ اپنے خدا کے مولد کا بھی حال معلوم نہیں جو مسجد اقصی کے حوال کی برکت
کا انکار صریح کرتا ہے کیا معترض کو یہ نہیں معلوم کہ یروشلیم کے نواح و سواد سیر
حاصل اور نہایت سرسبز اور بہ نسبت خطہ سرزمین عرب کے قابل زراعت ہے
اور میووں کے درخت اور سبزو گھاس بات کثرت سے وہاں پیدا ہوتا ہے اور
مایحتاج و ماکولات اسقدر پیدا ہوتے ہیں کہ وہاں کے باشندوں کو دوسری جگہ سے
لانے منگانے کی ضرورت نہیں ہوتی بخلاف مکہ معظمہ کے کہ وہاں کی سرزمین بنجر
اور غیر قابل زراعت ہے اور پانی کی بھی قلت ہے جب دوسرے ملکوں سے
غلہ آتا ہے تب اونکو کھانا میسر ہوتا ہے خود اُسکو خداوند عالم وادی غیر ذی زرع
فرماتا ہے یہ برکت تو دنیا کی ہے اور دین کی برکت یہ ہے کہ اُسکے اردگرد انبیا علیہم السلام
کے گھر تھے اُنکے گھروں میں ملائکہ مقربین نازل ہوتے تھے رحمت خدا نازل ہوتی
تھی پس گردونواح اُس مسجد کا معدن انبیا اور مہبط وحی خدا تھے اس سے زیادہ کیا
برکت ہوگی رہا یہ امر کہ اوسکے اندر برکت تھی پس یہ بھی صحیح ہے مگر اردگرد کا متبرک
ہونا اندر کی برکت کو منفی نہیں کرتا یہ کہاں سے سمجھا گیا کہ اوسکے اندر برکت نہ تھی

اندر کی برکت کے ذکر کرنے کا وہی سبب ہے جو آیہ سابقہ میں مذکور ہوا کہ اوسکا ذکر
فضول تھا اوس کی برکت کے قرینہ بہت تھے اقصیٰ کے کہنے سے اور مسجد ہونے
سے اور آنحضرت صلعم کے تشریف لیجانے سے ہی اوسکی برکت ثابت ہے — علاوہ
اسکے اندر کی برکت سب کے ذہن میں تھی اور ہمیشہ سے مشہور تھی اوسکے ذکر کی
چنداں حاجت بھی نتھی ہاں اگر صرف اندر کی برکت بیان ہوتی تو اوس سے حوال
کی برکت مفہوم نہوتی اور اگر اعتقاد دینی سے قطع نظر کرو اور معنی لغوی برکت یعنی
زیادتی اور افزونی کو دیکھو تو ثابت ہوگا کہ بوجہ شرف پیداوار اثمار و اشجار و نباتات
غلات میوہ — کر حوال کی برکت مشاہد اور محسوس ہے ؛ اندر کی اندر کی برکت
صرف اعتقادی ہے قولہ ۲۹ فقرہ کہف میں ہے فلما بلغا مجمع بینہما نسیا حوتہما
فاتخذ سبیلہ پھر جب پہونچے دریا کے ملاپ پر دونوں بھول گئے اپنی
مچھلی یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ایک شخص بھولا تھا نہ دونوں اور دلیل اس کی یہ ہے
کہ خود یوشع کہتا ہے انی نسیت الحوت میں بھولگیا مچھلی کو پس پہلی آیت میں تثنیہ
کا صیغہ محمد صاحب نے قرآن میں غلط بولا ہے اقول یہاں نسی کے معنی ترک
ہیں اور چونکہ بھولنے کا الزام پیغمبر کو لگایا ہے اسواسطے آیت کو بھول گئے آخر آیت
یوں ہے فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ یعنی جب پہونچے دونوں دریا کے ملاپ
پر تو دونوں اپنی مچھلی کو چھوڑ گئے اور مچھلی نے سرنگ کے اندر اندر دریا کا راستہ لیا یہ
بات بہت صاف ہے اور روزمرہ میں داخل ہے کہ جب دو شخص باہم رفاقت
کے ساتھ سفر کریں اور زادراہ وغیرہ دونوں کا مشترک ایک رفیق کے پاس رکھا ہو
اور وہ اوسے کسی جگہ منزل پر چھوڑ جاوے تو تیسرا شخص جب اوسے دیکھیگا تو اپنے

دل میں یا اوروں سے ذکر کرتے وقت یہی کہے گا کہ وہ دونوں مسافر اپنی چیز چھوڑ گئے اسی واسطے جناب الٰہی نے مچھلی چھوڑنے کو دونوں کی طرف نسبت کیا ہے یوشع نے مچھلی چھوڑی اور حضرت موسیٰ نے یاد دہانی چھوڑی احتیاطاً یہ تھی کہ حضرت موسیٰؑ ہی چلتے وقت دریافت کر لیتے کیونکہ درحقیقت مچھلی دونوں کی غذا تھی چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے بھوک کیوقت طلب بھی فرمائی تھی یہانتک کہ حق تعالیٰ کا بیان تھا کہ اپنی طرف سے اس قصہ کا ذکر کیا ہے اور نَسِیَا حُوْتَ جو فرمایا ہے یہ حضرت یوشع کے قول کی حکایت کی ہے کہ یوشع نے یوں کہا اور یوشع کو یوں ہی کہنا لازم تھا کہ میں چھوڑ آیا کیونکہ مچھلی اونکی تحویل میں تھی پس پہلی آیت بنا بر ملکیت کے ہے اور دوسری آیت بنا بر تحویل کے ہے اور کچھ مخالفت نہیں۔

قولہ ۳ نقرہ مریم میں ہے فلا یخرجنکما فتشقی غلط ہے فتشقیا کہنا چاہیئے تھا کیونکہ دو کی نسبت خطاب ہے یہاں تثنیہ کی جگہ محمد صاحب نے لفظ واحد غلط بولا ہے

اقول یہ آیت سورہ مریم میں نہیں سورہ طٰہ میں ہے اور اسطرح ہے فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ یہاں ابتدا سے آخر تک صرف حضرت آدم سے خطاب ہے اور اسیواسطے ہر جگہ ضمیر واحد فرمائی ہے حضرت حوا سے خطاب نہیں کیونکہ جو نتیجہ شیطان کی عداوت سے نکلنا معلوم تھا اسمیں حضرت حوا بھی شریک شامل تھیں اور اونکا بار یعنی تحصیل ضروریات معاش حضرت آدم کی ہی ذمہ تھی اسواسطے انکا ذکر بیکار تھا مگر چونکہ اس شراکت و شمول کی تصریح نہ تھی اسواسطے ایسے امر میں اون کی شراکت بیان فرمادی ہے

جس سے تمام امور مذکورۂ آیت یعنی جوع و عریانی و تشنگی و تظلیل سب میں شراکت ظاہر ہو جاوے بلکہ اگر جوع و عریانی وغیرہ میں بھی دونوں کیطرف خطاب ہوتا تو بھی لفظ تشقی میں حضرت آدم ہی سے خطاب ہونا چاہیے تھا کیونکہ تحصیل معاش میں زحمت اور تعب اوٹھانا حضرت آدم علیہ السلام کا ہی خاص کام تھا — ہماری اُردو میں بھی اسی طرح کہیں گے کہ اے زید خالد تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے ایسا نہو کہ تم دونوں کو گھر سے نکال دے تو تو ناحق زحمت میں پڑ جاوے اور اب تو آرام سے بیٹھا ہے کسی بات کی تکلیف نہیں اگر پادری صاحب کو شک ہو تو دہلی لکھنؤ میں جا کر دریافت کرلیں کہ یہ تقریر اُردو میں صحیح ہے یا نہیں **قوله** ۱۳ فقرہ سورۃ النجم میں ہے اَو ما ملکت ایمانھم یہ عبارت غلط ہے اَو من ملکت ایمانھم بولنا چاہیے تھا کیونکہ لفظ ما غیر ذوی العقول کے واسطے ہے اسلئے من کہنا لازم تھا ؟ **قول** یہ آیت سورۃ النجم میں نہیں ہے سورۃ المومنون میں ہے کتب نحو میں لکھا ہے کہ لفظ ما کبھی بمعنی من بھی یعنی ذوی العقول کے واسطے بھی آتا ہے مگر قلیل چنانچہ شرح جامی میں ہے وما بمعنی الذی فیما لا یعقل غالبا نحو عرفت ما عرفت وجاء فیما یعقل شاہد یہ ہے زہیر **شعر** قوم ابوهم سنان حین تنسبهم ٭ طابوا وطاب من الاولاد وما ولدوا ٭ نابغۃ **شعر** فخلفت یا زرع ابن عمرو انني ٭ مما یشق على العدو ضرارها ٭ ایضا **شعر** مهلا فداء لك یا لاقوام کلهم ٭ وما اثمر من مال و من ولد ٭ کما فی العقد اور یہاں جو لفظ من نفرمایا لفظ ما فرمایا بلاغت اسمیں یہ ہو کہ اسمیں سے زن آزاد کی شرافت ظاہر ہو جاوے کہ لونڈی اگرچہ مدخولہ ہو مگر تاہم

مثل مال و جائداد کے ہے چاہو اوسے ہبہ کردو چاہو فروخت کردو چاہو کسی پر
حلال کردو گویا مثل غیر ذوی العقول کے ہے اور مراتب خاطرداری میں زن آزاد
کے ہمسر نہیں ہو سکتی قولہ ۲۲ فقرہ نور میں ہے فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی
اَنْفُسِکُمْ جب گھروں میں داخل ہو تو اپنے نفسوں پر سلام کرو غلط ہے یوں بولنا
چاہیئے تھا فَسَلِّمُوْا علی اھلکم و عیالکم سلام کرو اپنے اہل و عیال پر
اقول یہاں اہل و عیال اور اپنے گھر کی خصوصیت نہیں تا کہ اھلکم و عیالکم ہوتا
کیونکہ مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے گھر یا کسی عزیز دوست کے گھر میں جاؤ تو باہم
سلام کرو لیکن چونکہ لفظ اَنْفُسْ کے معنی و مراد میں دو احتمال ہیں اور دونوں میں
مطلب ایک ہی رہتا ہے اسواسطے مفسروں نے اس آیت کو دو طرح سے تفسیر
کی ہے اولاً یہ کہ مراد انفس سے خود گھر میں داخل ہونیوالوں کی ذات ہیں مگر
طریقہ اور صورت اس سلام کی یہ ہے کہ گھر میں داخل ہونیوالا پہلے گھر والوں پر سلام
کرے تا کہ گھر والے جواب میں اوس پر سلام کریں پس یہ سلام گویا اوس نے اپنے
ہی نفس پر کیا اور خود اپنے اوپر سلام کا باعث ہوا اور باہم ایک کا دوسرے
پر سلام ہو گیا بنی اسرائیل کا اسی قسم کا مقاملہ تو یہ بھی قرآن میں دو جگہ اسی طرز
سے فرمایا گیا ہے فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اور اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ یعنی
باہم لڑو اور ایک دوسرے کو قتل کرو ثانیاً مراد انفس سے بطور مجاز یا کنایہ گھر
والے ہیں خواہ عیال ہوں یا عزیز و احباب اور یہ محاورہ بھی شائع ہے عزیز اور
دوست سے کہتے ہیں انت سمعی و بصری نفسی عجم کہتے ہیں جان من روح و روان
من اور یہ محاورہ دیکھو اسی جگہ نہیں بلکہ اوس سے پیشتر آیہ مباہلہ میں بھی مذکور ہو چکا ہے

قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم الخ بیان
عقلاً ونقلاً مراد انفس سے علی بن ابی طالب ہیں کہ جو آنحضرت کے اقرب الاقربا
اور الصق الی القلب تھے اور یہ آیہ معترض کی بائی ہرا در نصارای نجران کے سامنے
خوب پڑہی گئی ہوگی اور ہر شخص کے گوش زد ہوئی ہوگی کیونکہ معرکہ اور معاملہ کی بات
تہی لیکن کسی نصاریٰ نے جو خاص عرب العربا تھے یہ اعتراض نہ کیا معلوم ہوا کہ
یا تو وہ معترض کے برابر زبان عرب سے واقف نہ تھے یا یہ کہ تازہ نصاریٰ نہ تھے
تا کہ زیادہ ترنمائش اور جوش وخروش کرتے اور معترض نے جو لکھا ہے کہ بجائے
انفسکم کے اھلکم وعیالکم کہنا چاہیے یہ محض واہیات ہے اور منشا اسکا
قلت عقل وتدبر ہے معترض کی تو کیا بساط ہے اگر زہیر اور علقمہ اور امرئ القیس
وغیرہ بہی ارادہ کرتے تو بہی اس لفظ کی جگہ دوسرا لفظ نہ کہہ سکتے اگرچہ تفاسیر
متداولہ میں اس لفظ کی بلاغت ولطافت سے کچھ تعرض نہیں کیا صرف اسقدر
لکھا ہے کہ بیوتاً سے مع اپنے گہر کے دیگر اقارب کے گہر بہی مراد ہیں اور مطلب یہ
ہے کہ جب تم اپنے گہروں میں یا اقارب کے گہروں میں داخل ہو تو تم باہم سلام کرو
یا یہ کہ تم خاص اُنپر سلام کرو اور یہ سلام خداوند عالم نے تمہارے واسطے ایک تحیت
اور مبارک باد مقرر کی ہے انتہی اب میں کہتا ہوں کہ اگر بجائے انفسکم کے
اھلکم وعیالکم ہوتا تو اقربا اور خصوصاً احباب کیونکر اس حکم سلام میں داخل ہوتے
کیا معنی کہ احباب نہ آل ہیں نہ عیال ہیں اور اگر ذوی الارحام فرمایا جاتا تو احباب و
ازواج داخل نہوتے لہذا ایک ایسا عام لفظ فرمایا ہے کہ جو سب کو شامل ہو سکتا
ہے اور سوائے اس ضرورت کے نکتہ اس میں یہ ہے کہ اس سے پہلے اقربا

کے گھروں میں بلا اجازت کھا لینے کا حکم فرمایا ہے پس کوئی اس حکم سے استبعاد اور
اکراہ نکرے سب سمجھ لیں کہ اقربا احباب بمنزلۂ نفس تمہارے کے ہیں اور نفس کو
اپنے واسطے اجازت لینے کی حاجت نہیں ہوتی اس لفظ نفس میں باپ
دادا اور چچا ماموں عمہ خالہ اولاد احفاد ازواج احباب جو بمنزلۂ جان کے عزیز
ہوں سب داخل ہیں اور اسی سبب سے یہ بات ہے کہ اگر اخلاص و محبت
نہو اور بمنزلۂ نفس کے نہو گو رشتہ دار ہو تو اُسکے گھر بلا اجازت کھانے میں تردد ہوگا
کیونکہ ہم نفس اور باہم ارتباط ہونے سے اجازت فحوائے حاصل ہوتی ہے
اور جب باہم راہ و رسم اور میل ملاپ نہو تو پھر اجازت فحوائے ہو نہیں تردد ہے
علاوہ اسکے ایک لطف یہ بھی ہے کہ گھروں میں داخل ہوتے وقت اپنے نفس
پر بھی سلام کرنے کا حکم ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ جب تم گھر میں داخل
ہو اور وہاں کوئی نہو تو کہو السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اس
صورت میں اپنا نفس بھی داخل ہے یہ بات لفظ اہل و عیال سے کیونکر مفہوم
ہوتی مجھکو یقین ہے کہ ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ یہاں اہل و عیال کا لفظ بولنا
محض سفاہت و جہالت ہے اور ایسے برجستہ اور بلیغ لفظ کو غلط کہہ دینا موجب
حیرت در حیرت ہے سعدی نے سچ کہا ہے ع ہنر بچشم عداوت بزرگ تر
عیب است ۔ اور معترض ممدوح کو ہرگز زیبا نہیں کہ کنایات و مجازات کو
غلط کہے کیونکہ تمام انجیل استعارات و تشبیہات سے پر ہے بطور نمونہ لکھتا ہوں
کہ انجیل یوحنا میں حضرت عیسیٰ کا مقولہ ہے کہ میں تاک حقیقی ہوں اور باپ
میرا باغبان ہے پھر کہتے ہیں میں راہ ہوں پھر فرمایا ہے میں زندگی کی روٹی ہوں

بہ مخاطبین کو گوسفندے کنایہ کیا ہے **قولہ** ۲۲ فقرہ زقان میں ہے۔
لنحیی بہ بلدۃ میتا غلط ہے لفظ میتا کی جگہ میتۃ ہونا چاہیئے تھا **اقول**
حقیقت میں جسطرح معترض نے لکھا ہے وہ غلط ہے آیہ کریمہ اسطرح ہے
لنحیی بہ بلدۃ میتا جس شخص کے ہوش وحواس کا یہ حال ہو اور علم ادب میں
وہ کمال جیسا مذکور ہوتا آتا ہے اوسکے منہ کو اور قرآن کے واسطے غلط کہنے کو کوئی
دیکھے مگر حق یہ ہے کہ قرآن کی عبارت پر اعتراض کرنا ایسے ہی شخص کا کام ہے
نمیدہ اور کامل کا کام نہیں اس اعتراض کا دو طریقہ سے جواب ہے ایک
باعتبار لفظ میتا کے دوسرے باعتبار لفظ بلدۃ کے پس اولاً یہ ہے کہ اہل لغات
نے میتا کی نسبت لکھا ہے کہ اس لفظ میت میں خواہ مشدد ہو خواہ مخفف ہو
تذکیر و تانیث مساوی ہے اور عربی خواں خوب جانتے ہیں کہ اس قسم کے اسما
اور صفات مشبہ زبان عرب میں سینکڑوں ہیں کچھ اسی لفظ کی تخصیص نہیں ہے
اور اگرچہ اس جواب کے بعد اور جوابوں کی حاجت نہیں مگر واسطے اطمینان خاطر
ناظرین کے لکھتا ہوں۔ ثانیاً یہ اہل تفاسیر نے بیان کیا ہے کہ بلدۃ بلداً پر
جو اسم جنس ہے محمول ہے اور اسماے اجناس کی ضمیر میں تذکیر حملا علی اللفظ
اور تانیث حملا علی الجمع دونوں جائز ہیں اور بغیر جنسیت کے بھی ایک
لفظ کو دوسرے پر حمل کر لینا جائز ہے چنانچہ ابو البقا شارح دیوان متنبی نے
شعر مثلت عینک فی حشا یا جراحۃ ؛ فتشابہا کلتا ھما نجلاء ؛
کی ذیل میں لکھا ہے کہ لفظ عین و جراحت مؤنث ہیں اور فعل تشابہا مذکر ہے
اسکی وجہ یہ ہے کہ شاعر نے عین کو بمعنی عضو اور جراحت کو بمعنی جرح فرض

کردیا ہے اور پھر اسکی مثال میں زیادہ شاعر حماسی کے شعر کو لکھا ہے **شعر**

ان السماحة والمروءة ضمنا قبرا بمرو علی الطریق الواضح یہاں سماحت سخا

پر محمول ہے اور مروت کرم پر محمول ہے اسواسطے ضمنا تثنیہ مذکر لایا گیا ہے خنزر

بن ارقم شاعر حماسی کہتا ہے **شعر** بات الکلاب الذی یبتغی لقریٰ و بلیلة نحس

غاب جنبہا سعودہا۔ یہاں لفظ نحس جو بظاہر مضاف الیہ اور دراصل صفت لیلة

کی ہے مذکر ہے اور صاحب مصباح نے حرف رُبَّ کی تقدیر میں دو مصرعہ دو

شاعروں کے ہیں انکو بھی لکھتا ہوں **مصرعہ** بل بلدة ذی صعد و اجتیاب ؕ

یہاں ذی صعد و اجتیاب مذکر ہے اور بلدة کی صفت ہے اگر مؤنث ہوتا ذات

صعد ہوتا مصرعہ ثانیہ یہ ہے ع وبلدة لا ترام خائفة یہاں ضمیر مذکر خائفہ

کے بلدة کی طرف راجع ہے پس دونوں اعتبار سے اعتراض واہیات ہے

قولہ ۲۴ فقرہ احزاب میں ہے اِلَّا رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ یہ استثنا منقطع غیر فصیح لوگ

بولا کرتے ہیں **اقول** معلوم نہیں کہ یہ چند اعتراض معترض نے کس حالت

میں لکھے ہیں کیونکہ یہ آیت سورۂ احزاب میں نہیں سورۂ بنی اسرائیل میں

ہے اور جواب اعتراض کا یہ ہے کہ کسی عالم نے یہ نہیں لکھا کہ استثناء منقطع

غیر فصیح ہوتا ہے جبتک پادری صاحب اس امر کی سند بیان نکرینگے افترا اور

دروغگوئی کا الزام اُنسے رفع نہو گا بلکہ نحویوں نے یہ لکھا ہے کہ استثنائے منقطع

فکر اور فطانت اور زیرکی سے صادر ہوتا ہے یعنی دانا لوگ بولتے ہیں چنانچہ

شرح جامی تک میں لکھا ہے والمستثنیٰ المنقطع انما یصدر بطریق الرویة

والفطانة اور مختصر و مطول میں ہے ان لا اصل فی مطلق الا استثناء هو الاتصا ل

یعنی اصل بات استثنا میں اتصال ہے اور منقطع میں چونکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ
سے خارج نہیں وہ اصلی استثنا نہیں پس اسکے یہ معنی نہیں کہ استثنای منقطع غیر
فصیح ہے اگر ایسا ہوتا تو فصحاے عرب اشعار فصیحہ میں کیوں بولتے نابغۃ شعر
وقفت فیہا اصیلانا اسائلہا * اعیت جوابا وما بالربع من احد * الا الاواری لاياً ما
ابینہا * والنؤی کالحوض بالمظلومۃ الجلد * کما فی العقد + عباس بن مرداس یوم
حنین شعر * وبتنا نطوف المستدیر ولم یکن * بنا الخوف الا رغبۃ وتحزبا * کما فی السیرۃ
قولہ ۳ فقرہ عنکبوت میں ہے اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا بالکل غلط اور خلاف
محاورہ ہے کبھی کوئی اہل علم فصیح یہ فقرہ نہیں بولا یوں بولا کرتے ہیں تسعمائۃ و
خمسین عاما **اقول** مجکو معترض کے اس دعوی سے کہ کوئی فصیح نہیں بولا
حیرت ہوتی ہے اور ہنسی آتی ہے بھلا آپ سے کوئی پوچھے کہ وہ فصحا کون ہیں
کسی ایک کتاب اور ایک فصیح کا نام تو فرماویں کیا کچھ روح القدس بالتخصیص
آپ کے پاس تشریف لاتے ہیں یا خواب میں آپکی روح کو شعرای جاہلیت کی
ارواح سے مصاحبت رہتی ہے یا انگلستان کے فصحا سے مراد ہے کچھ تو نشان
دیں عرب میں جا کر سن لیں کہ اس طرح کا محاورہ کسقدر شائع ہے بلکہ انشا پردازی
میں ہر زبان کے ادبا کا دستور ہے کہ ایک ہی مضمون کو دس دس بیس بیس
طرحسے بیان کرتے ہیں اور ایک ہی مطلب کو چند طرحسے ادا کرتے ہیں اسی کو
تفنن عبارت اور حسن انشا کہتے ہیں مشہور ہے کہ گفتار و دستار و رفتار ہر شخص کی
جدا ہوتی ہے اگر ایک مطلب کو ایک ہی طرح سے بولا کریں تو سلف سے آج
تک ہر مطلب کے واسطے ایک ہی عبارت چلی آتی اور یہ ہزاروں کتابیں ایک

علم کی ضمنیں ایک سے قواعد و مسائل ہیں مگر عبارتیں مختلف ہیں سب غلط ہو جائیں — ہاں اگر کوئی صرفی نحوی یا معانی و بیان کی غلطی ہو تو اُسے پیش کرنا چاہیئے اور یہ اعتراض کہ کوئی نہیں بولا محض پوچ ہے بلکہ عین ہمارے مفید اور مؤید مطلب ہے خود ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ ایسی عبارت کوئی نہیں بول سکا اور نہ بول سکے۔ ہاں الفاظ مفردہ یا مرکبات غیر مفیدہ ایسے مل سکتے ہیں آج تو اس فقرہ کو کہا ہے پھر کل کہتا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ الخ غلط ہے کوئی فصیح اس طرح نہیں بولا پھر پرسوں کہتا کہ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ الخ غلط ہے کہ کوئی فصیح نہیں بولا اور اون کی مثالیں کلام عرب میں نہیں ہیں اور لاریب ایسے مثل عبارتیں نہیں ہیں لہذا استشہاد کیواسطے ایسے اشعار لکھتا ہوں جنسے معترض کا استبعاد رفع ہو جائے اور سمجھ لیوے کہ عرب میں شمار کرنیکا ایک ہی طریقہ نہیں ہر ایک طریقہ سے شمار کرتے ہیں **شعر** بدا لی انی عشت تسعین حجۃ ۔ تباعا و عشرا عشتها و ثمانیا ۔ دیکھو شاعر نے ایک سو آٹھ برس کی تعداد کو کسطرح سے بیان کیا ہے بھلا کوئی اسطرح سے بھی شمار کرتا ہے قاعدہ نحویہ ہے کہ احاد عشرات پر مقدم ہوتے ہیں پس ثمان حجۃ ومائۃ یا مائۃ و ثمان حجۃ کہنا چاہیئے تھا امرء القیس **شعر** فقبلتها تسعا و تسعین قبلۃ ۔ و واحدۃ ایضا و کنت علی عجل ۔ اور پھر دوسری جگہ یہی شاعر کہتا ہے **شعر** فقبلتها تسعا و تسعین قبلۃ ۔ و واحدۃ ایضا و کنت علی عجل ۔ دیکھو شاعر نے پورا عدد ماۃ تبھی نہیں کہا بھلا کوئی سَو کو اسطرح بھی کہتا ہے کہ میں نے ننانوے (۹۹) اور ایک بوسہ لئے جریر شعر کانوا ثمانین او زادوا ثمانیۃ ۔ لولا رجاؤك قد قتلت اولادی یہاں قاعدہ

کے موافق ثمان ثمانین کہنا چاہیئے تہا پہلے شاعر دعزا مجمع بن ہلال حماسی شعر

مضت مأتۃ تعن مولدی فنفضوتہا   وخمس بنا جونعد ذالک واسا بع

یہ ایکسوتو کا شمار ہے سو اور پانچ اور چار غرض یہ ہے کہ یہ لوگ اہل زبان تہے قواعد

نحوی وصرفی ومعانی بیان ان کے کلام سے مستنبط کئے گئے ہیں نہ یہ کہ قواعد کے

اوپر ان کے کلام کو مطابق کیا جائے پس جسطرح اہل زبان بولے وہی عین قاعدہ

ہے اور جسطرح فصیح بولے وہی فصاحت ہے قولہ ۳۶ فقرہ عنکبوت میں ہے

اِنَّا مُهۡلِكُوۡۤا اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ غلط ہے ھذہ کی جگہ تلک بولنا لازم تہا کیونکہ

گاؤں دور تہا نہ قریب ۱ اقول معترض کا یہ دعویٰ ہے کہ ھذہ قریب کیواسطے

اور تلک بعید کیواسطے ہے درمیان نحاۃ کے خود متنازع فیہ ہے چونکہ یہ اسماء

اشارات ہر ایک قریب وبعید کیواسطے مستعمل ہوتے ہیں اسواسطے نحویوں

کو خوب متحقق نہیں ہوا کہ کونسا قریب کیواسطے ہے اور کون بعید کیواسطے ہے

اسی واسطے ابن حاجب نے کافیہ میں اِس مسئلہ کو دوسروں پر حوالہ کر کے

بلفظ یقال لکہا ہے کما قال ویقال ذا للقریب ذلک للبعید الخ اوس کے

نزدیک بہی یہ امر محقق نہیں ہوا۔ چنانچہ شارح رضی نے اِس امر کی خوب تفصیل

کی ہے اور ملا جامی نے بہی مصنف کے تذبذب کا حال کچہ لکہدیا ہے اور

بہر کیف جواب اسکا یہ ہے کہ قریہ سدوم جسمیں حضرت لوط تہے حضرت ابراہیم

کی قوم کے قریہ سے قریب تہا اسواسطے یہ اشارہ قریب فرمایا ہے چنانچہ اوس

قریہ کا حال صاحب قاموس جوہری وغیرہ اہل لغات اور مفسرین نے

خوب لکہا ہے۔ علاوہ اوس قائل اِس قول کے حضرت جبرئیل تہے اور

چونکہ اس قریہ کا ذکر پہلے سے حضرت ابراہیمؑ و جبرئیلؑ کے درمیان تھا اسواسطے
اشارہ قریب فرمایا — علاوہ ازیں حضرت جبرئیلؑ کہ روح القدس ہیں اون کے
نزدیک وہ قریہ کیا سب آبادی زمین کی قریب تھی اور جملہ موجودات زیر نظر
پس وہ باعتبار اپنی راے و ذہن کے بھی فرما سکتے تھے پس ایسی باتیں جنکے
سیکڑوں جواب ہو سکتے ہیں قابل اعتراض نہیں ہو سکتی ہیں قول ۲۷ فقرہ
اسی میں ہے اَھْلِ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ یہ بھی غلط ہے تلکَ القریٰ کہنا لازم تھا
کیونکہ باعتقاد اہل اسلام وے چار گاؤں تھے اقول اگر ایسں اعتراض قریہ کو
بھی وہیں لکھہ دیتے تو کیا قباحت تھی بہرحال یہ اعتراض بھی محض پوچ و بیجا
ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے قرآن میں اوسے ہر جگہ بلفظ قریہ فرمایا ہے ہاں اگر کہیں
قریٰ فرماتا تو اس اعتراض کو کچھ گنجائش بھی ہوتی اگر معترض کو اعتراض کرنا تھا
تو صرف قریہ کے لفظ پر کرتا کہ بجاے قریہ کے قریٰ کہنا چاہیے تھا) لفظ ھذہ
کو ناحق بدلا کیونکہ قریہ کے واسطے ہذا کچھ بیجا نہیں اور قریہ کا جواب یہ ہے کہ اکثر
گاؤں ایسے ہوتے ہیں کہ ایک گاؤں کہلاتا ہے اور اوسکے متعلقات چھوٹے
چھوٹے چند گاؤں ہوتے ہیں جنکو شہری باس اور بنگلا بولتے ہیں ایسی صورت میں
اوسکو ایک گاؤں بھی کہنا جایز ہے اور چند گاؤں بھی بعد اس اصل جواب
دینے کے ہم کہتے ہیں کہ اگر لفظ تلکَ ہوتا تو کیا فائدہ ہوتا یہ لفظ محض جمع کے
واسطے نہیں بلکہ واحد کے واسطے بھی آتا ہے چنانچہ امرء القیس دیوان معلقہ میں
میں اپنی معشوقہ کی مدح میں کہتا ہے شعر فتلکَ التی ھام الفواد بحبھا ؎
مھفھفۃ بیضاء دریۃ القبل ؎ مخاطب معترض کو لازم ہے کہ ذرا آنکھیں کھولکر

دیکھو کہ معشوقہ ایک تھی کہ دو چار اسکے واسطے کچھ شرح دیکھنے کی بھی حاجت نہیں کیونکہ لفظ التی اور مصرعۂ ثانیہ سے معشوقہ کا واحد ہونا ظاہر ہے لبید بن ربیعہ اپنی ایک اونٹنی کی مدح میں کہتا ہے **شعر** فتلك اذا رقصل اللوامع بالضحی ؛ واجتاب اردیة السراب اکامها ؛ یہاں دیکھو کہ تلك واحد کیواسطے ہے کہ جمع کے واسطے اور پھر بھی شاعر کہتا ہے **شعر** افتلك ام وحشية مسبوعة ؛ خذلت وهادية الصوار قوامها ؛ یہاں اشارالیہا تلك کا مادۂ حمار ہے جسکا ذکر پہلے آیا ہے اور وہ ایک ہے نہ چند حمار **قوله** ۳۸ بقر میں ہے کہ لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ غلط ہے لن نصبر علی طعامین کہنا لازم تھا کیونکہ دو کھانے تھے من و سلوی نہ ایک **اقول** اس پوچ لچر اعتراض کے دو جواب ہیں اول یہ کہ ابتدا بنی اسرائیل کیواسطے محض من نازل ہوتا تھا جب اسے کھاتے کھاتے سیر ہو گئے تو حضرت موسیٰ سے کہا کہ ایک طعام پر صبر نہیں کر سکتے بعد اس درخواست کے اسکے ہمراہ سلوی نازل ہونے لگا کما نقله العلامة الطبرسی رحمه الله بنا بر این روایت کے اعتراض کا شائبہ بھی نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ طعام کسی کھانے کا نام نہیں بلکہ طعام اس چیز کو کہتے ہیں جو غذا ہو جسکا ترجمہ خورش اور کھانا ہے اور یہ مفہوم عام مثل اسم جنس کے ہے خواہ ایک چیز ہو خواہ چند چیزیں سب کو مجموعًا طعام کہہ سکتے ہیں اسواسطے کہ اگر کوئی کہے کہ اللحم والبر والبقل ما هو تو اسکے جواب میں لفظ طعام بولنا صحیح ہے چنانچہ دستور ہے کہ اگر دو یا چار چیزیں ہر روز برابر کوئی کھایا کرے تو آخر کو گھبرا کر یہی کہتا ہے کہ ہر روز ایک کھانا نہیں کھایا جاتا ہاں اگر عبارت قرآنی یوں ہوتی لن نصبر علی

شئی واحد تو البتہ درصورت طرح روایت کے اعتراض کو گنجائش تھی ــــ علاوہ اسکے ہم کہتے ہیں کہ اگر طعام کے معنی اسی طرح لئے جائیں جس طرح معترض نے لئے ہیں تو تمام عالم کم سے کم دو چیزیں ایک سالن دوسری روٹی کھایا کرتا ہے کیوں یوں نہیں کہتا کہ میں نے دو کھانے کھائے جب کسی سے سوال کروگے تو یہی کہے گا کہ کھانا کھایا خواہ ایک چیز کھائی ہو یا دو تین چیزیں جب معترض کو اپنی عقل کے موافق بھی کسی جگہ اعتراض نہیں ملا تو محض تعداد بڑہانے کیواسطے یہ لکھدیا ہے چنانچہ سورۂ بقر کے اعتراض کو آخر میں لکھنا اسی کی دلیل ہے **قولہ** بس اب کھانتک لکہیں ۲۰ فقروں پر ختم کرتے ہیں جو نمونہ کے واسطے کافی ہیں **اقول** جب کوئی اعتراض اپنے نزدیک بھی معترض کو نہیں ملا تو ناچار ہوکر رفع ندامت کے واسطے یہ کلمہ لکھا ہے ہم کہتے ہیں کہ دو کوتاہی نکریں اور دل کی ہوس نکال لیں اسقدر لکھکر کیا حاصل کیا بجز اسکے کہ نا واقفوں کے ذہن میں جو کچھ اونکا اعتبار تھا وہ بھی جاتا رہا اور جو کچھ کسی کو شک ہوا ہوگا کہ یہ شخص جو مولوی کہلاتا تھا کسی نہ کسی وجہ سے عیسائی ہوا ہوگا یہ بھی رفع ہوگیا حق یہ ہے کہ پادریصاحب نے مسلمانوں کے حال پر بڑا احسان کیا اور حقیقت میں اس کتاب کا نام ہدایت المسلمین سچ رکھا۔

علاوہ اسکے اُنکے طفیل سے عوام کو قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا حال بھی خوب واضح ہوگیا اور انکے ایمان و اعتقاد میں ثبوت و رسوخ بڑھ گیا کہ قرآن ایسی عمدہ اور متین کتاب ہے ورنہ بغیر اس چھیڑ چھاڑ کے کون اس قدر عرقریزی اور جانفشانی کرتا جو ان مطالب کو اردو میں لکھتا سچ ہے کہ آئینہ پہ

جسقدر خاک مل جائے اوسیقدر اوسکی جلا ظاہر ہوتی ہے اور تلوار کو جسقدر صیقل کرو اسیقدر جوہر نکالتی ہے **قولہ** اگر کوئی صاحب ان غلطیوں کو قبول نکرے تو مہربانی فرماکر جواب دیں اور شعراے عرب جو محمد صاحب سے پہلے تھے اونکے کلام سے سند لاکر اعتراضوں کو رفع کریں اور جنھوں نے اسی قرآن سے عربی پڑہنی سیکھی ہی اونکی گفتگو ے لاحاصل کو چھوڑیں کیونکہ علماے محمدیہ نے جنکی بڑی بڑی تفسیریں موجود ہیں یہ سب اعتراض قبول کرلئے ہیں اور کوئی عالم انکا جواب شافی نہیں دے سکا **قول** معترض نے یہ عبارت بڑی ابلہ فریب اور عوام پسند لکھی ہے جسکے دیکھنے سے عوام کالانعام فوراً دام میں پھنس جائیں اور کچہ نکچہ قرآن کی طرف سے دلمیں شک شبہ لے آئیں سواِن ترہات اور سفوات کا جواب شروع کتاب میں ہوچکا مگر یہاں اسقدر اور لکھتا ہوں کہ پادری صاحب نے ایک بڑی ہوشیاری کرکے شعرا کے دو فریق کردئے ہیں ایک وہ جو آنحضرت صلعم سے پہلے تھے دوسرے وہ جنھوں نے اِس قرآن سے عربی سیکھی ہے مطلب یہ ہے کہ شعراے اسلامیہ جو پہلی اور دوسری تیسری صدی ہجری میں تھے اُنکا کلام اکثر دستیاب ہوجاتا ہے اور شعراے زمانہ جاہلیت کا کلام کم ملتا ہے اب تو کہ مسلمان اُنکے اقوال و اشعار سے فوراً اِن اعتراضوں کا جواب لکھہ دیں اور اگر کوئی لکھیگا تو یہ کہکر ٹالدیں گے کہ یہ شعرا مسلمان تھے انکے اقوال مستند نہیں اور ہماری شرط پوری نہیں ہوئی سو وہ اطمینان رکھیں کہ کوئی اس دام میں نہ پھنسے گا اور کوئی منصف مزاج حق پسند اسکو تسلیم نکریگا بہلا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اول و دوم صدی کے شعراے عرب مثل شماخ و ابو خراش و ابوالاسود و فرزدق و

جریر و کمیت و ابو نواس وغیرہم نے قرآن سے عربی پڑہنا سیکہی ہی اور کسطرح کوئی قبول کرسکتا ہے کہ سیبویہ اور خلیل و اصمعیؒ فراء و زجاج و کسائی و مبرد و ابن سکیتؒ علی بن عیسیٰ و اخفش و مازنی و ابن اثیر و جوہری وغیرہم نحاۃ و اہل لغات نے اسی قرآن سے عربی پڑہنا سیکہی تہی اگر صرف قرآن سے عربی اور شعر کہنا آجائے تو ہزارہا اہل ہند و فارس کیوں نہیں مثل جریر و فرزدق و ابو نواس و جوہری کے شعر کہہ سکتے خود مخاطب بہی قرآن پڑہا ہے اگر ممکن ہو تو سٹو بچاس شعر کہکر چہپوا دیں پس یہ دور اندیشی قابل التفات اور لائق خطاب نہیں عالم عاقل و منصف مزاج فصاحتؒ بلاغت اور قواعد نحوی کے باب میں ان لوگونکے قول کو ضرور قبول کریگا اور بفرض محال اگر ان جوابات میں انکا قول مسلم نہو تو پہر ہم کہتے ہیں کہ معترض انکے قواعد صرفی و نحوی کے موافق اعتراض ہی نہیں کرسکیگا کیونکہ جب وے اکابر معترض کے نزدیک ناواقف ہیں تو ہم بہی اعتراض میں ان لوگوں کے قول کو تسلیم نکرینگے اس صورت میں معترض کے اعتراضات کی بسہولت بیخ کنی ہوجائیگی پس اسکو لازم ہوگا کہ جوابات میں بہی ان نحاۃ و شعرا کے قول کو تسلیم کرے یا کسی نصرانی عیسائی کے صرف و نحو و معانی و بیان کو پیش کرے اور اسکے موافق اعتراض کرے ہم اسی کے روسے جواب دینگے بہرحال ہمارے پاس جواب دندان شکن موجود ہے اور بعد اسکے جو لکہا ہے کہ علماء محمدیہ نے جنکی بڑی بڑی تفسیریں ہیں یہ سب اعتراض قبول کرلئے ہیں وہ مثل اعتراضات سابقہ کے محض غلط ہے ایمانداری اور راستگوئی کے معنی تو یہ ہیں کہ اس امر کی تصدیق کرا دیں ورنہ جبتک دروغگو سمجہے جائیں گے۔

قولہ پس جس حالتمیں عبارت کا یہ حال محاورات کا وہ حال تعبیرا یسی جیسے دیوانہ باتمیں کرتا ہے کیونکہ ایک آیت کو دوسری آیت سے ربط نہیں ساری بے ربط ہے قرآن کا ترجمہ جو اُردو فارسی انگریزی وغیرہ زبان میں ہوا ہے اُسکے پڑھنے سے ناظرین اہل طبع خوبی معلوم کر سکتے ہیں کہ کیسا مردہ کلام ہے جسکے پڑھنے سے کوئی عالم فاضل تعلیمیافتہ خوش نہیں ہوتا کٹھ ملا بڑے خوش ہوتے ہیں۔

اقول۔ یہ عجب عامیانہ جواب ہے معلوم ہوا کہ پادری صاحب آجتک ترجمہ کی کیفیت سے بھی واقف نہیں وہ نہیں جانتے کہ ہر زبان میں جو امور باعث فصاحتؔ بلاغت کلام ہوتے ہیں وہ ترجمہ میں نہیں آسکتے اور جو نکات اور خصوصیات کہ موجب نزاکت لطافت و رشاقت کلام ہیں وہ دوسری زبان میں ہرگز نہیں جا سکتے پس خیال کرنا چاہیئے کہ قرآن کی فصاحت اور لطف عبارت ترجمہ میں کیونکر جاوے۔ یہ ایسا پوچ اور واہی اعتراض ہے کہ غالباً ولایتی پادریوں نے بھی اسکو پسند نہ کیا ہوگا اس سے زیادہ کیا کہوں اور بدیہی باتمیں کیا طول دوں — اور بعد اسکے جو لکھا ہے کہ (کوئی عالم فاضل تعلیمیافتہ خوش نہیں ہوتا کٹھ ملا بڑے خوش ہوتے ہیں فقط) یہ بالکل خلاف واقع اور برعکس ہے کیونکہ بعض تیلی تنبولی چمار کولی غیر تعلیمیافتہ جو ہندوستان میں عیسائی ہوجاتے ہیں البتہ وے خوش نہیں ہوتے اور عالم فاضل اگر اصلی عیسائی بھی ہوں کمال خوش ہوتے ہیں اور نہایت مدح کرتے ہیں اور مضامین کے اعتبار سے بہت پسند کرتے ہیں یہانتک کہ جب سے قرآن کا ترجمہ یورپ میں پہونچا ہے اکثروں کو انجیل سے نفرت ہوتی جاتی ہے۔ کیا جان ڈیون پورٹ عالم فاضل تعلیمیافتہ نہیں جو لکھتا ہے کہ قرآن من حیث اللفظ

والبلاغۃ اشرف و افضل کتب ممالک مشرقیہ ہے صفحہ ۱۰۔ مظاہر الحق مطبوعہ لکھنو اور پھر کہتا ہے کہ اوسکی عبارت ایسی عمدہ ہے کہ سحر کہنا چاہیئے صفحہ ۴۸ - اور گبن جو مورخ مشہور ہے نقل کرتا ہے کہ پہلے تو پڑھنے والے کو اسکی عبارت سست اور بے لطف معلوم ہوتی ہے لیکن بعد ازاں قاری اوسکی خوبیوں پر فریفتہ ہوجاتا ہے اور آخرالامر اوسکی خوبصورتیوں پر ایسا شیفتہ ہوتا ہے کہ تاب ضبط باقی نہیں رہتی صفحہ ۴۸۔ اس سے زیادہ فصاحت کے باب میں کیا کہینگے --- کیا یہ اشخاص انگلستان کے تعلیمیافتہ نہیں یا عالم فاضل نہیں اور گبن نے جو لکھا ہے کہ پہلے قرآن کی عبارت سست معلوم ہوتی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ یورپ کا باشندہ ہے عربی اوسکی اصلی زبان نہیں تاکہ بادی النظر میں ایکدفعہ عبارت کے لطائف و محاسن اوسکے ذہن میں آجاویں دوسری زبان کے لطائف بعد غور و تامل کے معلوم ہوتے ہیں ہاں فوراً سنتے ہی اسکے لطائف لبید و نابغہ جعدی و حسان و کعب عباس و ولید وغیرہ فصحاے عرب کو معلوم ہوجاتے تھے کہ سنتے ہی انکو تاب ضبط نرہی اور ایسے شیفتہ ہوئے کہ فوراً مسلمان ہوگئے اور جو بعض اہل غرض مسلمان نہوئے تو وہ سحر کہنے لگے چنانچہ ابتداے کتاب میں اس امر کا ذکر بخوبی ہوچکا ہے پس حق یہ ہے کہ جو شخص ان علما و فضلا اہل زبان کے خلاف قرآن کو مردہ کلام کہے لاریب اوسکا دل مردہ ہے **قولہ** شاہ عبدالعزیز نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں قرآن کی بعض آیات کو ربط دیکر دکھلایا ہے اُسکے دیکھنے سے عقلمند آدمی کو نفرت آتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبارت ضرور بے ربط ہی الخ

اقول پادری صاحب کی استعداد اور مبلغ علم کا حال تو ظاہر ہے ترتیب سورہ

آیات کو صرف اسی فتح العزیز میں دیکھا ہے جو جانتے ہیں کہ یہ امر پہلے پہل شاہصاحب نے کیا ہے اکثر تفاسیر متقدمین میں اس امر کا ذکر ہے ابوجعفر بن الزاہر وغیرہ نے خاص اسی باب میں جداگانہ تفسیریں لکھی ہیں چنانچہ ابتدا میں اونکے نام مذکور ہو چکے ہیں ــــ اور بالفرض اگر کسی جگہ آیات میں ربط نہیں تو یہ امر کیا مخل فصاحت وحقیقت ہے ظاہر ہے کہ آیات کا نزول حسب ضرورت دفعہ دفعہ کرکے ہوتا تھا بلکہ یہ امر اسبات کی تصدیق کرتا ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے اگر آدمی کا کلام ہوتا تو ایک مضمون اپنے دل سے گڑھ کر مسلسل بناتا ــــ قطع نظر اسکے اشعار عرب کو دیکھو کہ ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف کسطرح گریز کرتے ہیں جسکو حسن تخلص اور اقتضاب کہتے ہیں اور اکثر اشعار کا مضمون ایسا قصہ طلب ہوتا ہے کہ بظاہر ایک شعر کو دوسرے سے ربط نہیں معلوم ہوتا اور یہ جو لکھا ہے کہ عقلمند آدمی کو نفرت آتی ہے سو شاید وہ عقلمند اور محقق دنیا میں ایک آپ ہی پیدا ہوئے ہیں اور اس کلی کو منحصر فی فرد واحد سمجھے ہیں قولہ پس محمد صاحب کا یہ دعوی کہ میرا قرآن بہت فصیح ہے اور تم اسکے مانند بنا نہیں سکتے باطل اور غلط ہے وہ ہرگز فصیح نہیں اوس سے اچھی عبارتیں اور کتابوں میں جہان میں موجود ہیں جنکا ذکر بندہ نے تحقیق الایمان میں مشرح کردیا ہے۔

اقول اسیطرح کی تقریر پادریصاحب شروع کتاب میں بھی لکھ چکے ہیں جسکے چند جواب ہم نے لکھدئے ہیں اور خوب واضح کرکے بتادیا ہے کہ کوئی عربی کتاب فصاحت میں قرآن کے مثل نہیں ہوسکتی لیکن اوسوقت تک ہم کو تحقیق الایمان دستیاب نہوئی تھی اسواسطے اُن کتابوں کے نام معلوم نہوئے

تے جنمیں قرآن سے اچھی عبارتیں موجود ہیں اب تحقیق الایمان ملگئی معلوم ہوا کہ
پادریصاحب لکھتے ہیں کہ مسیلمہ نے بھی ایک قرآن ایسی ہی فصاحت و بلاغت
کا بناکر عرب کے لوگوں کو سنایا اور سوائے اسکے مقامات حریری اور دیوان جناب
امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور موارد الکلم تفسیر فیضی کو قرآن کے برابر لکھا ہے
اور پھر سبعہ معلقہ کی نسبت لکھا ہے کہ اونکا ساوی نہونا بھی کتب مخالف سے
ثابت کرو۔ اس دعوی کے بعد پادری صاحب نے بنظر اظہار لیاقت مسیلمہ کذاب کے
کچھ ہفوات و فقرات بھی لکھے ہیں اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ لکھا ہے کہ منصف
آدمی پڑھے اور محمد کے قرآن کی آیات سے ملاوے اگر کچھ بھی علم ادب کا رکھتا ہوگا تو
عبارت قرآن کو کبھی معجزہ نہ بتاوے گا اور وہ عبارت یہ ہے الم تر الی ربک کیف
فعل بالحبلی + اخرج منھا نسمۃ تسعی + من بین صفاق وحشی + دیگر آیات الم تر
ان اللہ خلق النساء افراجا وجعل الرجال لھن ازواجا فنولج فیھن ایلاجا ثم نخرجھا
اذا نشاء اخراجا فینتجن لنا سخالا انتاجا چونکہ اس عبارت کو پادریصاحب نے بڑی
محنت و جانفشانی سے تلاش کر کے نکالا ہے اور اسکو اپنے دعوی اور دلیل
کی عمدہ سند سمجھا ہے اور غالباً قرآن سے اچھی عبارتوں میں اسکو بھی محسوب کیا ہو
اسواسطے ہم بھی پہلے اسی عبارت کا کچھ حال لکھتے ہیں اور مقامات و سبعہ معلقہ و
تفسیر فیضی وغیرہ کا حال تو اکثر اہل علم جانتے ہیں اور نیز ہمارے پہلے جوابات جو
ابتدا کتاب میں مذکور ہو چکے اُنکے واسطے کافی ہیں +

جواب مسیلمہ کذاب کی عبارت کا

پادریصاحب جو تحقیق الایمان میں لکھتے ہیں کہ مسیلمہ نے ایک قرآن ایسی فصاحت

وبلاغت کا بناکر عرب کے لوگونکو سنایا اور دعوی کیا کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے سو
دعوی وجود قرآن مسیلمہ کا کذب بے اصل اور محض خرافت اور ہزل ہے آجتک وہ
قرآن نہ کہیں دیکھا گیا اور نہ سنا گیا اگر ہوتا تو عرب کے یہود و نصاریٰ یا دیگر مشرکین
اہل اسلام کی تکذیب کیواسطے ضرور اوسکی حفاظت کرتے ہاں یہ چند فقرات واہیہ
یا مثل انکے بعض دیگر فقرات مسیلمہ سے منقول ہیں کہ اوس نے خبط و خرافت
سفاہت سے انکو لکھا اور وحی الہی ظاہر کیا تاہم یہ ثابت نہیں کہ اوسنے قرآن کی
فصاحت کا معارضہ و مقابلہ کیا اور کیونکر یہ فقرات آیات قرآنیہ کے مقابل ہوسکتی
ہیں کوئی لطف اور حسن عبارت انمیں متوہم نہیں محض خرافات اور از قبیل اصوات
حیوانات معلوم ہوتے ہیں اور قطع نظر حسن و لطف کے موافق قواعد فصاحت
کے انمیں عیوب استقام ظاہر ہیں بلکہ بعض اغلاط لسانیہ موجود ہیں قسم اول کلام
عرب کے تتبع سے ظاہر ہے کہ لفظ فعل کا تعدیہ حرف با سے اس جگہ ہوتا ہے
جہاں مفعول بہ کی تذلیل یا تکلیف کا اظہار مقصود ہوتا ہے چنانچہ حارث بن حلزہ
معلقہ سابعہ میں کہتا ہے شعر وفعلنا بہم کما علم اللہ وما ان للحائنین دماء
یہاں فعلنا بہم سے قتل و غارت مراد ہے - قرآن شریف میں ہے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ
رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ اور اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ اور کَذٰلِکَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ
اور مَنْ فَعَلَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَا پس مسیلمہ کے پہلے فقرہ میں فعل کا تعدیہ حرف با سے
خلاف روزمرہ فصحا ہے کیونکہ یہ مقام اظہار نعمت کا ہے نہ تذلیل و ایذا کا قسم دوم
دوسرے فقرہ میں لفظ نسمہ سے جو اول بیٹھ نسمۃ خواہ انسان مراد ہو خواہ عموماً
ہر حیوان بہرحال تسعی سے نسمہ کی تخصیص کرنے میں کوئی فائدہ اور نکتہ نہیں محض

لغو ہے بلکہ خلاف مقتضائے حال ہے کیونکہ حاملہ سے غیر بچہ بھی ذوانسمہ کا بھی اخراج ہوتا ہے سقم سوم صفاق اس باریک جلد کو کہتے ہیں جو جلد ظاہری کی تحت میں گوشت کے اوپر ہوتی ہے اور غشا سے پردہ اور حجاب مراد ہے مگر صفاق اور حجابات تمام بدن میں ہوتے ہیں اور جنین خاص ایک مقام میں ہوتا ہی لہذا تخصیص مقام کے مناسب تھی یا من بین ا لا رحام کہنا چاہیئے تھا اور نیز بدن میں گوشت و جلد وغیرہ بہت چیزیں ہیں صفاق اور غشا کی تخصیص کا کچھ فائدہ ظاہر نہیں پس ان دونوں وجوہ سے یہ فقرہ خلاف مقتضای حال اور خلاف بلاغت ہے سقم چہارم لفظ غشا بمعنی پردہ غیر مانوس الاستعمال ہے کسی فصیح کے کلام میں نہیں دیکھا گیا بلکہ اہل لغت نے بھی نہیں لکھا غشاء بالمد و الکسر وغیرہ کو کہنا چاہیئے تھا سقم پنجم اخرج منہا نسمۃ میں تقدیم منہا کی نسمۃ پر بیجا ہے کیونکہ متعلقات کا مرتبہ بعد مفعول بہ کے ہے اور تقدیم موجب تخصیص ہے اور یہاں تخصیص درست نہیں اسواسطے کہ بعض ذی نسمہ کو حق تعالیٰ غیر حبلی سے بھی نکالتا ہے مثل حضرت آدم و حوا و حشرات الارض کے اور نیز حبلی سے اہتمام کا بھی احتمال نہیں سقم ششم زوج کی جمع ازواج لایا ہے یہ بھی قبیح ہے کیونکہ جمع تکسیر کے اوزان اکثر سماعی ہیں اور جموع سماعیہ میں سے بھی یہ وہ وزن ہے جو غیر اجوف میں جمع قلت[له] ہے اور شاذ ہے اور یہاں عبارت مسلمہ میں ازواج جمع قلت

[له] رضی شرح شافیہ میں لکھتا ہو اعلم ان الغالب ان جمیع فعل المفتوح الفاء الساکن العین علی القلۃ علی افعل الا ان یکون اجوف الخ وقد یجیئ لغیر الاجوف فی القلۃ علی الافعال ایضا قلیلا کفرخ و افراخ و فرد و افراد و الغالب فی الکثرۃ لفعل ان یکون علی فعال و فعال ککعوب و کعاب - ۱۲ منہ

بھی نہیں ہو سکتی اور بالفرض ہوتا ہم یہ وزن محتاج بسماع ہے پس ضروری ہے کہ افواج کا استعمال کتب لغت سے ثابت کیا جائے یا کلام فصحا سے سقم ہفتم افواج کا حمل کرنا نسار پر اور کہنا کہ نسار افواج ہیں محض غلط ہے علاوہ اسکے خلق متعدی بدو مفعول نہیں مگر اوسوقت جبکہ بمعنی صیرورت ہو حالانکہ خلق بمعنی صیرورت یہاں درست نہیں[ف] — اگر کہا جاوے کہ النساء دراصل للنساء ہے بوجہ نزع حرف جار کے منصوب ہے تو پھر بوجہ تقدیم کے فرج کی تخصیص نسار کے واسطے لازم آئیگی حالانکہ فرج مرد و عورت دونوں کی شرمگاہ کو کہتے ہیں سقم ہشتم فرج مرد اور عورت دونوں کی شرمگاہ کو کہتے ہیں اور دوسرے فقرہ میں چونکہ رجال کا ذکر ہے اسواسطے یہ تقابل اس امر کا مقتضی ہے کہ فرج خاص عورت کیواسطے ہو نہ مرد کیواسطے — اور علی ہذا القیاس اسکے بعد دوسرے فقرہ میں بھی تقابل اس امر کا مقتضی ہے کہ زوجیت رجال کا وصف مخصوص ہو حالانکہ یہ مرد و عورت دونوں کا وصف مشترک فیہ ہے سقم نہم نوبج کلام خالق نہیں ہو سکتا کیونکہ ایلاج در فروج افعال مخلوق میں سے ہے حالانکہ مسیلمہ نے یہ کلام خالق کی زبانی بیان کیا ہے پس ربط کلام مفقود ہے اور اسی جگہ وضع و افترا کی دلیل موجود ہے سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد اور اگر کہا جاوے کہ یہ مجاز ہے تو بھی قبیح ہے کیونکہ ایزد پاک کی طرف اس قسم کی نسبت کرنا گو بطور مجاز ہو نہایت مستہجن و مکروہ ہے سقم دہم لفظ متنا خواہ اجوف واوی ہو خواہ

[ف] اسواسطے درست نہیں کہ محض مادۂ انسانی کو قبل لحوق فرج کے نسار یا رجال کہنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

یائی دونوں کے معنی گھسنا اور ملانا ہیں پہلے معنی تو قطعاً نہیں ہو سکتے کیونکہ جو چیز یہاں گھسی جاتی ہے وہی بعینہٖ خارج نہیں ہوتی اور بنابر معنی ثانی مفعول بہ اور مخلوط فیہ جو محض مجہول الحال ہے اور کوئی قرینہ اوس پر یہاں نہیں دو چیزیں بےفائدہ محذوف ہیں اور یہ حذف موجب تعقید ہے سقم یازدہم انتاج کے[1] دو معنی ہیں ایک حاملہ ہونا دوسرے وقت نتاج کا آنا اور بعدیت انتاج کی اخراج پر بنابر دونوں معنی کے غیر متصور ہے اور اگر منتجن کے معنی بلدن کے کئے جاویں پس باوجودیکہ خلاف لغت ہوگا تاہم یہ قباحت ہے کہ انتاج بعد اخراج کے ہوگا کیونکہ حرف فا مقتضی ترتیب کا ہے حالانکہ خروج جنین اور ولادت میں ترتیب نہیں سقم دوازدہم تمام سقموں مذکورہ بالا سے یہ طرز بیان اور اس اسلوب سے کیفیت ولادت کو ظاہر کرنا اور ایلاج اور سحق و تخلیط نطفہ وغیرہ امور مستہجنہ و منکرہ کو جناب باری تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا کمال شناعت و سفاہت ہے کوئی ذی شعور اس عبارت میں ادنیٰ درجہ کی بھی فصاحت و بلاغت تجویز نہ کرے گا چہ جائیکہ قرآن کی بلاغت کا مقابلہ کرے دیکھو قرآن شریف میں جابجا کیفیت ولادت مذکور ہے مگر کس لطافت اور شائستگی اور کنایہ سے کہ جس سے روح کو تازگی ہوتی ہے چنانچہ سورۂ المؤمنون میں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ اور سورۂ الحج وغیرہا میں بھی یہ بیان موجود ہے یہ سب عیوب

[1] صحاح میں ہے نتجت الناقۃ علے مالم یسم فاعلہ اذا استبان حملہا۔ ۱۲

جو بیان ہوئے ہیں وہ مومنین کی تفریح طبع کیواسطے ہیں ورنہ پادریصاحب کے
واسطے تو اسیقدر جواب کافی ہے کہ اونکے نزدیک عرب کے قبائل اور ملکوں میں
مکہ یا صرف حجاز کی زبان فصیح ہے اور اسی بنا پر اونہوں نے قرآن کی فصاحت پر
اعتراضات کئے ہیں اور مسیلمہ ملک یمامہ کا باشندہ تھا پس اگر اوسکی عبارت میں
یہ عیوب نہوتے تاہم اوسکی عبارت اہل مکہ کی عبارت کے برابر نہیں ہو سکتی
بالغرض اوس کی عبارت فصیح ہوتی تو قرآن کی عبارت فصیح ہوتی — علاوہ عبارت
مسیلمہ کے جو پادریصاحب نے دیوان جناب علی ابن ابی طالب اور تفسیر موارد
الکلم فیضی اور مقامات وسبعہ معلقہ کو قرآن کے مقابل فصیح بتایا ہے ان سب
کتب کے واسطے ہمارے وہی جوابات کافی ہیں جو ابتدا رکتاب میں مذکور ہوچکے
کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے اپنی کتابوں کی نسبت دیگر کتب سے بھی فضلیت
کا دعوی نہیں کیا چہ جائیکہ تحدی یا قرآن کے تساوی کا دعوی۔ علاوہ اسکے خود
مصنفین کتب مذکورہ فصاحت قرآن کے نہایت معتقد تھے اور اپنی اپنی
تصنیفات میں اوسکی مدح کرتے ہیں بلکہ آیات قرآنیہ کو تزئین کیواسطے اپنی
عبارت میں داخل کرتے ہیں باوجود اسکے بھی اگر کوئی انکی تصنیف کو قرآن کے برابر
سمجھے تو اسکی وہی مثل ہوگی کہ مدعی سست گواہ چست اور اگر ان پر یہ اتہام کیا جاوے
کہ بوجہ تواضع وانکسار کے اپنی کتاب کی فصاحت کا دعوی نہیں کیا اور بنظر ایمان و
اسلام کے قرآن کی مدح کی ہے تو یہ اتہام ہر مذہب کے عالم پر ہوسکتا ہے مسلمان
بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی عالم عیسائی کو صحت انجیل اور تثلیث پر وثوق نہیں
صرف اعتقاد کے سبب یا مصلحت دنیا کے باعث کہتے ہیں۔ پادریصاحب

جو کہتے ہیں کہ علی چونکہ تعلیم یافتہ شخص تھے اسواسطے اُنہوں نے الفاظ غیر فصیح کم بولے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ نے کس مدرسہ میں تعلیم پائی تھی اور کس اُستاد کے سامنے کتاب رکھی تھی ظاہر ہے کہ مدرسہ آپ کا درس گاہ آغوش رسول مقبول صلعم تھا کتاب آپ کی مصحف روے رسول صلعم یا کتاب خدا زبان آپکی زبان رسول خدا صلعم تھی۔ پادریصاحب نے اگرچہ بوجہ بغض قرآن شریف کے جناب امیرؑ کو آنحضرت صلعم سے زیادہ فصیح کہدیا مگر یہ خبر نہیں رہی کہ اون کی فصاحت کا ثبوت آنحضرت صلعم کی فصیحت کا اثبات ہے ولنعم ما قیل

شعر نبیؐ و علیؑ ہر دو نسبت بہم ٭ دو تا دیکھے چون زبان قلم ٭ اور موارد الکلم جسکی عبارت مہمل اور بے نقطہ ہے اوسکی فصاحت کا حال کم علم آدمی بھی جانتے ہیں کہ مہمل عبارت فصاحت میں عام کتابوں سے بھی کمتر ہوتی ہے چہ جائیکہ اعلیٰ درجہ کی کتابوں کا مقابلہ کرے خصوصاً اُس کتاب کا مقابلہ جسکو خود مصنف فصاحت میں بےمثل سمجھکر اوسکی تفسیر میں جو قریزی کرے۔ علاوہ اسکے جو دو تین فقرے خطبہ کے پادریصاحب نے لکھے ہیں یعنے وسع احل العلم والحکم ولوم اھل الطلاع اسی میں ایک امر خلاف بلاغت موجود ہے کہ لفظ مدح کا مقابلہ لوم سے کیا ہے گو اہمال کے باعث ہو ذم سے چاہیے تھا چنانچہ صاحب اسمعیل بن عباد نے ابی تمام کے شعر میں اِس سقم کو اپنے استاد ابن عمید کے روبرو بیان کیا تھا کما فی المختصر تعجب ہے کہ موارد الکلم کا نام لکھتے ہوئے پادریصاحب کو شرم بھی نہ آئی مقامات حریری کی نسبت علاوہ جوابات مذکورہ بالا کے دو جواب اور بھی ہیں جواب اوّل پادریصاحب اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ قرآن میں مقامات حریری

کے مانند ہر ایک قبیلہ کے الفاظ بولے گئے ہیں صفحہ ۲۴۱ - اور یہ بھی انکا دعویٰ ہے کہ سوائے قریش کے سب عرب کے الفاظ وحشی اور گندہ محاورہ ہے لیکن ہمنے شعرائے مستندین کے اشعار سے سند لاکر الفاظ قرآنیہ کی فصاحت اور کثرت دوران کو ثابت کردیا پس بقول معترض مقامات میں باستثنائے الفاظ قرآنیہ ضرور گندے محاورے باقی رہے پھر مقامات کو قرآن سے کیا نسبت

جواب دوم یہ ہے کہ مقامات کی عبارت اگرچہ فصیح اور مسجع ہے اور اکثر محاسن لفظیہ اور انواع جناس اور استعارات وکنایات اسمیں ہیں مگر مصنف نے سجع کا اسقدر التزام کیا ہے کہ اکثر جگہ تکلف اور آورد معلوم ہوتی ہے سجع اسی وقت خوب معلوم ہوتی ہے جبکہ اس بے تکلفی اور آمد سے ہو کہ قصد تسجیع ظاہر نہو جسطرح قرآن مجید کے تمام فواصل آیات ہیں چونکہ سجع اور صنائع لفظیہ عام فہم صنعتیں ہیں پادریصاحب نے سمجھ لیا کہ یہ عبارت بھی حد اعجاز پر اور مقابل قرآن ہے اونکو یہ نہیں معلوم کہ یہ امور اصول بلاغت نہیں بلکہ اہل مذاق اور بلیغ لوگ کہتے ہیں کہ تسجیع میں الفاظ ومعانی سجع کے تابع ہوتے ہیں یعنی سجع کی رعایت سے غیر مقصود[۱] اور غیر ضروری لفظ بھرتی کرنے پڑتے ہیں اور

[۱] قال القاضی ابا قلانی ان السجع یتبع المعنی فیہ اللفظ الذی یؤدی السجع ولیس کذلک ما اتفق مما ہو فی معنی السجع من القرآن لان اللفظ یقع فیہ تابعاً للمعنی الخ وقال حازم ونعم وہو الوسط من یری ان السجع وان کان زینۃ الکلام فقد یدعو الی التکلف ۱۲

اسی باعث فصحاے عرب کی عبارتیں غیر مسجع[1] بھی ہوتی ہیں۔ مقامات کے ہر ایک
لفظ میں مثل قرآن کے وہ عذوبت نہیں جس سے مفردات میں رشاقت ظاہر ہو اور
نہ تالیف میں الفاظ کی ایسی مناسبت جس سے عبارت میں انسجام و سلاست
پیدا ہو قرآن کی عبارت ایسی معلوم ہوتی ہے جس طرح آبشار سے پانی گرتا ہے اور
اسی کو صنعت انسجام کہتے ہیں اور مقامات کی عبارت میں پڑھتے وقت یہ معلوم
ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی پہاڑ پر چڑھتا ہے مقامات کی عبارت میں اگرچہ صنائع لفظیہ
اور استعارات کے باعث آراستگی اور ساختگی ہے اور کہیں کہیں سادگی بھی
ہے مگر مثل قرآن کے ایسی سہل ممتنع نہیں کہ جس کی سادگی میں ساختگی اور ساختگی میں
بے ساختگی ہو قرآن کی عبارت سہل ایسی ہے کہ موجدان صرف و نحو پڑھکر اوسکا ترجمہ
کرنے لگتے ہیں۔ اور مشکل ایسی ہے کہ موجدان صرف و نحو جس کی ترکیب کر لینا فخر سمجھتے
ہیں اور مقامات کے ایک صفحہ کا بھی ترجمہ طالب العلم بغیر کتب لغت کے نہیں کر سکتی
اور ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ کلام کا حال مثل جواہر کے ہے پس اتنے ہی فرق سے
کلام کا مرتبہ دہ چند زیادہ ہو جاتا ہے مقامات کی عبارت اول سے آخر تک
ایک طرز اور ایک اسلوب پر ہے یعنی چھوٹے چھوٹے فقرے مسجع ہیں مگر فصحاء و بلغاء
کے نزدیک اسقدر کتاب طویل کا ایک طرز پر ہونا باعث ملال خاطر ناظر ہوتا ہی
اور قرآن کی عبارت مختلف اسلوب پر ہے جس سے ناظر کو ہر جگہ نیا رنگ اور نیا مزہ

---

[1] قال الخفاجی ان القرآن نزل بلغة العرب علی عرفهم و عادتهم وکان الفصیح منهم لا یکون کلامه کله
مسجوعا لما فیه من امارات التکلف والاستکراه سیما مع طول الکلام فلم یرد کله مسجوعا جریا منه علی عرفهم فی الطبقة
البالغة من کلامهم ولم یخل من السجع انتهی ۱۲ من الاتقان ۔ ۱۲

اور لطف معلوم ہوتا ہے۔ مقامات کے بعض مضامین اگرچہ دیگر کتب سے مستغنی
کرنے کے باعث عالی ہیں اور اکثر مثل قصص و حکایات دلچسپ ہیں مگر مثل مضامین
قرآن کے لطیف اور عالی تر اور دلربا نہیں جنکو سنکر دل میں ایک تغیر اور اثر پیدا ہو
مقامات کی عبارت میں اکثر مساوات ہے یعنے جسقدر الفاظ اسیقدر معانی اور
قرآن کی عبارت تھوڑی اور مضمون کثیر ایجاز کے مقام پر گویا دریا کو ایک کوزہ میں
بھر دیا ہے اور اطناب کے مقام پر وہ آمد اور روانگی ہے کہ گویا دریا بہتا ہے اکثر
عبارتونکے چند چند طرح سے ترکیب نحویہ اور معانی ہو سکتے ہیں اور ہر ایک عمدہ اور
درست ہے اور کل عبارت اول سے آخر تک یکساں چست ہے نہ کہیں ضعیف ہے اور
نہ سُست ہے اور مقامات میں یکساں عبارت نہیں اور بالفرض مقامات کی
عبارت بہت فصیح ہے مگر کسی مخالف و موالف نے اُسکو سحر تو نہیں کہا قرآن کو
مخالف اور معاند سحر کہتے تھے[1] مقامات کو تو کسی موالف نے بھی سحر نہیں کہا کیا
پادری صاحب نے اسلام کے ساتھ عقل و انصاف کو بھی ترک کر دیا وہ یہ تو خیال کریں کہ
صرف یوں کہدینا کہ فلاں کتاب فصاحت میں قرآن کے برابر ہے یہ دعویٰ
بے دلیل کیونکر پذیرا ہو سکتا ہے انکو مناسب تھا کہ مقامات کی عبارت جزو دو
جزو لکھکر عبارت قرآن سے مقابلہ کر کے دکھاتے اُسکے مصنف کی تحدی ثابت کرتے

[1] چنانچہ سورہ زخرف میں ہے وَلَمَّا جَآءَھُمُ الْحَقُّ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِہٖ کٰفِرُوْنَ اور سورہ مدثر میں ولید کا مقولہ منقول ہے ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ فَقَالَ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ایسے مقولات کفار کے جابجا قرآن میں مذکور ہیں اگر یہ افترا ہوتا تو کفار بلکہ اصحاب بھی آنحضرت صلعم پر اعتراض کرتے اور ایسا صریح جھوٹ دیکھکر فوراً مرتد ہو جاتے ۱۲ منہ

یا اہل علم کا اجماع بیان کرتے اور اگرچہ یہ بھی نہیں ہو سکتا تو یہی ثابت کریں کہ لبید و نابغہ جعدی و حسان و کعب و ابو ذویب عباسی و ولید وغیرہ صاحب مقامات کے برابر زبان عربی میں ماہر و واقف نہ تھے جو قرآن کے معارضہ اور اوسکے مثل عبارت کہنے سے عاجز ہو گئے اور قرآن کی فصاحت کو طاقت بشری سے فائق سمجھ لئے میری دانست میں ان شعراء کو فصاحت و بلاغت میں صاحب مقامات سے کم معرفت نہ تھی بلکہ جسقدر فصاحت و بلاغت کا چرچا اور زور شور عہد نبوت میں تھا بعد اسکے نہیں رہا پس ان شعراء مذکورین کے عجز اور عبارت قرآن کو سحر کہنے سے صاحب مقامات کا بھی عاجز ہونا ضرور لازم آئیگا ورنہ اسبات کا قائل ہونا پڑیگا کہ صاحب مقامات کے مقابلہ میں یہ شعراء مثل طفل ابجد خواں کے تھے۔ اور سبعہ معلقہ کی نسبت جو پادری صاحب لکھتے ہیں کہ اُنکے قرآن کی برابری کرنیکی سند مخالف کی کتاب سے لاؤ فقط سو ہمکو مخالف کی کتاب سے سند لانیکی کیا ضرورت ہے ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ مستند سند ہے اور وہ یہ ہے کہ لبید بن ربیعہ مصنف معلقہ رابعہ قرآن شریف کو کلام الہی اور معجزہ سمجھکر فوراً مسلمان ہو گیا اگر اُنکے نزدیک معلقات قرآن شریف کی برابری کرتے تو وہ کیوں مسلمان ہوتا کیا کسی کو اُنکے اسلام میں کلام ہے یا وہ جبراً مسلمان ہوا تھا۔

پادری صاحب انصاف سے کہیں کہ یہ سند مخالف کی کتاب سے بھی زیادہ مستند ہے یا نہیں اور لا نسلم کا جواب کسی کے پاس نہیں اور تعصب کیواسطے مخالف کی کتاب سے بھی سند لانا کافی نہیں وہ اسمیں بھی ہزار شق نکال دیگا اور تسلیم نکرے گا۔

قولہ اگر مسلمان اُسکو پیار کے سبب فصیح کہتے ہیں پر کوئی محقق اسکو فصیح نہیں مان سکتا۔ اقول مسلمان اُسکو پیار کے سبب فصیح نہیں کہتے بلکہ فصاحت کے سبب

اُسکو پیار کرتے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ اوسکے برابر فصاحت و بلاغت میں کوئی دوسرا کلام نہیں اور کوئی عربی داں ذیشعور باعقل اوسکی فصاحت کا منکر نہیں اور نافہم یا متعصب کا انکار قابل اعتنا نہیں غالباً پادریصاحب لفظ محقق کے مفہوم کو کلی منحصر فی فرد واحد سمجھکر صرف اپنے تئیں محقق جانتے ہیں اور کوئی دُنیا میں محقق پیدا نہیں ہوا۔ اگر دعویٰ تحقیق کا ہے تو کسی کتاب کی عبارت سے قرآن کا مقابلہ کیا ہوتا مسیلمہ کذاب کی عبارت میں وجوہ بلاغت کو بیان کیا ہوتا اور خود کچھ کہا ہوتا — اگرچہ کلام الٰہی کے وجوہ بلاغت اور لطائف و محاسن بیان کرنا ممکن نہیں مگر ہم حسب ضرورت متعصبین کی تنبیہ اور اتمام حجت الٰہی کے لئے بعض آیات کے وجوہ بلاغت بیان کرتے ہیں جس سے متعصب بھی دل میں قائل ہوجاوے کہ لاریب قرآن کے برابر کوئی کتاب نہیں اور ضرور یہ معجزہ ہے — دیکھو عرب میں عہد نبوت سے پیشتر یہ مثل نہایت فصیح اور مشہور تھی القتل انفی للقتل یعنی قتل نافی اور مانع تر ہے واسطے قتل کے مطلب اسکا یہ ہے کہ ہر گاہ آدمی کو یقین ہے کہ اگر میں کسی کو قتل کرونگا تو سزا میں ضرور قتل کیا جاؤنگا تو یہ خوف اوسکو دوسرے کے قتل سے باز رکھتا ہے ورنہ ہر روز ہزاروں خون ہوا کریں اور قتل سے باز رہنا باعث حیات انسان ہے پس خلاصہ اور نتیجہ مثل کا یہ ہوا کہ سزائے قتل میں آدمی کی زندگی ہے کما ذکرہ السیوطی و التفتازانی وغیرھم اور اسی مضمون مقصود کو حق تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے وَلَکُمۡ فِی الۡقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ ؕ اب ہم مثل مذکورہ کو کلام الٰہی سے مقابلہ کرکے کلام الٰہی کے وجوہ بلاغت بیان کرتے ہیں یقین ہے کہ ادیب و صاحب مذاق کی طبیعت اسکو دیکھکر پھڑک جائے اور متعصب کے دلمیں آگ بھڑک جاوے۔

اوّلاً کلام الٰہی نسبت مثل جاہلیت کے موجز اور مختصر ہے کیونکہ القصاص حیاۃ میں جو بمقابلہ مثل ہے دس حرف ہیں اور مثل میں چودہ حروف ہیں حالانکہ فصحائے عرب نے مثل میں بہت

کچھ اختصار کیا ہوگا اور ظاہر ہے کہ کلام موجز نسبت مطول کے فصیح ہوتا ہے دوم مثل میں لفظ
قتل کی تکرار ہے اور کلام الہی میں نہیں اور کلام خلل از تکرار غیر مفیدہ عمدہ ہوتا ہے اوس کلام
سے جسمیں تکرار ہو سوم آیۂ کریمہ عام اور مطرد ہے بخلاف مثل کے کیونکہ ہر قتل نافی اور مانع قتل
نہیں بلکہ بعض قتل باعث ہیجان قتال ہوجاتا ہے البتہ قتل خاص یعنی قصاص نافی قتل ہے
جسطرح آیت سے مفہوم ہوتا ہے چہارم نفی قتل کی عموماً مستلزم حیات نہیں ہے جو کہ مثل سے
مقصود ہو و ملا اور مقتضای حال ہے کیونکہ بعض قتل کی نفی میں ظلم ہے اور قطع حیات جسطرح
نفی قتل قاتل میں اور یہ مقصود آیۂ کریمہ سے خوب ظاہر ہے بلکہ اسی میں منصوص ہے اور
اسی کو مطابقت مقتضای حال کہتے ہیں جسپر بلاغت کا مدار ہے پنجم آیۂ کریمہ میں کوئی لفظ محذوف
نہیں انہیں دو لفظوں سے یہ مطلب دل نظر میں بلا تکلف نکل آتا ہے بخلاف مثل کے
کہ اسمیں باقاعدہ نحو چند الفاظ محذوف ہیں اولاً پہلے قتل کے بعد قصاصاً محذوف ہے۔
ثانیاً قتل دوم کے بعد ظلماً محذوف ہے ثالثاً بعد اوسکے صیغۂ افعل التفضیل یعنی انفی کا مفضول علیہ
محذوف ہے یعنی من ترکہ بس مثل کی تقدیر یعنی پوری عبارت یہ ہے۔ القتل قصاصا
انفی للقتل ظلما من ترکہ ششم آیۂ کریمہ میں لفظ حیات کے نکرہ فرمانے میں یہ فائدہ ظاہر
ہوتا ہے کہ حیات ایک شئی عظیم اور مرغوب فیہ ہے جسکی درازی اور تطاول کی انسان امید کیا کرتا
ہے ایسی ہی شئی سزاوار ایسی سزائے عظیم کی ہے کہ اوسکے عوض قتل نفس کیا جاوے چنانچہ
دوسری جگہ فرمایا ہے و لتجدنھم احرص الناس علی حیاۃ ہفتم صیغۂ افعل التفضیل غالباً اشتراک
کا مقتضی ہے یعنی فاضل کے وصف میں کچھ مفضول علیہ بھی شریک ہوتا ہے اور یہاں مفضول علیہ
ترک قصاص ہے پس چاہیے کہ ترک قصاص بھی نافی قتل ہو حالانکہ ایسا نہیں اور آیۂ کریمہ میں
ایسا اشتراک نہیں ہشتم آیۂ کریمہ قتل و جرح و قطع عضو وغیرہ اس قسم کے ہر جرم کی دافع و مانع

ہے کیونکہ قصاص سب کو شامل ہے اور مثل سے صرف قتل کی نفی ظاہر ہے نہم لفظ قصاص
سے معادلت اور مساوات ظاہر ہے اور مساوات عدل ہے بخلاف قتل کے کہ اوس سے
عدالت ظاہر نہیں چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں ایک مقتول کے عوض بیسیوں کو قتل کر لیتے
تھے تب خاموش ہوتے تھے دہم مثل کا مطلب جب سمجھ میں آتا ہے تب پہلے آدمی یہ
سمجھ لیوے کہ قصاص موجب باعث حیات انسانی ہو سکتا ہے بعدہٗ اس تصور کے
ذریعہ سے مثل کا مطلب ذہن نشین ہوتا ہے اور یہ آیہ کریمہ سے یہ مطلب بادی النظر و
اوّل وہلہ میں سمجھ میں آجاتا ہے یازدہم بادی النظر میں سامع کو مثل میں تناقض
ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شے خود اپنے نفس کی نفی کیونکر کر سکتی ہے یعنی قتل کی نفی خود
قتل کس طرح کریگا اور یہ امر آیہ کریمہ میں نہیں دوازدہم آیہ کریمہ میں اثبات ہے اور مثل
میں نفی ہے اور اثبات اشرف ہے کیونکہ مقدم ہے اور نفی بعد ہے سیزدہم آیہ کریمہ میں
صنعت طباق ہے یعنی اجتماع ضدین کیونکہ قصاص مشعر موت ہے جو حیات کی ضد ہو
چہاردہم آیہ کریمہ میں یہ عجب لطیفہ ہے کہ ایک ضد کو دوسری کا محل و مکان مستقر قرار دیا
ہے اور یہ استقرار حیات کا موت میں مبالغۂ عظیم ہے چنانچہ صاحب ایضاح کہتا ہے کہ
قصاص کو حیات کا منبع قرار دیا ہے اور اسیواسطے پہلے حرف فی ارشاد ہوا ہی پانزدہم مثل
میں حرف قلقلہ یعنی قاف کی تکرار ہے اور قلقلہ موجب ضغط و شدت کا ہے خصوصاً جبکہ
بعدہٗ نون غنہ ہو جسمیں بہ تکلف کرنا پڑتا ہے اور آیہ کریمہ میں یہ تکلف نہیں۔

اب ناظرین ذرا انصاف کریں کہ عموماً جس کلام میں ان وجوہ بلاغت سے ایک یا دو وجہ
پائی جاتی ہے تو لوگ اسکی مدح کرنے لگتے ہیں مثلاً جس کلام میں ایک لفظ ذومعنیین یا
اجتماع ضدین ہو یا صرف مختصر صاف روزمرہ بلا تکلف ہو تو کیا پسند ہوتا ہے اور جب

کلام میں اسقدر لطائف ہوں اوسکو اہل مذاق اور سخن شناس کیونکر اعجاز نہ کہیں شعر شاہد آں
نیست کہ موئی و میانی دارد * بندہ طلعت آں باش کہ آنی دارد * یہاں تک مقابلہ تھا اب
دو چار آیات کے وجوہ اعجاز بلا مقابلہ بیان کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو بصیرت ہو اور ہر ایک
آیت میں اسیطرح وجوہ بلاغت نکال لیا کریں۔ مثلاً آیہ کریمہ سورۂ نمل میں ہے یَآ اَیُّهَا
النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ دیکھو ادنیٰ
امر یہ ہے کہ اس آیت میں گیارہ اقسام کے کلام جمع کئے گئے ہیں اولاً ندا کیونکہ حرف یا ہے
ثانیاً کنایہ یعنی اَیُّ ثالثاً تنبیہ یعنی ہا رابعاً تسمیہ یعنی نمل خامساً امر یعنی اُدْخُلُوْا
سادساً قصص یعنی مَسٰكِنَكُمْ سابعاً تحذیر لَا يَحْطِمَنَّكُمْ ثامناً تخصیص یعنی
سُلَيْمٰنُ تاسعاً تعمیم یعنی جُنُوْدُهٗ عاشراً اشارہ یعنی وَهُمْ الحادی عشر عذر
یعنی لَا يَشْعُرُوْنَ۔ اور علاوہ ان کے پانچ حقوق آلہیہ کا بیان ہے اولاً حق اللہ ثانیاً
حق رسول ثالثاً نمل قائل کا حق جسکا یہ مقولہ ہے رابعاً رعیت نمل قائل کا حق خامساً
سلیمان اور لشکر کا حق۔ اور اسیطرح آیہ کریمہ سورۂ قصص میں ہے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى
اَنْ اَرْضِعِيْهِ الخ کہ اسمیں ادنیٰ بات یہ ہے کہ دو امر ہیں اور دو نہی ہیں دو خبر ہیں دو بشارت
ہیں۔ اور اسی طرح آیہ کریمہ سورۂ ہود میں ہے وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ
وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ مشہور
ہے کہ مخالفین قرآن نے اور مشرکین عرب نے جو قرآن کے مقابلہ پر تھے جب اس آیت کو سنا
تو کلام عرب میں بلکہ عجم میں مثل اس کے ہر چند تلاش کیا لیکن کوئی کلام نہ ملا جسمیں مثل
اسکے نرم اور شیریں الفاظ ہوں اور پھر اس خوبی کی بندش اور نظم اور اس طرح
معانی کی جودت اور رشاقت اور ایسا اختصار و ایجاز اور باوجود ایجاز کے گویا واقعہ

طوفان کی تصویر کھینچ دی ہے اور صورت حال پیش نظر کردی ہے پس عاجز ہو کر اقرار کیا کہ
ایسا کلام طاقت بشری سے خارج ہے۔ اللہ اکبر اس کلام معجز نظام کی بلاغت کہ
اگر اسکے محاسن بدائع لکھے جاویں تو ایک کتاب میں آئیں چنانچہ کرمانی نے صرف اسی
آیت کے محاسن اور صنائع و بدائع میں ایک کتاب جداگانہ لکھی ہے۔ علاوہ صنائع و بدائع
و لطایف معنی کے ایک ادنیٰ بات عوام فہم یہ ہے کہ باوجود اس ایجاز کے کتنے امور جمع
ہیں امر بھی ہے نہی بھی ہے خبر بھی ہے ندا بھی ہے تسمیہ بھی ہے نعت و صفت بھی ہے
بیان ہلاک بھی ہے بیان ابقا بھی ہے بیان سعادت بھی ہے بیان شقاوت بھی ہے
اور قصہ بھی ہے۔ اور اسیطرح آیہ کریمہ یعنی فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ کی
نسبت منقول ہے کہ ایک اعرابی نے جو اسکو سنا تو فوراً سجدہ میں گر پڑا اور سجدہ میں پڑا ہوا
کہتا تھا کہ سجدہ کرتا ہوں میں اس آیت کی فصاحت کو کیونکہ اسکی فصاحت ایسی ہی
عظیم ہے کہ قابل سجدہ کرنیکے ہے۔ اور حق یہی ہے کہ کوئی صاحب مذاق عربی داں اس
آیت کے ایجاز و اختصار اور معانی کثیرہ اور استعارہ لطیفہ و عظیمہ کو اگر خیال کرے تو
وجد میں آجاوے اور بیخود ہو جاوے۔ اور اسیطرح آیہ کریمہ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ
وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۝ میں کسقدر ایجاز و اختصار ہے اور ان دو لفظوں میں کسقدر معانی کثیرہ
اور اشیاء غیر عدیدہ مجتمع فرمائی ہیں کہ اگر تمام خلق اون چیزوں کی تفصیل کرے تو نہ ہو سکے
یہ چند آیات بطور نمونہ کے لکھ دئے ہیں کیونکہ تمام قرآن کی بلاغتیں اس مختصر میں نہیں
آسکتیں جس کسی کو تلاش ہو وہ کتب جو بلاغت و صنائع و بدائع قرآن میں جن کے
نام شروع رسالہ ہذا میں درج ہو چکے ہیں دیکھ لیوے اور اپنا اطمینان کر لیوے۔ اہل
اسلام نے قرآن کی تحقیق میں حتی المقدور کچھ فروگذاشت نہیں کیا اور بندہ نے ان

چند آیات کے بھی وجوہ بلاغت تھوڑے تھوڑے بقدر فہم عوام لکھہ دئے ہیں ورنہ ان
آیات کے بھی وجوہ بلاغت بہت ہیں اس فن کی کتابیں دیکھنے سے ثابت ہو جاویگا
بلکہ میں کہتا ہوں کہ کلام الٰہی کی بلاغتیں اور لطائف ان کتابوں میں بھی محصور اور منتہی
نہیں مخلوق کی کیا طاقت ہے کہ کلام خالق کے جملہ لطائف و نکات کو دریافت کر لیوے
جسقدر آدمی اس کلام معجز نظام میں غور کرتا ہو اسیقدر لطائف و نکات نکلتے آتے ہیں
اور جسقدر جسکی عقل و استعداد زیادہ ہو اسی قدر وجوہ اعجاز زیادہ معلوم ہوتے جاتے ہیں
اگر کسی کو اس تقریر میں شک ہو تو اسکی تصدیق کیواسطے بھی بطور نمونہ ہم ایک ایسی
آیت کے وجوہ بلاغت بیان کرتے ہیں کہ آجتک ہرگز کسی کا ذہن اسطرف نگیا ہوگا
کہ اس آیت میں اسقدر وجوہ اعجاز ہوں گے۔ کما ذکرہ السیوطی فی بعض رسائلہ و
وہ آیہ کریمہ یہ ہے اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا
اَوْلِیٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ
فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ناظرین بغور دل لگاکر ملاحظہ کریں کہ آیہ کریمہ میں علاوہ سلیست اور عذوبت
الفاظ کے علاوہ لطافت و رشاقت معانی و حسن نظم کے ایکسو پانچ امور اور وجوہ بلاغت
فن معانی و بیان و بدیع کے ظاہر ہو چکے ہیں خدا جانے کہ اور کس قدر مخفی ہونگے۔ چنانچہ
یہاں تین جگہ صنعت طباق ہے یعنی اجتماع ضدین اولاً درمیان اٰمَنُوْا اور
کَفَرُوْٓا کے کیونکہ ایمان کفر کی ضد ہے ثانیاً اور ثالثاً یعنی دو جگہ درمیان اَلظُّلُمٰتِ
اور اَلنُّوْرِ کے کیونکہ ظلمت نور کی ضد ہے اور آٹھ جگہ صنعت مقابلہ ہے اور یہ وہ
صنعت ہے کہ پہلے دو لفظ یا زیادہ متوافق المعنی بولے جائیں بعدہ اون کے مقابل دو
مخالف الفاظ علی الترتیب بولے جاویں اور اس صنعت میں صنعت طباق سے

یہ فرق ہے کہ اسمیں الفاظ علی الترتیب ہوتے ہیں اولًا اَللّٰہ اور طاغوت کے
درمیان مقابلہ ہے کیونکہ مشرکین نے انکو بھی معبود فرض کر لیا تھا ثانیًا ولی اور اَوْلِیَآء
کے درمیان مقابلہ ہے کیونکہ اس فن میں مفرد مقابل ہے جمع کے ثالثًا اٰمَنُوا اور کَفَرُوْا
میں مقابلہ ہے رابعًا یُخْرِجُ اور یُخْرِجُوْنَ کے درمیان مقابلہ ہے خامسًا و
سادسًا حرف اِلیٰ جو انتہائے غایت کے واسطے ہے دو جگہ حرف مِنْ سے جو
ابتدائے غایت کے واسطے ہے مقابل ہے سابعًا ظُلُمٰت اور نُوْر میں مقابلہ
ہے ثامنًا نور اور ظُلُمٰت میں مقابلہ ہے۔ اور ایک یہاں صنعت مشاکلت
اور استعارہ تہکمیہ ہے یعنی ایک شے کو دوسری شے کی صحبت و مجاورت کے سبب
اوسی لفظ و شکل سے بیان کیا جاوے اور استعارہ تہکمیہ یہ ہے کہ لفظ اپنی معنی حقیقی
کی ضد میں استعمال کیا جاوے چونکہ اخراج ایمان سے کار دشمنانہ ہے نہ دوستانہ اور نیز
بحکم اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ طاغوت اولیاء نہیں مگر چونکہ پہلے اَللّٰہُ وَلِیُّ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ہے اوس کی مشاکلت سے طاغوت کو بھی بطور تہکم و ظرافت کے اولیاء
فرما دیا ہے اور یہ صنعت اردو میں بھی مروج ہے ــــ ایک یہاں احتراس ہے یعنی کلام
کو ایک نکتہ سے مقید کرنا تاکہ وہم ناشی کو دفع کرے یہاں لفظ اولیاء سے وہم ہو سکتا
تھا کہ شاید لفظ اولیاء کو معنی دشمن بطور ظرافت وطعن نہ کہا ہو بلکہ جس طرح ولی المومنین
مومنین کے ساتھ کرتا ہے اسی طرح اولیاء کفار یعنی طاغوت کفار کی مدد کرتے ہوں
لہذا اس وہم کو دفع کر دیا کہ دیکھو ان اولیاء کا یہ کام ہے کہ گمراہ کرتے ہیں ــــ اور ایک یہاں
صنعت قول بالموجب ہے یہ دو قسم پر ہوتی ہے ایک یہ کہ غیر کے کلام کے دو معنی
لے جاویں جو خلاف مراد متکلم ہو بشرطیکہ وہ معنی بھی لفظ سے محتمل ہوں اور متکلم کے

معنی مرادی پر بھی قرینہ ہو۔ چونکہ مشرکین طاغوت کو اپنا معین و مددگار اور نافع و موثر
سمجھتے تھے اسلئے طاغوت میں ولایت کا ثبوت ہوا لیکن حق تعالیٰ نے یہاں اولیاء
کو بمعنی خلاف مراد مشرکین فرمایا ہے یعنی اضلال میں مددگار ہیں چنانچہ بعدہ تفسیر کی
ہے یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اور یہ صنعت اردو میں بھی مستعمل ہے شاہد
یہ ہے ابو داؤد جاریۃ بن الحجاج شعر قلت ثقلت اذ اتیت مرارا ؁ قال ثقلت
کاهل بالایادی ؁ قلت طولت الخ کما فی المختصر والمطول۔

اور دوجگہ یہاں صنعت فرائد ہے یعنی جملہ میں کوئی ایسا یکتا لفظ ہو کہ اوسکا قائم مقام دوسرا
لفظ نہ ہوسکے اور ایسے یہاں دو لفظ ہیں اولاً لفظ ولی ہے کیونکہ اس لفظ کے معنی ہیں
قریب خلاف اجنبی اور دوست اور متصرف بر کسی اور آزاد کنندہ اور ناصر اور معین اور
متکفل امور کسے وغیرہا پس جسقدر کہ یہ سب معانی مناسب ذات خالق و مخلوق ہیں اور
جسقدر کہ اس لفظ سے محبت میں ایک خصوصیت اور قرب معنوی اور مکاتبت اور
اعتنا بمصلحت اور تصرف و امداد مفہوم ہوتی ہے ایسی کسی دوسرے لفظ سے مثل
ناصر و مالک و محب وغیرہ کے مفہوم نہیں ہوتی ثانیاً لفظ فریدہ طاغوت ہے کہ جس
قدر اس لفظ سے مذمت اور برائی نکلتی ہے ایسی دوسرے لفظ سے نہیں نکلتی۔

اور ایک یہاں وجہ بلاغت احتباک ہے یعنی دو عبارتیں ایسی مذکور ہیں کہ عبارت
اولیٰ میں سے ایسا جملہ حذف کردیا ہے جس کا نظیر دوسری عبارت میں موجود ہے
اور دوسری عبارت میں سے ایسا جملہ حذف کردیا ہے جسکا نظیر پہلی عبارت میں موجود
ہے پس پہلی عبارت یوں ہونی چاہیے اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهُمْ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ
اور دوسری عبارت یوں ہونی چاہیے وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیْسَ اللّٰهُ بِوَلِیِّهِمْ مگر پہلی عبارت میں

سے جملہ اولی محذوف کر دیا کیونکہ اوس کا نظیر دوسری عبارت میں موجود ہے یعنی اُولٰٓئِکَ
اَصۡحٰبُ النَّارِ اور دوسری عبارت سے دوسرا جملہ حذف کر دیا کیونکہ اوسکا نظیر اَللّٰہُ
وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا موجود ہو —— اور ایک یہاں صنعت افتنان بھی ہے یعنی جمع
کرنا کلام میں مختلف فنون کو چنانچہ مومنین کی مدح فرمائی ہے اور کفار کی مذمت بھی کی
ہے جس طرح سورۂ رحمٰن میں ہے کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ ۚ وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ
وَالۡاِکۡرَامِ یہاں کل مخلوقات کے فنا کی تعزیت بھی کی ہے اور اپنی ذات پاک کے بقا
پر افتخار بھی فرمایا ہو —— اور دو جگہ یہاں صنعت مذہب کلامی ہے یعنی مطلوب پر
خلاف متکلمین کے حجت و استدلال کرنا پس تقدیر آیت کی یہ ہے مَنۡ اٰمَنَ فَاللّٰہُ و
لیہ ومن کان اللّٰہ ولیہ فھو المھتد فالمؤمن مھتد اور یہی مطلب ہے اس
جملہ کا یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ اور دوسرے جملہ کا بھی ایسا ہی حال ہے یعنی
من کفر فولیہ الطاغوت ومن کان الطاغوت ولیہ فھو ضال اور یہی مطلب ہے
اس جملہ کا یُخۡرِجُوۡنَہُمۡ مِّنَ النُّوۡرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ شاہد نابغہ شعر کفعلک فی قوم اراک
اصطنعتھم ؛ فلم ترھم فی شکر ذلک اذنب ؛ کما فی المختصر والمطول والعقل۔
اور دو جگہ یہاں صنعت ارسال مثل ہے یعنی ایسا کلام کہنا جو مثل ہونے کی قابلیت رکھے
اور یہاں بھی ایسے دو جملے ہیں اوّلًا اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۔ ثانیًا وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَوۡلِیٰٓـؤُہُمُ
الطَّاغُوۡتُ ۔ ایک یہاں بنا بر رائے سکاکی کے التفات ہے کیونکہ اوسکے نزدیک امر
مخالف کے تقدم کی شرط نہیں مثلاً کوئی خلیفہ خود کہے امیر المؤمنین یأمرک
اس میں بھی التفات ہے کیونکہ یہاں یوں کہنا چاہیے اَنَا اٰمرک اسی طرح یہاں چونکہ
مقام محل ولی الذین امنوا کا ہے اور بجائے اوس کے فرمایا اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ

اٰمَنُوا۔ پس یہ التفات ہوا۔ اور دو جگہ یہاں وجہ بلاغت تقسیم ہے اولاً مومن اور کافر میں تقسیم ہے کیونکہ آدمی مومن ہے یا کافر ہے تیسری قسم نہیں کقولہ تعالیٰ فمنھم شقی و سعید ثانیاً نور اور ظلمات میں تقسیم ہے کیونکہ طریق بھی دو ہیں ایمان یا کفر چنانچہ حدیث میں ہے الکفر ملۃ واحدۃ ۔ اور ایک یہاں وجہ بلاغت اتساع ہے یعنے ایسا کلمہ لانا جس کے چند معنی ہو سکیں اور اوس میں تاویل کی گنجائش ہو اور وہ کلمہ یہاں ولی ہے اس کے معنی یہاں ناصر بھی ہو سکتے ہیں اور متولی امور بھی اور محب بھی اور تین جگہ یہاں تفنن ہے یعنی جیسے معنی ہوں واحد خواہ جمع اوسی طرح کا لفظ بھی ہو اولاً و ثانیاً یعنی دو جگہ نور کو واحد فرمایا ہے اور ظلمات کو جمع کیونکہ طریقہ حقہ اور راہ راست مثل خط مستقیم کے ایک ہی ہے اور ظلمات یعنی کفر و بدعت کے ہزار ہا اقسام ہیں ثالثاً ولی المؤمنین کو واحد فرمایا ہے اس واسطے کہ وہ واحد ہے اور اولیاء کفار کو بصیغہ جمع فرمایا اس واسطے کہ اون کے ولی یعنی معبودان باطلہ بہت ہیں اور آٹھ جگہ یہاں مجاز ہے اور مجاز حقیقت سے ابلغ ہے اولاً معنی اخراج میں مجاز ہے یعنی حق تعالیٰ منع کرتا ہے کفر میں داخل ہونے کو نہ یہ کہ نکالتا ہے ثانیاً اخراج کی نسبت یعنی اسناد فاعلی حق تعالیٰ کی طرف مجاز ہے کیونکہ در حقیقت وہ نہیں نکالتا تاکہ ایمان جبری و قہری نہ ہو جاوے بلکہ توفیق و خیر عنایت کرتا ہے اور ارشاد و ہدایت فرماتا ہے ثالثاً یخرجونھم بھی اخراج کے معنی میں مجاز ہے کما مر رابعاً نسبت اسناد اخراج کی طاغوت کی طرف بھی مجاز ہے خامساً و سادساً دو جگہ ظلمات کے معنی میں مجاز ہے کیونکہ کفر مراد ہے نہ اصل تاریکیاں سابعاً و ثامناً نور سے مجازاً ایمان مراد ہے۔

اور تین جگہ وجہ بلاغت یہ ہے کہ تقدیم و تاخیر ہے اولاً سیاق اسکا مقتضی تھا کہ جسطرح جملہ اولیٰ میں لفظ اللہ مقدم کیا ہے اسیطرح جملہ ثانیہ میں لفظ طاغوت مقدم ہونا چاہیے لیکن اس صورت میں مشرکین وغیرہ عربی داں کو گماں ہوتا کہ طاغوت اللہ کے مقابل ہو لہذا طاغوت کو آخر میں ڈالدیا تاکہ مقابلہ نہ رہے ثانیاً جسطرح جملہ اولیٰ میں اللہ مبتدا ہے اور ولی خبر ہے اسیطرح دوسرے جملہ میں طاغوت کو مبتدا اور اولیا کو خبر کرنا چاہیے تھا مگر اسکے برعکس کیا تاکہ ظاہر ہو کہ طاغوت ایک مجہول الحال اور مخفی و منکر چیز ہے کیونکہ نحو کا قاعدہ ہے کہ اعرف کو مبتدا کرتے ہیں اور اخفی کو خبر یہ عجیب امر ہے کہ طاغوت کی تاخیر میں بقاعدہ علم معانی و بیان اور بقاعدہ نحو دونوں فن کے موافق بلاغت و نکتہ ہے ثالثاً لفظ فیھا بلفظ خٰلِدُوْنَ سے موخر ہونا چاہیے تھا مگر اس تاخیر میں فاصلہ پیدا نہوتا اور سجع و فاصلہ کی رعایت حسن کلام اور بلاغت ہے۔ اور منجملہ وجوہ بلاغت کے صنعت عکس و تبدیل ہے مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اور مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ میں اور ایک یہاں وجہ بلاغت تردید ہے لفظ یخرج میں اور تردید میں تکریر سے یہ فرق ہے کہ تردید میں لفظ ثانی اوس سے متعلق نہیں ہوتا جس سے پہلا لفظ متعلق ہو چنانچہ یہاں یخرج دو جگہ ہے مگر ایک کا فاعل اللہ ہے اور دوسرے کا فاعل طاغوت ہے۔ اور دو جگہ مبالغہ ہے اولاً ولی میں ثانیاً طاغوت میں۔ اور تین جگہ مبتدا اور خبر کی تعریف سے حصر کا فائدہ ہوا اولاً اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے یہ حصر ظاہر ہوا کہ مومنین کا ولی بجز خدا کے کوئی نہیں اور ثانیاً اَوْلِيٰٓؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ سے یہ حصر ظاہر ہے کہ کفار کے اولیاء بجز طاغوت کے اور کوئی نہیں ثالثاً اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ سے یہ حصر ظاہر ہے کہ بجز کفار کے

اور کوئی اصحاب نار نہیں۔

اور ایک یہاں وجہ بلاغت تاکید ہے کہ ضمیر ھم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار لاریب مخلد فی النار ہیں۔ اور ضمیر ھم کی تقدیم سے کفار کے حال کی طرف اہتمام بھی ظاہر ہے۔ اور بعد ذکر کفار کے پھر اسم اشارہ لائے ہیں یہ بلاغت اور فائدہ ہے کہ جو حال اور وصف کہ آیندہ مذکور ہوتا ہے یہ کفار اوس کے لائق اور مستحق ہیں اور گیارہ جگہ صنعت تغلیب ہے یعنی ان حالات میں ذکور واناث دونوں مشترک ہیں مگر بوجہ اشرف افراد کے سب صیغہ مذکر فرمائے ہیں اولاً وثانیاً دو جگہ الذین ثالثاً ورابعاً امنوا وکفروا خامساً وسادساً وسابعاً وثامناً ضمیر ھم تاسعاً خالدون عاشراً اصحاب الحادی عشر ضمیر یخرجون کیونکہ طاغوت اگرچہ شامل ہے شیطان اور اصنام اور کل معبودان باطلہ کو مگر بوجہ شیطان کے ضمیر مذکر عاقل کی فرمائی ہے۔

اور ایک یہاں صنعت جناس اشتقاق ہے یعنی اصل اشتقاق میں دو کلمہ مشترک اور مجتمع ہوں جس طرح یہاں نور اور نار ہیں۔ اور نیز درمیان ھم اور نہم کے صنعت جناس طرف ہے یعنی دو لفظ ایسے ہیں کہ اگر کسی ایک کے اول یا وسط یا آخر سے ایک حرف دور کر دیا جاوے تو دونوں متجانس ہوجاتے ہیں جس طرح وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ وَجُدِّیْ بِجَدِّیْ

مصرعہ
یمدون من اید عواص عواصم

اور نیز اجناس محرف ناقص ہے درمیان الی اللہ ولک کے اس واسطے کہ اولک میں قرأت میں ظاہر نہیں ہوتی۔

اور نیز جناس خطی ناقص ہے درمیان اولیاء اور اولئک کے کیونکہ بعد

الف کے واو لکھی جاتی ہے۔ اور درمیان ولی اور ال کے جناس مشوش ہے۔
اور ایک یہاں وجہ بلاغت وصل ہے جملۂ والذین کفروا کو جملۂ الذین امنوا سے
اور نسبت دونوں میں جو وصل کیلئے درکار ہوتی ہے نسبت تضاد ہے۔ اور چار جگہ
فصل ہے۔ اولاً جملہ یخرجہم کو اپنے ماقبل سے کیونکہ یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔
ثانیاً یخرجونہم کو اپنے ماقبل سے کہ جملہ بھی مستانفہ ہے ثالثاً اولٰئک اصحاب النار
رابعاً ھم فیھا خالدون یہ دونوں جملہ بھی محض تاکید ہیں۔ اور دو جگہ ایجاز و قصر
ہے اولاً یخرجھم من الظلمات الی النور یہ جملہ قایم مقام ہے اسقدر عبارت کے
جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ مومنین کو خارج کرتا ہے وساوس باطلہ اور حب دنیا اور بدعات
وضلالات متعددہ سے اور یقین اور رضا اور صبر اور توکل اور زہد اور ورع جو
باعث تکمیل ایمان ہیں عطا فرماتا ہے ثانیاً یخرجونھم من النور الی الظلمات
کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ اور ایک یہاں وجہ بلاغت انسجام بھی ہے یعنی اس
آیت میں بلکہ تمام قرآن میں الفاظ کی عذوبت اور لینت اور بہتر تناسب الفاظ اور
حسن نظم اور عدم تعقیدات کے سبب عبارت ایسی خوشنما معلوم ہوتی ہے جسطرح
آب رواں اوپر سے نشیب کی طرف بہتا ہوا خوشنما معلوم ہوتا ہے۔
اور ایک یہاں وجہ بلاغت ایتلاف ہے یعنی الفاظ اپنے معانی سے اس طرح
متناسب اور موتلف ہیں کہ جو معنی مفخم ہیں اوس کے واسطے لفظ بھی باعتبار
تلفظ کے مفخم ہے اور جو معنی کہ رقیق اور نرم ہیں اوس کے واسطے لفظ بھی
باعتبار تلفظ کے رقیق اور نرم ہے۔ چنانچہ ذات باری تعالیٰ مفخم ہے اوس کے
واسطے لفظ اللہ بھی مفخم ہے اور تسمانے طاغوت میں چونکہ بوجہ غلظت کے

تفخیم ہے اوسکے واسطے لفظ بھی مفخم ہے اور چونکہ کفر میں بوجہ غلظت کے تفخیم ہے اس واسطے لفظ بھی مفخم ہے کیونکہ را مہلہ حروف مفخمہ سے ہے اور اسی طرح ظُلُمٰات اور خَالِدُونَ میں معنی و لفظ دونوں مفخم ہیں اور لفظ وَلِیُّ اور اٰمَنُوْا کے معنی رخت غیر نرم ہیں لہذا اون کے واسطے الفاظ بھی رقیق ہیں اور نور بہ نسبت ظلمات کے رقیق ہے کیونکہ مفرد بہ نسبت جمع کے خفیف ہوتا ہے۔

اور ایک یہاں صنعت طرد وعکس ہے یعنی دو کلام ایسے ہیں کہ ہر ایک کا منطوق دوسرے کے مفہوم کو ثابت اور مقرر کرتا ہے چنانچہ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا منطوق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف مومنین کا ہی ولی ہے اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کا ولی نہیں اور وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ کا منطوق یہ ہے کہ کفار کے ولی طاغوت ہیں اور مفہوم یہ ہے کہ مومنین کے ولی طاغوت نہیں پس ہر ایک کا منطوق دوسرے کے مفہوم کو ثابت کرتا ہے اور ایک یہاں وجہ بلاغت تمکین ہے یعنی فاصلہ متمکن اور مستقر ہے اوسمیں تقلقل نہیں ہے۔

اور ایک یہاں وجہ بلاغت صنعت تشریع ہے یعنی اثنا سے کلام میں ایسا لفظ ہے کہ وہ بھی فاصلہ ہونیکی لیاقت رکھتا ہے چنانچہ جملۂ اول میں الی النور ہے اور جملۂ ثانیہ میں الی الظلمات شعر یا خاطب الدنیا الدنیۃ انہا شرک الردی و قرارۃ الاکدار یہاں شرک الردی پر بھی توقف جائز ہے اور الاکدار پر بھی پہلی صورت میں وزن ضرب ثانی بحر کامل ہوگا اور دوسری صورت میں ضرب ہشتم کامل ہوگا اور ایک یہاں صنعت تہذیب ہے یعنی کلام ایسا مہذب اور منقح ہے جس میں مجال اعتراض نہیں بلکہ تمام قرآن ایسا ہی ہے۔

اور دو جگہ بیان صنعت استتباع ہے یعنی ایک شے کا کوئی ایسا وصف بیان کیا جاوے جس سے دوسرا وصف نکل آوے اولاً جب فرمایا کہ اللہ مومنین کا ولی ہے تو اس سے یہ امر بھی نکل آیا کہ اللہ اون کو ہدایت کرتا ہے اور پھر اسی وصف کو ارشاد کیا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ثانیاً جب فرمایا کہ کفار کے ولی طاغوت ہیں تو اس سے وصف اضلال نکل آیا چنانچہ اوس کی بھی تفسیر فرمادی يُخْرِجُونَهُم اور تفسیر خلاف استتباع نہیں شاہد متنبی

شعر نهبت من الاعمار ما لو حويته ؛ لهنيت الدنيا بانك خالد ؛

اور ایک یہاں يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ میں استعارہ تخییلیہ ہے کیونکہ ضلالت سے ہدایت کیطرف منتقل ہونیوالے کو ایسے شخص سے تشبیہ دی ہی جو کہ پہلے تاریکی میں بیٹھا ہو اور وہاں سے اوٹھکر روشنی میں آجاوے پس یہاں مشبہ کو بیان کردیا ہے اور مشبہ بہ کو محذوف کیا اور لفظ اخراج کو جو لازم مشبہ بہ ہے بیان کیا تاکہ وہ ملزوم محذوف پر دلالت کرے اور ایک اسی جملہ میں صنعت توریہ ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ روز قیامت کو تمام آدمی اولاً تاریکی میں ہوں گے پھر حق تعالیٰ کی جانب سے نور اور روشنی پونہچے گی پس مومنین کے واسطے وہ نور باقی رہے گا اور کفار کے واسطے وہ نور مختفی ہوجاوے گا وہ بدستور اندہیرے میں رہیں گے اس صورت میں ظلمات اور نور کے معنی حقیقی بھی ہوں گے اور مجازی بھی اور معنی حقیقی مجازی سے بعید الفہم ہیں اور یہی توریہ ہے۔

اور اس حدیث کے موافق صنعت تلمیح بھی ہوگی کیونکہ معنی حقیقی اشارہ ہیں۔ ایک قصہ کائنہ کی طرف جو آئندہ ہوگا اور اس بنا پر اس جملہ میں معنی حقیقی اور مجازی کا

دونوں معنی مراد ہوں گے اور یہ امر خصوصیات قرآن سے ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ ہر لفظ قرآنی کے واسطے ایک معنی ظاہری ہیں اور ایک باطنی ہیں۔

اور نیز یہاں بنا بر صنعت توریہ کے صنعت استخدام بھی ثابت ہوگی جسطرح صاحب مصباح نے استخدام کی تعریف کی ہے یعنی کوئی ایسا لفظ ہو کہ جس کے دو معنی ہوں اور دونوں مراد ہوں اور اس لفظ کے بعد دو لفظ ایسے ہوں کہ ہر ایک لفظ ہر ایک معنی کی خدمت کرتا ہو یعنی ہر ایک معنی کا مؤید و معین ہو پس یہاں ہرگاہ لفظ نور اور ظلمات کے معنی حقیقی اور مجازی دونوں مراد ہوں تو معنی حقیقی پر لفظ اخراج دلالت کرے گا کیونکہ اخراج حقیقی انتقال مکانی ہے اور معنی مجاز پر لفظ اٰمنوا اور کفروا دلالت کرتا ہے۔ اور دو جگہ یہاں لف ونشر ہے۔

اولاً جملہ اللّٰہُ ولیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا یُخْرِجُھُمْ میں لف ونشر مرتب ہے کیونکہ ضمیر مستتر جو فعل یخرج میں ہے لفظ اللہ کیطرف راجع ہے اور ضمیر مفعول یعنی ھُمْ الَّذِیْنَ موصول کی طرف راجع ہے ثانیاً جملہ یُخْرِجُوْنَھُمْ میں لف ونشر غیر مرتب ہے۔

اور چار مقام پر وجہ بلاغت یہ ہے کہ جس جملہ کے مضمون میں ثبوت و استمرار ہے اوس مضمون کیواسطے جملہ بھی اسمیہ فرمایا ہے جس میں کہ ثبوت و استمرار ہوتا ہے **اولاً** اللّٰہُ ولیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا یعنی ولایۃ اللہ علی المؤمنین ثانیاً اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یعنی ولایۃ الطاغوت ثالثاً اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ یعنی دخولھم فی النار رابعاً ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ یعنی خلودھم۔

اور چار جگہ یعنی اٰمنوا اور کفروا اور یخرجھم اور یخرجونھم کو جملہ فعلیہ اس واسطے فرمایا کہ جملۂ فعلیہ میں حدوث اور تجدد ہوتا ہے اور ان امور میں

بھی حدوث اور تجدد ہے   اور ایک یہاں صنعت تسہیم ہو یعنی ماقبل فاصلہ پر دلالت
کرتا ہے چنانچہ لفظ کفروا خلود فی النار پر دلالت کرتا ہے۔

یہ سب ایکسو پانچ وجوہ بلاغت ہیں   اور معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ انکے بعض
فوائد نحویہ اور اصول و فقہ و سلوک وغیرہ کے بھی مسائل اس میں موجود ہیں توحید الٰہی
اور نفی معبودان باطلہ کی تو ظاہر ہے اور یہ کہ آدمی یا مومن ہے یا کافر ہے تیسری قسم
نہیں اور کفار مخلد فی النار ہیں اور مومن گنہگار مخلد فی النار نہیں   اور یہ بھی اس
آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ کافر مسلم کا وارث نہیں ہو سکتا اور نہ مسلم کافر کا اور نہ دونوں
میں نکاح جایز ہے اور نہ کافر کو مومن پر ولایت پہنچ سکتی ہے کیونکہ اللہ کا دوست
اللہ کے دشمن کا دشمن ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مومن کا دوست حقیقی بجز ذات
پاک کے اور کوئی نہیں پس جسقدر جس کا ایمان ہے اوسی قدر اوس کو اللہ سے
دوستی ہے اسواسطے ایمان دار کو لازم ہوا کہ سوائے ذات پاک واجب الوجود
کے کسی کو دوست حقیقی نہ سمجھے اور ہر وقت اپنے معبود کی طرف متوجہ رہے اور
زخارف دنیوی میں دل نہ لگاوے اور دین کو دنیا کے عوض فروخت نہ کرے۔

اب ناظرین بنظر انصاف دیکھیں کہ جس کلام میں اسقدر وجوہ بلاغت ہوں
اور اس مرتبہ پر بدائع و فوائد ہوں اوس کو مسلمان کیونکر خدا کا کلام نہ کہیں اور
کس طرح اوس کو پیار نہ کریں اور اہل اسلام پر منحصر نہیں جو آدمی بافہم صاحب
مذاق حق پسند راستباز ہوگا اور کوئی امر دنیاوی طمع و تعصب وغیرہ اوس کو
مانع و عائق نہ ہوگا وہی اس کلام کو پیار کرے گا۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ بلاغت کلام کی انہیں امور مندرجہ کتب فصاحت

پر موقوف نہیں اور صرف صنائع و بدائع میں منحصر نہیں بلکہ ایسے صنائع و بدائع سے کہ جن سے تکلف ظاہر ہو اور ثابت ہو جاوے کہ متکلم ہمہ تن اسی طرف متوجہ ہے کلام میں تاثیر اور بلاغت نہیں رہتی جسطرح مقامات حریری کا حال ہے صنائع و بدائع بھی وہی خوب معلوم ہوتے ہیں جنسے کلام میں آمد ظاہر ہو اور متکلم کا قصد تصنع ظاہر نہو بعض کلام صاف صاف اور سیدھا جسمیں محض آمد ہو ایسا پیارا معلوم ہوتا ہے کہ ویسا صنعت دار کلام پیارا معلوم نہیں ہوتا۔ حق یہ ہے کہ فصاحت و بلاغت ایک ایسی وجدانی اور ذوقی چیز ہے کہ اسکو اہل زبان ہی بشرطیکہ اہل دل اور صاحب مذاق ہو خوب سمجھتا ہے اور کوئی نہیں سمجھتا اور نہ کوئی دوسرے کو خوب سمجھا سکتا ہے اگر کوئی حلاوت و ملاحت کا مزہ ناواقف کو سمجھا وے تو بلاغت کلام کو سمجھا دے۔ اسکی پختہ شہادت اور عمدہ ثبوت یہی ہے کہ اہل زبان اور ارباب فہم و مذاق جس کلام کی جسقدر مدح و تحسین کریں اوسی قدر اوس کلام کا مرتبہ سمجھا وے اور اگر باوجود دعوی اور درخواست مثل کے کوئی اسکا مثل نہ کہہ سکے تو اوس کلام کی بلاغت کو حد اعجاز پر سمجھنا چاہیئے اور ظاہر ہے کہ قرآن کی عبارت کو سنکر تمام عرب کے فصحاء و بلغاء باوجود عناد و مقابلہ کے مدح کرتے تھے اور بڑے بڑے صاحب مذاق اور مدعی بلاغت مثل حسان ولبید و کعبین[1] و نابغہ جعدی وغیرہم ہزارہا آدمی بیتاب ہو کر ایمان لے آئے اگر آنحضرت صلعم کو اس دعوی میں کاذب سمجھتے تو کیوں ایمان لاتے یا آنحضرت کو معقول کر کے مرتد ہو جاتے اور ان شعرا کیطرف یہ بھی احتمال نہیں کہ جبر و اکراہ سے مسلمان ہو گئے ہوں یا کسی لالچ و طمع سے ایمان لائے ہوں۔

---

[1] کعب بن مالک اور کعب بن زہیر ۱۲

پس پادریصاحب کا یہ اتہام کہ مسلمان بلا تحقیق قرآن کو پیار کرتے ہیں اور کوئی محقق اسکو فصیح نہیں مان سکتا بداہتہً اور یقیناً باطل اور خلاف واقع ہے۔

ان محققین عرب کی شہادت بلاشک کافی ووافی ہے **شعر**

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

تیسری فصل اُن آیات کے بیانمیں جنکو مخالف باہم متخالف کہتا ہے

قولہ فصل دوم قرآن کی اون آیتوں کے بیان میں جو آپس میں مخالف ہیں۔ واضح ہو کہ مؤلف اعجاز عیسوی نے ہماری پاک کتاب یعنی بائبل میں سے بڑی کوشش کرکے اس قسم کی آیات بہت سی نکالکر پیش کی تھیں جنکا جواب دیاگیا اور بتلایا گیا کہ انمیں ہرگز مخالفت نہیں ہے۔ **اقول** معلوم نہیں کہ جواب دینے کا فاعل مجہول کون ہے اگر کوئی غیر شخص ہے تو اوسکا نام لکھنا چاہیئے تاکہ اوس کی کتاب کو کوئی دیکھے اور اگر وہ فاعل مجہول خود ہیں اور مراد جواب سے ہدایۃ المسلمین کا اول ہے تو اس جواب کا وہی حال ہے جو ہم نے شروع میں بیان کردیا ہے کہ اکثر جگہ بلادلیل خیر معقول اسقدر لکھدیا ہے کہ یہ کچھ اختلاف نہیں یا کہ یہ مجاز ہے حالانکہ مجاز کے واسطے اصل زبان کا محاورہ معلوم اور قرینہ ہونا ضرور ہے اہل عقل کے واسطے یہ جواب کافی نہیں یہ تو صاف اختلاف کا اقرار ہے خصوصاً انجیل میں کیونکہ ہرگاہ انجیل کا اصل متن دنیا میں موجود نہیں اور یہی ترجمے اصل کے قایم مقام ہیں تو پہر کوئی کیونکر یقین کرے کہ اصل میں اختلاف ہے یا ترجمہ میں اور اصل زبان میں ایسا مجاز بولاجاتا تھا یا نہیں۔

پادریصاحب بازار میں یا اپنے جلسہ میں عوام کے سامنے ایسی باتیں کریا کریں

کتابوں میں نہ لکھا کریں اور اسی باعث بندہ نے اُن جوابونکا جواب لکھنا ضروری نہیں سمجھا۔ **قولہ** پر اب یہ دکھلایا جاتا ہے کہ قرآن میں وے آیتیں جو آپسمیں مخالفت رکھتی ہیں کسقدر ہیں جنسے ثابت ہوتا ہی کہ قرآن کلام اللہ نہیں اور کوئی عالم محمدی انکا جواب شافی نہیں دیسکتا۔ ۱ **قول** ہرگاہ کہ الفاظ اور تراکیب قرآنی جو اشعار عرب اور کتب ادب میں لکھی ہوئی نظر نہ آئیں اور عامیانہ انکار کردیا اور کہدیا کہ کوئی فصیح اسطرح نہیں بولا اور آیات کو بے معنا یا غلط کہدیا یہ تو معانی و مضامین نازک کی بحث ہی اور عقل سی متعلق ہے یکسطرح سمجھ میں آوے مگر جسطرح پہلی فصلوں میں پادری صاحب کا مبلغ علم عربی سب پر ظاہر ہوگیا ہے اس فصل میں بھی مبلغ عقل و فہم ظاہر ہوا جاتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور یہ قول کہ کوئی عالم محمدی اونکا جواب شافی نہیں دیسکتا یہ بھی مثل اعتراضات فصل گذشتہ کی محض جھوٹ اور افترا ہے سب عالموں نے بلکہ خود مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے جواب دئے ہیں جنسے ہزاروں بیماران مرض شک کو شفا ہوگئی مگر بمفواے فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا اگر کسی متعصب کا شک دفع نہو تو جواب کا کیا قصور ہی کیونکہ مردہ پر دوا کا اثر نہونے سے دوا کی کوتاہی نہیں سمجھی جاتی ع زردمیخ آہنی درسنگ ۲ **قولہ** اگرچہ قرآن چھوٹی سی کتاب ہے تو بھی اس قسم کے مضمون اوس میں بہت سے ہیں راقم چند مقامات بطور نمونہ دکھلاتا ہے۔ ۱ **قول** جس شخص نے مجموعہ کتب سماوی یعنی بائبل کو دیکھا ہوگا بلا شبہ پادری صاحب کے اس کلام کو سچ نہ سمجھیگا کیونکہ ہر ایک کتاب سماوی سے قرآن شریف ضخامت میں بڑا ہے البتہ کل کتب کے مجموعہ سے بڑا نہیں ہے اور معترض نے جو اُن مقامات کے دکھلانے کی اپنی طرف نسبت کی ہے یہ بھی محض غلط ہے ہر تفسیر میں

ان مقامات پر اعتراض و جواب مذکور ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
اور اصحاب کے وقت میں اکثر زنادقہ اور ملاحدہ نے ایسے مقامات پر سوال کئے ہیں اور
سب کے جواب شافی پائے ہیں یہ بات کچھ نئی اور جدید نہیں ہے جسپر معترض نے بطور
افتخار کے لکھا ہے کہ راقم دکھلاتا ہے۔ **قولہ** سورۂ نساء میں لکھا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ
الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ کیا تم قرآن میں
فکر نہیں کرتے اگر یہ خدا کا کلام نہوتا تو تم اسمیں بہت سا اختلاف پاتے مراد محمد صاحب
کی یہ ہے کہ میرے قرآن میں اختلاف نہیں ہے اگر تم اسمیں اختلاف پاؤ تو جان لو کہ
یہ خدا کا کلام نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن بقول خود کلام اللہ نہیں ہے کیونکہ
اوسمیں بہت اختلاف موجود ہیں **اقول** عقلمند کے سمجھنے کو ایک یہی جواب ظاہری
کافی ہے کہ جسکا قائل خود عدم اختلاف کا دعوی کرے اور اوسکا رسول ہزارہا معاندین
و متعصبین اور منکران دین اور عجیب جو اور بد اندیشوں کے سامنے اوس کتاب کو
پڑہے اور ہر روز جسکا دورہ کرے اور ہزارہا اہل عقل اور کاملین اوس کے پیرو اور مقلدین
انکو پڑہتے رہیں اور پہر اس تناقض اور تخالف پر کسی کو اطلاع نہو خصوصاً اوسوقت
کہ جب دشمنان دین ان ہی مقامات کو دریافت کریں اور وہ اونکے معانی و مطالب سمجھا کر
مخالفوں کو ساکت کردے ہاں معترض اگر کوئی ایسی بات قرآن میں نکالے کہ جسکا
ذکر احادیث و تفاسیر میں نہو گو اوسکا جواب بھی آج دنداں شکن ہو جائے تاہم
عقلمند کو کچھ وہم ہوسکتا ہے۔ **قولہ** پہلا اختلاف بقر میں ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ
لَا رَيْبَ فِيْهِ اس قرآن میں کسی طرح کا کچھ شک نہیں ہے۔ پھر کہا وَاِنْ كُنْتُمْ
فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا اگر تم کو قرآن کی نسبت کچھ شک ہے۔ پس پہلے بطور

استغراق نفی شک کی تھی دوسری میں وجود شک ثابت کیا ا **قول** ہم اہل فہم سے
پوچھتے ہیں کہ جب مجرم جرم سے انکار کرتا ہے اور حاکم یا کوئی اور شخص مجرم سے کہتا ہے کہ
بیشک تو نے یہ جرم کیا ہے لاریب تجھ سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہے تو اس نفی شک
وریب کے کیا معنی ہوتے ہیں حالانکہ مجرم سامنے انکار کرتا جاتا ہے اور علی ہذا القیاس
جب دو شخص یا دو حاکم عدالت باہم کسی مجرم کی نسبت گفتگو کرتے ہیں اور در صورت
اختلاف رائے کے ایک حاکم کہتا ہے کہ ہمکو ثبوت جرم میں ابھی تک شک ہے اور
دوسرا کہتا ہے کہ بیشک اسنے جرم کیا ہے تو یہ نفی شک بطور استغراق ہوتی ہے
یا نہیں یا صرف لفظوں کا فرق ہے اور یہ مثالیں فرضی تقریر نہیں بلکہ ہر ملک میں
اور ہر عصر میں عوام وخواص اور جہلا ر و علما اپنی اپنی زبان میں بولتے ہیں دیکھو آیت ۱۷
باب یازدہم اعمال کو یہیں وہ اسکو سنکر مطمئن ہوئے اور خدا کا شکر کیا اور سب نے کہا
کہ بیشک خدا نے قبائل کیواسطے توبہ حیات بخش کرامت فرمائی ہے انتہی حالانکہ اوس
تو بھی سینکڑوں عیسائیوں اور کل یہود کو شک تھا اور قول شمعون یعنی پطرس کو اکثروں
نے غلط سمجھا اور شک کیا۔ آب ہم پادری صاحب کو اس محاورہ اور تقریر کے معنی
سمجھاتے ہیں کہ جس سے اونے انجیل میں سقم پیدا کیا کہ بیشک اور لاریب کے دو
معنی ہوتے ہیں ا **اولاً** یہ کہ بعض وقت بیشک کہنے والے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ
امر بدلائل واضحہ اور بشواہد بینہ ہم پر ایسا واضح اور آشکار ہے کہ ہرگز لائق شک
کے نہیں **ثانیاً** یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم شک مت کرو یہاں لفظ بیشک اور
لاریب گویا ان دونوں عبارتوں کا مخفف ہوتا ہے کیونکہ جلدی کے سبب اتنا ہی
کہا جاتا ہے پس اس آیہ کریمہ میں بھی مفسروں نے یہی دونوں معنی بیان

گئے ہیں اوّل یہ کہ بسبب فصاحت و بلاغت کے اور بباعث قوانین حقہ اور مضامین پاکیزہ کے اور بوجہ براہین قاطعہ اور حجج باہرہ کے جو اس کتاب میں مذکور ہیں اور بجا بر ظہور معجزات و آیات رسول کے یہ کتاب ایسی ہے کہ اسکے من عنداللہ ہونے میں کچھ شک نہیں رہتا اگرچہ کوئی حاسد و متعصب کسی غرض نفسانی سے شک ظاہر کرے مگر چونکہ ایسے اشخاص کا جھوٹا شک عندالعقل قابل اعتبار نہیں ہوتا لہذا اوس کو کالعدم سمجھا جاتا ہے اور یہ جھوٹا شک جنس شک کی افراد میں داخل نہیں تاکہ استغراق میں خلل پڑے بہرحال یہاں بھی شک کی نفی کی ہے نہ اس امر کی کہ کوئی جھوٹا دعوی بھی شک کا نکرے دوم یہ کہ یہ جملہ بصورت خبر یا انشائیہ ہے یعنی نہی ہے مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب ایسی ہے کہ ہرگز اس میں شک مت کرو ہدایت ہے متقیوں کے واسطے اور نہی کو خبر کے طور پر فرمانے میں یہ بلاغت ہے کہ جملۂ خبریہ بہ نسبت انشائیہ کے زیادہ تر موکد ہوتا ہے اور نیز جملۂ اسمیہ بہ نسبت فعلیہ کے زیادہ موکد ہوتا ہے چنانچہ نہی بصورت خبر کے کئی جگہ قرآن میں واقع ہی حج کے باب میں فرمایا ہے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ اور امر بھی بصورت خبر آتا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اور وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ اور قرآن کی نسبت فرمایا ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ

قوله ۲ اختلاف بقر میں ہی وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خدا اون کافروں سی قیامت کے دن بات نکریگا پھر کہا فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ اسے محمد تیرے رب کی قسم ہے میں خدا اون سب کافروں سے جو کچھ انہوں نے کیا ہے پوچھوں گا پس ایک آیت ان دونوں میں سے باطل ہے۔ الخ

اقول اس آیت کے دو جواب ہیں **اولاً** یہاں کلام مرغوب مفید کی نفی ہے نہ
مطلق کلام کی مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ اون یہود سے جنکا حال اوپر مذکور ہوا لطف و
شفقت کی بات نہ کریگا جسکی اونکو تمنا اور حاجت ہوگی اور جو اونکے مفید مطلب
ہوگی اور عرب کے محاورات میں یہ امر مستعمل ہے کہ جو باتیں مقبول و مرغوب طبع نہوں
یا مفید مدعی نہوں اونکو بعض وقت کہدیا کرتے ہیں کہ کچھ بھی باتیں نہوئیں یا فلاں
شخص کچھ نہ بولا گونگا ہوگیا مثلاً جو شخص مناظرہ میں عاجز ہوتا ہے تو اگرچہ اُسنے
کتنی ہی دیر تک باتیں کی ہوں مگر لوگ اُسکی نسبت کہنے لگتے ہیں کہ فلاں شخص
نے کچھ بھی نہ کہا کچھ بھی نہ بولا گیا۔ عرب کہتے ہیں خرس فلان عن حجته
وحضرنا فلانا یناظر فلانا فلم یقل شیئا یعنی فلاں شخص گونگا ہوگیا کچھ دلیل و
حجت بیان نہ کرسکا ہم فلاں شخص کے پاس گئے کہ وہ فلاں شخص سے مناظرہ
کر رہا تھا پس اوس نے کچھ بھی نہ کہا مطلب یہ ہے کہ کوئی مفید بات نہ کہی
جس سے دشمن پر غالب ہوتا یا جو سوال کا جواب ہوتا اسی قبیل سے ایک
شاعر کہتا ہے لقد طال کتمانیك حتی کانني برد جواب السائلي عنك اعجم
دیکھو شاعر باوجود اس گویائی کے اپنے تئیں گونگے کے مانند کہتا ہے اور اسی قسم
سے دوسرا شاعر کہتا ہے شعر اعمی اذا ما جارتی خرجت حتی یواری جارتی
الخدر ۲؎ کما افادہ السید المرتضی علم الهدی فی الغرر والدرر
بندہ کہتا ہے کہ یہ محاورہ ہندوستان میں بھی مستعمل ہے اور اسی بنا پر ہے کہ
حکام کی ملاقات کے وقت کی باتوں کو کہتے ہیں کہ حاکم نے فلاں شخص سے
ملاقات میں یہ باتیں کہیں کیونکہ وہ مرغوب اور مفید باتیں سمجھی گئی ہیں۔ اور اگر مقدمہ یا عتاب کی باتوں

کہتے ہیں کہ حاکم نے یہ سوال کیا یہ پوچھا پس آیۂ مذکورہ میں اسی قسم سے نفی کلام ہے اس سے نفی سوال لازم نہیں آتی ثانیاً بالفرض اگر کلام سے مطلق کلام مراد ہو تو بھی کچھ تخالف نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ سوال بذریعہ ملائکہ ہو اور دوسری آیت کا یہ مطلب ہو کہ سوال کریں گے ہم اون سے بذریعہ ملائکہ کے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ملازمین کے کاموں کو بادشاہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے کہ ہم نے کیا حالانکہ اوسکو اکثر ملازمین کرتے ہیں مثلاً ملک اور قلعوں کو فوج فتح کرتی ہے اور احکام شاہی کو وزیر وغیرہ عملہ لکھتا ہے اور جاری کرتا ہے مگر بادشاہ کہتا ہے کہ فلاں قلعہ ہم نے فتح کیا یہ حکم بھیجدیا تھا بہرحال کسی معنی اور احتمال کے موافق یہاں تخالف نہیں اور آیۂ کریمہ عین محاورۂ عرب کے موافق ہے۔ پادریصاحب کو لازم ہے کہ علم ادب اور محاورات عرب میں مہارت پیدا کریں۔

قولہ ۳ اختلاف آل عمران میں ہے کِتَابٌ اُحْکِمَتْ اٰیَاتُہٗ اس قرآن کی ساری آیتیں محکم ہیں یعنی کھلا کھلا اپنے مطلب پر دلالت کرتی ہیں دوسری جگہ کہتا ہے مِنْہُ اٰیَاتٌ مُحْکَمَاتٌ وَاُخَرُ مُتَشَابِھَاتٌ کچھ آیتیں اس قرآن میں محکم ہیں اور کچھ متشابہ یعنی کچھ کھلا کھلا اور کچھ گول گول پس ایک آیت باطل ہے۔

اقول پادریصاحب نے دین عیسائی اختیار کرکے تحریف میں بڑا کمال پیدا کیا ہے کہ شاید اسقدر کمال اونکے اسلاف کو بھی نہو بھلا وہ یہ تو بتائیں کہ آیات محکم میں کلیہ وعموم کہاں سے پیدا کیا جو لکھا ہے کہ ساری آیتیں محکم ہیں آیا اس آیت میں لفظ کل ہے یا آیات پر الف ولام استغراق ہے اور ہرگاہ کلیہ نہیں تو تخالف کیونکر ہوا پادریصاحب عربی زبان سیکھیں اور دماغ کا علاج بھی کرائیں

کیونکہ اسقدر جو اس بھی درست نہیں جو آیات کو صحیح لکھیں اور او نکا پتا درست
بتائیں سورہ ہود کی آیت کو آل عمران میں بتایا ہے اور آل عمران کی آیت کا نشان
بھی نہ لکھا یہانتک پادریصاحب کا جواب تھا اب ہم مومنین کو اس آیت کے معنی
بتاتے ہیں کہ احکام کے معنی لغت میں درست اور استوار کرنے کے ہیں احکمتہ اسے
اتقنتہ اور استواری اور درستی ہر ایک شی میں اسکے مادہ اور قوام کے حسب حال ہوتی
ہے مثلاً کپڑے کی استواری تار و پود کی مضبوطی اور اتصال سے مراد ہوتی ہے۔
عمارت کی استواری چوب و خشت کی مضبوطی اور چنائی کی عمدگی سے مراد ہوتی ہے
علی ہذا القیاس عبارت کی استواری اور احکام چند طرح پر مراد ہوتی ہے کبھی بوجہ
کمال فصاحت و بلاغت و تراکیب مشکلہ کے عبارت کو محکم اور مضبوط کہتے ہیں اور
کبھی بوجہ مجازات و استعارات و کنایات کے اور بوجہ ذو احتمالین اور ذو معنیین ہونکے
عبارت کو مضبوط کہتے ہیں۔ پس پہلی آیت میں باعتبار کمال فصاحت و بلاغت
کے آیات کو محکم فرمایا ہے اور قرینہ اس پر لفظ فصّلت موجود ہے اور دوسری آیت
میں باعتبار ذو احتمالین ہونے کے آیات کو محکم فرمایا ہے اور قرینہ اسپر لفظ متشابہات
موجود ہے بہرحال اگر آیات سے کُل آیات بھی مراد ہوں تاہم بوجہ تغائر اعتبار د
مراد کے کچھ اختلاف نہیں ہو سکتا ولو کلا اعتبارات لبطل الحکمۃ قولہ ہم اختلاف
اسی سورہ میں ہے اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ اے عیسیٰ میں تجھے مار دونگا اور اپنی طرف
اوٹھاؤنگا پھر کہا ہے مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ نہ عیسیٰ کو مارا نہ
اسے سولی دی مگر انکو شبہہ پڑگیا اس صورت میں ایک آیت قرآن کی غلط
ہوئی اور وہ جو لاچار ہو کر کے بعض ملا نے کہتے ہیں کہ لفظ متوفیک وفات سے مشتق

نہیں ہے غلط اور بیجا ہے ضرور وفات سے مشتق ہے تفسیروں میں دیکھ لو۔

اقول۔ ہم کہتے ہیں کہ بقول پادریصاحب لفظ متوفی یہاں وفات سے مشتق سہی تو بھی ایک آیت کیونکر غلط ہوگی بلکہ اسوقت دونوں آیتوں میں زیادہ اتحاد ہوگا کیونکہ پہلی آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ اے عیسیٰ میں تجھے ماروں گا اور دوسری آیت کا یہ مطلب ہوا کہ یہود نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب دی بلکہ صلیب سے پہلے ہی ہمنے اوسے مارکر اوٹھا لیا اور صلیب دوسرے شخص کو ہوئی جسطرح بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے یا یہ کہ صلیب سے زندہ اترا اور بعد اوسکے مرا جس طرح بعض اشخاص کی رائے ہے پس دونوں آیتوں میں کچھ اختلاف اور غلطی نہ ہوئی نہ معلوم کہ پادریصاحب نے یہ اعتراض بحالت انتشار حواس لکھا ہے یا نشہ میں۔

اور بعد اسکے جو اونھوں نے لاہور کے مولویوں پر طعن کرکے لکھا ہے سو تعجب ہے کہ اتنے بڑے دعوے کی دلیل بلا سند چھوڑ دی نہ کسی تفسیر کا نام بتایا اور نہ کسی کی کچھ عبارت لکھی تا کہ معلوم ہو کہ کس مفسر نے یہ لکھا ہے کہ عین صلیب پر حضرت عیسیٰ کو موت آئی تا کہ پادریصاحب کا مطلب حاصل ہو اگر بیضاوی کی عبارت سے شبہ ہوا ہے تو وہاں نصاریٰ سے وہ قدیم فرقے مراد ہیں جو کہتے ہیں کہ بجائے عیسیٰ کے شمعون قرینی مصلوب ہوا اور حضرت مسیح چند ساعت کے واسطے مثل مردہ کے ہو کر یعنی حالت نوم میں مرفوع ہوگئے۔

چونکہ یہاں معنی متوفی کی بحث کو آیتوں کی مخالفت سے چنداں علاقہ نہیں لہٰذا اس بحث کو ہم طول نہیں دیتے مگر پادری صاحب سے اس قدر پوچھتے ہیں کہ لاہور کے ملاؤں کا قول کیوں غلط ہے کیا لفظ توفی کے معنی لغوی تمام گرفتن نہیں جسطرح

عرب بولتے ہیں توفیت المال اور کیا گرفتن اور قبض روح کو موت لازم ہے دیکھو خدا نیند میں بھی قبض روح کرلیتا ہے چنانچہ سورہ انعام میں ہے وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ اور پھر سورہ زمر میں ہے اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا اور کیا قرآن سے حضرت عیسیٰ کی موت منصوص اور یقینی ثابت ہے آخر کچھ تو پادری صاحب بیان کریں کہ ملاؤں کا قول کیوں غلط ہے اگر انجیل کی مخالفت کے باعث غلط ہے تو بھی غلط نہیں کیونکہ برناباس کی انجیل میں موت صلیبی کیا خود صلیب سے انکار ہے وہ لکھتا ہے کہ یہودا اسخریوطی کو صلیب ہوئی عیسیٰ کو صلیب نہیں ہوئی اور فوطیس کتاب سیر الحوار میں سے نقل کر کے لکھتا ہے کہ عیسیٰ کے عوض کسی اور کو صلیب ہوئی اور چند قدیم فرقے عیسائیوں کے کہتے ہیں کہ بجائے عیسیٰ کے شمعون قرینے صلیب دیا گیا پس معلوم ہوا کہ لاہور کے ملاؤں کا قول ظاہر قرآن کے بھی موافق ہے اور عیسائیوں کے قدیم فرقوں کے بھی موافق ہے اور ایک انجیل کے بھی موافق ہے اور تاریخ کے بھی موافق ہے۔ مگر موت صلیبی جو کالے کرشانوں کا قول ہے اور سب اعمال کو بیکار سمجھکر اوسی کو مدار شفاعت اور کفارہ گناہ سمجھتے ہیں ضرور غلط ہے۔

قولہ ۵ اختلاف اسی میں ہے بِيَدِكَ الْخَيْرُ اے خدا تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے حالانکہ دوسری جگہ لکھا ہے کہ اوسی کی طرف سے بدی بھی آتی ہے پس ایک آیت باطل ہے۔

اقول آیہ مذکورہ میں کوئی لفظ یا وجہ ایسی نہیں جس سے خیر کا حصر مفہوم ہو اور دوسری چیز کی نفی ظاہر ہو پھر اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ بدی اوس کے اختیار میں نہیں بے شک اوس کے اختیار میں دونوں چیزیں ہیں مگر چند وجوہ

لطیفہ کے باعث بدی کو مذکور نہیں فرمایا اولاً یہ مقام ترغیب و تحریص کا ہے کیونکہ جب کہ مغل
مفتوح ہوا یا جبکہ اہل اسلام خندق کو کھودتے تھے تو حق تعالیٰ نے ملک روم اور فارس
کی فتح کا وعدہ فرمایا اسپر منافقوں نے مضحکہ کیا اور اس وعدہ کو غلط سمجھا اسواسطے
یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ ترغیب و تحریص کے وقت خیر اور نعمت کا
ہی ذکر مناسب ہوتا ہے ثانیاً یہ عرب کی عادت ہے کہ جب دو چیزیں مقابل
کی مشہور ہوتی ہیں تو کبھی ان میں صرف ایک چیز کو بیان کر دیتے ہیں اور دوسری کو
قرینہ سے سمجھ لیا کرتے ہیں اسی کو صنعت اکتفا کہتے ہیں چنانچہ فصل گذشتہ کے قول
بست و ہفتم کے جواب میں مع حوالۂ اشعار اسکا بیان ہو چکا ہے ثالثاً حق تعالیٰ اگرچہ
بدی پر بھی قادر ہے مگر چونکہ بدی اوس کی طرف سے بالذات نہیں ہوتی اور خیر
بالذات ہوتی ہے لہذا صرف خیر کو بیان فرمایا چنانچہ خط اول یعقوب آیت ۱۳
میں ہے کہ خدا بدیوں سے نہ آپ آزمایا جاتا ہے اور نہ کسی کو آزماتا ہے۔

قولہ اختلاف آل عمران کے ۱۴ رکوع میں ہے سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ
اور جلدی کرو اپنے خدا کی نجات کی طرف پھر محمد صاحب کہتے ہیں اَلْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ
وَالتَّاَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ جلدی شیطان کیطرف سے ہے اور سستی خدا کیطرف سے ہے
پس یا تو وہ قرآن کی آیت یا یہ حدیث غلط ہے۔ **اقول** اس اعتراض میں پادری صاحب
کیطرف تعصب کا گمان کم ہے جہالت و کم استعدادی زیادہ محتمل ہے کیونکہ عوام الناس
سرعت و عجلت کو ایک ہی معنی میں سمجھا کرتے ہیں حالانکہ ان میں بڑا فرق ہے سرعت
ایسی جلدی کو کہتے ہیں جو بہتر اور مناسب ہو اور اردو میں اسکا ترجمہ پھرتی یا
چستی و چالاکی ہے اور یہ ممدوح ہے اور اوسکے مقابل بطور اور ابطاء ہے جو مذموم

ہے اردو میں اسکا ترجمہ سستی ہے اور کبھی سرعت بمعنی مبادرت واقبال کے معنی میں بھی بولی جاتی ہے اور عجلت ایسی جلدی کو کہتے ہیں جو بہتر اور مناسب نہو اور یہ مذموم ہے اور اوسکے مقابل اناۃ اور تانی ہے جو محمود ہے اسکا ترجمہ اردو میں آہستگی ہے اور اگر یقین نہو تو صراح وقاموس میں دیکھ لو کہ سرعت کا مقابل بطوء لکھا ہے اور عجلت کے مقابل تانی کو لکھا ہے اور انکا بھی اعتماد نہو تو حماسہ کو دیکھ لو شاعر کہتا ہے شعر منا الاناۃ وبعض القوم یحسبنا ؎ انا بطاء وفی ابطائنا سرع ؎ مطلب یہ ہے کہ ہم سے تانی واقع ہوتی ہے اور بعض قوم جانتی ہیں کہ ہم بطوء کرتے ہیں اور ہمارے بطوء کرنے میں بھی سرعت یعنی پھرتی اور چستی ہے دیکھو شاعر اناۃ کو اپنے میں ثابت کرتا ہے اور بطوء کا انکار کرتا ہے اور سرعت کو اختیار کرتا ہے طرفۃ سبعہ معلقہ میں کہتا ہے شعر بطیئ عن الجلی سریع الی الخنا ذلول باجماع الرجال ملھد ؎ یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ سرعت کے مقابل بطوء ہے یعنی سستی ہاں اگر حدیث میں بجائے تانی کے بطوء کا لفظ وارد ہوتا اور قرآن میں بجائے سارعوا کے عجلوا وارد ہوتا تو یہ اعتراض بجا تھا۔

قولہ، اختلاف اسی میں ہے وَمَنۡ یَّغۡلُلۡ یَاۡتِ بِمَا غَلَّ جس نے چوری کی قیامت کے دن چوری کی ہوئی چیز لیکر آئے گا پھر کہتا ہے وَلَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقۡنٰکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ اور آؤگے تم اکیلے جیسے ہم نے پہلی دفعہ تمہیں پیدا کیا تھا پس پہلی آیت کے موافق جس نے اونٹ چوری کیا تھا وہی اونٹ ہمراہ لیکر خدا کے روبرو جاویگا دوسری کے موافق ایسا جاویگا جیسا ماں کے پیٹ سے خالی ہاتھ نکلا تھا اس لئے ایک آیت باطل اور جھوٹی ہوئی۔

اقول یادر یعاحب نے اگر شان نزول کو نہیں دیکھا تو خیر کوئی بڑی تفسیر بہم پہنچی ہوگی مگر تعجب ہے کہ تمام اور پوری آیت کو کیوں نہیں دیکھا لفظ فرادیٰ کی تفسیر خود آیت میں موجود ہے دیکھو آیہ قرآنی یوں ہے وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ مَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَ سے صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ معین و مددگار و شفیع کی نفی زمانی ہے اور اسی اعتبار سے فُرَادَىٰ کہا ہے اور قطع نظر اس شان نزول اور بقیہ عبارت کے دلیل عقلی اور قرینہ قوی یہ ہے کہ فردیت اور زوجیت ہر شے میں اکثر باعتبار و تعقل یا ہمجنس کے ہوتی ہے نہ دوسری جنس سے خصوصاً خوف کے وقت باعتبار حامی و مددگار کے زوجیت و فردیت بولی جاتی ہے۔ مثلاً اگر ایک آدمی دس آدمیوں سے لڑے اور تلوار کرے تو اوسکو کہیں گے کہ فلاں شخص دس سے تنہا لڑا کوئی یہ نہ کہے گا کہ اوسکے پاس تلوار تھی اور اسیطرح اگر کوئی شخص روپیہ لیکر تنہا رات میں سفر کرے تو اُس سے یوں ہی کہا جاتا ہے کہ تم تنہا ہو رات کا وقت ہے حالانکہ سو روپیہ اوسکے ہمراہ ہوتے ہیں کپڑے بھی پہنے ہوئے ہوتا ہے۔ ناظرین غور کریں اور مخاطب صاحب کی عقل و فہم کی داد دیں کہ کیسا کچھ عقل پر تعصب کا پردہ پڑگیا ہے کہ چوری کے مال ہمراہ ہونے کو آدمی کی فردیت اور تنہائی کے خلاف سمجھتے ہیں حیف ہے ایسی بے بصیرتی اور تعصب پر۔

یہ جواب تو اسوقت ہے کہ حسب آیہ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ سے یہ بات ثابت ہو کہ

لہ نضر بن الحرث بن کلدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے کہا تھا کہ لات اور عزیٰ ہماری شفاعت کریں گے اُسکے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ۱۲۔

جس چیز کو آدمی چرائے گا وہی بعینہٖ قیامت میں ساتھ آئے گی حالانکہ بنا بر روایت معتمد کے یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ چیز بعینہٖ ساتھ نہوگی صرف اسکا بار و بال اوسکی گردن پر ہوگا اوسکے اوپر ایک علامت چوری کی ہوگی کہ سب اہل محشر اُسے چور سمجھیں گے اور غرض اس علامت سے اسکی تفضیح اور رسوائی ہوگی۔ چنانچہ دوسری جگہ اس مضمون کی تصریح ہے یُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِیۡمٰهُمۡ فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِیۡ وَالۡاَقۡدَامِ حدیث میں وارد ہے کہ اہل بہشت کے منہ سفید اور نورانی ہونگے اور اہل جہنم کے منہ سیاہ اور آنکھیں ازرق اور کبود ہونگی اور اسی علامت سے پہچانے جائینگے پس اس آیت کی تناقض یہ آیت کسیطرح نہیں۔ **قولہ** خلاف نسا میں ہے فَانۡكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ وَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ یعنی اگر تم پکڑی ہوئی عورتوں سے نکاح کرو تو اونکے مالکوں سے جنکے قبضہ میں ہیں پوچھکر نکاح کرو اور اونکا مہر یعنی نفس حوالہ کرنے کے عوض کا دام اون عورتونکو دیدو کیونکہ عورتوں کا حق ہے مگر محمد صاحب نے قرآن میں تو یہ حکم لکھدیا مگر روپیہ مہر کا اپنی شریعت میں انکے مالکوں کو دلوایا اون بیچاریوں کو خالی ہاتھ نکالا۔ پس یا تو شریعت کا دستور یا قرآن کی یہ یہ آیت باطل ہے۔

اقول کیا قرآن میں عمدہ عمدہ مقامات لایق بحث کے نہیں ہیں جو پادری صاحب اس قسم کی پوچ باتیں لکھتے ہیں اول تو اظہار تعصب یہ کیا ہے کہ اماء یعنی لونڈیوں کو پکڑی ہوئی عورتوں سے تعبیر کیا ہے حالانکہ یہ نہیں سمجھا کہ ہر لونڈی پکڑی ہوئی نہیں ہوتی زر خرید بھی ہوتی ہے اور بعدہ کہ جو آیۂ قرآنی کو عمل درآمد سے مخالف لکھا ہے یہ بھی محض عوام فریبی ہے اسکا ایک جواب عام فہم یہی کافی ہے کہ معنی قرآن کے وہی ہوتے ہیں جو رسول مقبول نے فرمائے ہوں

پس جب قول رسول صلعم اس آیت میں حکم ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ بعد فعل وَاٰتُوْھُنَّ کے لفظ اہل جو ضمیر ھُنَّ کا مضاف ہے محذوف ہے اور اصل عبارت یوں ہے وَاٰتُوْا اَھْلَھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ اور چونکہ اہل کا لفظ پہلے موجود مذکور ہے تکرار کے سبب اس جگہ نہیں فرمایا کیونکہ مملوکیت اور احتیاج اون سے صاف ظاہر ہے کہ مہر بھی اونہیں مالکوں کو دیا جائیگا جب لونڈیاں خود اپنے نفس کی مالک نہیں تب مہر کی کیونکر مالک ہو سکتی ہیں علاوہ اسکے یہ ہے کہ مہر کا ولی کو دینا خواہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ایسا محاورات اور جاری عادات میں داخل ہے کہ اوسکی تصریح کی چنداں ضرورت نہیں اور اس شیوع عادات کے سبب اگر ہم کہیں کہ مہر دینا لونڈیوں کیطرف مجازاً فرمایا ہے تو بھی کچھ قباحت نہیں اور اکثر ایسا مجاز بولتے ہیں خصوصاً عرب میں مثلاً اگر کوئی شخص زید کے قرضہ کو زید کے باپ یا بیٹے کو دے آئے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے زید کو روپیہ دیدیا اور اگر زید کے مختار کو دیدے تو بھی کہہ سکتا ہے کہ میں نے زید کو دیدیا۔ دوسرا جواب بغیر حذف مضاف اور بغیر مجاز یہ ہے کہ اس آیہ کے حکم کے موافق تو حکم درحقیقت اسی لونڈی منکوحہ کو مہر دینا ہے مگر چونکہ خود لونڈی بھی آقا کی ملک ہوتی ہے اوس دوسرے حکم کی وجہ سے وہ مہر آقا کی ملک ہو جاتا ہے پس ہر ایک حکم کی تعمیل جدا جدا ہو جاتی ہے اسمیں کچھ مخالفت لازم نہیں آتی اور اگر مخالفت ہو تو کوئی عاقل بیان کرے۔

قولہ خلاف نساء میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ خدا شرک کرنیکو نہیں بخشتا مگر شرک کے سوا اور گناہ بخش سکتا ہے اگر چاہے پھر کہا اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اونکو خدا کبھی نہ بخشیگا اور نہ اونکو راہ

دکھلائیگا مگر دوزخ کی راہ جس میں ہمیشہ رہیں گے. پہلی آیت میں کہا تھا کہ شرک کے سوا اور گناہ اگر چاہوں تو بخش سکتا ہوں دوسری میں کہتا ہوں کفر اور ظلم کو میں کبھی نہیں بخشتا پس دونوں میں سے ایک جھوٹی آیت ہے **اقول** ان دونوں آیتوں میں ذرا بھی تخالف نہیں صرف عقل کا خلاف اور علم و استعداد کی قلت یا بڑا اعتسائی ہے. اگر پادری صاحب صراح میں بھی دیکھ لیتے کہ لفظ دون نقیض فوق ہے اور معنی اسکے پست ہیں تو آیہ اول کے معنی فوراً حل ہو جاتے اور کچھ تخالف معلوم نہوتا یعنی حق تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا اور جو گناہ شرک سے پست اور کم ہے اسکو جسکے واسطے چاہے بخش دے اور دوسری آیت کا یہ مطلب ہے کہ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بسبب انکار نبوت کے ہرگز نہ بخشیگا انکو اللہ تعالیٰ الخ

اور ظاہر ہے کہ کفر بنصوص کثیرہ قرآنیہ عذاب اور وبال میں شرک سے کم نہیں کفر کے واسطے بھی خلود جہنم ہے اور شرک کے واسطے بھی خلود جہنم ہے باعتبار عذاب وسزا کے دونوں برابر ہیں اور باعتبار مفہوم کے کفر عام ہے اور شرک خاص ہے اور عام خاص سے اعلیٰ ہوتا ہے اور علیٰ ہذا القیاس ظلم کے معنی ایسے عام ہیں کہ ہر گناہ کو ظلم کہہ سکتے ہیں اور تخصیص اور تعیین مراد قرینہ سے مفہوم ہوتی ہے یہاں بسبب عطف کے اور بوجہ شان نزول کے ظلم سے مراد انکار رسالت محمدیہ ہے اور شرک بھی مراد ہو سکتا ہے چنانچہ سورۂ لقمان میں شرک کو ظلم فرمایا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ٥ پس ہر گاہ کہ کفر شرک سے پست نہیں اور ظلم بمعنی انکار رسالت بھی شرک سے کم نہیں تو پھر کچھ مخالفت نہیں کیونکہ پہلی آیت میں شرک سے پست گناہوں کے بخشنے کا وعدہ ہے نہ اوسکے مساوی اور اعلیٰ کا دوسرا جواب یہ ہے

کہ لغت میں شرک کے معنی کفر بھی ہیں پس آیہ اولیٰ میں شرک کے معنی کفر میں اور کچھ مخالف نہیں قولہ ۱۰ خلاف اسی میں ہے اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطَانِ کَانَ ضَعِیْفاً شیطان کا مکر اور فریب ناطاقت اور ضعیف ہے پھر کہا اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ ۝ اے عورتو تمہارا مکر و فریب بہت بڑا ہے پس بقول محمد صاحب ۔ عورتیں شیطان سے زیادہ ہوئیں حالانکہ یہ باطل ہے اور ضرور عورتوں سے زیادہ فریب باز شیطان ہے پس ایک آیت انمیں سے جوٹ ہے اقول اسکے تین جواب ہیں اولاً یہ کہ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ ۝ اوس شخص کا قول ہے جو زلیخا و عزیز کے درمیان حکم مقرر ہوا تھا حق تعالیٰ کا قول نہیں بلکہ اوسکے قول کو نقل کیا ہے چنانچہ تمام آیت اسطرح ہے فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ ۝ اکثر جگہ قرآن میں کفار کے اقوال منقول ہوئے ہیں وہ ہمارے اعتقادات و مسلمات نہیں ہو سکتے۔ پادری صاحب نے ناتمام آیت لکھنے میں بھی دور اندیشی کی ہے کہ اگر پوری آیت لکھی جاوے گی تو اعتراض کا کید فوراً کھل جاویگا ثانیاً آیۂ ثانیہ میں حق تعالیٰ نے شیطان کا کید اپنے مقابلہ میں ضعیف فرمایا ہے نہ عورتوں کے مقابلہ میں دیکھو یہ آیت ترغیب جہاد میں نازل ہوئی ہے خلاصہ مطلب اسکا یہ ہے کہ مومنین اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار طاغوت کی راہ میں اے ایماندارو لڑو اولیاء شیطان سے تحقیق کہ کید شیطان کا ضعیف ہے یعنی اللہ کے مقابلہ میں ضعیف ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے لڑتے ہیں اور اونکا آقا اللہ ہے پس پادری صاحب نے پوری آیت نہ لکھکر یہاں بھی ایک عمدہ کید کیا ہے مگر ایمانداروں کے روبرو کید کب چل سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اونکا ولی اور مددگار رہے ثالثاً لفظ ضعیف کے مقابلہ قوی ہے نہ عظیم اسواسطے

کید شیطان کے ضعیف ہونے سے اُسکی عظمت کی نفی نہیں ہو سکتی ممکن ہے کہ ایک شے ضعیف بھی ہو اور عظیم بھی جیسطرح بڑا بھاری درخت جسکی جڑ ناپائدار ہو اوسکو کہتے ہیں کہ یہ درخت عظیم ہے مگر ناطاقت اور بودا ہے روس کا بادشاہ عظیم ہے مگر ناطاقت اور مسن اور ضعیف ہوگیا ہے یہی شیطان کے کید کا حال ہے کہ وہ بہت بڑا ہے اور عظیم ہے مگر چونکہ باطل ہے لہذا نہایت سست اور ناطاقت ہے اگر آدمی عقل کا پابند رہے تو فوراً اوسکو دفع کر سکتا ہے اور اگر کید میں پھنس گیا تو پھر بڑے بڑے اور عظیم گناہ کرتا ہے پس اگر ہم آیۂ ثانیہ میں کید شیطان کو مطلقاً فی نفسہٖ ضعیف کہیں نہ خاص بمقابلۂ خدا تاہم وہ عورتوں کے کید سے غیر عظیم اور چھوٹا کیونکر ہوگا اور عورتوں کا کید شیطان کے کید سے عظیم کیونکر ہوگا کیا عظیم کے یہ معنی ہیں کہ تمام مخلوقات و موجودات سے بڑا ہو ہرگز نہیں کیونکہ مبالغہ کے صیغہ میں دوسرے کا مقابلہ ملحوظ نہیں ہوتا۔

پس شیطان کا کید اعظم ہے اور عورتوں کا کید عظیم ہے اور دونوں ضعیف اور باطل اور سست ہیں۔ **قولہ** ۱۱ خلاف اسی میں ہے قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ہر بات خدا کی طرف سے ہے پھر کہا وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ جو بھلائی آتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو برائی آتی ہے وہ تیری طرف سے ہے ان دونوں آیتوں میں سے ایک ضرور ہی باطل ہے۔

اقول یہ دونوں آیتیں یکے بعد دیگرے متصل ہیں اور اسطرح ہیں اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَۃٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَۃٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا ۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا

پادری صاحب کو قلت استعداد عربی کے سبب یہاں تخالف معلوم ہوا ہے اور درحقیقت بعض تفاسیر میں اسکا بیان واضح نہیں لیکن اگر تفسیر کو نحوی استاد سے پڑھتے تو وہ ایک لفظ میں جواب سمجھا دیتا کہ آیۂ ثانیہ یعنی فَمِنْ نَّفْسِكَ میں حرف مِن تعلیلیہ ہے اور علت وسبب کے واسطے آیا ہی ترجمہ یہ ہوا کہ جو بھلائی پہنچتی ہے تجھکو پس وہ اللہ کیطرف سے ہی اور جو برائی پہنچتی ہے تجھکو پس وہ تیری ذات کے باعث ہے خواہ بطور انتقام خواہ بنظر تادیب وافادہ وغیرہ ہاں اگر یہاں بھی لفظ عند ہوتا جس طرح پہلی آیت میں عند اللہ ہے تو اس وہم کو کچھ گنجایش بھی ہوتی - اور حرف من تعلیلیہ وسببیہ کلام عرب میں شایع ہی فرزدق شعر یغضی حیاء و یغضیٰ من مہابته فلا یکلم الا حین یبتسم - کما فی الحماسة والمغنی سورہ نوح میں ہے مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا ای من اجل ما ارتکبوه قوله ۱۲ خلاف مائدہ میں ہے فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ جب تیرے پاس لوگ جھگڑا لیکر آویں تجھے اختیار ہے خواہ اونکے درمیان حکم کریا اونسے منہ پھیرلے پھر کہا فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ حکم کیا کر اون کے درمیان جیسے خدا نے تجھپر نازل کیا پہلی آیت میں اختیار ہے چاہے حکم کرے چاہے نکرے دوسری میں تاکید ہے حکم کی کہ کرے اقول آیۂ لاحقہ سابقہ کی ناسخ اور سابقہ منسوخ ہے پس کچھ اختلاف نہیں کما ذکرہ العلامة الطبرسی فی المجمع اور بعض فقہا مثل امام شافعی وغیرہ کے اس امر کو وجوبی نہیں کہتے بلکہ امر بمعنی مطلق اذن واباحت کے واسطے ہے اور اس قسم کے امر قرآن میں اکثر وارد ہوئے ہیں جسطرح كُلُوا وَاشْرَبُوا اور قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ الخ جہاں کھانے پینے

اور چلنے کا حکم وجوبی اور تاکیدی نہیں اور آیت میں بھی کوئی لفظ مشعر تاکید نہیں پس آیہ سابقہ سے کچھ مخالف بھی نہیں ہے یہاں بھی وہی اختیار باقی ہے اور حکم دینا ضرور نہیں مقصود یہ ہے کہ اگر تو حکم کرے اونھیں تو منزل من اللہ سے کر **قولہ** ۱۳ خلاف ساتویں سیپارہ کے ساتویں رکوع میں ہے۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ط پھر پہنچائی جاوینگی اللہ کیطرف جو اونکا سچا مولا ہے پھر سورۂ محمد کے پہلے رکوع میں ہے وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَهُمْ خدا کافروں کا مولا نہیں پہلی آیت میں کہا تھا کہ وہ سب کا مولا ہے یعنی سب کافروں کا دوسری میں کہا کہ وہ کافروں کا مولا نہیں ہے پس ایک آیت انمیں سے غلط ہے **اقول** ہر شخص عربی داں جانتا ہے کہ لفظ مولا کے بہت معنی ہیں اول بمعنی ولی و سرپرست و آقا اور متصرف و مالک و خداوند دوم آزاد کنندہ سوم آزاد شدہ چہارم محب یعنی دوست دارندہ پنجم ابن عم ششم ہم سوگند ہفتم ہمسایہ ہشتم ناصر و یاری کنندہ۔ غرضکہ یہ لفظ مشترک ہے اور بغیر قرینہ و دلیل اس لفظ کے ایک معنی معین نہیں ہو سکتے پس معترض نے دونوں جگہ ایک ہی معنی کسطرح سمجھے حالانکہ ہر ایک آیت میں علیحدہ علیحدہ معنی مراد ہیں اور اونکا قرینہ اور دلیل بھی موجود ہے آیہ اولی میں مولی بمعنی مالک و آقا کے ہیں یعنی پہنچائی جاویں گے اللہ کیطرف جو اونکا سچا آقا اور مالک ہے اور حق کی قید اسواسطے ہے کہ کفار دوسری چیزوں کو مثل بت وغیرہ کے اپنا مالک و آقا سمجھتے تھے اور آیہ ثانیہ میں مولا کے معنی ناصر و مددگار کے ہیں کیونکہ آیہ متقدمہ جو اس سے پہلے ہے اوس میں نصرت کا ذکر ہے جیسا قَالَ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ الخ اور یہ آیت اس طرح ہے ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ

مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ پس مطلب یہ ہے کہ وہ امر جو آیۂ سابقہ میں گذرا یعنی مومنین کی مدد کرنا اسواسطے ہے کہ حق تعالی مومنین کا ناصرو مددگار ہے کفار کا ناصرو مددگار نہیں **قولہ** ۱۴ خلاف ۷ سیپارہ کے ۱۱ رکوع میں ہے وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ شیطان نے اون کافروں کے کام اونکو اچھے بناکر دکھلائے ہیں پھر اسی سیپارہ کے آخر میں ہے کَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِکُلِّ اُمَّۃٍ عَمَلَھُمْ ہم نے اچھے بناکر دکھلائے ہر امت کو اون کے کام قرآن کا مصنف گھبرایا ہوا ہے کبھی کہتا ہے میں نے بھکایا اور کبھی کہتا ہے شیطان نے بھکایا پس ان دونوں آیتوں سے ایک آیت ضرور باطل ہے۔

اقول پادری صاحب آیات سابق ولاحق پر نظر نہیں کرتے شروط وقیود کو ملحوظ نہیں رکھتے مقام اور قصہ کو یاد نہیں رکھتے ذرا سا فقرا ناتمام درمیان کا لکھکر اوس پر اعتراض کرنے لگتے ہیں اگر اسیطرح اعتراض ہوجایا کرے اور تخالف ثابت ہوجائے تو دنیا میں کوئی کتاب صحیح نہ ہے آیۂ سابقہ اس طرح تمام ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰھُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ فَلَوْلَا اِذْ جَآءَھُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُھُمْ وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ ترجمہ اس کا یہ ہے اور تحقیق بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے اے محمد رسولوں کو امتوں کی طرف پس گرفتار کیا ہم نے اون کو تنگی معاش اور بیماریوں میں تا کہ خدا سے گریہ وزاری کریں پھر کیوں نہ جب پہونچا اونپر عذاب ہمارا گریہ وزاری کی ولیکن سخت ہو گئے دل اونکے اور اونکو بھلے دکھلائے شیطان نے انکے کام جنکو کرتے تھے فقط۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اعمال سے ۔ یہاں وہی گناہ اور معصیت الٰہی ہیں جس کے
سبب اُنپر عذاب نازل ہوا اور اونکے سبب دل اونکے اسقدر سخت ہوگئے کہ توبہ و
انابت کی توفیق بہی نہ ہوئی اور آیۂ ثانیہ اسطرح ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ
مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی تم بُرا نہ کہو اونہیں جنکو وے کفار پکارتے
ہیں سواے اللہ کے تاکہ وے بُرا کہیں اللہ کو عداوت سے بے سمجھے کیونکہ اسوقت تمکو
طاقت انتقام نہیں اسیطرح ہمنے پہلے دکہلائے ہیں ہر امت کو اونکے کام پہر اُنکو اپنے
رب کیطرف پہنچنا ہے تب وہ جتاوے گا جو کچھ کرتے تھے ۔ اس آیت میں بہی لفظ
عمل کو مطلق ہے مگر بوجہ دیگر نصوص قرآنیہ کے جنکا مطلب یہ ہے کہ خدا بُری بات کا
حکم نہیں دیتا مقید ہے یعنی عمل خیر مراد ہے اور دیگر نصوص کو بہی نہ دیکہیں اسی آیت
میں ذرا غور کریں اور لفظ کَذٰلِكَ کو دیکہیں کہ اوسکا حرف کاف مشبہ بہ چاہتا ہے اور
اسم اشارہ مشار الیہ چاہتا ہے اور بظاہر یہ دونوں موجود نہیں پس بقاعدۂ نحو مشبہ بہ
مضمون جملۂ سابقہ ہے اور وہی مشار الیہ ہے یعنی جسطرح ہم تم کو منع کرتے ہیں کہ
اصنام اور معبودان باطلۂ کفار کو بُرا نہ کہو اور بجز خدا کے کسی کی پرستش نہ کرو اور
افعال قبیحہ سے کہ جس کے سبب کفار تم سے متنفر ہوں اجتناب کرو مثل اسی کے
تم سے پیشتر امم سابقہ کے اعمال کو بہی ہم نے زینت دی تہی یعنی حسب مقتضاے
وقت و زمانہ اونکو شریعت اور قانون دی تہی اور اون کے اخلاق کی بہی تہذیب
کی تہی کما فی المجمع ۔ ناظرین انصاف کریں کہ کسقدر جہالت و سفاہت ہے
کہ آدمی خود تو کسی کلام کو نہ سمجھے اور مصنف پر الزام لگائے ۔ حق یہ ہے کہ قرآن کا

عیب جو گھبرایا ہوا ہے مگر کوئی عیب نہیں نکلتا اور جہاں کچھ عیب نکالتا ہے وہیں اوسکی
جہالت یا سفاہت ظاہر ہوتی ہی دیکھو گھبرانا اسے کہتے ہیں کتاب حزقیل باب ۱۸
آیت ۲۳ میں خدا فرماتا ہے کیا میں گنہگار کی موت چاہتا ہوں اور یہ نہیں کہ وہ راہ سے
پھرے اور جیوے کتاب یوشع باب ۱۱ آیت ۲۰ میں ہی خدا کی طرف سے تھا کہ اون کے
دل سخت ہو گئے تا کہ وہ اسرائیل سے قتال کریں پہلی کتاب میں خدا کے گمراہ
کرنیسے انکار ہے اور دوسری جگہ اقرار ہے خط یعقوب باب ۱ ول آیت ۱۳ میں ہی
خدا کسی کو بدی سے نہیں آزماتا نامۂ دوم تسلونیقون باب ۲ آیت ۱۱ میں ہی اسی سبب
خدا اونمیں تاثیر کرنیوالی روح بھیجیگا یہانتک کہ وہ جھوٹ کو سچ جانیں گے۔
انجیل یوحنا باب ۵ آیت ۳۱ میں ہی اگر میں اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچ نہیں
یوحنا باب ۸ آیت ۱۴ میں ہی اگرچہ میں اپنی گواہی دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچ ہی۔
پادری صاحب نے اس قسم کے فقرات کے مقابلہ میں قرآن کی اس آیت کو نکالنا
چاہا ہے مگر استغفر اللہ اونکو یہ مقابلہ کہاں نصیب ہی اگر ممکن ہو تو پہلے توریت و
انجیل کی مخالفت موجودہ کو رفع کرلیں تب قرآن پر نظر ڈالیں۔ **قولہ ۹** اختلاف
۸ سیپارہ کے ۷ ارکوع میں ہے لَا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ
اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا
اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی جو خدا کا حکم میرے پاس پہنچا ہے میں اوس میں کچھ حرام نہیں
پاتا مگر مردہ یا سور کا گوشت کیونکہ وہ ناپاک ہے یا گناہ کی چیز یا وہ چیز کہ اللہ کے
سوا کسی دوسرے کا نام اوسپر پکارا جاوے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن
کے مصنف کا حافظہ ہی درست نہیں ہے کیونکہ اس کتاب میں وہ شخص

بہت سے امور مثل سور مال یتیم مال چوری وغیرہ حرام کر چکا ہے پھر کہا کہ ان چیزوں کے سوا مجھے معلوم نہیں کہ اور بھی میرے قرآن میں کچھ حرام ہوا **قول** یہ اعتراض جاہلانہ اور متعصبانہ ہے کیونکہ اگر پادری صاحب زبان عربی سے واقفیت پیدا کرتے اور لفظ طاعم اور آکل میں فرق سمجھتے اور آیت کے ماقبل اور مابعد کو اور شان نزول کو دیکھتے تو ہرگز ایسا عامیانہ اعتراض نہ کرتے کھانا اور خوردن کیواسطے عرب میں دو لفظ ہیں ایک طعم دوسرے اکل مگر دونوں کے استعمال میں فرق ہے طعم اکثر اون چیزوں کے کھانیکے واسطے کہتے ہیں جو بالفعل اور بالذات غذا اور خورش انسان ہوں مثل غلات و فواکہ و لحوم و بقول و آرد و نان و شیرینی وغیرہ کے کما قال اللہ تعالیٰ وَیُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ وَاَطْعَمَہُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَمَنْ لَّوْ یَشَاءُ اللّٰہُ اَطْعَمَہٗ اور اکل محض کھانے کو کہتے ہیں کوئی چیز ہو خواہ وہ بالذات غذائے انسانی ہو یا بالقوۃ غذا ہو سکے یعنی غذا اوسکے وسیلے سے حاصل ہو سکے مثل روپیہ و زمین وغیرہ کے خواہ غذائے حیوانی ہو یا یہ بھی نہو کما قال اللہ تعالیٰ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَہُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا وَتَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْہُ وَمَا اَکَلَ الذِّئْبُ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ وَقَالَ الْمَلِکُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُہُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ الخ وفی العرف اکلت النحل الزرع واکلت النار الحطب یہاں آیہ کریمہ میں طاعم بطعمہ ہے نہ آکل اور ہرگاہ کہ طاعم کے واسطے ذبائح کے احکام بیان ہوں تو اوس میں مال یتیم اور مال دزدی کا کیا کام ہے یہ مسائل جرائم اور حدود غصب میں بیان کئے جاتے ہیں نہ مسائل اطعمہ و اشربہ میں کیونکہ مال مسروقہ بالذات طعام نہیں اور نہ فی نفسہ خبیث و حرام بلکہ بالعرض حکما حرام ہے پس اگر غلہ مسروقہ

کے واسطے مالک مال اجازت دیدے تو وہی غلہ حلال ہو جائیگا بخلاف لحم خنزیر و میتہ و خون کے کہ کسیطرح حلال نہیں ہو سکتے پس اگر مصنف قرآن کا عربی سے ناواقف ہوتا اور اپنے رسول پر کفار کا مضحکہ کرانا منظور ہوتا تو وہ یہاں مال یتیم و مال مسروقہ کو بیان کر دیتا مال یتیم وغیرہ کے حکم کو بعد بیان حیوانات کے اِس آیت سے دو تین سطر بعد اپنے محل پر علیحدہ بیان کیا ہے چنانچہ دیکھو کہ اوسی جگہ موجود ہے وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ الخ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ الخ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ الخ یہاں اون حیوانات کا بیان ہے جو فی نفسہ اور بذاتہ خبیث و حرام ہیں اور غذاے انسانی میں داخل ہیں ورنہ یوں تو بالعرض بالتبع اور غیر ماکول و غیر معتاد چیزیں سینکڑوں نکل سکتی ہیں جو حرام ہیں اور اِس آیت میں نہیں مثل قاذورات وغیرہ کے مال یتیم اور مال مسروقہ کی کیا خصوصیت ہے جو معترض نے انھیں کو بیان کیا بہرحال یہ معترض کی ناواقفیت ہے مصنف قرآن کی بدحافظگی نہیں بدحافظگی یہ ہے اعمال باب ۱۵ آیت ۲۸ و ۲۹ میں ہے کہ روح القدس نے اور ہم نے بہتر جانا کہ اِن ضروری باتوں کے سوا تم پر اور کچھ بوجھ نہ ڈالیں کہ تم بتوں کے چڑھاووں اور لہو اور گلا گھونٹی اور حرامکاری سے پرہیز کرو اِس سے ظاہر ہے کہ اِن باتوں کے سوا عیسائیوں پر اور کچھ فرض لازم نہیں نہ خدا کی نماز نہ روزہ نہ طہارت نہ سچ بولنا نہ مردار سے پرہیز کرنا اور وہ تمام احکام بھی لغو ہو گئے جو باب پنجم و ششم و ہفتم انجیل متی میں مذکور ہیں اور مواعظ جبلیہ مشہور ہیں اور اسی طرح وہ احکام بھی باطل ہو گئے جو اول قرنتیوں کے باب ششم بلکہ نہم و دہم میں بھی مرقوم ہیں یا بحجز اگر وہ احکام

پادریصاحب کے نزدیک الہامی اور واجب التسلیم والتعمیل ہیں تو ضرور مصنفان انجیل بدحافظہ ہیں یا صرف پادری صاحب کی فہم وعقل میں فتور وقصور ہے۔

اگر ممکن ہو تو پادریصاحب اس بدحافظگی کو درست کریں اور اوسکے مقابلہ میں براہ حسد قرآن میں ناجائز طور سے عیب نکالنے پر ناحق کوشش نہ کریں اور یہ جو پادریصاحب نے لکہا ہے کہ مصنف قرآن کا حافظہ بہی درست نہیں اسکا جواب بقول مصنف قرآن وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ کچھہ نہیں دے سکتا اور اگر کچھہ کہوں تو خدا کے مقابلہ میں معترض کو کہکر کیا خوش ہوں اسکا انتقام اوسی منتقم حقیقی کو لینا خوب آتا ہے چنانچہ علاوہ انتقام آخرت کے اوسکا نمونہ یہاں بہی اوسنے کچھہ دکہا دیا ہے کہ ایک بدحافظگی کہنے کے عوض معترض کی چار طرح سے بدحافظگی ثابت کردی ہے اول یہ کہ معترض نے اس آیت کو ۸ پارہ کے ۱۰ رکوع میں لکہا ہے حالانکہ ۵ رکوع میں ہے اور ۵ اور ۱۰ میں کچھہ تجنیس خطی و مشابہت نہیں تاکہ سہو کاتب ہو دوم اعتراض جمانے کے واسطے ترجمہ میں خیانت کی ہے یا سہو کیونکہ ترجمہ یہ کیا ہے کہ جو خدا کا حکم میرے پاس پہنچا ہے میں اوسمیں سے کچھہ حرام نہیں پاتا اس میں سے معترض طاعم يطعمه کا ترجمہ کہا گیا سوم یہ کہ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ جو باہم موصوف وصفت ہیں اُسکا ترجمہ بطور تردید کیا ہے کیا بدحافظگی ہے۔ چہارم یہ کہ چکا صیغہ ماضی سے معلوم ہوا کہ معترض کے نزدیک مال یتیم و مال مسروقہ کا بیان پہلے ہوچکا۔

حالانکہ مال یتیم کا ذکر اس آیت کے بعد ہے جو قریب موجود ہے اور مال مسروقہ کا بیان اس آیت کے بعد اور سورتوں میں ہے۔ عین بدحافظگی ہے اور جو

علاوہ اسکے ہرگاہ مال یتیم کا ذکر وہیں قرآن میں موجود ہے تو بہ جاغفل کی تہمت بہی کیا خوب چسپاں ہے شعر سنگ بر بارۂ حصار مزن ۞ کہ بود کز حصار سنگ آید

قولہ ۱۹ خلاف سورۂ نجم کے ۲ رکوع میں ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ کوئی کسی کا بوجہ نہ اوٹہاوے گا سب اپنا اپنا بوجہ اوٹہاویں گے سورۂ عنکبوت میں ہے وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ضرور اوٹہاویں گے اپنے بوجہ اور بوجہ اپنے بوجہوں کے ساتھہ پہر سورۂ نحل کے ۳ رکوع میں ہے لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی اوٹہاویں اپنے پورے بوجہ قیامت کے دن اور اون کے بوجہ جن کو بہکاتے تہے بے تحقیق پس دیکہو پہلی آیت میں کہا کہ اپنی کرنی اپنی بہرنی بیان کہتا ہے کہ دوسروں کے گناہ بہی اوٹہانا پڑینگے اس لئے ایک آیت باطل ہے۔

اقول بلاشک کوئی کسی کا بوجہ نہ اوٹہاوے گا لیکن سورۂ عنکبوت اور سورۂ نحل کی آیتیں جو سورۂ والنجم کی آیت کے مخالف سمجہی ہیں یہ محض عقل و فہم کا خلاف ہے سورۂ عنکبوت کی آیت تو بہت صاف ہے اوس میں شبہ کرنا محض تعصب ہے کیونکہ اوس میں یہ نہیں فرمایا کہ جنکو بہکایا ہو اُنکے بوجہ میں سے کچہہ اوٹہاویں گے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اونکے بوجہ کے ساتھہ کچہہ بوجہ اوٹہاویں گے اور یہ اسواسطے ہے کہ جسطرح گمراہی کا جرم ہے اسیطرح گمراہ کرنیکا جداگانہ جرم ہے اور ہرگاہ بہکانے والا اغوا کے جرم کا مرتکب ہوا تو یہ جرم اوسی کا

لہ معترض کے قول میں واو غلط ہے قرآن میں اُنگا ہے - ۱۲

بھلا نہ دیوے کا وہاں چونکہ گمراہ کی معذرت کے وقت گمراہ کنندہ بھی طلب ہوگا
اور دونوں کو ہمراہ سزا ہوگی لہذا لفظ مع فرمایا ہے لیکن بہرحال بھکانے والا
اپنا ہی بوجھ اوٹھاوے گا   اور سورہ نحل کی آیت کا یہ جواب ہے کہ بقاعدہ
زبان عربی لفظ اَوْزَار قبل مِنْ کے محذوف ہے اور اصل عبارت یہ ہے لِيَحْمِلُوْٓا
اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَوْزَارًا مِّنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ الخ کما حققہ
سیبویہ والعکبری والطبرسی وغیرہم اور حرف مِنْ یہاں تعلیلیہ
سببیہ ہے جسطرح قول یازدہم میں مذکور ہوا تبعیضیہ نہیں ہے جس طرح
بعض مفسرین نے لکھا ہے مطلب یہ ہے کہ اپنے افعال کے پورے بوجھ
اوٹھاوینگے اور کچھ بوجھ بھکنے والوں کے بوجھ کے سبب کہ اون کو بھکایا
اور گنہگار کیا   اور یہاں جو اس طرح نہیں فرمایا کہ اضلال کے سبب بوجھ
اوٹھاوینگے بلکہ یوں فرمایا کہ ضالین کے بوجھ کے سبب کچھ بوجھ اوٹھاوینگے
اسمیں فائدہ اور بلاغت یہ ہے کہ اگر پہلی طرح فرمایا جاتا تو شبہ ہوتا کہ شاید صرف
بھکانے والے پر عذاب ہو ضال یعنی بھکنے والا بری ہو جاوے چنانچہ سرغنہ
اور بڑے بڑے کفار عوام مومنین سے یہی کہتے تھے کہ تم ہماری پیروی کرو
محمد صلعم کی پیروی نہ کرو اور اگر تم ہماری پیروی میں گناہ سمجھتے ہو تو تمہارے
گناہ ہمارے ذمہ ہیں۔ کما فی سورۃ العنکبوت   وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ   بہرحال اعتراض واہیات ہے پادریصاحب قرآن پر اعتراض
کرکے ناحق اپنی لیاقت اور استعداد عربی کو ظاہر کرتے ہیں اس سے بہتر تو یہ ہے

کہ توریت وانجیل کو بھی درست کرتے آیت ۵ باب ۲۰ خروج کو دیکھیں میں خداوند تیرا خدا غیور ہوں باپ دادوں کی بدکاریوں کی سزا اون کی اولاد پر جو میرا کینہ رکھتے ہیں اون کی تیسری چوتھی نسل تک دینے والا ہوں اور پھر آیت ۱۶ باب بست وچہارم کتاب استثنا میں ہے نہ بیٹے باپ کے بدلے اور نہ باپ بیٹوں کے بدلے بلکہ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جاتا ہے اور آیت ۳۵ باب بست وسوم انجیل متی بھی ملاحظہ کریں۔ **قولہ** ۱۷ خلاف اعراف میں ہے فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا آدم اور حوا کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اونکو ننگا کرے پھر سورۂ بقر کے ۴ رکوع میں کہتا ہے فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ بہکایا اونکو شیطان نے پس نکلوا دیا اونکو بہشت سے ظاہر ہے کہ شیطان کی مراد یہ تھی کہ کسی طرح اونکو بہشت سے نکلوا دے یہ غرض نہ تھی کہ اونکو ننگا کرے اسلئے ایک آپ انمیں سے باطل ہے۔

اقول ہر سوال میں معترض کے نئے نئے کمالات ظاہر ہوتے ہیں لِیُبْدِیَ کو لیبھدی لکھا ہے اور فازلھما میں بجائے زائے معجمہ کے ذال معجمہ کو لکھا ہے مگر جب انجیل کے ہزاروں اختلافات واغلاط کو سہو کاتب کہکر اپنا دل سمجھا لیتے ہیں تو ان غلطیوں کا الزام کاتب پر لگا دینا نہایت سہل ہے خیر اس قسم کے امور اس کتاب میں بہت ہیں ہم کہاں تک اونکا تعرض کریں اصل اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ بہشت میں کوئی ننگا نہیں رہ سکتا ننگا وہاں سے نکالا جاتا ہے اور شیطان کو یہ حال معلوم تھا کہ جو کوئی اس درخت کا پھل کھائے گا ضرور برہنہ ہو جائے گا اور جو برہنہ ہوگا ضرور بہشت سے نکالا جاوے گا بہشت میں برہنہ نہیں رہ سکتا

پس اگرچہ مقصود اصلی شیطان کو آدم و حوا کا نکلوا دینا تھا مگر بجائے خود تدبیر کی جس سے برہنہ ہو جائیں پس برہنہ کرنا عین تدبیر اخراج تھی یہاں کسی طرح کا اختلاف نہیں کیونکہ جب کوئی شخص کسی کام کے مقدمات اور شرایط کو درست کرتا ہے تو اس درستی کو اصل کام کے خلاف نہیں کہا جاتا۔ **قولہ**، اختلاف انفال میں ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ اے محمد تیرے ہوتے خدا تعالیٰ کبھی اونکو دکھ اور عذاب نہ دیگا پھر سورۂ انفال کے ۴ رکوع میں لکھا ہے وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ اور خدا کیوں نہ اون کو عذاب کرے گا پس ایک آیت جھوٹی ہے **اقول** اللہ اللہ پادری صاحب کی باریک اور دقیق کارسازیاں کہاں تک بیان کی جاویں یہ دونوں آیتیں یکے بعد دیگرے ایسی متصل ہیں کہ گویا پچھلی آیت پہلی کی تتمہ ہے اسکو پادری صاحب نے لکھا ہے کہ پھر سورۂ انفال کے ۴ رکوع میں گویا در پردہ یہ ظاہر کیا ہے کہ دونوں آیتوں میں بڑا فاصلہ ہے تاکہ کفار کو مصنف قرآن کیطرف سہو کا احتمال ہو سکے اور بعدہٗ یہ چالاکی کی ہے کہ فِيْهِمْ کا ترجمہ جو اس اعتراض کا جواب ہے بالکل اوڑا گئے اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اے محمد تیرے ہوتے ان کفار کے درمیان ہم انپر عذاب نازل نکرینگے دوسرے آیت میں فرمایا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ خدا اونپر کبھی مطلقاً عذاب نازل نکرے پہلی آیت میں آنحضرت کے وجود باجود کی قید لگی ہوئی ہے اور دوسری آیت مطلق بلا قید ہے پس ایسا ہی ہوا کہ جب تک آنحضرت صلعم مکہ معظمہ میں رہے کفار پر عذاب نازل نہوا اور جب آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ کو تشریف لے گئے تب مقام بدر میں کفار پر شکست کا عذاب نازل ہوا جسمیں بہت کفار قتل

حق یہ ہو کہ پادریصاحب نے ترجمہ میں ایسی ہوئے اور سب کا مال غارت ہوا
تحریف کی ہے کہ عرفانِ انجیل کی روح کو خوش کردیا اور مواعظ جبلیہ مسیح کی خوب
تعیل کی جسکا مضمون یہ ہے مبارک وے جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے
ہیں انجیل متی باب ۵ **قولہ** ۹ اخلاف یونس میں ہے ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِینَ اَشْرَکُوا
پھر ہم شرکوں سے کہیں گے پھر سورہ بقر کے ۲۱ رکوع میں ہے لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ
یَوْمَ الْقِیَامَۃِ خدا قیامت کے دن اونسے کلام نہ کریگا ایک آیت انمیں غلط ہے
اقول اسی قسم کا اعتراض دوسرے نمبر میں بھی ہے گویا اعتراض مکرر ہے اور چونکہ
جواب اسکا مفصلاً دوسرے اعتراض میں مذکور ہو چکا ہے لہذا اعادہ کی حاجت
نہیں۔ **قولہ** ۱۰ اختلاف ہود میں ہے وکلا نقص علیک من انباء الرسل ہر ایک
رسول کی ہم تجھے خبر دیتے ہیں پھر سورہ نسا کے ۲۳ رکوع میں ہے وَرُسُلًا قَدْ
قَصَصْنَاہُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْہُمْ عَلَیْکَ بعضے رسولوں کی ہم
نے تجھے خبر دی اور بعضوں کی نہیں دی پس پہلی آیت غلط اور جھوٹی ہے کیونکہ اسمیں
لکھا تھا کہ مینے تمام رسولوں کی خبر تجھے دی ہے **اقول** معترض کو راستبازی کا
تو یہ دعوی ہے کہ پہلے ہم تفسیر دیکھ لیتے ہیں جب وہاں تسلی نہیں ہوتی تب اعتراض
کرتے ہیں اور پھر یہ حال کہ ناتمام جملہ کو بلکہ مبدل منہ کو بغیر بدل کے لکھکر اوسپر
اعتراض کر دیا غالباً کم استعدادی سے سمجھ میں نہیں آیا آیہ قرآنی اس طرح ہے
وَکُلًّا نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ ترکیب یہ ہے کہ لفظ کلا
دراصل مضاف ہے اور لفظ نباء مضاف الیہ محذوف ہے اور تنوین اسپر عوض
محذوف ہے یعنی دراصل کل نبأ ہے اور من تبعیضیہ ہے اور صفت ہی مضاف الیہ

پس اگرچہ مقصود اصل شیطان کو آدم وحوا کا نکلوا دینا تھا مگر پہلے وہ تدبیر کی جس
سے برہنہ ہو جائیں پس برہنہ کرنا عین تدبیر اخراج تھی یہاں کسی طرح کا
اختلاف نہیں کیونکہ جب کوئی شخص کسی کام کے مقدمات اور شرایط کو درست
کرتا ہے تو اس درستی کو اصل کام کے خلاف نہیں کہا جاتا۔ **قولہ** ۸۔ اختلاف
انفال میں ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ اے محمد تیرے ہوتے خدا تعالیٰ
کبھی اونکو دکھ اور عذاب نہ دیگا پھر سورۂ انفال کے ۴ رکوع میں لکھا ہے وَمَا لَهُمْ
أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ اور خدا کیوں نہ اون کو عذاب کرے گا پس ایک آیت جھوٹی
ہے **اقول** اللہ اللہ پادریصاحب کی باریک اور دقیق کارسازیاں کہاں تک بیان
کی جاویں یہ دونوں آیتیں یکے بعد دیگرے ایسی متصل ہیں کہ گویا پچھلی آیت پہلی
کی تتمہ ہے اسکو پادریصاحب نے لکھا ہے کہ پھر سورۂ انفال کے ۴ رکوع میں
گویا درپردہ یہ ظاہر کیا ہے کہ دونوں آیتوں میں بڑا فاصلہ ہے تاکہ کفار کو مصنف
قرآن کیطرف سہو کا احتمال ہو سکے اور بعدہٗ یہ چالاکی کی ہے کہ فیہم کا ترجمہ جو
اس اعتراض کا جواب ہے بالکل اڑا گئے اس آیت کا صاف مطلب
یہ ہے کہ اے محمد تیرے ہوتے ان کفار کے درمیان ہم انپر عذاب نازل نکرینگے دوسرے
آیت میں فرمایا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ خدا اونپر کبھی مطلقاً عذاب نازل نکرے
پہلی آیت میں آنحضرت کے وجود باجود کی قید لگی ہوئی ہے اور دوسری آیت
مطلق بلا قید ہے پس ایسا ہی ہوا کہ جب تک آنحضرت صلعم مکہ معظمہ میں رہے
کفار پر عذاب نازل نہوا اور جب آنحضرت صلعم ہجرت کرکے مدینہ کو تشریف لے گئے
تب مقام بدر میں کفار پر شکست کا عذاب نازل ہوا جسمیں بہت کفار قتل

ہوئے اور سب کا مال غارت ہوا   حق یہ ہے کہ پادریصاحب نے ترجمہ میں ایسی
تحریف کی ہے کہ معرفانِ انجیل کی روح کو خوش کردیا اور مواعظ جبلیہ مسیح کی خوب
تعمیل کی جسکا مضمون یہ ہے مبارک وے جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے
ہیں انجیل متی باب ۵ **قولہ** ۱۹ اختلاف یونس مین ہے ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا
پھر ہم مشرکوں سے کہیں گے پھر سورۂ بقر کے ۲۱ رکوع میں ہے لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ خدا قیامت کے دن اونسے کلام نہ کریگا ایک آیت انمیں غلط ہے
اقول اسی قسم کا اعتراض دوسرے نمبر میں بھی ہے گویا اعتراض مکرر ہے اور چونکہ
جواب اسکا مفصلاً دوسرے اعتراض میں مذکور ہو چکا ہے لہذا اعادہ کی حاجت
نہیں۔ **قولہ** ۲۰ اختلاف ہود میں ہے وکلا نقص علیک من انباء الرسل ہر ایک
رسول کی ہم تجھے خبر دیتے ہیں پھر سورۂ نساء کے ۲۳ رکوع میں ہے وَرُسُلًا قَدْ
قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ بعضے رسولوں کی ہم
نے تجھے خبر دی اور بعضوں کی نہیں دی پس پہلی آیت غلط اور جھوٹی ہے کیونکہ اسمیں
لکھا تھا کہ ہمنے تمام رسولوں کی خبر تجھے دی ہے **اقول** معترض کو راستبازی کا
تو یہ دعوی ہے کہ پہلے ہم تفسیر دیکھ لیتے ہیں جب وہاں تسلی نہیں ہوتی تب اعتراض
کرتے ہیں اور پھر یہ حال کہ ناتمام جملہ کو بلکہ مبدل منہ کو بغیر بدل کے لکھکر اوسپر
اعتراض کردیا غالباً کم استعدادی سے سمجھ میں نہیں آیا آیۂ قرآنی اس طرح ہے
وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ترکیب یہ ہے کہ لفظ کلا
دراصل مضاف ہے اور لفظ نباء مضاف الیہ محذوف ہے اور تنوین اسکے عوض
محذوف ہے یعنی دراصل کل نبأ ہے اور من تبعیضیہ ہے اور صفت ہی مضاف الیہ

محذوف کی کیونکہ وصف مضاف الیہ کا بہ نسبت مضاف کی فصیح ہے کما ذکرہ
ابن الحاجب فی شرح المفصل اور لفظ انباء یا فعل نقص اس محذوف پر
دلالت کرتا ہے اور لفظ ما بدل ہے مرکب اضافی یعنی کل نباء سے اور موصوف
ہے اور صفت اسکی فعل نُثَبِّتُ بِہٖ ہے اور عربی قواعد اگر نہ دیکھے ہوں تو اُردو قواعد
ہی دیکھو لو کہ مبدل منہ اور بدل میں مقصود بالنسبۃ بدل ہوتی ہے یعنی دو اصل
متکلم کو بدل کا ہی بیان مقصود ہوتا ہے اور فعل وغیرہ سے نسبت بھی اوسی کو
ہوتی ہے پس لفظ کلا سے مراد اور مقصود لفظ مَا مع صفت کے ہے ترجمہ اسکا
اُردو کے محاورہ میں یہ ہوگا کہ منجملہ اخبار انبیاء کے ہر ایک ایسی خبر تجھ سے بیان
کرتے ہیں جس سے تیرے قلب کو یہ اطمینان ہو کہ انبیاء سابقین نے بھی اپنی اپنی
امت کے ہاتھ سے اسی طرح ظلم و جور اوٹھائے ہیں جسطرح تو اوٹھاتا ہے نہ ہر ایک
خبر رطب و یابس   اب میں معترض صاحب سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے جو یہ
ترجمہ کیا ہے کہ ہر رسول کی خبر تجھے دیتے ہیں تو لفظ کل کا مضاف الیہ رسول کہاں
سے نکالا ہے اگر کل کا مضاف الیہ رسول ہو اور ترجمہ یہ ہو کہ ہر ایک رسول کا قصہ
تجھے کہتے ہیں تو ذرا غور کرو کہ پھر من انباء الرسل کہنے کی کیا ضرورت ہوتی اور
مَا نُثَبِّتُ ترکیب میں کیا ہے **قولہ** ۲۱ خلاف بنی اسرائیل کے پہلے رکوع
میں ہے اَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا یعنی وہاں کے امیروں کو حکم دیا بدی
کرنے کا پس اونہوں نے بدی کی پھر اعراف کے ۱۲ رکوع میں ہے اِنَّ اللّٰهَ
لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ خدا بری بات کو کبھی حکم نہیں دیا کرتا ان آیتوں میں سے ضرور
ایک غلط اور جھوٹی ہے **اقول** برادر صاحب خوب جانتے ہیں کہ اس آیت

کے چند طرح سے معنی ہوتے ہیں اور یہ معنی بھی درست ہیں کیونکہ جب مفسر نے یہ معنی لکھے ہیں اونسے ایسکا جواب بھی لکھدیا ہے کہ امر کرنا فسق کا حقیقۃ نہیں مجازاً ہے بایں معنی کہ ہم نے اونکو دولت و نعمت دی اور وہ باعث فسق ہوئی پس عطاے نعمت کو امر تعبیر کیا ہے مگر پادریصاحب نے براہ دیانت اس جواب کو بھی ترک کردیا غرض اونکی یہ ہے کہ جس طرح اونہوں نے بائبل کی آیات متخالفہ میں مجاز اختیار کرکے اہل اسلام کو جواب دئے ہیں اسی طرح اہل اسلام کو بھی مجاز اختیار کرنا پڑے اور مثل بائبل کے قرآن شریف میں بھی آیات متخالفہ نکلیں لیکن اونکو یہ بات کہاں نصیب ہے مجاز کے لئے قرینہ کا ہونا ضرور ہے اور علاقہ کسی نوع کا حقیقت اور مجاز کے درمیان ہونا ضرور ہے اور بعض جگہہ اصل عبارت کا ہونا بھی ضرور ہے کیونکہ مجازات اکثر محاورات زبان پر موقوف ہیں سو بعض کتابوں کا اصل متن ہی دنیا میں نہیں مجاز لڑکوں کا کھیل نہیں کہ جہاں عبارت کے معنی درست نہ ہوئے وہیں مجاز کہدیا مثلاً آیت ۲۰ باب یازدہم کتاب یوشع میں ہے کہ خداوند کی طرف سے تہا کہ اونکے دل سخت ہوگئے۔

پادریصاحب کہتے ہیں کہ ایسکے معنی سمجھ میں نہیں آتے یہ مجاز ہے کیونکہ جب آدمی گناہ سے باز نہیں آتا اور نصیحت قبول نہیں کرتا تو حق تعالیٰ اوسے اوسکے حال پر چھوڑ دیتا ہے بلاشک ایسا ہوتا ہے اور ہم بھی قبول کرتے ہیں مگر اس آیت سے تو صاف یہ بات ظاہر ہے کہ دلوں کے سخت ہونیکی ابتدا خدا کی طرف سے ہوئی ہاں اگر بعد قساوت قلوب کے خدا اونکے ساتھ کچھ برائی کرتا یا آیت میں اطلاق ہوتا تو بجا تہا یہ مجاز نہیں بلکہ دوسرے جدید معنی ہیں علاوہ اس کے قرآن میں جو کوئی

آیت ہے اوس میں مجاز کا قرینہ بھی قریب موجود ہوگا یا وہ محاورہ اہل زبان میں مشہور اور مستعمل ہوگا اور آیتہ قرانیہ کے چند طرح معانی ہو سکتے ہونگے وہی معنی مستحکم نہیں تا کہ خلاف لازم آوے اور مجاز اختیار کرنا لابدی ہوجاوے اور بائبل کی آیات کے وہی ایک معنی ہیں خواہ اون کو حقیقت کہو خواہ مجاز چنانچہ اسی آیہ کریمہ میں دیکھ لو کہ یہ معنی جو پادری صاحب نے بنظر تعصب لکھے ہیں گو یہ بھی مجازاً درست ہیں مگر اس سے عمدہ اور منقول اور معقول دوسرے معنی ہیں جسمیں مجاز اختیار کرنے کی بھی ضرورت نہیں دیکھو پادری صاحب کی عمدہ دلیل اس معنی کے اختیار کرنے کے واسطے یہ ہے کہ بعد امر کے جو واقع ہوتا ہے وہی امر کا مامور بہ سمجھا جاتا ہے مثلاً جو کوئی کہے امرتہ فقام امرتہ فقرأ تو یہاں بجز قیام اور قرأت کے کچھ اور مامور بہ نہیں سمجھا جاتا اس واسطے یہاں بھی امرنا کا مامور بہ فسق ہونا چاہیئے ہم کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ درست ہے مگر اس قاعدہ کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ جب امر کے بعد ایسا لفظ واقع ہو جو اوس کا مامور بہ نہ ہو سکے تو وہاں وہ لفظ مامور بہ نہوگا بلکہ کچھ اور ہوگا مثلاً کوئی کہے امرتہ فعصانی و امرتہ فلم یمتثل ودعوتہ فابی تو اس جگہ عصیان یعنی نافرمانی اور عدم امتثال اور ابا مامور بہ نہوں گے کیونکہ یہ الفاظ امر اور دعوت کے نقیض ہیں اور خلاف عقل ہے کہ کوئی شخص اسی امر کی نافرمانی کا امر کرے جس کو بالفعل کہتا ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ حکم کیا میں نے اوس کو طاعت کا پس اوس نے نافرمانی کی اور بلایا میں نے اوس کو واسطے اجابت اور قبول کے پس اوس نے انکار کیا پس ایسے مقام پر ضرور لفظ طاعت اور اجابت مامور بہ ہوتی ہیں اور بوجہ مقابلہ کے اور بوجہ مخالفت عقلیہ

مذکورہ کے عقل اس مقدر کو فوراً سمجھ لیتی ہے کسی کی تعلیم کی حاجت بھی نہیں
ہوتی اور یہ بھی لکھا ہے کہ کبھی لفظ امر کے واسطے کچھ مامور بہ نہیں ہوتا مثلاً کہتے ہیں
فلان یأمر وینھیٰ یعنی فلاں شخص حکم کرتا ہے اور نہی کرتا ہے کما حققه العلامة
الزمخشري بعد اس کے ہم کہتے ہیں کہ ہرگاہ لفظ فسق کے معنی لغوی وخروج از طاعت
یا ترک امر ہیں تو امرنا ففسقوا مثل امرته فعصانی کے ہو گیا چنانچہ سید مرتضیٰ رود در
میں فرماتے ہیں وانما یجری هذا مجری قول القائل امرته فعصی ودعوته فابی و
المراد انني امرته بالطاعة ودعوته الی الاجابة والقبول اور علامہ طبرسی
مجمع البیان میں لکھتے ہیں ومثله امرتك فعصیتنی پھر عقل کیونکر تجویز کر سکتی
ہے کہ خروج از طاعت اور ترک امر فعل امرنا کا مامور بہ ہو مگر بطور مجاز لاریب
اس وقت بوجہ مقابلہ کے لفظ طاعت مامور بہ مقدر ہے جس طرح امرته فعصانی
میں مذکور ہوا اور یہی روایت ابن عباس اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ امرنا
کا مامور بہ لفظ طاعت ہے اور دیگر نصوص قرآنیہ بلکہ ماقبل آیۂ مذکورہ یعنی وَمَا كُنَّا
مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا بھی اسی کا قرینہ ہے کہ طاعت مامور بہ ہے۔

اب پادری صاحب انصاف کریں تعصب کو دخل نہ دیں کہ امرنا کو بمعنی انعمنا
سمجھ کر مجاز اختیار کرنا بہتر ہے یا یہ معنی حقیقی جو ہم نے بیان کئے ہیں دیکھو امرنا
اور انعمنا میں ایسا کوئی علاقہ ظاہری بیّن نہیں جس سے ہر کوئی یہاں امرنا
کو بمعنی انعمنا سمجھ لیوے اور لفظ طاعت کے سمجھنے پر بہت قرینہ ہیں اور یہ قریب الفہم
ہیں اور محاورہ عرب کے موافق ہیں اور نیز یہی معنی منقول ہیں پھر کیا ضرور
ہے کہ مجاز اور وہ بھی بعید الفہم اور خلاف معنی منقول کو اختیار کریں۔

قوله ۲۲ خلاف کہف میں ہے اِلَّا اِبْلِیْسَ کَانَ مِنَ الْجِنِّ یعنی شیطان جنون میں سے تھا پھر بقر کے ۴ رکوع میں ہے اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ یعنی ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے سجدہ نہ کیا یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان فرشتہ تھا اوس نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ سجدہ کرو سب نے کیا مگر ایک نے نہ کیا پس شیطان ملائکہ سے مستثنیٰ ہے اگر کہو کہ یہ استثنا متصل نہیں ہے تو اقرار کرو کہ یہ آیت غیر فصیح ہے کیونکہ استثنائے منقطع غیر فصیح لوگ بولا کرتے ہیں پس ایک آیت ان دونوں میں سے باطل ہے۔

اقول یہ اعتراض بھی بے اصل ہے کیونکہ استثنائے منقطع کو کسی نے آجتک غیر فصیح نہیں لکھا اور لکھا ہو تو معترض پر اوس کی سند دینا ضرور ہے ورنہ دعویٰ بےدلیل مشابہ ہذیان ہے۔ دیکھو ہیشہ فصل دوم میں استثنائے منقطع کی سند میں چند اشعار شعرائے جاہلیت کے مذکور ہو چکے ہیں اور جو کچھ ہمکو یہاں لکھنا چاہیئے وہاں لکھ چکے حاجت اعادہ نہیں۔ پادری صاحب یا اون اشعار کو بھی غیر فصیح کہیں یا اپنی جہالت کا اقرار کریں۔

علاوہ اس کے اس قدر اور کہتا ہوں کہ اس مقام میں استثنائے منقطع اوس وقت ثابت ہوگا جبکہ معترض جن کی حقیقت و ماہیت بیان کرے علمائے اسلام ماہیت جن میں مختلف القول ہیں خصوصاً ابلیس کے باب میں ابن عباس اور ابن مسعود اور قتادہ اور جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب سے بنا بر ایک روایت کے اور جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ ملائکہ جنس ہے

اور اون کی بہت نوع ہیں بعض اون میں جنات ہیں کہ وہ زمین پر رہتے ہیں
اور یہی روایت بیضاوی وغیرہ کے نزدیک بہی مختار ہے اور شیخ ابوجعفر طوسی
رئیس المحدثین نے اپنی تفسیر میں اسی کو اختیار کیا ہے پس معترض کو لازم
ہے کہ اولا احادیث اہل اسلام سے جنات کی حقیقت کو ثابت کردے کہ وے ملائکہ
کی جنس میں داخل نہیں اور لفظ ملک اونپر صادق نہیں آتا اور بعدہ استثنائے
منقطع کی غیر فصاحت کو ثابت کروے تب اعتراض کرے۔ وَدُونَهُ خرط القتاد

قولہ ۲۲ خلاف اسی میں ہے فلا نقیم لهم یوم القیامة وزنا قیامت کے
دن اون کا فروں کے لئے وزن قایم نہ ہوگا پھر سورۂ قارعہ میں لکھا ہے وَاَمَّا مَنْ
خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ جس کے وزن کم ہوں گے اوسکی جگہہ دوزخ
ہوگی ابہی کہا تھا کہ ہم میزان قایم نہ کریں گے ابہی کہتے ہیں کہ میزان قایم ہوگی اس
لئے دونوں میں سے ایک آیت باطل ہے۔

اقول یہاں ذرہ بھر اختلاف نہیں معترض کا صرف تعصب ہے آیۂ کریمہ اسطرح
ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ
يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ
فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا
وَاتَّخَذُوْآ اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا کہہ تو اے محمد ہم بتادیں تمکو زیانکاران مردم کو جن کے
اعمال برباد گئے وے وہ لوگ ہیں جنکی محنت وکوشش زندگانی دنیا میں گم ہوئی اور
وہ سمجھتے ہیں کہ ہم خوب کام کرتے ہیں وہ وے ہیں جو منکر ہوئے اپنے پروردگار کی
نشانیوں سے اور اوس کے ملنے سے سو مٹ گئے اور حبط ہوگئے اونکے اعمال

پھر اون کے واسطے قیامت کے روز تول نہ ٹھیری کریں گے یہ اسواسطے ہے کہ سزا ہے اونکی دوزخ کیونکہ وے منکر ہوئے اور ٹھہرائیں میری باتیں اور میرے رسول مضحکہ اور ٹھٹھا واہ ری معترض کی دیانت کہ اصل بات کو دبا گیا اور ناتمام آیت پر اعتراض کرنا شروع کیا بھلا یہ تو خیال کیا ہوتا کہ حرف فا کس واسطے آیا ہے اور یہ کس پر تفریع ہے اور کس کا حال ہے دیکھو اور سوچو یہ اشد منکرین اور سخت ترین متعصبین کا حال ہے جو دُنیا کمانے کے واسطے خدا کی آیات اور رسول پر مضحکہ اور اعتراض کرتے ہیں اور دنیا کو بہکاتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں تاکہ اون کی طرف رجوع کریں اور اونھیں اپنا پیشوا بنائیں۔

یہ حکم خاص ایسے ہی اشخاص کے واسطے ہے عام حکم نہیں تاکہ کسی کے واسطے میزان قایم نہ ہو اگر پادری صاحب کی عقل تعصب سے خالی ہوتی تو سمجھ لیتے کہ میزان کا قایم ہونا پہلی آیت سے ہی نکلتا ہے کیونکہ جب فرمایا کہ ایسے آدمیوں کے واسطے میزان قایم نہ ہوگی تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے سوا دوسروں کے واسطے ضرور میزان قایم ہوگی میزان کے ثبوت میں دوسری آیت لکھنے کی کیا ضرورت تھی اسی طرح ایک شخص زندیق نے بھی جناب امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ آیہ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ اور آیہ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ کے کیا معنی ہیں پس حضرت نے ارشاد فرمایا والناس یومئذٍ علی طبقات ومنازل فمنهم من يحاسب حسابا یسیرا الخ یعنی قیامت کے دن آدمیوں کے بہت فریق ہونگے بعضوں کا حساب بہت آسانی سے ہوگا اور اپنے اہل وعیال کیطرف خوش خوش جاویں گے اور بعض

بے حساب بہشت میں داخل ہونگے یہ وہ لوگ ہیں جو لذاتِ دنیائے دنی سے
متلبس نہیں ہوئے اور بعض آدمی ایسے ہونگے کہ جن سے پوست استخواں خرما
کا بھی حساب ہوگا اور بعد اتمام حجت کے دوزخمیں بھیجے جائینگے اور بعض ایسے
ہونگے جو بلا حساب جہنم کو جائینگے یہ وہ لوگ ہیں جو دوسرونکو گمراہ کرتے ہیں
اور بہکاتے ہیں یعنی ائمہ متعصبین او پیشوایان ضالین کیونکہ دوسروں کو گمراہ
کرنا سخت گناہ ہے اسکے سبب اونکے قدرے قلیلے جو اچھے اعمال ہونگے وہ
بھی حبط و ضائع ہو جائینگے اسواسطے اُنکے حساب جانچنے کی ضرورت نہوگی۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ عرب کے محاورات میں وزن اعتبار و عزت کے معنی
میں بھی بولا جاتا ہے چنانچہ کہتے ہیں ما لفلان عندی وزن ولیس لہ عندی
وزن یعنی میرے نزدیک اوسکی کچھہ عزت و قدر نہیں ہے۔ بلکہ لغو اور
بیہودہ اور ہیچکارہ آدمی کو فارسی میں بھی سبک سر کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ
ایسے آدمی جنکا اوپر ذکر ہوا قیامت کے روز ہمارے نزدیک اونکی کچھہ قدر و
منزلت نہوگی نہایت ذلیل و خوار ہونگے اون پر رحمت الٰہی نہوگی پس ہرگاہ کہ
وزن کے معنی تول کے نہوئے تو اب تناقض اور تخالف کا شائبہ بھی نہیں اور
اعتراض محض سبک سری ہے **قولہ** ۴۴ خلاف مریم میں ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَا
اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ ہم نے آدم سے پہلے کچھہ عہد کیا تھا پر وہ بھول گیا پھر طٰہٰ کے
۷ رکوع میں ہے عَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی آدم نے خدا کا گناہ کیا اور گمراہ ہو گیا پس
جبکہ سہواً اوس سے یہ حرکت ہوئی تو یہ عصیان نہیں نسیان ہے۔
اقول قرآن مجید میں ذرہ بھر خلاف ممکن نہیں مگر معترض کی عبارت میں لفظاً و

معنیٰ دونوں طرح اختلاف ہے کیا معنی کہ یہ دونوں آیتیں سورہ طٰہٰ کی ہیں اور
متصل ذرا فصل سے لکھی ہیں اور لفظ مریم و طٰہٰ میں تجنیس خطی بھی نہیں تا کہ
سہو کاتب کا گمان ہو اور خطائے معنوی یہ ہے کہ نَسِیَ کا ترجمہ (بھول گیا) کیا ہے
یہاں اسکے معنی ہیں (ترک کر دیا) اور اسیطرح غوی کا ترجمہ کیا ہے (گمراہ ہوا)
اسکے معنی یہاں ہیں (ناامید ہوا) یعنی جو کہ آدمؑ نے خلود جنت یا فرشتہ ہو جانے
کی طمع سے درخت کے پھل کو کھایا تھا اوس مراد کو نہ پہونچا اب معنی میں جسکو
شبہ ہو لغت میں دیکھ لے اور خود قرآن میں یہ لفظ اس معنی میں چند جگہ وارد
ہوا ہے چنانچہ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اور فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ الخ اور یہی معنی ابن عباس سے منقول ہیں اور سب مفسروں
نے اسی کو اختیار کیا ہے بلکہ جس نے یہاں فراموشی کے معنے سمجھے اوس نے
نص قرآنی کی مخالفت کی کیونکہ سورۂ اعراف میں حق تعالیٰ قول ابلیس کی حکایت
کرتا ہے کہ آدم و حوا سے کہا وَمَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا
مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ یعنی نہیں منع کیا ہے تمکو تمہارے پروردگار
نے اس درخت سے مگر اسواسطے کہ تم اسے کھا کر فرشتہ ہو جاؤ یا ہمیشہ جنت میں رہ
جاؤ اس سے صاف ظاہر ہے کہ شیطان نے وقت اغوا آدم و حوا کو خدا کا
عہد یعنی ممانعت اور نہی یاد دلادی تھی اور یہاں یہ بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ
باوجود یاد دلانے کے بھی آدمؑ کو عہد خدا یاد نہ آیا ہو کیونکہ آیۂ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي
لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ کی تاکیدات عدیدہ وبلیغہ وشدیدہ سے ظاہر ہے کہ اولاً
آدمؑ نے شیطان کا قول قبول نہ کیا تھا اور نہ ان چار تاکیدوں کی ضرورت نہوتی

پس نَسِیَ ذراموشی کے معنی میں کسی طرح نہیں ہوسکتا اور دونوں آیتوں میں کچھ تخالف نہیں لیکن یہاں کسی کو یہ شبہ نہو کہ یہ ترک عہد از راہ مخالفت و نافرمانی کے تہا ہرگز ایسا نہ تہا کیونکہ جناب الہی نے اِس ترک عہد کی خود تفسیر فرمائی ہے چنانچہ بعد نَسِیَ کے یہ عبارت ہے وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا یعنی نہ پایا ہم نے واسطے آدم کے عزم یعنی قصد راسخ اور ثبوت عہد پر۔ قصد اور عزم میں فرق ہے قصد محض ارادہ کو کہتے ہیں اور عزم ارادہ راسخ کو کہتے ہیں یہاں عزم کی نفی کی ہے نہ قصد کی مطلب یہ ہو کہ ایفاے عہد کا قصد تہا مخالفت حکم الہی منظور نہ تہی مگر شیطان کے بہکانے سے اوس عہد کا رسوخ نرہا جنس اور عین کا یا کسی اور وجہ سے اشتباہ پڑگیا اور جب اشتباہ یا کسی اور عذر سے تعمیل حکم نہو تو اگرچہ وہ باعتبار لغت عصیان یعنی ترک امر ہے مگر عصیان مصطلح شرعیہ نہیں جو موجب عذاب و نکال آخرت ہو بلکہ اسکے یہ معنی ہیں کہ چونکہ آدمؑ مقربان خدا سے تہے اونکو اسقدر بہی نامناسب تہا کیونکہ ع جن کے رتبے ہیں سوا اون کو سوا مشکل ہے۔
چنانچہ فرمایا ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ پس جسقدر اور جیسا اونکا عصیان تہا ویسا ہی اثر عتاب بہی دار دُنیا میں ہوگیا آخرت پر موقوف نہیں رہا اور اسی قسم سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے زلات تہے کہ اون کا عتاب اسی دار دُنیا میں ہوگیا ' بالجملہ لفظ عصی یہاں متشابہات میں سے ہے اور تاویل طلب اور تاویل اس کی یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ یہ عصیان شرعی نہیں لغوی ہے اور اسی باعث اسکو ترک اول کہتے ہیں **قوله** ۲۵ خلاف انبیا میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی اُولٰۤئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ جن کے لئے ہماری طرف

سے بھلائی ہو چکی ہے وہ لوگ دوزخ سے دور رہیں گے پھر مریم کے ۵ رکوع میں لکھا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کوئی آدمی نہیں جو دوزخ میں نجاوے یعنی ضرور سب نیک بد ایکدفعہ تو دوزخ میں جاوینگے پس پہلی یا پچھلی آیت جھوٹ ہوئی **اقول** اس آیت کے معنی دو طرح سے منقول ہیں کیونکہ حسب محاورہ عرب وَارِدُهَا کے دو معنی ہوتے ہیں ایک قریب پہنچنے والا دوسرے داخل ہونیوالا   قاموس میں ہے الورود الاشراف علی الماء وغیرہ دخله او لم یدخله یعنی ورود کے معنی ہیں پہنچنا پانی پر یا دوسری چیز پر خواہ اسمیں داخل ہو خواہ نہو اور قرآن میں یہ لفظ دونوں[له] معنی میں آیا ہے شاہد معنی اول زهیر معلقه ثالثه

شعر فلما وردن الماء زرقا جمامه ؛ وضعن عصی الحاضر المتخیم ؛ یعنی جبکہ وے پانی کے پاس پہنچے تو وہاں قیام کیا اور معنی ثانی میں سند کی حاجت نہیں پس بنا بر معنی اول کے مطلب یہ ہے کہ تمام آدمی حساب کے واسطے گرد جہنم کے کھڑے کئے جاوینگے چنانچہ قبل اسی آیت کے تصریحاً فرمایا ہے ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا اس تقدیر پر ورود جہنم اسطرح فرمایا ہے جسطرح زہیر نے اپنے شعر میں لکھا ہے اور یہ روایت ایک طریق سے حضرت امام جعفر صادق سے بھی منقول ہے پس باعتبار اس معنی کے دونوں آیتوں میں کچھ تخالف نہیں اور بنا بر دوسرے معنی کے اس سے بھی سہل و صاف جواب ہے کہ قبل ضمیر کے لفظ عذاب یا الم مقدر ہے یعنی عنها ای عن عذابها مطلب یہ ہے کہ متقی لوگ جہنم کی اذیت اور تکلیف سے محفوظ اور بعید رہیں گے اور اسی واسطے یہاں دخول نہیں فرمایا ورود فرمایا ہے چنانچہ عبداللہ بن مسعود نے جناب

[له] ورود بمعنی اول وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ سورہ قصص وَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ سورہ یوسف ۲

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسطرح روایت کی ہو کہ ہر آدمی کا ورود وصد ور جہنم
میں اُسکے اعمال نیک کے موافق ہوگا۔ اوّل درجہ کے نیک مثل برق جہندہ کے جہنم میں
ہوکر گذر جائینگے۔ دوسرے درجہ کے نیک مثل ہوائی تند کے جائیں گے تیسرے
درجہ کے اسطرح جسطرح گھوڑا دوڑتا ہے چوتھے درجہ کے جسطرح آدمی دوڑتا ہی پانچویں درجہ کی
جسطرح سوار جاتا ہی چھٹے درجہ کے جسطرح آدمی چلتا ہی اور پھر بعض گھٹنوں سے چلیں گے
غرض ہر ایک کی رفتار علی قدر مراتب اعمال ہوگی اور جابر انصاری نے روایت کی ہے
کہ ایکدفعہ سب جہنم میں وارد ہونگے لیکن مومنین پر آتش جہنم مثل برف کے سرد ہو جائیگی
جسطرح حضرت ابراہیمؑ پر بردو سلام ہو گئی تھی اور اُنکو کچھ اذیت نہ پہنچیگی گویا عذاب
جہنم سے بعید ہونگے مگر اہل جہنم کے عذاب کی آواز سنیں گے اور اونکی کیفیت سے
مطلع ہونگے تاکہ اس حال کے دیکھنے سے نعماے جنت کا لطف معلوم ہو اعاذ نا
اللہ مِن احوال المطلع **قولہ** ۲۶۔ خلاف مونوں میں ہو فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ وَلَا
یَتَسَآءَلُوْنَ قیامت کے دن نہ اونمیں حسب نسب رہیگا اور نہ آپس میں ایکدوسرے
سے بولیں گے پھر سورہ طور کے پہلے رکوع میں لکھا ہے وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ
یَّتَسَآءَلُوْنَ ایکدوسرے سے بولیں گے اور آپس میں سوال کرینگے پس انہیں سے
ایک آیت غلط اور جھوٹ ہوئی۔ **اقول** معلوم نہیں کہ معترض نے یہ اعتراض حالتِ
نشہ میں لکھا ہے یا غرض میں کیونکہ اوّلاً پہلی آیت میں یومئذ کو اُڑا گیا اس
تحریف سے یہ غرض ہے کہ عیسائی غیر قرآن خواں مطلقاً ہر جگہ سوال کی نفی سمجھیں
ثانیاً آیۂ ثانیہ میں علیٰ کی جگہ الی لکھدیا ہے ثالثاً عرصۂ محشر کے عدم سوال کو بہشت
کے سوالات و مکالمات کے خلاف لکھا ہے واہ کیا مخالفت ہے یہ بھی نہیں معلوم

کہ تخالف میں اتحاد مکان وزماں ضرور ہی سو وہ یہاں نہیں پہلی آیت[۱] میں روز حشر کا ذکر ہے اور سورۂ طور میں بہشت کی باتوں کا ذکر ہے کہ اہل جنت باہم اسطرح پوچھینگے افسوس ہے ایسے مطلب پر جسکے واسطے آدمی قصداً سفاہت یا کذب اختیار کرے **قولہ** ۲۷ خلاف نحل میں ہے سَاٰتِیْکُمْ میں تمہارے پاس آؤں گا یہ قطعی وعدہ ہے مگر سورۂ طٰہٰ میں لکھا لَعَلِّیْۤ اٰتِیْکُمْ شاید میں تمہارے پاس آؤں یہ ترجی ہے پس ضرور ایک آیت انمیں سے غلط اور جھوٹ ہوئی **اقول** یہ اعتراض صرف ناواقفیت کے باعث کیا ہے اور اوسکے اثبات کے لئے ضرور ہے کہ جواب سے پہلے حرف لعل کا کچھہ حال بیان کیا جائے صحاح وصراح میں ہے لعل کلمۃ شک اصلہا عل واللام زائدۃ —— قاموس میں ہے لعل کلمۃ طمع واشفاق — نہایہ ابن اثیر میں ہے لعل وھی کلمۃ رجاء وطمع و شک وقد جاءت فی القرآن بمعنی کی وقیل اصلہا عل واللام زائدۃ وفی حدیث حاطب وما یدریک لعل اللّٰہ قد اطلع علی اہل بدر الخ ظن بعضہم ان معنی لعل ھنا من جہۃ الظن والحسبان ولیس کذلک و انما ھی بمعنی عسی ولعل من اللّٰہ تحقیق انتہی اور اسپر ہی منحصر نہیں نحو کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لعل استفہام کے واسطے بھی آتا ہے مثل لا تدری لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک امرا — کما فی المغنی پس یہاں لعل تشکک کے واسطے نہیں جسطرح معترض

[۱] فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَہُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۱۰ ۲ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ فٰکِہِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمْ رَبُّہُمْ وَوَقٰہُمْ رَبُّہُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۰ اسی بیان میں بارہ آیت میں بعد انکے یہی ہیں یَطُوْفُ عَلَیْہِمْ غِلْمَانٌ لَّہُمْ کَاَنَّہُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ ۰ وَاَقْبَلَ بَعْضُہُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ - ۱۲

نے ترجمہ کیا ہے کہ شاید میں تمہارے پاس آؤں بلکہ یہاں لعل بمعنی عسی ہے یعنی
عنقریب لاتا ہوں میں آگ سے چنگاری اور یہی پہلی آیت کا مطلب ہے کیونکہ
حرف سین اور سوف مضارع پر معنی عنقریب کا فائدہ دیتے ہیں اور اگر پادری صاحب
کو اہل لغات کا اعتبار نہ ہو اور لعل بمعنی عسی میں شک ہو تو شاہد اوسکا یہ ہے
نافع بن سعد الحماسی **شعر**

ولست بلوام علی الامر بعدما   یفوت ولکن عل ان اتقدما

شارح علی بن زکریا کہتا ہے یقول اذا فاتنی امر لا ارجع علی نفسی باللوم
الکثیر تحسرا فی اثره لکننی حقیق بان اتقدم فی تحصیله قبل فوته —
عل وهو حرف موضوع للطمع ولا متعلق واسمه مضمر کانه قال ولکنی لعلنی ان
اتقدم   وهو یجیئ بان وبغیران واذا کان معه ان افاد فائدة عسی واذا
جاء بغیر ان کان الفعل اقرب وقوعا لان ان للاستقبال لعل وان کان حرفا یعد
مع افعال المقاربة وهی عسی وکاد فقط   شاعر

شعر لعلک یوما ان تلم ملمة ۞ علیك من اللاتی یدعنك اجدعا

صاحب مغنی لکھتا ہے۔ ویقترن خبرها ای خبر لعل بان کثیرا حملا علی عسی
پادری صاحب کو لازم ہے کہ پہلے علم ادب اور زبان عرب میں مہارت پیدا
کریں بعدہ اس تحقیق و تقریر کو سمجھیں اور بالفعل تو یہ تقریر بھی اون کی
فہم و استعداد سے بعید معلوم ہوتی ہے کیونکہ اونہوں نے لفظ اٰتیکم کا
ترجمہ آؤں کیا ہے ہنوز وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ حرف بائے موحدہ جو دونوں
آیتوں میں بعد اٰتیکم کے موجود ہے اوس نے اس فعل کو متعدی

کردیا ہے اور بجائے آؤں گا کے لاؤں ہوگیا **دوسرا جواب** یہ
ہے کہ یہاں لعل بمعنی کے تعلیلیہ یعنی سبب کیواسطے بھی ہوسکتا ہے اور اس صورت
میں لَعَلِّیۡ اٰتِیۡکُمۡ فعل اُمۡکُثُوۡا کے واسطے تعلیل ہے اور اِنِّیۡ اٰنَسۡتُ نَارًا جملہ
معترضہ ہے مطلب یہ ہے کہ کہا موسیٰ نے اپنے عیال سے کہ تم ٹھیر جاؤ تاکہ میں
آگ لے آؤں میں نے آگ دیکھی ہے شاعر حماسی **شعر**

وقلتم لنا کفوا الحروب لعلنا ؎ نکف ووثقتم لنا کل موثق ؎
فلما کففنا الحرب کانت عہودکم ؎ کلمع سراب فی الملاء المتالق ؎

یہاں لعل بمعنی کی ہے افسوس ہے کہ معترض کی بے استعدادی کی نظر
سے زیادہ تفصیل وتصریح کی ضرورت پڑتی ہے ناظرین اس طول کے تصور
کو معاف فرمائیں اور خیر اگر صرف بے استعدادی ہوتا ہم صبر کریں مگر اس پر
بدحواسی کا اور طرہ ہے کہ سورہ کے نام میں بھی غلطی ہے بجائے سورۂ نمل
کے سورۂ نحل کا نام لکھدیا ہے۔ **قولہ** ۲۰ خلاف قصص میں ہے وَاضۡمُمۡ
اِلَیۡکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّھۡبِ اور ملا اپنی طرف اپنا بازو ڈرسے پھر طہ میں
ہے وَاضۡمُمۡ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ اور ملا اپنا ہاتھ اپنے بازو کی طرف یہ صریح
مخالفت ہے **اقول** معترض کی بدحواسی یا کج فہمی کو کہاں تک بیان کیا جاوے
اسی کو ایک کتاب چاہیے دیکھو یہاں بھی یہ خبط کیا ہے کہ دو مضمون اور دو مطلبوں
کی آیتوں کو ہم مضمون سمجھ کر اعتراض کردیا ہے اور عجیب طرح کی
تحریف کی کہ آیۂ اولی سے مِنَ الرَّھۡبِ اور آیہ ثانیہ سے تَخۡرُجۡ
بَیۡضَآءَ کو اڑادیا حالانکہ دونوں لفظ جواب ہیں اس اعتراض کے

تفصیل اسکی یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے وادی مقدس میں وقت اعطائے منصب
نبوت حضرت موسیٰ کو دو معجزے دئے تھے ایک ید بیضا دوسرے عصا کا اژدہا
ہو جانا پس ید بیضا کر نیکے وقت حکم ہوا تھا کہ اے موسیٰ اپنے ہاتھ کو جیب میں داخل
کرو جب حضرت موسیٰ نے اسطرح ہاتھ کو داخل کرکے اوٹھایا تو کفدست کو
روشن پایا اور جب عصا سانپ ہوگیا اوسوقت حضرت موسیٰ کو خوف معلوم ہوا
یہانتک کہ بدن میں رعشہ ہوگیا اوسوقت جناب الٰہی نے حضرت موسیٰ کو خوف
زائل ہونیکی تدبیر تعلیم کی کہ اپنے ہاتھوں کو بغل میں رکھکر بدن کو دباؤ اور بھینچو کہ
اس سے لرزہ جاتا رہیگا اور قاعدہ ہے کہ اس صورت سے لرزہ میں تخفیف
ہو جاتی ہے اور آدمی کو اطمینان و جرأت آجاتی ہے چنانچہ سورۂ قصص میں یہ
دونوں امر علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں جس سے کچھ اشتباہ نہیں رہتا قال اللہ تعالیٰ
فی سورۃ القصص وَاَنْ اَلْقِ عَصَاکَ فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کَاَنَّھَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا
وَّلَمْ یُعَقِّبْ یٰمُوْسٰٓی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ○ اُسْلُکْ یَدَکَ فِیْ
جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَیْکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّھْبِ فَذٰنِکَ
بُرْھَانٰنِ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ اور سورہ طٰہٰ میں
اس طرح ہے قَالَ اَلْقِھَا یٰمُوْسٰی فَاَلْقٰھَا فَاِذَا ھِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی قَالَ خُذْھَا
وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُھَا سِیْرَتَھَا الْاُوْلٰی وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ
تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰی اور اسیطرح سے یہ مضمون سورہ
نمل میں بھی مذکور ہے اب مجھکو زیادہ تصریح و تطویل کی حاجت نہیں ناظرین
اس عبارت کو دیکھکر خود ہی سمجھ لیں گے کہ سورہ طٰہٰ کی آیت کے ہم مضمون قصص

میں آیہ اُسلُكْ یَدَكَ فِی جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ الخ ہے نہ وہ آیت جو معترض نے لکھی ہے البتہ پادریصاحب کو لفظ جناح کے باعث اعتراض کا موقع ملگیا ہے کہ دو جگہ جیب میں ادخال دست کا حکم کیا اور سورہ طہٰ میں جناح سے ہاتھ ملانے کا حکم کیا پس جواب اسکا یہ ہے کہ لفظ جناح کے چند معانی ہیں ازانجملہ بازو اور ہاتھ اور بغل اور جانب اور ذات ہر شے یہی ہیں ابو عبیدہ نحوی کہتا ہے الجناحان الناحیتان وجناحا الرجل یداه - اور ایک شاعر کہتا ہے مصرعہ اضمها الی الصدر والجناح ؎ یعنی لگاتا ہوں میں اوسے سینہ اور بغل سے سورہ طہٰ میں جناح کے معنی بغل اور جانب زیر دست کے ہیں اور چونکہ جیب کا بھی یہی مقام ہے اور جیب میں ہاتھ ڈالتے وقت پہلو سے ہاتھ لگا رہتا ہے اسواسطے بنظر تفنن عبارت یہاں صرف لفظ جناح پر اکتفا کیا ہے یا جناح جیب سے کنایہ ہے بحار میں عن الصادق علیہ السلام ان موسیٰ کان کثیر السمرة فاخرج یده من جیبه فاضاءت له الدنیا اور سورہ قصص و نمل میں صاف جیب فرمایا ہے والقرآن یفسر بعضه بعضا بہرحال عربی داں کے نزدیک کچھ تخالف نہیں اور جبال کا ذکر نہیں۔

قولہ ۲۹ خلاف لقمان میں ہے فِی یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنی وہ دن تمہارے دنیا کی حساب سے ایک ہزار برس کا ہوگا معارج میں ہے فِی یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ایسا دن ہے اوس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے دیکھو ان دونوں آیتوں میں ۴۹ ہزار برس کا اختلاف ہے پس ایک آیت ضرور جھوٹ ہے۔

اقول۔ یہاں تک بھی پادریصاحب کے حواس درست نہیں ہوئے سورۂ سجدہ کی آیت کو سورۂ لقمان میں بتاتے ہیں اور قیامت یہ ہے کہ جہاں یوم کا لفظ آتا ہے وہیں قیامت کے معنی سمجھ لیتے ہیں لیکن اس کو بے حواسی نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہاں بڑی ہوشیاری بھی کی ہے کہ دونوں آیتوں سے اوپر کی عبارت اڑا گئے اگر اون کو لکھتے تو پھر اعتراض کا رنگ نہ جمتا اونہیں سے جواب نکل آتا دیکھو پہلی آیت یوں ہے اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور دوسری آیت اسطرح ہے سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا وَّنَرٰىهُ قَرِیْبًا یَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الخ پہلی آیت میں زمین و آسمان کی پیدائش اور امور دنیا کی تدبیر اور درستی اور اپنی قدرت کا اظہار ہے کہ دیکھو ملائکہ ایک دن میں اس قدر درستے امور دنیا کا انتظام کرنے آتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں اور ایک دن میں اسقدر مسافت کو قطع کرتے ہیں حدیث میں وارد ہے کہ زمین سے آسمان دنیا تک پانسو برس کی راہ ہے اور اسی طرح ہر آسمان کے درمیان فاصلہ اور ہر آسمان کی ضخامت پانسو برس کی راہ کے موافق ہے اور دوسری آیت میں قیامت کے دن کی مقدار بیان فرمائی ہے اور

اگر کہو کہ دوسری آیت کو کس دلیل سے مدت قیامت میں قطعی سمجھ لیا جواب یہ ہے کہ اوپر کی عبارت سے کیونکہ کفار کے معذب فرمانے کا بیان ہے اور بعد اسکے احادیث صحیحہ معتبرہ سے جو اس آیت کی تفسیر میں وارد ہیں ظاہر ہے کہ روز قیامت کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی چنانچہ غرائب القرآن نیشاپوری و تفسیر کبیر فخر رازی و مجمع البیان اور در منثور اور بیضاوی وغیرہ کو دیکھ لو — پس پہلی آیت میں پیدایش اور تدبیر امور روزمرہ کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں فنا ء عالم اور قیامت کا ذکر ہے واہ پادریصاحب کیا عمدہ تخالف ہے اور کیا اتحاد مضمون و وقت ہے جس میں روز آفرینش سے قیامت کا فرق ہے قولہ۔ ۳۰ خلاف بقرمیں ہے كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا اِلْوَصِيَّةُ یعنی فرض کیا گیا تم پر جب موت آوے تو وصیت کر کے مرا کرے مگر محمد صاحب اپنے معتبر حدیث میں کہتے ہیں لَا وَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ یعنی کسی وارث کیلئے کچھ وصیت کی حاجت نہیں اور ابن عربی کہتے ہیں کہ محمدی کمیٹی یعنی اجماع امت نے حکم دیا ہے کہ وصیت کر کے مرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور بعضے عالم کہتے ہیں کہ آیت توریث یعنی وہ آیت جس میں محمد صاحب نے لوگوں کے ورثے مقرر کئے ہیں وصیت کی آیت سے مخالفت رکھتی ہے اسلئے اس آیت کو ترک کیا گیا۔

اقول سبحان اللہ کیا خلاف نکالا ہے اگر بسبیل تنزل اس آیت کا منسوخ ہونا قبول کریں تو نسخ اسکا آیہ توریث سے ہے نہ حدیث سے اور پھر ثبوت نسخ سے کیا اختلاف ثابت ہوگا اور معترض اس پر کیا اعتراض کرسکتا ہے۔ عیسائیوں نے تو اون احکام کو منسوخ کر دیا جن کے منسوخ ہونے کی ممانعت تھی دیکھو جناب

مسیح فرما چکے ہیں کہ جبتک زمین وآسمان نہ ٹل جائیں توریت کا ایک نقطہ ہرگز نہ مٹے گا انجیل متی آیت ۱۸ باب پنجم   مگر پادریوں نے تمام توریت کو یکقلم مٹا دیا چنانچہ پولوس مقدس لکھتے ہیں کہ اگلا قانون اس لئے کہ کمزور اور بیفائدہ تہا اٹھ گیا آیت ۱۸ باب ہفتم خط عبرانیاں . اور پھر کہتے ہیں لیکن ایمان کے آنے سے پیشتر ہم شریعت کے تحت قید تھے پس شریعت مسیح تک ہماری اوستاد ٹھیری پر جب ایمان آچکا تو ہم پھر اوستاد کے تحت نہیں آیت ۲۵ باب سوم خط گلاتیاں اور پھر کہتے ہیں میں خدا کے فضل کو بیجا نہیں ٹھیراتا ہوں کیونکہ راستبازی اگر شریعت سے ملتی ہے تو مسیح عبث ہوا۔ آیت ۲۱ باب دوم نامہ گلاتیاں   پس اس حکم سے حرامکاری چوری جھوٹ بولنا قتل کرنا سب حلال ہوگیا کیونکہ ان سے پرہیز کرنا عین شریعت ہے شعر فارغ از غدغہ گبر و مسلمان کردی ؎ اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احسان کردی ؎ مگر باینہمہ نصاریٰ کو پھر نسخ توریت سے انکار ہے یہ عجب بات ہے لیکن ہم اسی جواب الزامی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اصل مطلب قرآن کا بیان کرتے ہیں کہ محققین کی نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں کیونکہ اولاً حدیث لا وصیۃ للوارث کی صحت غیر مسلم ہے اور اس حدیث کو معتبر سمجھنا مغالطہ ہے اور لفرض تسلیم خبر احاد ہے کما ھو المصرح فی البیضاوی ثانیاً جس طرح ایک یہ حدیث ہے ویسی ہی تین حدیثیں اس کی معارض موجود ہیں چنانچہ ما من مات بغیر وصیۃ مات میتۃ جاھلیۃ   ومن لم یحسن وصیۃ عند موتہ کان نقصا فی مروتہ وعقلہ   وما ینبغی لامرء مسلم ان یبیت الا ووصیۃ تحت رأسہ دیکھو ان احادیث میں وصیت کرنے کی کس قدر تاکید آئی ہے۔

ثالثاً عقلاً قرآن کا منسوخ سمجھنا جائز نہیں کیونکہ خبر ظنی ہے اور اوسمیں موضوعیت کا بھی احتمال ہے اور قرآن قطعی اور یقینی ہے اور ظن یقین کا معارضہ نہیں کر سکتا اور اجماع ثابت نہیں اور نہ بمقابلۂ قرآن کے اجماع کی کچھ اصل ہے کہ اجماع کسی حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کر دے یہ امر تو خاص حضرت پولوس مقدس کا حصہ ہے اور یہ جو معترض نے لکھا ہے کہ بعضے عالم کہتے ہیں کہ آیۂ تورث اس آیۂ سے مخالفت رکھتی ہے پس اگرچہ علامہ سیوطی نے اتقان میں اسکو آیات منسوخہ میں لکھا ہے مگر قول سیوطی وغیرہ ہر مسلمان پر حجت نہیں اپنی اپنی تحقیق و تدقیق پر عمل ہے دیکھو بیضاوی نے قول سیوطی کو تسلیم نہیں کیا اور علامۂ زمخشری اور علامہ طبرسی وغیرہم مفسرین نے بھی منسوخیت کا انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ آیۂ تورث اور آیۂ وصیت میں منافات نہیں ہے بلکہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ آیۂ تورث آیۂ کریمہ وصیت کی موکدہ ہے اور حق یہی ہے کیونکہ مخالفت اوسوقت ہوتی جبکہ دونو حکم جمع نہ ہو سکتے حالانکہ دونوں حکم جمع ہو سکتے ہیں ہاں اگر فرق نکلےگا تو اسقدر کہ آیۂ تورث سے آیۂ وصیت کے وجوب کا نسخ ہو سکتا ہے استحباب یا جواز باقی ہے اور یہ جواز منافی وجوب نہیں کیونکہ جملہ فروض و محرمات و ممنوعات و مکروہات جو خدا تعالیٰ نے خود فرمائی ہیں ان کی نسبت عباد پر بھی تاکید کی ہے کہ تم بھی اپنے توابعین پر ان احکام کے واسطے حکم کرو مثلاً باپ کو حکم ہے کہ اولاد کو صوم و صلوٰۃ کا حکم کرے اور تاکید کرے اور اگر وہ اوس کی تعمیل نکریں تو انکو مارنا چاہیئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ہر شخص پر واجب کیا ہے حالانکہ بعد حکم خدا کے عباد کے حکم کی کیا اصل وہستی ہے سورۂ طہٰ میں فرمایا

ہے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوۃِ تو اے رسول اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کر حالانکہ خود خدا نے حکم کردیا ہے غرض خدا کا حکم فرمانا اور پھر اوس کی نسبت عباد پر حکم کرنا باہم منافی نہیں اور میں جانتا ہوں کہ جو شخص اس آیت کے موکدات کو غور کرے کہ فرمایا ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ اور بعدہٗ فرمایا ہے فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَإِنَّمَا إِثْمُهٗ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهٗ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ وہ ہرگز اس آیت کو منسوخ نہیں کہے گا اور آیندہ اپنی اپنی رائے ہے چنانچہ علامہ زمخشری نے بھی اسکی عدم منسوخیت کے واسطے چند توجیہ لکھی ہیں کہ بیان اونکا موجب طوالت ہے۔

قولہ ۱۳ خلاف بقر میں ہے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهٗ فِدْيَةٌ یعنی جو کوئی روزہ رکھنے کی طاقت رکھے وہ ایک غریب کو کھانا کھلاوے بعوض اپنے روزے کے پھر کہا فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ جب رمضان کا مہینا آوے تم سب روزے رکھو اس آیت میں ناطاقت اور طاقتور دونوں کو حکم ہے مگر پہلی آیت میں ناطاقت لوگ فدیہ لیکر معاف ہوئے تھے اسلئے خود محمدی کہتے ہیں کہ پہلی آیت باطل ہوئی۔

اقول مختصر جواب یہ ہے کہ اگرچہ آیۂ اول میں عدم نسخ کا بھی احتمال ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ منسوخ ہے نسخ احکام کچھ عیب نہیں کما مرّ۔

قولہ ۲۳ خلاف بقر میں ہے كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ یعنی تم پر روزہ فرض ہے جسطرح تم سے اگلوں پر فرض تھا محمدی کہتے ہیں کہ اگلے لوگوں پر اسطرح روزہ فرض تھا کہ رات کو اپنی جوروؤں سے صحبت بھی کرنیکی اجازت نہ تھی پس محمدیوں پر اب بھی رمضان کے دنوں میں رات کو جوروؤں سے صحبت کرنا منع ہے مگر پھر لکھا ہے أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ حلال اور جائز ہے تم کو

روزہ کی رات میں جو رووں سے صحبت کرنا اور پہلی محمد صاحب خود اس بات کو حرام
جانتے تھے مگر جب ضبط نہو سکا تو یہ آیت اوتار دی ا **قول** روزہ کے باب
میں دوبار حکم نازل ہوا ہے پہلی آیت میں پہلا حکم ہے اور ابتدائے اسلام میں
اسی طرح روزہ واجب تہا جس طرح امم سابقہ پر کہ رمضان کی راتوں میں بہی
جماع ممنوں تہا بلکہ بعد ثلث شب گذر جانے کے کہانا پینا بہی ممنوع تہا لیکن
جب اسمیں بعض اشخاص کو زحمت و مشقت بہت ہوئی تو اس حکم میں کسی قدر
نسخ و ترمیم ہوگی پس کسی خاص میں عموم ہوجانا یا عموم میں تخصیص کردینا یا اجمال
میں تفصیل یا مطلق میں تقیید کردینا تخالف نہیں ہے اور اگر یقین نہ ہو تو
پادریصاحب متقننان کو نسل سے دریافت کرلیں یا اصول توانین کو ملاحظہ
زمالیں اور یہ جو لکہا ہے کہ جب ضبط نہو سکا الخ یہ محض تعصب سے اس امر کو
آنحضرت صلعم کیطرف منسوب کیا ہے اور وجہ تعصب یہ ہے کہ اس آیت سے
نصاریٰ کی تحریف و تبدیل جو حکم الہی میں کی ہے کہل گئی ہے اور بدرجہ غایت
اس فرقہ کی تفضیح و رسوائی ہوگئی کیونکہ نصاریٰ پر بہی مثل مسلمانوں کے ایک
مہینہ کے روزہ واجب تہے مگر جب گرمیوں میں پانی کا ضبط نہو سکا تو اوستادوں
نے ہمیشہ کے واسطے موسم معتدل یعنی فصل ربیع میں روزے مقرر کرلئے اور
اس تبدیل شریعت کے کفارہ میں دس روز زیادہ بڑہا کر چالیس روزے
کرلئے اور وجوب کا استحباب کرلیا اور اسی طرح جب پطرس سے ضبط نہو سکا
تو شراب کو حلال کرلیا چنانچہ علامۂ طبرسی اور زمخشری اور بیضاوی نے حسن
اور شعبی سے اس روایت کو بیان کیا ہے اور آنحضرت صلعم کی طرف

غلط نسبت کرنیکا ثبوت یہ ہے کہ کسی مفسر و صحابی و تابعی نے اس مقولہ کو نہیں بیان کیا پادریصاحب نے خود ہی یہ تازہ جوڑ بنایا ہے کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا کل مفسروں نے اسکی شان نزول یہ لکھی ہے کہ ابتدا ً بعد سونے کے شب میں بہی کہانا حرام اور جماع مطلقاً رمضان میں حرام تہا احد کی لڑائی میں عبداللہ بن جبیر کو ایک گہاٹی پر منجملہ پچاس تیراندازوں کے مقرر کیا تہوڑی دیر بعد اکثر اشخاص متفرق ہو گئے اور بارہ آدمی اوس جگہ رہ گئے عبداللہ وہاں شہید ہو گئے اور اون کے بہائی مطعم بن جبیر بوڑہے تہے اور روزہ سے تہے اور شب کے کہانے میں دیر ہو گئی اور اتنے میں وہ سو گئے جب جاگے تو اپنے عیال سے کہا کہ اب کہانا حرام ہے ناچار پہر بہوکے سو رہے صبح کو پہر روزہ رکہا اور بدستور روز گذشتہ خندق کہودنے لگے ضعف سے غش آ گیا جب آنحضرت صلعم نے اون کا یہ حال دیکہا اور شب کا حال بہی معلوم ہوا تو حضرت کو بہت رنج ہوا اور نہایت تاسف کیا اور بہی قیس بن صرمہ نے آنحضرت صلعم سے پوچہا کہ میں نے شب کو اپنی زوجہ سے جماع کیا اور پہر بہوکا سو گیا اور جب جاگا تو کہانا نہ کہا سکا اوسوقت خلیفۂ ثانی بہی موجود تہے عرض کی کہ جناب مجہ سے بہی یہی حرکت صادر ہوئی ہے اور بیضاوی نے قیس کا ذکر نہیں لکہا صرف خلیفۂ ثانی کا ہی نام لکہا ہے پس اوسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور تا فجر اکل و شرب جماع کی اجازت ہو گئی

افسوس ہے کہ معترض ہر چند قرآن میں اختلاف تلاش کرتا ہے مگر کہیں نہیں پاتا اور ناچار اور حیران ہو کر نسخ احکام کو ہی تخالف کہکر اپنا دل خوش کر لیتا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اس سے

اسی کی عقل کا خلاف اور ضعف ظاہر ہوتا ہے اور قرآن کو کچھ عیب نہیں لگتا۔

قولہ ۳۳ خلاف سورہ بقر کے ۲۷ رکوع میں ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ الخ
مراد یہ ہے کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ شہر حرام میں لڑائی کرنا جائز ہے یا نہیں تو کہہ بڑا گناہ
ہے اور خدا کی نافرمانی ہے پھر لکھا وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً یعنی شہر حرام میں بھی
مشرکین کو قتل کر دیں دونوں میں سے ایک آیت باطل ہے **اقول** آیہ اولیٰ
قرآن میں اسطرح ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ الخ
اور آیہ ثانیہ اسطرح ہے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ
يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ
اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○
اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا
عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ معترض نے مغالطہ دہی کے نظر سے اس قدر عبارت لکھی جس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ آیہ اولیٰ بالکلیہ منسوخ ہے حالانکہ یہ امر نہیں بلکہ کسی قدر نسخ ہے
جس طرح علامہ طبرسی نے عطا سے سورہ بقر میں روایت کی ہے اور سبب اسکا یہ ہوا
کہ کفار عرب اشہر حرام کی تعظیم تو کرتے تھے لیکن یہ شیوہ اختیار کیا تھا کہ بارہ مہینہ
میں سے جنکو چاہتے تھے ماہ حرام فرض کر لیتے تھے اور اسی تقدیم و تاخیر کو نسی
کہتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ الخ پس ہرگاہ
کفار کا یہ حال دیکھا کہ ماہ حرام میں بھی اہل اسلام سے جنگ کرتے ہیں تو اوس
وقت یہ اجازت ہوگئی کہ اگر مشرکین ماہ حرام میں لڑیں اور تقدیم کریں تو تم بھی

اپنی حفاظت کرو اور اون کو دفع کرو اور اگر وہ لڑیں تو تم بھی اونسے لڑو مگر اپنی طرف سے تقدیم نہ کرو پادریصاحب نے لفظ کَمَا یُقَاتِلُونَکُم کو تو دیکھا ہوتا کہ قتال مشرکین مشبہ بہ ہے اور قتال اہل اسلام مشبہ ہے اور ظاہر ہے کہ مشبہ بہ کا وجود پہلے ہوتا ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب مشرکین تم سے پہلے لڑیں تو تم بھی اون سے لڑو اس اجازت کو معترض دانشمند مخالفت بیان کرتا ہے ہم کہتے ہیں کہ ہر مذہب میں اور عند العقل قتل نفس کی ممانعت ہے لیکن اگر کوئی شخص تلوار کھینچکر کسی کے گھر پر چڑھ جاوے اور مارنا چاہے اور صاحب مکان بنظر حفاظت جان اسے دفع کرے اور مار ڈالے تو عقلاً اور عرفاً کسی مذہب میں اوس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ قاتل نے لڑائی میں ابتدا کی اور لڑا بلکہ یہ کہیں گے کہ اپنی حفاظت کی بلکہ ایسا قاتل مجرم بھی نہیں اور اگر میرے قول سے اطمینان نہ ہو تو پادری صاحب اہل کونسل سے دریافت کرلیں کہ آپ تو جنگ جدال اور قتل نفوس کو برا جانتے ہیں لیکن جب کوئی بادشاہ آپ پر چڑھ آتا ہے یا کوئی مطیع باغی ہوجاتا ہے تو آپ فوج کو لڑنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں اور بالغرض اگر یہ آیت بقول بعض منسوخ ہے تو کیا قباحت ہے

قولہ ۲۲ خلاف بقر کی ۳۱ رکوع میں ہے وَالَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ الخ جو لوگ مرجاویں اور جورواں چھوڑ جاویں تو ایک برس خرچ دینے کی وصیت کرجانا چاہیے پھر اگر وہ نکل جاویں اور خصم کرلیں تو تم پر گناہ نہیں ۳۰ رکوع میں ہے چار مہینے دس دن رکی رہیں۔ پہلی آیت میں کہتا ہے کہ برس دن روک رکھو اور خرچ دو پر خصم کرنے کی اجازت ہے دوسری میں کہتا ہے چار مہینے دس دن رکی رہیں۔

اقول جمہور مفسرین بالاتفاق کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور حکم اس کا

مرتفع ہے خلاف اوسوقت ہوتا جبکہ رسول مقبول صلعم اسکی منسوخیت کی اطلاع
نہ فرماتے ہاں خلاف اسے کہتے ہیں کہ یہ آیت تیسویں رکوع میں ہے اور اوسے
چودہویں رکوع میں لکھدیا ہے اور ۳۰ اور ۱۴ کے رقوم میں تجنیس خطی بھی
نہیں تاکہ سہو کاتب سمجھا جائے **قولہ** ۳۵ خلاف بقر کے آخر میں ہے وَاِنْ
تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے
ظاہر کرو یا چھپاؤ دونوں صورتوں میں خدا حساب لیگا یعنی دلی خطرات پر بھی
محاسبہ ہے جو کہ طاقت بشری سے خارج ہیں پھر کہتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا
اِلَّا وُسْعَهَا یعنی خدا وسعت وطاقت کے موافق تکلیف دیتا ہے جو طاقت
سے باہر ہے اُسپر تکلیف نہیں دیتا پس پہلی آیت باطل ہوئی۔

اقول اس آیت کے منسوخ ہونے اور نہونے میں اختلاف ہے سیوطی وغیرہ کی
رائے ہے کہ منسوخ ہے مگر جو روایت کہ منسوخیت کی سند میں لکھی ہے وہ ضعیف
ہے اور ابن عباس وغیرہ اصحاب مفسرین سے منقول ہے کہ منسوخ نہیں اور
ہم بھی کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں اور خطرات قلبی آنی وفانی جو کہ طاقت بشری سے
خارج ہیں وہ اس آیت میں بچند وجوہ داخل ہی نہیں **اوّلاً** دلالت عقل وعرف
قرینہ مبینہ ہے کہ کوئی عاقل امور اضطراریہ پر مواخذہ نہیں کرتا لہذا اوس کے
بیان کی حاجت نہیں **ثانیاً** دلالت نقل ایسے خطرات کے اخراج پر شاہد
موجود ہے کیونکہ آیہ ثانیہ آیہ اولیٰ کی مخصص ہے اور نیز احادیث صحیحہ سے ظاہر ہے
کہ خطرات اضطراریہ اس آیت میں داخل نہیں پس حرف جار یعنی فی مثبت یا مستقر
فعل مقدر کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ جو امر نفس میں ثابت اور راسخ و مستقر ہو

اوسکا محاسبہ ہوگا خواہ اوسکو ظاہر کرو خواہ چھپاؤ اور ظاہر ہے کہ خطرات نفسانیہ مستقرہ قابل محاسبہ ہیں انہیں پر ایمان وکفر موقوف ہے بعد استقرار کے اضطراری نہیں رہتے کیونکہ اگر یہ خطرات برے ہیں تو اونکا دفع کرنا ممکن ہے خواہ کسی عالم تقیہ کی خدمت میں جاکر یا تحصیل علم کرکے اور اگر وہ خطرات اچھے ہیں تو انکے باعث اچھے اعمال صادر ہوں گے کیونکہ اعمال کا صدور ارادہ قلبی اور اعتقاد پر موقوف ہے بلکہ عمل وفعل ظاہری اعتقاد باطنی کا آئینہ ہے بہرحال دونوں آیتوں میں کچھ تخالف نہیں ہے۔ **قولہ** ۲۰۳ خلاف آل عمران میں ہے اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ خدا سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے یہ بات ناممکن ہے کہ خدا کو جو بات سزاوار ہے وہ ہم کرسکیں جب محمد صاحب نے یہ سمجھا تو پھر کہا فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ خدا سے ڈرو اپنی طاقت کے موافق پس ان میں ایک آیت باطل ہے۔

اقول یہ بات تو کچھ قابل اعتراض نہ تھی دونوں آیتوں کا ایک مطلب ہے کیونکہ جو اتقا اور ڈرنا خدا نے ہمکو قرآن میں تعلیم کیا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی حتی المقدور کوئی معصیت اور نافرمانی خدا کی نہ کرے یہی حق اتقا ہے اس سے زیادہ ہم کو معلوم نہیں اور ایسا اتقا آدمی سے ممکن ہے غیر ممکن نہیں اگر عدم امکان پر کوئی دلیل عقلی قائم ہو تو پادری صاحب اوسے بیان کریں دریغ نہ کریں اور حق اتقا اگر اس سے زیادہ ہو جو ہم نے کہا تو اوسے بھی بیان کریں اور یہی مطلب آیۂ ثانیہ کا ہے اس سے بھی کسی معصیت کی اجازت ظاہر نہیں ہوتی پس دونوں آیتوں کا یہی ایک مطلب ہوا کہ حتی المقدور خدا سے ڈرو کچھ معصیت نہ کرو اور پادری صاحب جو لکھتے ہیں کہ ناممکن ہے کہ خدا کو جو بات سزاوار ہے وہ ہم

کر سکیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ انجیل کو بھی بھول گئے بھلا آیۂ قرآنیہ میں تو ہر بات
کا ذکر نہیں صرف اتقا کا ذکر ہے سو جیسا اوسکا حق ہے ویسا آدمی کر سکتا ہے خدا نے
ممکن امر کا حکم دیا ہے اگر چہ شاذ و نادر آدمی اوسکی تعمیل کریں بلکہ ایک آدمی بھی تعمیل
نہ کرے لیکن آدمی کو خدا کے مثل کامل ہونا ایک امر میں بھی عقلاً محال ہے بس
آیت ۴۸ باب پنجم متی کو اصلاح کرنا ضرور ہے کیونکہ متی اپنی انجیل میں لکھتا ہے کہ
تم کامل ہو جیسا تمہارا باپ جو آسمان پر ہے کامل ہے حق یہ ہے کہ جو
حالت پادری صاحب کی قرآن میں تھی وہی باب انجیل میں ہے۔

قولہ غرضکہ اس قسم کی آیتیں صدہا قرآن میں لکھی ہیں جو ایکدوسرے سے مخالفت
کامل رکھتی ہیں تفسیروں میں مفسروں نے بڑے بڑے تکلف کر کے مطابق کرنا
چاہا مگر کچھ ذکر کے اسکے سوا بموجب اقرار تفسیر اتقان کے قرآن میں پانسو آیتیں
منسوخ ہیں جو محمد صاحب نے ایک وقت میں کچھ حکم دیا ہے دوسرے وقت
اوس حکم میں نقصان ظاہر ہوا پس فوراً اوسکو بدل ڈالا اس کا بیان اگر ناظرین
کو مفصل سناؤں تو قرآن کی حقیقت معلوم ہو مگر میں بیہودہ کام میں وقت
خرچ کرنا نہیں چاہتا۔ **اقول** معترض کا یہ دعوی کہ اس قسم کی آیتیں صدہا
قرآن میں لکھی ہیں جو ایک دوسرے سے مخالفت کامل رکھتی ہیں محض جھوٹ
ہے اہل عقل خود سمجھ لیں گے کہ ایسے مخالف متعصب کو اگر ان آیات مذکورہ کے
سوا ایک بھی آیت اور ملتی تو کبھی اوسے نہ چھوڑتا اور اوس کے لکھنے سے اغماض
نہ کرتا یہ محض پوچ اور بے اصل دعوی ہے اور اگر کوئی ہو تو بسم اللہ اوس کو لکھے دریغ
نہ کرے اور یہ جو لکھا ہے کہ مفسروں نے بڑے بڑے تکلف کر کے مطابق کرنا چاہا

مگر مجہہ بکر کے اس کلام سے یہ بہی ثابت ہوا کہ علاوہ علم ادب عربی کے آپکو معقولات میں بہی
بہت دخل ہو براہین قاطعہ اور دلائل واثقہ اور قیودات اور قواعد عقلیہ عرفیہ کو معترض
تخلف کی تقریر سمجہتا ہے یہ ایسی بات ہے کہ جب کسی جاہل آدمی سے اہل علم کا جواب
نہیں بن پڑتا تو ناچار ہوکر واسطے دفع ندامت کے کہنے لگتا ہے کہ میں منطق نہیں پڑہا
میں آپ کی اس حیثیت اور اس اعتبار کے لفظ کو نہیں سمجہتا اور یہ جو لکہا ہے کہ اسکے
سوا بموجب اقرار تفسیر اتقان کے قرآن میں پانسو آتیں منسوخ ہیں الخ یہ بہی محض
دروغ ہے تفسیر اتقان کوئی نایاب تفسیر نہیں چند مطابع میں چہپ گئی ہے جسکا دل
چاہے اُسے منگا کر دیکہے اور معترض کو اس جہوٹ کی پاداش دے اگرچہ زبانی ہی ہو
دیکہو سیوطی نے اتقان کی سینتالیسویں نوع میں لکہا ہے کہ دوسری قسم کی وہ آیات
ہیں جنکا حکم منسوخ ہو گیا ہے مگر تلاوت اُنکی منسوخ نہیں ہوئی یعنی قرآن میں موجود ہیں اور
اسی میں لوگوں نے کتابیں تالیف کی ہیں اور حقیقت میں اس قسم کی آیات بہت کم
ہیں اور اگرچہ اس قسم کی آیات کی تعداد لوگوں نے کچہہ زیادہ لکہی ہے مگر قاضی ابوبکر بن
العربی وغیرہ محققین نے خوب تحقیق و تنقید کی ہے اور منسوخ و غیر منسوخ میں تمیز کی ہے
اور مجہکو بہی یہ ثابت ہوا ہے کہ لوگوں نے اکثر آیات ایسی منسوخات میں داخل
کردی ہیں جو دراصل منسوخ کیا مخصص بہی نہیں بلکہ نسخ سے اونکو علاقہ نہیں
چنانچہ بطور نمونہ لکہتا ہوں کہ ان لوگوں نے لکہا ہے کہ آیۂ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ
اور آیۂ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ اور دیگر آیات جن میں خرچ کرنیکا حکم ہو آیۂ زکوٰۃ کے
نزول سے منسوخ ہو گئی ہیں اور علی ہذا القیاس وے آیات جنمیں عدم جہاد کا ذکر ہے اور
کفار کی جور و اذیت پر آنحضرت کو صبر و درگذر کا حکم ہے مثل لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ وغیرہ

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ الخ و مثل أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ وغیرہ کی ایک آیہ جہاد یعنی
قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ سے منسوخ ہوگئی ہیں   یہاں علامہ سیوطی نے اپنی رائے لکھی
ہے کہ یہ آیات منسوخ نہیں ہیں کیونکہ آیات انفاق اور آیۂ زکوۃ جمع ہوسکتی ہیں کس
واسطے کہ زکوۃ منافی انفاق نہیں بلکہ اوسمیں داخل ہے علاوہ واسکے زکوۃ مانع
تبرعات وصدقات نہیں ہوئی بلکہ بعد زکوۃ کے ان امورات مندوبہ کا بھی حکم ہے اور اسیطرح
سے آیات ممانعت جہاد کی اکثر موقت و موجل تھیں پس اسواسطے اونکو منسوخ کہنا جائز
نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر وقت احکم الحاکمین ہے خواہ جہاد کی اجازت ہو یا ممانعت
غرضکہ اس قسم کی آیات کو منسوخات میں داخل کرکے تعداد زیادہ کردی ہے مگر نہ
اسقدر جسقدر معترض نے لکھی ہیں   بعدہٗ علامہ سیوطی نے اتقان میں ہر سورہ
کی آیات منسوخہ کو لکھا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ۴۳ سوروں میں نہ کوئی آیت ناسخ ہے
نہ منسوخ اور ۲۵ سوروں میں ناسخ و منسوخ دونوں موجود ہیں اور چھ سوروں میں بعض
آیات ناسخ ہیں منسوخ نہیں اور ۴۰ سورہ ایسے ہیں جنمیں آیات ناسخ بھی ہیں اور منسوخ بھی
ہیں بعدہٗ ہر ایک سورہ کی آیات منسوخہ کو لکھکر لکھا ہے کہ یہ سب اکیس آیات منسوخہ ہیں اور
انسے زیادہ ہرگز نہیں اور اصح یہ ہے کہ آیہ قسمت[1] سورہ نساء اور آیہ استیذان[2] سورۂ نور محکم ہیں
منسوخ نہیں اب انیس باقی رہیں اور بنابر روایت ابن عباس کے آیۂ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ
اللّٰهِ منسوخ ہے آیۂ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے تو اس حساب

[1] وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۱۲

[2] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۱۲ الخ

سے بیس پوری ہو جاتی ہیں اور بعدہٗ علامہ سیوطی نے آیات منسوخ کو نظم میں بیان کیا ہے۔

شعر قد اکثر الناس فی المنسوخ فی عدد ﴿ وادخلوا فیہ آیا لیس تنحصر ﴿
وھاک تحریر ای لا مزید لھا ﴿ عشرین حررھا الحذاق والکبر ﴿

ناظرین ملاحظہ کریں کہ سیوطی نے اتقان میں اپنا مذہب اور بڑے حذاق واکابر کا مذہب بیان کیا ہے کہ بیس آیات منسوخ ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ ان بیس آیات پر بھی سب علما کا اتفاق نہیں بلکہ اکثر مفسرین ان بیسوں میں سے بھی بعض بعض کے منسوخ ہونیکا انکار کرتے ہیں چنانچہ ۳۰ نمبر سے آخر تک پانچ آیات کی منسوخیت کا اختلاف ناظرین کو بھی مفصلا معلوم ہو گیا ہے اب باقی رہیں پندرہ آیتیں سو ان کی منسوخیت بھی متفق علیہ نہیں پس ان پندرہ بیس آیتوں کو معترض نے پانسو آیات لکھا ہے اگرچہ آیات منسوخہ کے ہونیسے قرآن میں کچھ عیب نہیں نسخ احکام ہمیشہ سے کتب سماویہ میں ہوتا رہا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ معترض نے انجیل کے اس فقرہ پر کیا اچھا عمل کیا مبارک وے جو راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں آیت ۶ باب پنجم متی اگر معترض کو یہ کلمات میرے خلاف واقع معلوم ہوں تو لازم ہے کہ اپنی تصدیق کے واسطے اتقان کے صفحہ و نوع کا نشان لکھکر چھاپ دے کہ اتقان کے فلاں صفحہ میں پانسو آیتوں کی تعداد لکھی ہے ورنہ اس اپنی حرکت لغو کے قصور کو مسلمانوں سے معاف کرالے

اور یہ جو لکھا ہے کہ اسکا بیان اگر ناظرین کو مفصل سناؤں تو قرآن کی حقیقت معلوم ہو مگر میں بیہودہ کام میں وقت خرچ کرنا نہیں چاہتا البتہ یہ فقرہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور کلمہ حق زبان پر جاری ہو گیا ہے حقیقت میں ایسے بیہودہ کام میں وقت خرچ کرنا معقول اور فہمیدہ آدمی کا کام نہیں اور اب تنبیہ جو ان اعتراضات میں

وقت صرف کیا اسقدر بہی دوسرے معقول فہید آدمی کا کام نہ تہا۔

تکملہ

بعد اتمام جوابات اعتراضات کے کچہ نسخ کا بیان کرنا بہی ضرور ہے ناظرین غور سے ملاحظہ کریں کہ حضرت آدمؑ اول المرسلین کے عہد سے تا زمانہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ الطاہرین ہمیشہ احکام الہی میں حسب مصالح وقت نسخ ہو گیا ہے اور کتب سماویہ میں آجتک موجود ہے یہ امر کسی نبی کی نبوت میں قادح نہیں مگر معترض نے جو بنظر عوام فریبی اس امر کو قرآن میں منجملہ عیوب کے شمار کیا ہے تو منشا اسکا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیات قرآنیہ منسوخہ بائبل کے آیات منسوخہ کے مقابل و مساوی ہو جاویں لیکن یہ امر اون کو کہاں نصیب ہے اور یہ مراد کیونکر پوری ہو سکتی ہے کیا معنی کہ بائبل میں اوس قسم کا نسخ ہے جو عقلا اور بموجب خود بائبل ممنوع و معیوب ہے ایسا نسخ قرآن میں کہیں نہیں نسخ کے معنی لغت میں زائل کرنے اور نقل کرنے کے ہیں اور اہل اسلام کی اصطلاح میں اوس امر کو کہتے ہیں جو کسی حکم کی انتہائے مدت پر دلالت کرے تفصیل اسکی یہ ہے کہ بعض بعض احکام الہی بنظر مصلحت زمانہ موقت یعنی میعادی ہوتے ہیں اور بعد ختم ہو جانے میعاد کے موقوف ہو جاتے ہیں اور اونکے عوض بنا بر مصلحت زمانہ دوسرے احکام جاری ہوتے ہیں اور نظیر اسکی حکام دنیا کے احکام میں بہی موجود ہے خصوصاً قوانین عقلاء انگلستان میں سب سے زیادہ ہے لیکن چونکہ حکام دنیا قوانین میعادی کے جاری

کرتے وقت کبھی اون کی میعاد سے مطلع بھی کر دیتے ہیں اسواسطے بعد ختم میعاد رعایا
کو اونکا موقوف ہونا خلاف عقل نہیں معلوم ہوتا اور جو قوانین کہ باوجود غیر
میعادی ہونے کے منسوخ ہو جاتے ہیں اونکے نسخ سے مقننوں کے نقصان عقل
یا عدم غیب دانی خیال کر کے رعایا خاموش ہو رہتی ہے اور حق تعالیٰ چونکہ اپنے
احکام کی میعاد کو ظاہر نہیں کرتا تو عوام نسخ کو احکام الٰہی میں معیوب سمجھتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ اس سے خدا کا عالم الغیب اور عارف بعواقب الامور ہونا باطل
ہوتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ نصاریٰ بھی باوجود انجیل و توریت خوانی کے اس
شبہ میں گرفتار ہیں حالانکہ کتب سماویہ میں نسخ و تغیر احکام الٰہی کا جابجا موجود
ہے اون کو بغیر اقرار نسخ چارہ نہیں اور اگرچہ صاف صاف لفظ نسخ کے
کہنے سے انکار کرتے ہیں اور اوس کے واسطے طرح طرح کے الفاظ تراشتے ہیں
لیکن انجام کار سب کا مآل و مصداق وہی نسخ ہے پس غیر اہل کتاب کو تو ہم یہ جواب
دیتے ہیں کہ کسی حکم کو منسوخ سنکر وہ تعجب نکریں بلکہ یہ خیال کریں کہ یہ حکم خدا کا
میعادی تھا اور اگر وے یہ عذر کریں کہ بغیر اطلاع خدا کے کیونکر اون کو میعادی تصور
کیا جائے تو جواب یہ ہے کہ جس رسول کی زبانی وہ حکم معلوم ہوا ہے اوسی رسول
کی زبانی اوسکا نسخ ہونا معلوم ہوا ہے اگر رسول کی رسالت ثابت ہو چکی ہے تو
پھر نسخ کا ثبوت سہل ہے ورنہ پہلے رسول کی رسالت ثابت کرنی چاہیئے منکر رسالت
کو نسخ کی گفتگو سے کیا علاقہ علاوہ اسکے یہ بات ہے کہ نسخ حکم کے وقت آدمی کو دو
امر متصور ہوتے ہیں یا یہ کہ خدا جاہل ہو یا یہ کہ اسکی میعاد سے ہمکو مطلع نہ کیا ہو اور
جب یہ دونوں شکلیں پیش آویں تو مقتضائے عقل یہ ہے کہ آدمی آسان

اور معقول امر کو اختیار کرے اور وہ یہ ہے کہ آدمی خدا کو جاہل نہ سمجھے بلکہ اپنے کو
جاہل قرار دے اور خیال کرے کہ ضرور خدا نے اس حکم کو میعادی مقرر کیا تھا لیکن
ہم کو اسکی میعاد سے مطلع نہیں کیا اور اسی پر کیا موقوف ہے خدا اپنی کسی مشیت
کی بات سے ہمکو اطلاع نہیں کرتا بہر حال نسخ ہونا احکام الٰہی میں عند العقل قادح
نبوت نہیں اور نصاریٰ خصوصاً مخاطب جاحد کے واسطے یہ جواب ہے کہ ہرگاہ
نسخ احکام الٰہی کا کتب سماویہ میں معیوب نہیں تو پھر قرآن مجید میں کیونکر معیوب
ہو سکتا ہے البتہ جس قسم کا نسخ کہ معیوب اور قابل اعتراض ہے وہ بائبل میں ہے
دیکھو انجیل متی باب ۵ آیت ۱۷ و ۱۸ میں مسیح کے قول کو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابیں
منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں اور جبتک آسمان اور زمین ٹل نہ
جاوے ایک نقطہ یا ایک خوشہ توریت سے ہرگز ٹل نہ جائیگا جبتک کہ سب کچھ پورا
نہو فقط حالانکہ خط عبرانیاں باب ہفتم آیت ۱۸ میں حضرت پولس لکھتے ہیں کہ پس
اگلا قانون اسلیے کہ کمزور اور بے فائدہ تھا اوٹھ گیا علاوہ اسکے یہ امر کچھ پوشیدہ
نہیں کہ توریت کے اکثر احکام ٹل گئے اور اس دعوے کے ثبوت کیو اسطے اسی
قدر کافی ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے احکام مذہبی میں کسقدر اختلاف و تباین
ہے کہ جدا گانہ دو فرقہ ہیں اور اگر مخاطب اس اجمالی جواب سے ساکت نہو تو ہم
بطور نمونہ چند احکام کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں دیکھو آیت ۲۹ و ۳۰ باب اول کتاب پیدایش
کو کہ خدا نے حضرت آدم و حوا کو کل حیوانات چرند و پرند و حشرات الارض اور اونکے
جملہ اجزا یعنی ہڈی اور خون اور شحم وپیہ وغیرہ کا کھانا حلال اور مباح کیا تھا مگر آیت ۴
باب نہم کتاب مذکورہ سے ظاہر ہے کہ حضرت نوح پر خون کا کھانا حرام کر دیا

اور حیوانات کل بدستور حلال ہے اور حضرت موسیٰ کیواسطے بہائم میں سے یہ قسم ناشگافتہ سُم مثل اسپ خر و شیر و خرگوش و خوک سگ گربہ وغیرہ اور طیور میں سے عقاب زاغ و بوتیمار و کرگس و چیند و باز وغیرہ اور ماہی بے فلس حرام ہوگئی اور یہ حکم بھی ہوا کہ انکی لاش مردہ کو بھی مس مت کرو کہ یہ سب تمہارے واسطے ناپاک ہیں چنانچہ آیت وغیرہ باب یازدہم کتاب احبار یا توانین اور آیت وغیرہ باب چہاردہم کتاب الاستثنا میں یہ سب احکام مع علت حلت و حرمت علامات حلال و حرام مفصلاً موجود ہیں اور آیت ۲۵ باب بستم کتاب احبار یا توانین میں پھر دوبارہ تاکید فرمائی ہے کہ پاک و ناپاک حیوانات میں تمیز کرو اور اپنے تئیں بوجہ حیوانات کے جنکو ناپاک کر دیا ہے خدا کا متنفر اور دشمن مت کرو اور میرے واسطے پاک ہو کہ میں خدا پاک ہوں بعد اوسکے حضرت پولوس مقدس نصارٰی کی جسارت و خیرگی کو خیال کرو کہ وہ آیت ۱۴ باب چہاردہم نامہ رومیان میں لکھتا ہے کہ میں خوب جانتا ہوں اور خداوند یسوع میں مجھے یقین ہے کہ کوئی چیز آپ ہی ناپاک نہیں لیکن جو اوسکو ناپاک جانتا ہے اوسکے واسطے ناپاک ہے دوم حکم ختنہ ملاحظہ طلب ہے کہ سلف سے حضرت مسیح تک ہر رسول کیواسطے تاکید رہی ہے چنانچہ آیت ۱۰ وغیرہ باب ہفدہم کتاب پیدائش میں ہے کہ حضرت ابراہیم کو ختنہ کا حکم ہوا اور آیت باب دوازدہم کتاب احبار یا توانین میں ہے کہ حضرت موسیٰ کو تاکید ہوئی کہ ساتویں روز مولود کا ختنہ کرو اور حضرت یوشع نبی کو اسقدر تاکید ہوئی کہ اونہوں نے غیر مختون بنی اسرائیل کے جنگل میں ختنہ کرائے اور یرمیاہ نبی بیت المقدس سے خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ اب سے غیر مختون

عمر میں داخل نہ ہوگا اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ تک اسکی تعمیل ہوتی رہی چنانچہ آیت ۲۱ باب دوم انجیل لوقا میں حالات ولادت مسیح میں لکھا ہے کہ جب آٹھ روز ہوئے اور ختنہ ہوگیا تب اوسکا نام عیسیٰ رکھا مگر پولوس مقدس کی دردمندی امت کو غور کرو کہ وہ آیت ۲ باب پنجم نامہ گلاتیان میں لکھتے ہیں کہ میں پولوس تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم مختون ہوگے تو مسیح تمہارے حق میں کچھ مفید نہوگا اور جو مختون نہوگا اوسکے باب میں فتویٰ دیتا ہوں کہ وہ شریعت کو تمام بجا لاوے اور تمکو مسیح سے پھر کچھ کام نہیں اور آیت ۱۵ باب ششم نامہ مذکورہ میں پھر ایسا ہی مضمون ہے اہل انصاف غور کریں کہ مقدس مذکور نے ایک ختنہ کیا تمام شریعت خدا کو منسوخ کردیا بھلا اب کسی کو کیا غرض ہے جو ختنہ کرائے اور اس سبب سے تکالیف شریعت کو سر پر اوٹھائے اور مسیح سے دشمنی پیدا کرے۔ پس مسیح شریعت خدا کے مٹانے والے ٹھیرے اور بندگان خدا تکلیفات شرعیہ اور احکام الٰہی سے خوب آزاد ہوئے استغفر اللہ من ہذہ الھفوات الواھیۃ اور آیت ۱۲ باب بستم کتاب پیدایش سے ظاہر ہے کہ بی بی سارہ حضرت ابراہیم کی علاتی بہن تھیں اور آیہ ۹ باب ہیجدہم کتاب قوانین یا احبار توریت میں بہن سے نکاح کرنے کی بلکہ اوس کے کشف ستر کی بھی سخت ممانعت ہے یہانتک کہ اس فعل کے مرتکب کو قتل کا حکم ہے پس یا وہ حکم منسوخ ہوا یا وہ نکاح ناجائز تھا چہارم آیت ۲۳ و ۳۰ وغیرہ کتاب پیدایش میں ہے کہ مسماۃ راخیل اور الیاہ دونوں حقیقی بہن حضرت یعقوب کے نکاح میں تھیں اور آیت ۱۸ باب ہیجدہم کتاب قوانین یا احبار میں اجتماع اختین کی ممانعت ہے پس ضرور ہے

نسخ ہے یا وہ نکاح ناجائز تھا پنجم آیت ۱۲ باب ششم کتاب خروج میں لکھا ہے کہ
عمران پدر موسیٰ کا نکاح اون کی عمہ مسماۃ یوخابد سے ہوا تھا حالانکہ آیت ۱۲
باب ہیجدہم کتاب احبار یا قوانین میں اسکی ممانعت ہے اب بتاؤ کہ اگر وہ نکاح
موافق شریعت سابقہ کے نہ تھا تو حضرت موسیٰ کیا ہوئے اعوذ باللہ من ہذہ الخرافات
ششم سچی قسم کھانا تمام شریعتوں میں جائز تھا چنانچہ آیت ۱۱ باب بست ودوم
کتاب خروج میں امانت دار کو درصورت تلف امانت حکم ہے کہ وہ حاکم کے
پاس جا کر قسم کھاوے تاکہ صاحب مال کو یقین ہو جاوے اور جس شخص کو
اپنی زوجہ کی عصمت میں شک ہو وہ کاہن یعنی قاضی یا مجتہد عالم شریعت
کے پاس جا کر قسم لیوے اور باب ششم و دہم کتاب استثنا میں ہے کہ خدا سے
ڈرو اور اسکی اطاعت کرو اور اسکی قسم کھاؤ اور باب نوزدہم کتاب قوانین میں ہے کہ
خدا کی جھوٹی قسم مت کھاؤ اور باب بست وچہارم کتاب پیدائش سے ظاہر ہے کہ حضرت
ابراہیمؑ نے اپنے گھر کے مختار سے قسم لی اور باب چہل وہفتم میں ہے کہ حضرت
یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ سے قسم لی مگر آیت ۳۴ باب پنجم انجیل متی کو دیکھو کہ مسیح
نے فرمایا کہ اگلے لوگوں سے کہا گیا تھا کہ جھوٹی قسم مت کھاؤ لیکن میں تم سے کہتا
ہوں کہ مطلقاً قسم مت کھاؤ خواہ جھوٹ ہو یا سچ اب بتاؤ کہ یہ نسخ ہے یا نہیں
ہفتم پہلی شریعتوں میں ہر ایک عیب کے سبب علی الاطلاق طلاق
دینا جائز تھا اور عورت مطلقہ کو بھی دوسرا نکاح کر لینا جائز تھا چنانچہ
آیت ۱ وغیرہ باب بست وچہارم کتاب استثنا میں اسکا مفصل بیان
ہے مگر آیت ۳۲ باب پنجم و آیت ۹ باب نوزدہم انجیل متی اور باب دہم مرقس

میں یہ حکم ہے کہ جو کوئی عورت کو بغیر علت زنا دوسرے سبب سے طلاق دے
اوس نے گویا اپنی عورت کو زنا کرانے بھیجا ہے اور جو شخص اس مطلقہ
عورت سے نکاح کرے وہ بھی زنا کرتا ہے یہاں تک اون احکام کا نمونہ تھا
جنکے واسطے ابدی ہونے کا وعدہ توریت میں نہیں اب چند احکام ایسے
لکھتا ہوں جن کی نسبت خود توریت میں لکھا ہے کہ یہ احکام ابدالآباد کیواسطے
واجب کئے گئے ہیں مگر باوجود اس تاکید کے انکو بھی نصاریٰ نے منسوخ
کردیا منجملہ اون کے اول عید کا حکم تھا دوم قربانی سوختنی کا حکم توریت میں ابدالآباد
کے واسطے واجب کیا گیا ہے مگر مقدس نصاریٰ نے اون دونوں حکموں سے
عیسائیوں کو آزاد کردیا چنانچہ آیت ۱۶ و ۲۱ باب دوم نامہ گلاتیان میں اور آیت ۲۴
باب پانزدہم اعمال حواریاں میں اون کے واسطے نسخ کا حکم صاف دیدیا ہے اور
اعمال حواریان سے صاف ظاہر ہے کہ بجز چند احکام کے جملہ احکام توریت سے
نصاریٰ کو آزادی اور فراغت بال حاصل ہے اور وہ چند احکام بھی اختیاری
اور مسنونی ہیں ضروری نہیں اور اصل مذہب یہ مقرر کردیا ہے کہ بعد صلیب
مسیح کے کسی کو عمل خیر کرنے کی حاجت نہیں وہ سب کا کفارہ ہو گیا صرف
اوسپر ایمان لانا کافی ہے آیت ۲۱ باب دوم نامہ گلاتیان اور باب بست و ہشتم و بست و نہم
اعمال میں مکرر اسکی صراحت ہے بلکہ باب دوم و پنجم نامہ گلاتیان اور آیۃ ۶ باب ہفتم
نامہ رومیان میں بجا آوری جملہ احکام شرع کی ممانعت کردی کما مرفی بیان
المجتنبۃ سوم منجملہ احکام ابدی کے تعطیل یوم السبت ہے کہ اسکی محافظت
کیواسطے یہاں تک تاکید ہے کہ اسکا تارک واجب القتل ہے اور حضرت موسیٰ کے

عہد سے تازمانہ مسیح خلفاً عن سلف اور نسلاً بعد نسل ہمیشہ اسکی تعمیل ہوتی رہی اور ہر نبی
نے اسی روز تعطیل کی اور نصاریٰ نے اسمیں بھی نسخ کردیا کہ اوسروز کی تعطیل کو
یوم الاحد یعنی یکشنبہ سے بدل ڈالا اور اس تغیر وتبدیل کا یہ عذر نہایت سخیف و
بارود رکیک ہے کہ اگرچہ بظاہر ہم احکام توریت کے پابند نہیں لیکن معنیً اور باطناً
اونھیں افعال کو بجالاتے ہیں گویا ہمارے افعال اونکا ظل اور پرتو ہیں اور احکام توریت
سے دراصل یہی مقصود تھا جو ہم کرتے ہیں پس وہ احکام دراصل قایم رہے منسوخ
نہوئے اس جواب ناصواب کے دو جواب ہیں اول یہ کہ شریعت یوسیہ میں
کسی فعل توریت کا ظل نہیں ہے بلکہ وہاں سب سے آزادی ہے اگر ممکن ہو تو کوئی
بتائے کہ حیوانات محرمہ کا کیا ظل ہے اور حضرت ابراہیم ویعقوب وعمران کے نکاح
کا کیا ظل ہے اور طلاق کی ترمیم کا کیا عوض ہے اور قسم کا کیا عوض ہے اور اگر کوئی
کہے کہ ختنہ سے مراد طہارت قلب ہے تو غلط ہے کیونکہ پہلے انبیا علیہم السلام نے ایسا
ہی کیوں نہیں سمجھا کیا اونکے قلوب نجس تھے یا ختنہ طہارت باطنی کے مانع ہے وہ
ظاہری ختنہ کیوں کرتے تھے حق یہ ہے کہ تکلیفات احکام الہی سے بچنے کیواسطے یہ
سب تاویلات کرتے ہیں جسطرح مسلمانونمیں رسول شاہی اور مدار یہ فقرا نماز وروزہ نہ
کرنے اور بنگ وشراب پینے کے واسطے یہ تاویلات کرتے ہیں کہ ہم باطنی عبادت
کرتے ہیں اور یہ ظاہری نماز وروزہ سے اچھی ہے اور یہ شراب نہیں ہے بلکہ دراصل
دودھ ہے ہمنے تسلیم کیا کہ یہود کو احکام توریت پر بظاہر عمل کرنے کا حکم ہوا تھا
اور نصاریٰ کو باطنی طور پر عمل کرنے کا حکم ہوا تو یہ بھی ایک قسم کا نسخ ہے
بلکہ نسخ عظیم فھو المراد اور معترض نے جو نسخ تعطیل یوم السبت کا جواب

بمقابلہ انجیل عیسوی اس کتاب میں دیا ہے وہ بھی عجب جواب ہے گویا کشت زعفران ہے کہ نہایت ہنسی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ سبت کے معنی آرام کا دن یا ساتواں دن ہے خواہ اتوار ہو یا سنیچر یا جمعہ یا جمعرات دنوں کے نام تجویز ہونے سے پیشتر خدا نے فرمایا تھا کہ میں نے چھ دن میں سب کچھ بنایا ساتواں دن آرام کا مقرر کیا یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ ساتواں دن سنیچر ہی تھا یہی سبب ہے کہ تمام جہان کے لوگوں نے اپنا اپنا سبت جسدن چاہا مقرر کر لیا مسلمانوں نے جمعہ یہود نے سنیچر عیسائیوں نے اتوار کیونکہ خداوند اوس دن قبر سے جی اوٹھا پس ابدی محافظت اوس کی باقی رہی یہ اعتراض جب پڑتا تب سنیچر کو سبت کرنے کا حکم ہوتا انتہی جواب الجواب اسکا یہ ہے کہ ہرگز سبت کا دن غیر معین نہیں بلاشک اور لاریب اور ضرور خاص سنیچر کو سبت کا حکم ہے اور اس امر کے ثبوت میں ہم عقلی اور نقلی چند دلیلیں بیان کرتے ہیں اول یہ کہ حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ چھ روز تک کاروبار کیا جاوے اور ساتواں روز تمہارے لئے روز مقدس خدا کی راحت کا سبت ہے جو اوس میں کام کرے گا مار ڈالا جائیگا تم سبت کے روز اپنی بستیوں میں آگ مت جلائیو جسطرح باب سی و پنجم کتاب خروج میں ہے پس لفظ ساتواں سے صاف ظاہر ہے کہ یہ
٢ ایک خاص دن تھا اور دنوں کے درجہ اور نمبر مقرر تھے کیونکہ ساتواں جب ہوگا جب اوسکا پہلا اور دوسرا تیسرا ہو لیوے اگر بالفرض ایام غیر معین تھے اور نیز سبت کے تقرر میں ہر شخص کو اختیار ہوتا تو اسطرح حکم ہوتا کہ تم اپنے گھروں میں ایک دن آگ مت جلائیو کس واسطے کہ درصورت اختیار اور عدم تعین

کے تمام بستی کا ایک روز پر اتفاق کرنا لازم نہیں تھا **دلیل دوم** عمل سلف صالح ہے یعنی یہ کہ حضرت موسیٰ جنکو یہ حکم ہوا تھا اونہوں نے اسی روز شنبہ کو سبت کیا اور بعد اونکے صدہا سال تمام انبیاے بنی اسرائیل کا اور تمام امت کا یہی دستور رہا اگر یہ امر اختیاری تھا تو اختلاف کیوں نہیں ہوا حالانکہ ایک روز خاص کی پابندی سے یہود بہت کچھ گھبراے اور اون کے بڑے بڑے نقصان ہوے اور ہر چند وے اس بات میں آزادی چاہتے تھے کہ جس دن چاہیں سبت کرلیں مگر کسی نبی نے اجازت ندی اور اسباب میں ایسا اتفاق و اجماع رہا ہے کہ روز شنبہ کا نام سبت ہوگیا ہے چنانچہ عربی و عبرانی و لاٹن وغیرہ زبانوں میں سبت شنبہ کا نام ہوگیا ہے **دلیل سوم** یہ ہے کہ توریت میں سبت کیواسطے ساتواں دن لکھا ہے اب تمام عالم یعنے ایشیا یورپ افریقہ میں جاکر دریافت کرنا چاہیے کہ ساتواں دن ہفتہ میں کون سا ہے اور پہلا دن کون سا ہی ہر ملک کا آدمی ساتواں دن شنبہ اور پہلا دن یکشنبہ بتاویگا اور وجہ اس کی پابندی یہود کی نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہر ایک دن ہر ایک ستارہ سے منسوب و متعلق ہے اور اکثر ملکوں میں ستاروں کے ناموں پر دنوں کے نام مقرر ہیں اسواسطے دنوں میں نمبر اور درجہ باعتبار شرافت مراتب سبعہ سیارہ کے ہیں نہ محض فرضی اور چونکہ سب سے اشرف اور اول درجہ کا ستارہ آفتاب ہے اور اتوار کا دن اوس سے متعلق ہے اسواسطے یہ دن ہفتہ میں اول ہے اور اسی سے ہفتہ کا شمار ہے ہندی میں اتوار کا نام دراصل آدِتبار ہے زبان سنسکرت میں ادت آفتاب کو کہتے ہیں اور اسیطرح انگریزی میں سنڈے ہے کیونکہ انگریزی میں سن سورج کو

اور ڈے دن کو کہتے ہیں اور اسیطرح عربی میں یوم الاحد اور فارسی میں یکشنبہ یعنی
پہلا دن کہتے ہیں اور باقی چھ دنوں کا بھی ایسا ہی حال ہے پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ
کوئی شخص ساتویں دنکو غیر معین کردے اور اگر غیر معین ہے تو عیسائی یکشنبہ کے
کیوں پابند ہیں کبھی دوشنبہ کو کبھی شنبہ کو بھی کیوں نہیں تعطیل کر لیا کرتے اور مسیح
کے زندہ ہونے سے اوسکا تقرر جو بلی نہیں ہو سکتا اور اگر ہوگا تو پھر وہی نسخ لازم آئیگا
اور معترض جو کہتا ہے کہ دونوں کے نام تجویز ہونے سے پیشتر خدا نے فرمایا تھا کہ
میں نے چھ روز میں سب کچھ بنایا ساتواں دن آرام کا مقرر کیا فقط یہ بھی
نہایت خلاف واقع بات ہے کیونکہ توریت حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی ہے
جس میں سبت کا حکم مقرر ہوا ہے معلوم ہوا کہ معترض کے نزدیک حضرت
موسیٰ کے عہد تک دنوں کے نام نہ تھے البتہ باعتقاد معترض دنوں کے نام
تجویز ہونے سے پیشتر اون کے خدا نے تھک کر آرام کیا ہو مگر جب حضرت
موسیٰ سے فرمایا تھا تب تو ضرور دنوں کے نام مقرر تھے بلکہ حضرت آدم کو بھی
دنوں کے نام تعلیم کردئے تھے اب اہل عقل اور انصاف سے کہتا ہوں کہ
اگرچہ سبت کا دن سنیچر ہونا میں نے بدیہی اور مثل آفتاب کے روشن کردیا
مگر معترض مخاطب وہ بزرگ ہے کہ اجلاے بدیہیات کا بھی انکار کردیتا ہے اسکو
ایک اور تین میں تمیز نہیں ہو سکتی لہذا اوسکے ساکت کرنیکے واسطے ضرور ہے
کہ اس امر کو انجیل سے بھی ثابت کروں **دلیل چہارم** باب بست وہشتم انجیل متی
میں ہے پس سبت کے بعد جب ہفتہ کے پہلے دن پو پھٹنے لگے الخ دیکھو یہ پہلا دن
اتوار تھا اور ساتواں دن سنیچر اور سنیچر کو سبت بھی کہا ہے اگر کہو کہ یہود سنیچر کے تعاقب

کے موافق کہا ہے تو محض سفسطہ ہے کیونکہ متی نے بعد شیوع مذہب عیسوی کے انجیل تصنیف کی ہے اور متی وقت تصنیف کسی یہود سے ہمکلام نہین تھا بلکہ اپنے عیسائی بہائیوں کی ہدایت کے واسطے مذہبی کتاب لکھی تھی۔ اسمیں اوسنے خاص اپنی اصطلاحات اور امور مذہبی اور تعلیم عیسائی لکھی ہونگی اوس کو یہود کی بدعات یا اون کی مذہبی بات لکھنے سے یا اون کی اصطلاحات کی پابندی سے کیا کام وہ بدعات اور رسومات کو مٹانا چاہتا تھا نہ کہ اونکو رواج دیتا تھا اور پھر باب ۱۲ متی اور باب ۲ مرقس اور باب ۶ لوقا اور باب ۵ یوحنا کو دیکھو اور میں یہاں صرف انجیل فارسی لوقا کی عبارت کو لکھتا ہوں وھوھذا!

درآں روز شنبہ کہ بعد از شنبہ بزرگ است چنیں اتفاق افتاد کہ چوں عیسیٰ از زراعتہا عبور مے نمود شاگردانش خوشہا چیدہ بدستہا مالیدہ می خوردند بعض از فریسیان بایشاں گفتند کہ چرا می کنید چنیں کارے راکہ در سبت کردن آں جائز نیست عیسیٰ ایشاں را جواب فرمود کہ آیا نخواندہ آید انچہ را کرد داؤد و رفقائے او در وقتیکہ گرسنہ بود کہ چہ سان او در خانہ خدا آمدہ نانہائے تقدیم راکہ خوردن آنہا جائز نیست ہیچ کس راجز کاہنان و بس برداشت و خود تناول نمود و رفقائے خویش را نیز داد و نیز آنہا را فرمود کہ فرزند انسان یعنی مسیح خداوند سبت نیز می باشد و در سبت دیگر اتفاق افتاد کہ او یعنی مسیح در مجمع آمدہ تعلیم می نمود و شخصے درآنجا حاضر بود کہ دست راستش خشک بود ایشاں را گفت کہ چیزے شما را می پرسم آیا نیکوئی نمودن در روز سبت جائز است یا بدی نمودن رہانیدن نفسی را یا ہلاک نمودن پس ہمگی آنہا نگاہ نمودہ آن شخص را فرمود کہ

دراز کن دست خود را اور انجیل متی میں بعد ذکر داؤدؑ کے یہ عبارت ہے ویا آنکہ در
توریت نخوانده آید که روز سبت کاهنان در هیکل سبت را حرمت نمید ارند و مواخذ
نیستند لیکن بشما میگویم که درین مکان شخصی است که از هیکل عظیم تر است و هرگاه
این فقره را نمیدانستند که رحمت میخواهم نه قربانی بر بیگناهان حکم نمی نمودید انتهی
اب اہل انصاف غور کریں کہ اس عبارت میں چند وجوہ سے واضح ہے کہ حضرت
مسیح کے نزدیک بھی سبت سنیچر ہی کا دن تھا اولاً یہ کہ یہود نے بلا اجازت خوشہ
توڑنے پر سبت کی وجہ سے اعتراض کیا تھا اور مسیح نے یہ جواب دیا کہ داؤد نے
بھی اس روز ایسا ہی ایک کام کیا تھا اور سبت کی نسبت کچھ تعرض نہ کیا بس یہ تقریر
دلیل قطعی ہے اسپر کہ اونہوں نے اس روز کا سبت ہونا مسلم تسلیم کیا اگر سبت کا
دن غیر معین ہوتا اور ہر شخص کو اوسکے فرض و تعیین میں اختیار ہوتا تو مسیح کے پاس
سہل جواب تھا کہ آج ہمارے نزدیک سبت نہیں ہے ہم فلاں روز سبت کر چکے یا
آیندہ کریں گے ایسے وقت مسیح کو یہود کی اس بدعت پر کہ اونہوں نے سبت کا دن
سنیچر مقرر کر لیا اعتراض کرنا ضرور تھا نہ یہ کہ الٹی معذرت کرنا مگر حق یہ ہے کہ حضرت
مسیح سچے سیدھے تھے وہ کیونکر جھوٹ بات بنا کر کہدیتے کہ سبت کا دن معین نہیں
ہمکو اختیار ہے جب چاہیں سبت کریں ثانیاً یہ کہ جس روز حضرت داؤدؑ نے
ہیکل میں نان تقدیم کو کھایا وہ بھی یوم السبت تھا اور سنیچر کا دن اگر سبت نہو تا تو
کاہنوں کیواسطے جایز ہونا اور دوسروں کو جایز نہونا یہ ذکر لغو اور عبث ہوتا
ثالثاً یہ کہ مشلول کے ہاتھ کو اچھا کرتے وقت بھی مسیح نے اقرار کیا کہ آج سبت ہے
کیونکہ اونسے سوال کیا تھا کہ آیا نیکوئی نمودن در روز سبت جایز است یا بدی

پھر باب بست و سوم انجیل لوقا میں مسیح کی پیاری عورات کے حالات میں لکھا ہو کہ وہ بعد دفن
مسیح کے اوسکی قبر پر گئیں اور بہت سے خوشبوئیں اور عطر طیار کیا لیکن سبت کے دن حکم کے
موافق آرام کیا اور وے ہفتہ کے پہلے دن بڑے تڑکے خوشبوئیں جو طیار کی تہیں لئے ہوئے
قبر پر آئیں اور یہی مضمون سب انجیلوں میں ہے اب کہو کہ وہ دن جسدن انہوں نے
سبت کے سبب مسیح کی قبر میں خوشبو بہی نہ ڈالی اور اتنا کام بہی نکیا وہ شنبہ تہا یا نہیں
اور یہ عورات مسیح کی تابع اور شاگرد تہیں یا نہیں اس سے قطعاً ثابت ہے کہ مسیح کا
بہی یہی حکم تہا کہ شنبہ کے روز سبت کرو چنانچہ جسطرح اونکے پیچھے اور خالص شاگردوں
یعنی عورات کے عمل سے ثابت ہوا پس اگر بعد اسکے بہی کوئی انکار کرے اور سخن پروری
کرے اور کہدے کہ سبت کا دن معین نہیں تو بجز خاموشی کے اسکا جواب نہیں
لہذا ہم نے بہی اسی جگہ دلائل کو ختم کردیا اور معترض نے جو اوائل کتاب میں بداہت
خود اعجاز عیسوی کا رد کیا ہے سو اوس رد کا نمونہ بند دجابجا دکہاتا آتا ہے کہ
اسطرح کے پوچ جواب دئے ہیں بہرحال نسخ کے قائل ہونیسے کسی اہل کتاب کو چارہ
نہیں اور نہ یہ امر کسی نبی کی کتاب میں قابل اعتراض ہے البتہ جسطرح کا نسخ کہ نصاری
نے توریت کے احکام میں کیا ہے وہ معیوب اور قابل اعتراض ہے کیونکہ توریت
میں ان احکام کی نسبت ابدیت کی قید لگی ہے بلکہ کل توریت کی نسبت انجیل متی
باب ۵ آیت ۱۸ میں ہو کہ جبتک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا
اور پولس مقدس نصاری کہتے ہیں کہ اگلا قانون اسلئے کہ کمزور اور بیفائدہ تہا اٹھ گیا[لہ]
اور بعد مسیح کے ہم شریعت کے تابع نہیں[۲۵] — اور مسیح نے فرمایا ہے کہ میں بجز بنی اسرائیل

لہ آیت ۱۸ باب ہفتم نامہ عبرانیان ۱۲ ۲۵ آیت ۲۳ باب سوم نامہ گلاتیان ۱۲ —

کے دوسری قوم پر مبعوث نہیں ہوا[1] اور حواریوں کو بھی منع کیا کہ غیر قوموں[2] میں نہ جانا مگر پولوس و پطرس نے غیر قوموں کو بھی عیسائی کر لیا[3] اور اب تک یہی عمل جاری ہے یہ کیسا عظیم نسخ ہے کہ توریت و انجیل دونوں کو مٹا دیا۔ قرآن کی آیات میں ابتدا اگر کہیں ابدیت کی قید نہ تھی بلکہ نسخ کی اطلاع تھی[4] ہاں بعد عہد نبوت احکام غیر منسوخہ ضرور ابدی ہیں۔ پس معترض نے دراصل قرآن پر اعتراض نہیں کیا بلکہ در پردہ مذہب عیسائی کی تفضیح کرائی ہے یا یہ امر ہے کہ دین نصاریٰ اور کتاب توریت سے ابھی تک ناواقف ہے اور بیہودی دنیا کے واسطے بغیر کرتے سمجھے کے تالیف کتب میں عجلت کی ہے حق یہ ہے کہ پادری صاحب دونوں مذہب کی کتابوں سے بے بہرہ ہیں اور عامیانہ مکابرہ و مجادلہ کرتے ہیں کما قال عز اسمه وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۔

چوتھی فصل اُن آیات کے بیان میں جنہیں پادری صاحب نے جھوٹ کا اتہام کیا ہے

قوله فصل سوم قرآن کی جھوٹی آیتوں کے بیان میں اگر قرآن کی تمام جھوٹے مضامین جو اوسمیں لکھی ہیں اور جو عقلاً و نقلاً صریح باطل ہیں اس فصل میں مفصل

[1] آیت ۲۴ باب پانزدہم انجیل متی میں ہے میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا [2] آیت ۵ باب دہم متی میں ہے کہ ان بارہوں کو حکم کیا کہ غیر قوموں کیطرف مت جاؤ اور سامری کے کسی شہر میں داخل مت ہو ۱۲ [3] باب دہم وغیرہ اعمال ۱۲ [4] مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۱۲ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۱۲

بیان کروں تو ایک دفتر تیار ہوتا ہے الغ **اقول** قرآن کے مضامین پر جھوٹ کا دعویٰ بھی ایسا ہی جھوٹ ہے جس طرح پہلی فصلوں میں غیر فصاحت اور تخالف کا دعویٰ جھوٹ تھا مگر پادری صاحب نے جو اس فصل میں عقل کو بھی کچھ دخل دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ عقلاً اور نقلاً صریح باطل ہیں اسکا ہم شکر کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا کرے وہ عقل کے پابند ہوں اور پابندی عقل کا اول امتحان یہ ہے کہ ایک کو تین اور تین کو ایک نہ سمجھیں اور ہمارے جوابات کو بھی سمجھ لیں۔ **قولہ** پہلا جھوٹ بقرہ میں فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ خدا کے لئے شریک مت بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو یہ آیت محض غلط اور جھوٹ ہے کیونکہ جہان میں کوئی ایسا آدمی نہیں جو دیدہ و دانستہ خدا کے لئے شریک پیدا کرے نادانستگی میں البتہ شریک کیا کرتے ہیں دانستگی میں کوئی شریک نہیں کرتا اور وہ کہتا ہے کہ تم دانستگی میں شریک کرتے ہو **اقول** غیر عربی داں کے نزدیک اس آیت کا مطلب بلکہ ہر عبارت عربی کا مطلب البتہ مشکل ہے لیکن عربی داں کو کچھ دقت نہیں کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ فعل تَعْلَمُوْنَ کا مفعول بہ ترک ہے یا مقدر و محذوف ہے بر تقدیر اول مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لئے شریک مت بناؤ حالانکہ تم صاحب علم و تمیز ہو نیک بد کو پہچانتے ہو اپنے مصالح اور مضار جانتے ہو اپنے امورات و معاملات کو دلائل اور حجتوں سے کرتے ہو ایسی نافہم نہیں جو ایسی بدیہی بات کو نہ سمجھو کہ خدا کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا یہ رات دن کے محاورہ کی بات ہے کہ اگر کوئی پڑھا لکھا آدمی کسی بات کو نہیں سمجھتا یا خلاف عقل کوئی بات کہتا ہے تو اوس سے کہا جاتا ہے کہ میاں تم اہل علم ہو سب کچھ

جانتے ہو پس اسکا یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم بوجہ علم کے سب باتیں جانتے ہو ہر چیز کی برائی بھلائی سے واقف ہو اور ایسی بات خلاف عقل کہتے ہو یا ایسی سہل بات نہیں سمجھتے ہو اور برتقدیر حذف جو مفعول کہ مقدر و محذوف ہو گا و داسی عبارت سے پیدا ہو گا اجنبی نہو گا اور عبارت اسطرح ہو گی وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنْ لَا نِدَّ لَهٗ یعنی تم جانتے ہو کہ خدا کا شبیہ و نظیر نہیں ہو سکتا پھر یہ اصنام جنکو تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے اور بنایا ہے نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ ہل چل سکتے ہیں کیونکر خدا کے مثل و نظیر ہو سکتے ہیں کیا با دریصاحب کو اسمیں شک ہے کہ شرفا اور رؤسائے عرب خصوصاً اشراف مکہ بت پرستی نکرتے تھے اور کیا اسمیں شک ہے کہ شرفاے مکہ جن سے بالتخصیص یہ خطاب ہے مثل ابو جہل و ابو لہب حارث بن نضر و عتبہ بن کلدہ و ابو سفیان بن الحارث اور ابو سفیان بن الحرب اور عبد اللہ بن الزبعری وغیرہم نافہم اور کودن تھے اگرچہ یہ لوگ ایسے ذی علم نہ تھے کہ منطق و فلسفہ اور ریاضی وغیرہ پڑھے ہوں اور عالمانہ مباحثہ کریں مگر تاہم بوجہ شعر و شاعری کے خیالات انکے عالی تھے اور بڑے ہوشیار اور تجربہ کار تھے اور روم سے کتابیں منگا کر قرآنی قصص کے مقابلہ میں لوگوں کو قصص ماضیہ سنایا کرتے ہیں لیکن چونکہ یہ لوگ خانہ کعبہ کے متولی اور کلید بردار تھے اور خانہ کعبہ میں پرستش کے سبب بہت کچھ مال نقد و جنس چڑھتا تھا اور انکو ملتا تھا اور درصورت قبول اسلام یہ زر کثیر ہاتھ سے جاتا تھا اور سرداری اور مرجعیت خلایق گھٹ جاتی تھی اسواسطے پرستش اصنام ترک نکرتے تھے ورنہ بلاشک جانتے تھے کہ خدا کا کوئی مماثل و نظیر نہیں ہو سکتا اور اگر تقیین نہو تو زہیر بن ابی سلمیٰ کے اشعار کو دیکھو کہ خدا کی نسبت انکا کیا اعتقاد تھا پس ایسے لوگوں سے یہ کلام

کہنا کہ تم جان بوجھکر خدا کیلئے شریک بناتے ہو کیونکر جھوٹ ہو سکتا ہے ــــ آج
بھی ایسے آدمی موجود ہیں کہ جو گناہ کرتے ہیں بلکہ آدمی کو قتل کر ڈالتے ہیں اور اقرار
کرتے ہیں کہ ہاں ہم اس فعل کو بُرا جانتے ہیں اور کرتے ہیں مگر کیا کریں پیٹ سب
کراتا ہے ۔ پس محض ابلہ فریب اور متعصبانہ کلام ہے جو پادریصاحب کہتے ہیں
کہ دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہیں جو دیدہ و دانستہ خدا کے لئے شریک پیدا کرے
شرک بھی ایک گناہ ہے جب آدمی کو قتل کر ڈالتے ہیں جسمیں حاکم ظاہری کا بھی
خوف ہے تب شرک کرنا کیا تعجب ہے ــــ تعجب ہے کہ پادری صاحب اس
آیت پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنے اعتقاد اور حالات کو بھولے جاتے ہیں کیونکہ
حضرت عیسیٰ اور روح القدس کو الوہیت میں شریک کرتے ہیں حالانکہ میں جگہ انجیل
میں حضرت عیسیٰ نے اپنے تئیں فرزند انسان کہا ہے اور جسطرح اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا
ہے اوروں کو بھی کہا ہے اگر خدا کے بیٹے ہیں تو سب ہیں اور اگر نہیں تو حضرت عیسیٰ بھی
نہیں پادریصاحب آپ کیونکر اسبات کا اقرار کرینگے کہ ہم دیدہ و دانستہ شرک کرتے
ہیں مگر ہم اونکے لکھے ہوئے اعتقادات کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں اور تیسرے
مذہب والے سے دریافت کرتے ہیں کہ جو شخص ایسا بافہم ہو کہ قرآن پر اعتراض کرے
اور اُسکے اعتقادات ایسے ہوں وہ شخص دیدہ و دانستہ شرک کرتا ہے یا نہیں آپ فصل
سوم ہدایۃ المسلمین میں تثلیث کے بیان میں لکھتے ہیں کہ ہم تثلیث میں واحد خدا
کی اور توحید میں تثلیث کے پرستش کرتے ہیں نہ اقانیم کو ملادیں اور نہ ماہیت
کی تقسیم کریں باپ ایک اقنوم بیٹا ایک اقنوم روح القدس ایک اقنوم ہے مگر باپ بیٹے
اور روح القدس کی الوہیت ایک ہے باپ غیر مخلوق بیٹا غیر مخلوق روح القدس غیر مخلوق

پہر بہی تین مخلوق نہیں بلکہ ایک غیر مخلوق باپ قادر مطلق بیٹا قادر مطلق روح القدس
قادر مطلق توبہی تین قادر مطلق نہیں + ویسا ہی باپ خدا اور بیٹا خدا اور روح القدس
خدا پہر بہی تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا باپ کسی سے مخلوق نہیں نہ مصنوع نہ مولود
بیٹا صرف باپ سے مصنوع اور مخلوق نہیں پر مولود ہے روح القدس بہی نہ مصنوع
نہ مخلوق نہ مولود پر باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے اس تثلیث میں ایکدوسرے سے
پہلے یا پیچہے نہیں ایکدوسرے سے بڑا چہوٹا نہیں بلکہ بالکل تینوں اقانیم باہم برابر اور
یکساں ہیں انتہی ناظرین باعقل اس مسئلہ غیر معقول نامقبول میں غور کریں
کہ خدا ایک ہے اور تین نہیں اور تین ہیں ایک نہیں اور ایسا ہی باپ خدا اور بیٹا
خدا اور روح القدس خدا پہر تین خدا نہیں یہ اجتماع نقیضین اور ارتفاع نقیضین
سلف سے آجتک تمام حکما اور عقلا نے محال سمجہا ہے اور معترض بہی محال جانتا
ہے کیونکہ بہت سی آیات قرآنی کے مضامین کو متناقض و متخالف سمجہکر لکہا ہے کہ یا پہلی
آیت غلط ہے یا دوسری پہر ایسکے کیا معنی کہ قرآن کے غیر متناقض مضامین ہیں تو اس
قاعدہ کو جاری کرے اور اپنے خداوندوں کے حق میں جاری نکرے اگر اس قاعدہ کو
ہر جگہ غلط سمجہے توبہی ہم کو صبر آوے پہر اسی قاعدہ کو انپر ثابت کریں اور خاص ایک ہی
جگہ غلط نہیں ہوسکتا ہم کہتے ہیں کہ اگر تینوں اقانیم ایک ہیں تو پہر باپ کو یعنی
خدا کو بیٹا یعنی عیسی کیوں نہیں کہتے اور روح القدس کو عیسی کیوں نہیں
کہتے اور اگر بیٹا باپ سے مولود ہے تو ایک دوسرے سے پہلے پیچہے کیوں نہیں
ہم نے فرض کیا کہ کیفیت ولادت تمہاری سمجہ میں نہیں آتی مگر یہ بات تو سمجہ
میں آتی ہے کہ اگر باپ کا وجود بدون فرزند کے ناتمام تہا تو بیٹا کس نے جنا +

اور اگر تمام تھا تو پہلے اور پیچھے اور باہم جدا اور دو کیونکر ہوئے اور تمہارا یہ عذر کہ (اگرچہ یہ مسئلہ خلاف عقل ہے مگر چونکہ الہامی کتاب یعنی انجیل میں ہے تسلیم کرنا پڑا ہے) محض بیجا بلکہ بدتر از گناہ ہے کیونکہ محال دو طرح کا ہوتا ہے ایک محال عقلی۔ دوسرا محال عادی محال عقلی وہ ہے جسکو عقل محال سمجھے مثلاً کوئی کہے کہ ہاتی انڈے میں سما سکتا ہے پس ایسا محال الہامی کتاب کا بھی قابل تسلیم نہیں کیونکہ اگرچہ حقتعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ ہم کو یقین کرادے کہ ہاتی انڈے کے اندر سما گیا اور ہمکو ایسا ہی نظر بھی آئے مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ ہاتی اپنی اصلی ہیئت موجودہ پر بعینہٖ انڈے میں فی الواقع سما جاوے دوسرا محال عادی وہ ہے جو عادت دنیا کے خلاف ہو مگر عند العقل محال نہو جسطرح کوئی آدمی مردہ کو زندہ کردے کہ ایسا فعل آدمی سے صادر نہیں ہوتا اسواسطے خلاف عادت ہے مگر عقل اس کو محال نہیں سمجھتی کیونکہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ کسی شخص کو ایسی قدرت عطا کردے اور کوئی علاج یا دوا تعلیم کردے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کو ایسی قدرت عطا کی تھی کہ وہ خلاف عادت کام کرسکتے تھے اور ایسے ہی فعل کو معجزہ کہتے ہیں کہ آدمی اوسکے کرنے سے عاجز ہو مگر عقل اوسکو تجویز کرسکتی ہو محال نہ سمجھتی ہو پس کتب الہامی میں بھی محال عادی مقبول ہوسکتا ہے نہ محال عقلی پس حق تعالیٰ نے نہایت مدلل و محقق فرمایا ہے بلکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ تم شرک مت کرو۔ حالانکہ تم بدلائل جانتے ہو کہ کوئی اوسکا مثل نہیں اور نہ کوئی اوسکا بیٹا اور تم اقرار کرتے ہو کہ تثلیث خلاف عقل ہے مگر چونکہ انجیل میں ہے اسواسطے ناچار رکھتے ہیں اب کیوں کر دانستگی میں شریک کرتے ہو یا نادانستہ **قولہ** دوسرا جھوٹ لقد

عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○

اے یہود یو تم جانتے ہو ان لوگوں کو جنہوں نے سبت کے دن زیادتی کی تھی اور ہمنے
کہا تھا کہ بندر ہو جاؤ اور وہ بندر ہو گئے تھے یہ قصہ جھوٹ ہے ہرگز یہودیوں کی
کتاب میں نہیں لکھا اور نہ وہ اس قصہ کو جانتے ہیں جسکا کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ
تم ضرور جانتے ہو تعجب کی بات ہے کہ بنی اسرائیل کے قصہ ابتدا سے انتہا تک
بڑے بڑے دفتروں میں الہام الٰہی سے لکھے ہوئے آجتک بحافظت موجود ہیں اور
جو جو دکھ اور مصیبت اور آرام خوشی اونپر گذری ہے سب کچھ اون میں درج ہے
یہ اتنا بڑا حادثہ کہ آدمی بندر بن گئے کہیں مذکور نہیں اس لئے بالکل جھوٹ ہے

اقول تفصیل اس قصہ کی بطور اختصار یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں ایک
شہر ایلہ میں جو ساحل دریائے احمر پر ہے اور ابتک انگریزی جغرافیہ و نقشہ میں موجود
ہے یہ حادثہ ہوا اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ بنی اسرائیل کو ہفتہ کے روز شکار ماہی
کی سخت ممانعت تھی اس شہر کے آدمیوں نے یہ حیلہ کیا کہ کنارۂ دریا پر عمیق گڑھے
کھود دئے تھے اور دریا سے پانی جانیکی راہ کر دی تھی پس ہفتہ کے روز جو مچھلیاں
بوجہ امن و امان کنارہ پر آتی تھیں وہ اون گڈھوں میں چلی جاتی تھیں اور پھر نکل
نسکتی تھیں یکشنبہ کو بنی اسرائیل انکو پکڑ لاتے تھے اس حیلہ سے شکار کرتے تھے
اس شہر میں تخمیناً بارہ ہزار آدمی بستے تھے اور ان میں تین فریق تھے بعض خود
شکاری تھے بعض ایسے صالح تھے کہ شکاریوں کو منع کرتے تھے اور بعض ایسے تھے
کہ نہ شکاری تھے اور نہ کسی کو منع کرتے تھے غرض جب صالحین و ناصحین بہت
تنگ ہو گئے تو بوجہ خوف الٰہی اوس شہر سے چلے گئے جب شہر دعا و استغفار

مومنین سے خالی ہو گیا تو باقی دونوں فریق مسخ ہو کر بندر ہو گئے اور تین روز شہر کا دروازہ بند رہا جب بیرونجات کے آدمی رفع ضروریات کو شہر گئے تب یہ حال معلوم ہوا اور انھوں نے دروازہ کھولا اور بعد تین روز کے یہ بندر سب کے سب مر گئے فقط اور اگرچہ یہ قصہ زبور میں نہیں لکھا مگر ایسے حادثہ کا واقع ہونا کچھ تعجب نہیں زبور کو دیکھو کہ بنی اسرائیل کی کیا کیا شکائتیں اور کیا کیا حالات لکھے ہیں اور اسوقت بنی اسرائیل پر بارہا عذاب الہی نازل ہوا تھا اور اس قسم کے حوادث واقع ہوتے تھے معترض کا یہ دعوی کہ یہ قصہ ہرگز یہودیوں کی کتاب میں نہیں لکھا اور بنی اسرائیل کے قصے بڑے بڑے دفتروں میں الہام الہی سے لکھے ہوئے بحفاظت موجود ہیں یہ دونوں دعوی محض غلط ہیں کیونکہ مسلمانوں نے خوب ثابت کر دیا ہے کہ یہود نے الہامی کتابوں میں سے بہت سی کتابیں گم اور تلف کر ڈالیں چنانچہ سولہ کتابوں کا نام تو اس عہد عتیق مسمّی بہ توریت مروجہ میں بھی موجود ہے جنکا اب وجود نہیں علاوہ انکے اور بھی بہت کتابیں تھیں جنکی نسبت علمائے فرقہ رومن کیتھلک کہتے ہیں کہ یہود نے وہ کتابیں پھاڑ ڈالیں اور جلا دیں چنانچہ فصل اول مقصد اول اعجاز عیسوی میں ان کتابوں کے نام مفصلاً موجود ہیں علاوہ اسکے باب دوم آیت ۲۳ انجیل متی سے بھی کتب یہود کا گم ہونا ظاہر ہے کیونکہ متی لکھتا ہے کہ نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا کہ وہ یعنی عیسیٰ ناصری کہلائے گا حالانکہ مجموعہ عہد عتیق مروجہ کی کسی کتاب میں یہ لفظ نہیں ممفرڈ اپنی کتاب سوالات السوال[1] میں سوال دوم کی ذیل میں لکھتا ہے کہ یہ کتابیں جن میں یہ ذکر تھا جس کو متی لکھتا ہے نیست و نابود ہو گئیں۔

[1] مطبوعہ ۱۸۴۳ عیسوی

کریزاستم اپنی تفسیر نویں متی میں لکھتے ہیں کہ بہت سے پیغمبروں کی کتابیں نیست و نابود ہوگئیں اس لئے کہ یہود نے غفلت اور بے دینی سے بعض کتابوں کو کھو دیا اور بعض پھاڑ ڈالیں اور بعض جلادیں اور جسٹن کہتا ہے کہ یہود نے بہت کتابیں عہد عتیق سے نکال ڈالیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ عہد جدید یعنی انجیل پوری پوری موافقت اُس سے نہیں رکھتا قطع نظر اسکے بہت کتابیں موجود ایسی بہی ہیں جنکو بعض فرق یہود و نصاریٰ بوجہ الحاق و تحریف کے قبول نہیں کرتے خود توریت موسیٰ کا پتہ نہیں یہود کے پاس جو توریت ہے اوسکو فرقۂ سامریہ قبول نہیں کرتا اون کے پاس جداگانہ توریت ہے کما فی ازالۃ الاعجاز صفحہ ۹۶ خود معترض کو اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۰۶ اور صفحہ ۱۰۹ میں تحریف توریت کا اقرار ہے اور نیز صفحہ ۹۸ میں لکھتا ہے کہ یہودیوں کی حدیث میں ہے کہ عزرا نے دو تواریخ لکھیں۔ پادری فنڈر تک بہی لکھتے ہیں کہ نبیوں کی سب گذارشات اور نام اور کلام اور انکا سب لکھا ہوا بہی توریت میں داخل نہیں صفحہ ۲۰۳ اقسام دینی مباحثہ + پس کتب یہود کی حفاظت کا دعویٰ اور نیز یہ استقرار کہ جو کچہہ یہود پر گذرا سب انہیں درج ہے خیال خام بلکہ دانستہ جھوٹ بولنا ہی اور نیز بقول معترض یہود کے پاس علاوہ کتب الہامی کے کتب احادیث بہی ہیں پس توریت میں نہونے سے عموماً اس واقعہ کی نفی کر دینا اور کل یہود پر عدم علم کا اتہام بہی غلط ہے۔ علاوہ ازیں مدینہ وغیرہ میں یہود کے بڑے بڑے عالم تھے خصوصاً کعب الاحبار عبداللہ بن سلام وغیرہ علما جو مسلمان ہو گئے یہ بڑے عالموں میں تھے خود معترض نے تاریخ محمدی میں اس عبداللہ کی کیفیت میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے مکہ سے جاکر مدینہ کی مسجد قبا میں قیام کیا تھا

تواس عبداللہ نے آنحضرت سے بہت کچھ سوال کئے اور بعد حصول جواب اسلام قبول کیا اور تمام یہودیان مدینہ کو آنحضرت کے سامنے جمع کرکے اپنے علم اور فضل اور سرداری اور جمعیت کا سب سے اقرار کرایا اور کہا کہ جب مین خود مسلمان ہوتا ہون تو تم کو کیا عذر ہے بیان کرو اکثروں نے اسلام قبول کیا اور بعضوں نے نفسانیت سے انکار کیا پس معترض سے کوئی دریافت کرے کہ علمائے یہودایسی جھوٹی جھوٹی باتین سنکر کسطرح ایمان لائے اوسوقت کچھ زور شمشیر بھی نتھا بلکہ آنحضرت صلعم مسافر تنہا تھے یہودی غالب تھے نجران کے عیسائیوں نے کیون نہیں ایسی باتوں پر شور مچایا اور اپنی کتابوں میں کیوں نہیں لکھ گئے وہ کچھ مجبور نہ تھے ایسے آزاد تھے کہ بغیر قبول اسلام مباہلے سے انکار کرکر اپنے وطن کو چلے گئے اور ابو عامر وغیرہ نصاری نے جنکے تعصب کا یہ حال تھا کہ وہ لوگوں کو بہکاتا تھا اور آخر کار مدد لینے کے واسطے روم کو چلا گیا باوجود علم اور فضل اور صاحب تصنیف ہونے کے اپنی مصنفات مین کیوں نہیں لکھا اس سے زیادہ اور سنو کہ لوقا کے تیسرے باب آیت اول میں ہے اور لیسانیاس ابلینی کا حاکم تھا یہ قصہ کسی تواریخ اور الہامی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا اور متی کے باب دوم آیت ۱۶ میں ہے کہ جب ہیرودس نے دیکھا کہ اوس نے مجوسیوں سے فریب کھایا تو وہ بہت غصہ ہوا اور لوگوں کو بھیجکر بیت اللحم اور اوسکی ساری سرحدوں کے لڑکوں کو جو دو برس اور اوس سے چھوٹے تھے قتل کرایا دیکھو اتنے بڑے حادثہ کا ذکر کسی تواریخ میں نہیں اگر ایسا سخت حادثہ ہوتا تو ہیرودس کے دشمن لوگ ضرور اس کا ذکر لکھتے جوزیفس مفسر نے بھی نہیں لکھا اسکا جواب معترض نے دیا ہے کہ اگر یہ اعتراض درست ہوتا

تو اس کا ظہور پہلی صدی میں چاہیے تھا کیونکہ متی نے ۳۸ء میں انجیل لکھکر کلیسا مین جاری کردی تھی اور اس پیرودس کے دیکھنے والے صدہا مردم زندہ تھے متی کو کیون نہین جھوٹلایا کیون سکوت کر گئے اوس وقت عیسائیون کو کچھ غلبہ بھی نہ تھا اور سلسیس کافر دوسری صدی میں تھا اوس کو بھی یہ اعتراض نہ سوجھا صفحہ ۲۲۴ ہدایۃ المسلمین پادریصاحب سوچیں اور سمجھین کہ جب اونکے نزدیک کافرون کا سکوت کرنا کسی قصہ کے صحت دلیل ہے تو پھر قصہ قرانیہ کی بابت کفار کا سکوت کرنا اس کی صحت کی دلیل کیون نہین - یہ ایک جواب ان جملہ قصص قرانیہ کا ہے جنپر پادریصاحب نے کئی جگہ اعتراض کیا ہے اور اسی باعث بندہ نے اس مقام پر جواب کو کچھ طول دیا ہے علاوہ اسکے آیۂ کریمہ مین یہ بھی احتمال ہے کہ بطور تذلیل و تحقیر کے فرمایا ہے جسطرح سورہ جمعہ مین ہے۔ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا كَمَا سرواہ المجاهد یا بطور بددعا کے فرمایا ہے جسطرح تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ہے کیا لفظ تب سے کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ ابولہب کے ہاتھ دنیا مین سچ مچ کٹ گئے تھے یا کٹنے چاہیے تھے پس نابراں معنی کے جھوٹ کا وہم اور وسوسہ بھی پیدا نہین ہو سکتا قولہ ۳ جھوٹ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ اے یہودیو جب ہمنے تم سے اقرار لیا اور تمہارے سر پر کھڑا کیا کوہ طور کو اور ہم نے کہا مضبوط پکڑو توریت کو ورنہ پہاڑ اوپر ڈال دونگا تفسیر دل اور عبد القادر کے فائدہ دوم مین ہے کہ جب توریت نازل ہوئی یہودیوں نے کہا کہ اسکے حکم ہم سے نمانے نجاوین گے تب خدا نے کوہ طور کو اوٹھا کر اونکے سر پر کھڑا کیا اس مراد سے کہ اب بھی توریت کو لو ورنہ یہ پہاڑ تمھارے اوپر گرادونگا تب یہود

یہودیون نے ڈرکر توریت کو لیا یہ قصہ محض جھوٹ ہے کبھی کوہ طور اون کے
سر پر نہین کھڑا کیا گیا **اقول** معلوم نہین کہ عبدالقادر کا فائدہ لکھنے سے اور
اس طوالت سے معترض نے کیا فائدہ سمجھا ہے قرآن مجید کی عبارت کیا کم تھی اس
اعتراض کا جواب بھی وہی ہے جو اعتراض سابق میں مذکور ہوچکا کہ اکثر مقامات بنی اسرائیل
توریت میں نہین ، اور یہود نے بہت کتابین گم کرڈالین ایسے واہی تباہی اعتراض
محض بھرتی اور تعداد کو زیادہ کرنا ہے اور کچھ نتیجہ نہین علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ جب
حضرت یوشع کے حکم سے اتنا بڑا آفتاب اور ماہتاب ٹھہرا رہا تو کوہ طور کا سر پر ٹھہرا رہنا
کیا تعجب ہے باب دہم آیت ۱۳و۱۲ کتاب یشوع یعنے یوشع بن نون **قوله** ۸۹ جھوٹ آل عمران
مین ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ جو لوگ
مسلمان ہوکر پھر کافر ہوگئے اور اپنے کفر میں بڑھ گئے اونکی توبہ قبول نہوگی یہ بالکل
جھوٹ ہے اور خدا پر بہتان کیونکہ کوئی معصیت جہان مین ایسی نہیں ہے کہ اوس کا
مرتکب جب پچھتا کر توبہ کرے تو اوسکی توبہ قبول نہو عقل نہین چاہتی کہ خدا ایسے توبہ
کنندون پر مہربان نہو۔ **اقول** قال الله تعالی كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ
اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۞ اِلَّا
الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۞
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى

یہ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ یہ تینون آیات کریمہ قرآن
مین ایک جگہ متصل ہین اور جو مطلب پادریصاحب بتاتے ہین وہ پہلی آیت مین
موجود ہے کہ خدا بعد کفر کے بھی توبہ قبول کرلیتا ہے مگر آیندہ کے واسطے اصلاح
حال کی شرط لگی ہوئی ہے جس سے اخلاص نیت واستمرار ایمان ثابت ہوتا ہے
دوسری آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو آدمی بعد ایمان کے کافر ہو گئے اور پھر زیادتی کرتے
گئے کفر مین اونکی توبہ ہرگز مقبول نہین یعنی وہ ہرگز توبہ نکرین گے اور کفر پر مرین گے
اور اگر توبہ کرین گے تو ریائی توبہ کرینگے خواہ منافقانہ خواہ احتضار کے وقت احوال
آخرت کا معائنہ کرکے پس عدم قبول توبہ کنایہ ہے عدم توبہ اور کافر مرنے
سے۔ پادریصاحب نے پہلی آیت کو اور نیز شان نزول کو تو دیکھا ہوتا کہ پہلی آیت سے
ظاہر ہے کہ ہر کافر کی توبہ قبول ہوتی ہے زیادتی اور کمی کفر کی قید نہین اور نیز
ہر کافر کفر پر مرنے سے مستحق جہنم ہے اور دوسری آیت میں جو کفر بڑھانے والون
کی توبہ قبول کرنے سے انکار فرمایا ہے تو یہ خاص خاص اون اشخاص منافقین اور
متشبہین عہد نبوت کے حال کی خدا نے اپنے رسول کو اطلاع فرمائی ہے جنکا حال
جناب الٰہی کے نزدیک متحقق اور کالواقع تھا کہ وے ہرگز توبہ نکرین گے اور کرین گے تو
منافقانہ یا موت کے وقت جو مقبول نہین بلکہ کالعدم ہے اور غالباً ایسی توبہ
پادریصاحب کے نزدیک بھی جائز نہو پس اسقدر طوالت کو ترک کرکے اوسکا نتیجہ بیان
کر دیا جس سے اون کے حق مین کمال یاس اور لعنت ظاہر ہوجاوے اور اسی
فائدہ اور ایجاز کے واسطے یہ کنایہ کیا گیا ہے۔ اس آیت میں غیر عربی دان
اور کم استعداد آدمی یہ سمجھتا ہے کہ توبہ مقبول نہ ہونے کا سبب ازدیاد

کفر ہے اور کفر بڑھانے والون کا حکم پہلی آیت والے کافرون سے جداگانہ ہے لیکن ایسا ہرگز نہین کیونکہ ازدیاد کفر اوسوقت سبب ہوتا جب کہ جزا مین حرف فا آتا اور فلن تقبل ہوتا بطرح پہلی اور دوسری آیت مین حرف فا ہے یہان حرف فا نفرمانے مین یہی نکتہ اور لطف ہے کہ صرف ایک حرف سے استدرطلب ظاہر ہوجاوے کہ زیادتی کفر کے سبب توبہ غیر مقبول نہین بلکہ اس وجہ سے کہ وہ دراصل توبہ ہی نہین اور جو ایسا ہوگا اوس کا بھی یہی حال ہے۔ یہان تک آیۂ قرآنیہ کا جواب تھا۔ اب پادریصاحب کے جھوٹ کا جواب دیتا ہون وہ کہتے ہین کہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور خدا پر بہتان کیونکہ کوئی معصیت ایسی نہیں کہ جب اوسکا مرتکب پچتاکر توبہ کرے تو قبول نہو مین پادریصاحب سے پوچھتا ہون کہ اگر کوئی آدمی کو قتل کرڈالے اور توبہ کرلے تو وہ آپ کے نزدیک صرف توبہ سے معاف ہوسکتا ہے اگر کوئی کسی کا مال چھین لیوے یا چرالیوے توکیا صرف توبہ کرنے سے معاف ہوسکتا ہے۔ علاوہ اسکے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب آیۂ ۱۶ باب پنجم خط اول یوحنا وغیرہ کو جھوٹ اور بہتان سے بھی زیادہ سمجھتے ہون گے وہ کہتا ہے جو کوئی ایسا گناہ کرے جو موت تک یعنی کفر تک پہنچتا ہے اوس کے واسطے التماس اپنی خدا سے دعا کرنا چاہیئے اور آیۂ ۲۶ باب دہم نامہ عبرانیان مین ہے کہ بعد اس کے کہ ہم نے سچائی کی پہچان حاصل کی ہے جان بوجھ کر گناہ کرین اور پھر گناہون کے لئے کوئی قربانی نہین اور اسیطرح آیۂ ۳۲ باب دوازدہم انجیل متی میں ہے دیکھو کفر ایک طرف انجیل مین گناہون کی بھی معافی نہین اور ظاہر ہے کہ کوئی عیسائی گناہون سے خالی نہوگا اور اگر یہان کفر گناہ سے مراد ہو توبھی اعتراض باقی ہے کیونکہ یوحنا

خط اول مین کفر کے واسطے دعا اور استغفار کی بھی ممانعت کرچکا ہے بہرحال ان فقرات انجیلیہ مین کہین یہ مذکور نہین کہ اگر کوئی توبہ کرے تو گناہ معاف ہوسکتا ہے بلکہ دعا و استغفار کی ممانعت ہے اور موت وحیات کی بھی قید نہین معلوم ہوا کہ پادری صاحب دونوں کتابون سے بے بہرہ ہین نہ انجیل یاد نہ قرآن **قولہ** جھوٹ سورہ آل عمران کے ۹ رکوع میں ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ پہلا عبادت خانہ جو زمین پر آدمیون کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے جسے کعبہ کہتے ہین۔ یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ مکہ کی بنیاد سے پہلے بہت سے عبادت خانہ دنیا میں تعمیر ہوچکے تھے۔ اسمعیل کی پیدائش سے آگے ابراہیم نے چند عبادت خانہ یعنی مذبح بنا دیے تھے اور جو کہو کہ یہ آدم کے وقت سے ہے تو اوسکی سند کسی نبی کی کتاب سے لاؤ ورنہ جھوٹ ہے **اقول** مذبح اور چیز ہے اور عبادت خانہ اور چیز ہر مذبح عبادت خانہ نہیں ہوتا پادری صاحب دونوں لفظون میں معنے سے بھی فرق نہیں سمجھتے اگر ہر مذبح عبادت خانہ ہوتا تو حضرت یعقوب بیت ایل مین عبادت خانہ بنانیکا عہد کرتے باب بست وہشتم آیت ۲۲ کتاب پیدائش پس مذبحون کی قدامت سے کسی عبادت خانہ کی قدامت ثابت نہین ہوسکتی اس صورت مین پادری صاحب کا دعویٰ جھوٹ ہوا قطع نظر اس کے جب کتب الہامی معروف ہوگئین اور ایک شخص کی نبوت دلائل قاطعہ و معجزات واضحہ سے ثابت ہوچکی تو پھر اوسکی سب باتین سچی ہین کیونکہ وے باتین الہامی ہین اگر شل معترض کوئی ملحد معترض ہو کے کہ توریت کے قصص کو کسی دوسری کتاب سے ثابت کرو ورنہ جھوٹ ہے تو معلوم نہین کہ وہ اسکا کیا جواب دیگا قطع نظر اسکے

عقل بھی اسی بات کی مقتضی ہے کہ خانۂ کعبہ ضرور سب معبدون اور مسجدون سے
پہلے بنا ہوگا کیونکہ عرب حضرت ابراہیم کے وقت سے کہ جب تک توریت بھی
نازل نہوئی تھی اس بات کو جانتے ہین کہ حضرت آدم و حوا اسی زمین مکہ مین رہے
چنانچہ شہر جدہ جو مکہ سے نہایت قریب ہے وہان حضرت حوا کی قبر آجتک موجود
ہے اور اسی سبب سے اوس شہر کا نام جدہ ہے کیونکہ جدہ عربی میں دادی کو کہتے
ہین ایسی مستند اور مشہور بات اگر بائبل میں نہو تو بائبل غلط ہے اور یہ بات معترض
کو مسلم ہے کہ حضرت آدمؑ نبی تھے اور خدا کی عبادت کرتے تھے پس ضرور ہے کہ
حضرت آدم نے اپنے واسطے اور اپنی اولاد کی تعلیم کے واسطے کوئی عبادت خانہ بنایا
ہو کس واسطے کہ امورات دینی اور شعائر مذہبی کا تعلیم کرنا نبی پر واجب ہے وہ اسی کام
کے واسطے ہوتا ہے اونے اونے سے چند آدمی ہم مذہب جہان جمع ہو جاتے ہین
تو وہی بھی وہان اپنا عبادت خانہ بنا لیتے ہین پس حضرت آدمؑ نے کہ دنیا میں ایک ہزار
سال زندہ رہے اور اونکے سامنے جیسون اونکی اولاد جمع ہو گئے تھے کیونکر اس امر
ضروری کو ترک کیا ہوگا اور ہرگاہ بعد طوفان کے حضرت ابراہیمؑ نے اوسکی تجدید کی
تو بھی عبادت خانہ ہائے موجودہ میں قدیم ٹھہرا عیسائیون نے خوب طرز نکالا ہے
کہ جو قصہ قرآنی بائبل میں موجود ہو اوسکو تو کہدیتے ہین کہ یہ قصہ آنحضرت صلعم نے
سن سنا کر بائبل سے لکھدیا ہے اور جو بائبل مین نہو اوسکو کہدیتے ہین کہ یہ
جھوٹ ہے اس تعصب کا جواب بجز خدا کے کسی کے پاس نہیں قولہ ۶
جھوٹ تفسیر جلالین مین لکھا ہے کہ جب یہ آیت اوتری مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ
اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا کون ہے جو خدا کو قرض حسنہ دے اوسوقت یہودیوں نے

محمد صاحب سے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہین کہ ہم سے قرض مانگتا ہے اوس وقت یہ آیت اوتری لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ہم نے سن لیا اونکا قول جنھون نے کہا ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہین ہم لکھ رکھینگے جو اونھون نے کہا ہے اور ناحق نبیون کا قتل کرنا بھی ہم لکھ رکھینگے جو اونھون نے قتل کئے ہین یہ بالکل جھوٹ ہے اُن یہودیون نے جو محمد صاحب سے اوسوقت باتین کرتے تھے ایک نبی بھی قتل نہین کیا تھا اور جو کہ اونکے باپ دادون کا گناہ اُن کے ذمہ لکھا جاویگا تو خود محمد قرآن مین لکھ چکے ہین وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کوئی کسی کا بوجھ نہین اوٹھاویگا پس محمد صاحب کا یہ کہنا کہ اونھون نے نبی قتل کئے بالکل جھوٹ ہے اقول یہ بھی عجب غیر معقول سوال ہے بیشک اونھون نے کسی نبی کو قتل نہین کیا تھا مگر چونکہ یہودان سلف سے خصوصاً اونھون نے جو ملک سبا سے اوٹھکر مدینہ مین جا بسے تھے مثل اوس و خزرج کے انبیا کو قتل کیا تھا اور یہ موجودین اسبات کو اپنے اسلاف کی مدایح اور مفاخر مین بیان کرتے تھے اور پسند کرکے اور خوش ہوتے تھے لہذا اُن کو بھی مثل اونکے اسلاف کے شمار کیا گیا ہے اور سلف سے بھی اسیطرح عمل درآمد چلا آتا ہے کہ جو شخص جس فعل سے خوش ہوتا ہے وہ بھی کسی قدر اوسکے شریکون مین محسوب ہوتا ہے بلکہ باب بست و سوم انجیل متی سے ظاہر ہے کہ اگر خلاف اسلاف کے افعال سے خوش نہون اور تفاخر نکرین تو بھی وہ شریک جرم ہین آیت ۳۰ اور بکتے ہو کہ اگر ہم اپنے باپ دادون کے دنون مین ہوتے تو نبیون کے خون مین

اون کے شریک ہوتے الخ آیت ۳۵ تاکہ سب پاک خون جو زمین پر بہایا گیا ہے تم پر آوے ہابیل راستباز کے خون سے بارخیاہ کے بیٹے زکریا کے خون تک جسے تم نے ہیکل اور قربانگاہ کے درمیان قتل کیا الخ اور پادری صاحب نے جو اس آیۂ قرآنیہ سے آیۂ وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی سے مخالفت بیان کی ہے اس کا جواب فصل سوم کے سولھوین قول مین مذکور ہو چکا ہے اور جو بات پادری صاحب قرآن مین نکالنا چاہتے ہین وہ اونکو اس ہین نہ ملیگی مین انکو بتا دیتا ہون کہ آیت باب بستم کتاب خروج کو دیکھین کہ مین خداوند تیرا غیور ہون کہ باپ دادون کی بدکاریون کی سزا ونکی اولاد پر جو میرا کینہ رکھتے ہین اون کی تیسری چوتھی نسل تک دینے والا ہون اسکے جواب مین پادری صاحب صفحہ ۱۰۰ اجابۃ المسلمین مین خود لکھتے ہین کہ جو لوگ خدا سے کینہ رکھتے ہین اور اپنے اباء کے افعال بد سے راضی ہین وے بھی سزا پاتے ہین انتہی اور پھر آیۃ ۱۶ باب بست و چہارم کتاب استثنا کو دیکھین کہ وہان اسکے خلاف ہے کہ نہ بیٹے باپ کے بدلے اور نہ باپ بیٹون کے بدلے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے گناہ کے سبب مارا جاتا ہے علاوہ اسکے ضمیر غائب جمع قَتَلْتُمُوْهُمْ مین ممکن ہے کہ مجازاً اصل قاتل مراد ہون اور ایسا مجاز بھی توریت میں بہت موجود ہے کہ اکثر جگہہ یعقوب سے مراد بنی یعقوب ہین اور اسرائیل کہا ہے اور مراد اس سے بنی اسرائیل ہین بہرحال اعتراض واہیات ہے **قولہ** ، جھوٹ سورہ نساء کے ۸ رکوع میں ہے وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا اور داخل کرین گے ہم بہشتیوں کو سایہ مین یہ بھی جھوٹ ہے بہشت میں گرمی اور دھوپ دکھ دینے والی ہرگز نہوگی کہ ہم کو سایہ ڈھونڈھ کر بیٹھنا پڑے بلکہ وہان آرام ہی آرام ہے **اقول** اعتراض کیا ہے کشت زعفران ہے

کہ جسکے دیکھنے سے معترض کے علم وفہم پر بے اختیار ہنسی آتی ہے پادریصاحب سے کوئی پوچھے کہ لفظ ظَلِيلًا کے معنی کیون دبا گئے یہ کس نے کہا ہے کہ بہشت مین دہوپ بھی ہوگی تاکہ دہوپ سے اوٹھکر سایہ مین جانا پڑے اسکا مطلب تو صاف ہے کہ داخل کرینگے ہم بہشتیون کو گہرے یا دوامی سایہ مین جہان کبھی دہوپ کو نہ دیکھینگے اور اگر معترض کہے کہ سایہ مین داخل کرنے سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ قبل دخول سایہ کے دہوپ مین ہونگے تو یہ سچ ہے موقع محشر مین دہوپ سخت ہوگی زمین مثل مس گداختہ کے گرم ہوگی بس اس دھوپ اور گرمی سے نکلکر بہشت مین داخل ہونگے اور جب سے بہشت مین داخل ہونگے مطلقاً دہوپ کو نہ دیکھینگے پہر کیونکر لازم آیا کہ بہشت مین بھی دہوپ ہوگی۔ بعد جواب اعتراض کے ناظرین معلوم کرین کہ اصل اس اعتراض کی یہ ہے کہ سایہ اوسوقت ہوتا ہے جبکہ ہمارے اور آفتاب کے درمیان کوئی چیز حائل ہو اس لئے جو لوگ عربی کے محاورات سے ناواقف ہین ان کو یہ شبہہ ہوتا ہے کہ جب بہشت مین دہوپ نہین ہے تو سایہ کیونکر ثابت ہوگا اور غالبا پادریصاحب کو بھی یہی بیان کرنا منظور ہے مگر اونسے یہ مطلب ادا نہین ہوسکا یا تفاسیر کا مطلب سمجھ مین نہین آیا جواب اسکا یہ ہے کہ عربی مین سایہ کے واسطے دو لفظ ہین ایک ظل دوم فی لیکن ان دونون معنی مین فرق ہے ظل اوس سایہ کو کہتے ہین جو خود بخود بغیر وساطت آفتاب کے موجود ہو جسطرح بعض جگہ صبح سے زوال آفتاب تک رہتا ہے یعنی ہر چیز کی مغربی سمت کا سایہ کہ یہ وہی سایہ ہوتا ہے جو شب کے وقت ہوتا ہے اور فی اوس سایہ کو کہتے ہین جو بعد زائل ہوجانے اصلی سایہ کے

زوال اور تحویل آفتاب کے سبب دوبارہ پیدا ہوتا ہے جطرح بعد دوپہر کے ہوتا
ہے تفسیر مجمع البیان مین ہے یقال فاء الفئ اذا رجع وعاد بعد ما کان ضیلہا الشمس
نسخہ والقمر ما نسخہ ضوء الشمس والظل ما کان قائماً لم تنسخہ الشمس
قال الشاعر شعر فلا الظل من برد الضحی نستطیعہ + ولا الفئ من
بعد العشی نذوق + فجعل الظل وقت الضحی لان الشمس لم تنسخہ فی ذلک
الوقت انتہی نہایہ ابن اثیر مین ہے الظل الفئ الحاصل من الحاجز بینک وبین الشمس
وقیل ھو مخصوص بما کان منہ الی زوال الشمس وما کان بعدہ فہو الفئ و
قد یکنی بالظل عن الکنف والناحیۃ ومنہ الحدیث ان فی الجنۃ شجرۃ
یسیر الراکب فی ظلہا مائۃ عام ای فی ذراہا وناحیتہا ومنہ شعر العباس
یمدح النبی صلعم شعر من قبلہا طبت فی الظلال وفی + مستودع
حین یخصف الورق + اراد ظلال الجنۃ ای کنت طیبا فی صلب آدم
حیث کان فی الجنۃ فقط اور قاموس مین ہے الظل بالکسر نقیض الضح او ھو
الفئ او ھو بالغداۃ والفئ بالعشی الخ اور صراح مین ہے ظل بالکسر سایہ وپناہ
ظل اللیل تاریکی شب ظل ظلیل سایہ دائم ومکان ظلیل ہمیشہ باسایہ وفلان یعیش فی
ظل فلان ای فی کنفہ الخ پس کتاب لغات سے ظاہر ہے کہ ظل ایسے سایہ کو
کہتے ہین جو اصلی خود بخود ہو خواہ آفتاب سے ہوا ہو اور اسی واسطے شب کی تاریکی کو
بھی ظل اللیل کہتے ہین مگر فی بغیر آفتاب کے نہین ہو سکتی اور اگر ہم یہان ظل کو بمعنی
ناحیہ کہین جطرح عباس کے شعر مین ہے تو یہ دو سرے معنی بھی درست ہو سکتے ہین
بہرحال اعتراض جہالت سے ہے یا تعصب ہے **قولہ** ۸ جھوٹ مذہب مین ہو فارق

حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ خدا کے لوگ ہمیشہ غالب ہین یہ بات بہت درست ہے
مگر اس جگہ محمد صاحب نے مراد اپنے مسلمانون سے رکھی ہے یہ جھوٹ و غلط ہے
اس لئے کہ عین محمد صلعم کے وقت مین اور انکے پیچھے بارہا مسلمان لوگ مغلوب
ہو چکے ہین حجت مین بھی اور لڑائی مین بھی اور آجتک مغلوب ہین اُن کے بادشاہ
بھی دوسرے بادشاہون کے مغلوب ہین یہان سے معلوم ہوتا ہے کہ وے حزب اللہ
یعنے خدا کے لوگ نہین ہین ورنہ غالب ہوتے **اقول** ناظرین کو معلوم ہو کہ معترض
کو اِس بات کا تو اقرار ہے کہ خدا کے لوگ ہمیشہ غالب ہین خواہ کسی طرح اور کسی
کیفیت سے مگر مسلمانون کو خدا کے لوگ مراد لینا جھوٹ سمجھتے ہین کیونکہ اُن کے
نزدیک مُسلمان حجت مین بھی مغلوب رہتے ہین اور سلطنت مین بھی پس دونون
سندین غلط ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ مین نصاریٰ مباہلہ سے
انکار کرکے نجران کو بھاگ گئے سلاطین عباسیہ کے دربار مین ہمیشہ نصاریٰ علماء
اسلام سے مغلوب رہے اور خیر یہ قصہ ماضیہ ہین انکے دیکھنے والے موجود نہین
پادری فنڈر صاحب اور مولوی رحمۃ اللہ صاحب کے مباحثہ کے دیکھنے والے اکبرآباد
مین اب تک زندہ ہین کہ علی رؤس الاشہاد پادری صاحب بہت سی آیات بائبل کی تحریف
کا اقرار کر گئے اور صرف زبانی اقرار نہین بلکہ چھپ گیا دیکھو اختتام مباحثہ دینی مطبوعہ اکبرآباد
سنہ ۱۸۵۴ء صفحہ ۵۵ - ۵۰ تک علاوہ اسکے یہ کتاب ہدایۃ المسلمین بھی مغلوبیت نصاریٰ
کا ایک عمدہ نمونہ اور شاہد ہے اگر پادری صاحب خود اقرار نکرین تو کسی تیسرے فریق کے عالم
کو سنائین اور دکھائین کہ وہ اونکو کیا داد دیتا ہے اور سلطنت مین مغلوب ہونا اس سے دینی
غلبہ کو کچھ تعلق نہین اور نہ غلبہ سلطنت پر دین کی حقیقت کا مدار ہو بلکہ بادشاہ کا مغلوب ہونا ثابت ہوتا ہے

کا نشان ہے دیکھو انجیل متی باب ہجدہم آیت ۳ و ۴ اگر تم چھوٹے لڑکون کی مانند نہ ہو تو
آسمان کی بادشاہت مین داخل نہو گی پس جو کوئی اپنے کو اس لڑکے کے مانند چھوٹا جانے
وہی آسمان کی بادشاہت مین بڑا ہے اور انجیل متی باب پنجم آیت ۳ و ۱۰ وغیرہا مین ہے
مبارک وے جو دل کے غریب ہین کیونکہ آسمان کی بادشاہت اونھین کی ہے
مبارک وے جو غمگین ہین کیونکہ تسلی پاوین گے مبارک وے جو راستبازی کے سبب
ستائے جاتے ہین کیونکہ آسمان کی بادشاہت اونھین کی ہے اور باب نوزدہم
آیت ۲۴ مین ہے اونٹ کا سوئی کے ناکے مین سے گذر جانا اوس سے آسان ہے
کہ دولتمند خدا کی بادشاہت مین داخل ہو لوقا باب شانزدہم آیت ۱۵ مین ہے جو آدمیون
کی نظرون مین بڑا ہے خدا کے آگے مکروہ ہے باب بست و سوم آیت ۱۲ متی جو کوئی اپنے کو
بڑا کریگا چھوٹا کیا جائیگا اور جو آپ کو چھوٹا کرے گا بڑا کیا جائے گا پس آیہ قرآنی مین
بھی اسی قسم کا غلبہ مراد ہے کہ حزب اللہ دراصل باعتبار انجام کے اور درحقیقت عند اللہ
غالب ہین گو بظاہر مغلوب ہون بلکہ خاصان خدا اکثر مغلوب ہی رہے ہین دیکھو فرعون
تخت پر بیٹھا تھا اور حضرت موسی مدتون مثل دربان دروازہ پر کھڑے رہے جب
حضرت موسی مان باپ سے جدا ہو کر پانی مین بہتے جاتے تھے اور بنی اسرائیل مصیبت
مین تھے فرعون تخت پر تھا اور خدا موسی کے ساتھ تھا کتاب الخروج باب دوم اور جب
حضرت یوسف قید خانہ مین تھے اور عزیز مصر محلون مین تب خدا حضرت یوسف کے
ساتھ تھا کتاب پیدائش باب چہل و یکم اور حضرت ایوب اور دانیال اور حضرت داؤد اور
زکریا اور یحیی وغیرہم علی نبینا وعلیہم السلام کی اسیری اور قتل اور مغلوب ہونا مشہور ہے
جب حضرت مسیح ہاتھ بندھے ہوئے کھڑے تھے تب پیلاطوس بادشاہ تخت پر بیٹھا تھا

اور پھر وہ بقول نصاری صلیب پر تھے اور بادشاہ محل مین آرام کرتا تھا۔
باب بست و ہشتم انجیل متی حواریون کے ذلیل اور مغلوب ہونے کا حال بھی
پادریصاحب پر ظاہر ہے کہ جسکی تفصیل بھی خلاف تہذیب ہے۔ علاوہ اسکے حزب اللہ
کا بھی غلبہ پادریصاحب کو معلوم ہے مورخین نصاری مثل جان ڈیون پورٹ وغیرہ
کے لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے آٹھ برس مین تمام عرب کو مغلوب کرلیا اور سب کی
زبان پر کلمہ توحید جاری کردیا اور بعدہ سو سوا سے برس کے عرصہ مین عجم و ترکستان و
یونان و روم و اسپین بلکہ اٹلی سے لیکر سندھ تک مغلوب ہوگیا تھا جب تک سلاطین
اسلام خدا کی راہ مین لڑے تب تک غالب رہے اور اب نہ کوئی خدا کی راہ
مین لڑتا ہے نہ کسی کا غلبہ اور مغلوب ہونا دینداری کا نشان ہوسکتا ہے اب جو بادشاہ
لڑتا جھگڑتا ہے اپنی نفس پرستی اور حکومت کے واسطے لڑتا ہے نہ حزب اللہ ہوکر
اسواسطے حال کے بادشاہون کی مغلوبیت سے استدلال محض بیکار ہے بلکہ حاکم وقت
کی خوشامد کا اظہار ہے خداوند سب چاپلوسی کے لب اور وہ زبان جس سے بڑا
بول نکلتا ہے کاٹ ڈالے گا باب دوازدہم آیت ۳ زبور **قولہ** ۹ سورہ مائدہ کے
۱۰ رکوع مین ہے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اے محمد خدا تجھے بچا ویگا لوگون سے
یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ جنگ احد مین جب محمد لڑنے کو گیا تو عرب کے کافرون نے
اوسکے منہ پر ایسا پتھر مارا کہ اوسکا دانت توڑ ڈالا اگر وہ پتھر سر مین لگتا تو کیا ہوتا
پس خدا نے اوسکو آدمیون کے ہاتھ سے کہان بچایا **اقول** عصمت سے خاص قسم کی عصمت مراد ہے
نہ کہ تکالیف جسمانی اور مورد آیت کا خاص ہونا سیاق اور اسی مغالطہ کے واسطے
معترض نے پوری آیت نہین لکھی کہ مبادا یہ فریب عوام پر منکشف ہوجائے آیۂ کریمہ اسطرح ہے

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اے رسول پہنچا دے اوس چیز کو جو نازل ہوئی تجھ پر تیرے خدا کیطرف سے اور اگر ایسا نکریگا تو تو نے میری رسالت کو نہ پہنچایا معترض کے واسطے تو اسی قدر جواب کافی ہے کہ باجماع مفسرین سورہ مائدہ سال دہم ہجرت مین قریب حجۃ الوداع کے نازل ہوئی ہے اور جنگ احد سنہ ۳ ہجری مین واقع ہوئی ہے قرآن مین کہین جھوٹ نہین اگر پادری صاحب اس قسم کی آیات کو جھوٹ سمجھتے ہین تو نہ معلوم کہ بائبل کی آیات کو کیا سمجھے ہونگے ۳۴ زبور مین اور بھی جا بجا بائبل مین ہے کہ خدا اپنے دوستون کی حفاظت کرتا ہے مسیح کو بقول نصارے صلیب دیدی اور وقت صلیب کے بآواز بلند پکارا کہ ایلی ایلی لما شبقتانی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا یہان کچھ تاویل کی بھی گنجائش نہین کہ اپنے منھ سے خدا کے چھوڑ دینے اور عدم حفاظت کا شور مچایا تھا اور شکایت کی وقت شہادت دندان مبارک آنحضرت صلعم نے کوئی کلمہ بے صبری اور شکایت الہی کا زبان سے نہین نکالا حق تعالی زبور مین حضرت داؤد سے فرماتا ہے مین عہد شکنی نکرونگا اور اوس سخن کو جو میرے منہ سے نکل گیا ہے نہ بدلونگا مین نے ایک بار اپنے قدوسی کی قسم کھائی ہے مین داؤد سے جھوٹ نہ بولونگا اوس کی نسل ابد تک قائم رہے گی اوسکا تخت اُسکے آفتاب کے مانند ہے اور ماہتاب بھی گواہ کے مانند ابد تک قائم رہے گا پھر حضرت داؤد پر وہ مصائب گذرے کہ آخر کو یہ مناجات کی کہ تو نے دور کیا اور نفرت سے اپنے مسیح سے بیزار ہوا تو نے اوس عہد کو جو اپنے بندے سے کیا تھا باطل کیا تو نے اوسکے تاج کو زمین پر پھینک دیا انتہی دیکھو ان

آیات مین تاویل کی بھی گنجائش نہین خود حضرت داؤد نے سب وعدون کی تکذیب
کردی پس جھوٹ بولنا ایک طرف خدا سے قسم کھا کر بھی پوری کی **دوسرا جواب**
یہ ہے کہ آیۂ کریمہ مین عموماً ہر قسم کی عصمت مراد نہین خاص قسم کی عصمت مراد ہے
اور یہ وعدہ ضرور پورا ہوا توضیح اسکی یہ ہے کہ ابتدائے بعثت مین خداوند عالم نے
بمطلوق آیۂ وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ آنحضرت صلعم کو حکم فرمایا تھا کہ اولاً
اپنے عزیز و اقربا کو دعوت اسلام کرو چنانچہ اپنے چچازاد بھائی علی مرتضےٰ کو حکم دیا کہ
ایک ران بکری کی لاکر پکاؤ اور ایک مشک مین دودھ تیار رکھو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے تمام عزیز ہاشمیون کی دعوت طعام کی جب وہ سب جمع ہوئے
تو حضرت نے سب کے سامنے وہ ایک ران اور دودھ رکھدیا اور فرمایا کہ بسم اللہ کہکر
کھاؤ جب وہ سب اوس قلیل کھانے مین کہ قریب چالیس آدمیون کے ہونگے سیر
ہوگئے اور کھانا باقی رہ گیا تب ابو جہل نے کہا کہ دیکھا محمد کا سحر اور صحبت کو برہم کردیا
کہ حضرت کچھ نفرمانے پائے غرض تین روز تک اسیطرح دعوت ہوئی تیسرے روز
آنحضرت صلعم بعد الطعام فرمایا کہ ای بنی ہاشم مین تمہارے واسطے وہ چیز لایا ہون کہ جو
دنیا و آخرت مین سب سے بہتر ہے یعنی توحید و معرفت خدا اور پیروی رسول
پس تم مین سے ایسا کون ہے کہ اسکو قبول کرے اور میرا وزیر اور خلیفہ ہووے
سب خاموش ہو رہے کچھ جواب ندیا مگر علی مرتضےٰ کہ کم سن اور حقیر تھے اوٹھ کھڑے
ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مین تصدیق کرتا ہون آپ کی اور وزیر ہون آپنے
فرمایا کہ بیٹھ جاؤ غرض تین مرتبہ آنحضرت صلعم نے اسیطرح ارشاد کیا اور بجز
علی مرتضےٰ کے کسی سے کچھ جواب نپایا تب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ای علی تو وزیر اور

خلیفہ ہے میرا اوسوقت ابوجہل نے ازراہ استہزا ابوطالب سے کہا کہ تو آج سے اپنے فرزند کی
اطاعت کرو یہ تمہارا سردار ہوا اور اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور
نسائی نے خصائص میں اور فرا نے معالم التنزیل میں برا بن عازب سے اور ابواسحاق ثعلبی نے
اپنی تفسیر میں اور محمد بن جریر طبری نے اور حلبی نے اپنی سیر میں اور صاحب ریاض النضرۃ اور صاحب
اخبار خیر البشر نے اور سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخفا میں بیان
کیا ہے اور علاوہ ان کے علمائے امامیہ نے ائمہ معصومین سے بطرق متعددہ اور باسانید مختلفہ بیان کیا ہے
پس یہ امر اوسی دن سے بعض اشخاص کو ناگوار تھا اور یہ سمجھے کہ بوجہ قرابت کے آنحضرت صلعم نے
علی کو اپنا خلیفہ اور ولیعہد مقرر کیا ہے اور چونکہ بشہادت سورہ منافقون آنحضرت کی صحبت میں
منافق بھی رہتے تھے مگر بنظر مصلحت اور بدون حکم الہی اونکو جدا نکر سکتے تھے تو وہ منافق لوگ
مخلص اصحاب کو بھی بہکاتے تھے اسواسطے آنحضرت صلعم اس امر میں زیادہ تر تاکید و تعمیم کرتے
تھے بلکہ تعلل کرتے تھے کہ مبادا اہل عرب کے جاہل لوگ اس نبوت کو محض سلطنت ہی سمجھیں اور علی
کے خلیفہ کرنے کو میرے نفس کی خواہش خیال کرکے طعن و تشنیع کریں اور جاہل لوگ بظاہر طور
مرتد ہو جائیں یہ خوف تھا جب سے اللہ نے عصمت کا وعدہ فرمایا تھا خوف جان و مال مگر اکثر
ایسے کلمات فرماتے تھے جن سے جناب امیر کی فضیلت و وصایت و خلافت ثابت ہو مثل
انت[1] منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لیس بعدی نبی + وانہ سید[2] المومنین
وامام المتقین + وھو ولی کل[3] مومن من بعدی + وعلی مع[4] الحق یدور الحق
معہ حیث ما دار + وحدیث حوبی[5] وحدیث ثقلین[6] غرض جب زمانہ رحلت آنحضرت صلعم

[1] صفحہ ۲۰۶ کتاب ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۲ [2] صفحہ ۲۴۳ ازالۃ الخفا ۱۲ [3] ۱۲ جامع ترمذی مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۴۶ ازالۃ الخفا ۱۲ [4] مشکوۃ باب مناقب علی ۱۲ [5] ازالۃ الخفا ۱۲ [6] انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی اور شاہ ولی اللہ نے اس طرح نقل کیا ہے انی تارک فیکم الثقلین احد

قریب ہوا اور حجۃ الوداع مین آداب حج امت کو تعلیم کرکے فارغ ہوئے اور مکہ سے کوچ ہوا اور مقام غدیر پر پہونچے اوسوقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اگرچہ وہ وقت عین دوپہر شدت گرمی کا تھا اور قافلہ اسلام کا کچھ آگے نکل گیا تھا اور منزل مقام دور تھا مگر آنحضرت نے وہین قیام کیا اور ایک آدمی دوڑا کر سبکو واپس کر آیا اور اونٹونکے کجاوونکا منبر بنایا اور آپ اوسپر کھڑے ہوئے اور علی مرتضی کے دونون بازو پکڑکر اسطرح اونچا اوٹھایا کہ سب مجمع کو آپ نظر آتے تھے بعد ازان آیہ وافی ہدایہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ سے استدلال کرکے فرمایا اَیُّھَا النَّاسُ اَلَسْتُ اولی من اَنْفُسِکُمْ آیا مین تمھاری جان ومال کا مختار اور آقا نہین ہون سب نے یکزبان ہوکر عرض کیا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بعدہ فرمایا من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ یعنی مین جس کا مختار وآقا ہون اوسکا یہ علی مختار وآقا ہے یہان تک اصحاب سے خطاب تھا بعدہ جناب الٰہی سے دعا مانگی اَللّٰھُمَّ وال من والاہ وعاد من عاداہ و انصر من نصرہ واخذل من خذلہ اور امامیہ کی روایت مین اس مقام زیادہ بھی الفاظ مثل خلیفتی ووصیی اور خطبہ طولانی مروی ہے مگر مین نے یہ روایت اول سے آخر تک موافق احادیث اہل سنت کے لکھی ہے تاکہ پادری صاحب کو جائے اعتراض نرہے بعد ازان حضرت علی مرتضی کے واسطے ایک علیحدہ خیمہ نصب کیا اور وہان سب اصحاب تشریف لیجاتے تھے اور مبارکبادو دیتے تھے چنانچہ خلیفہ ثانی کا یہ قول نہایت مشہور ہے کہ اونھون نے مبارکباد کے وقت کہا بخ بخ یا علی اصبحت مولای ومولا کل مومن ومومنۃ یعنی مبارک ہو تم کو اے علی کہ تم آج سے میرے کل مومنین مردوزن کے مولیٰ ہوگئے اور حسان بن ثابت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۳ — ھما اکبر من الآخر کتاب اللہ وعترتی فانظروا کیف تخلفونی فیہما فانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ثم قال ان اللہ عز وجل مولای وانا ولی کل مومن ثم اخذ بید علی فقال من کنت ولیہ فہذا ولیہ

انصاری شاعر نے اس خوشی مین یہ اشعار کہے شعر یناديهم يوم الغدیر نبيهم +
بخم واسمع بالرسول منادیا + یقول فمن مولاکم ووليكم + فقالوا ولم یبدوا
هناك التعاديا + الهك مولانا وانت ولينا + ولن تجدن في ذلك اليوم عاصيا
فقال له قم يا علي فانني + رضيتك من بعدي اماما وهاديا + فمن كنت مولاه
فهذا وليه + فكونوا له انصار صدق مواليا + هناك دعى اللهم وال وليه
وكن للذي عادى عليا معاديا + فخص بها دون البرية كلها + عليا وسماه
الوزير المواخيا + دیکھو اوسوقت کس طیب خاطر اور خوشی سے سب اصحاب نے
اس امر کو قبول کیا اور کسی نے طعن وتشنیع رسول مقبول صلعم پر نکی خدا نے جو وعدہ
کیا تھا وہ پورا ہوگیا اگر کہو کہ سب نے خوشی سے منظور نہین کیا اگر منظور کرتے تو قبل
دفن وکفن آنحضرت صلعم کے خلافت مین نزاع واختلاف کیون ہوتا جواب یہ ہے
کہ جو خدا کا وعدہ رسول مقبول صلعم سے تھا کہ تجھے منافقون کی طعن وتشنیع سے محفوظ
رکھونگا اور کوئی برگشتہ نہوگا وہ پورا ہوگیا اوسوقت سب نے تسلیم کرلیا اور حضرت
امیر کو بعد رحلت خلیفہ مقرر نہ کرنا یہ دوسرا امر ہے اس سے وعدہ مین تخلف لازم نہین
آتا اور اگر اسی امر کی زیادہ تحقیق مطلوب ہو تو شرح نہج البلاغت مین ابن ابی الحدید
کے قول کو جو اکابر علماے اہل سنت کے تھے دیکھ لو کہ اونہون نے ابن عباس
سے روایت کی ہے کہ خلیفہ ثانی نے سفر شام مین کہ مین اور وہ ایک اونٹ
پر سوار تھے بعد قیل وقال بسیار کے مجھ سے کہا کہ اے ابن عباس رسول خدا
نے بیشک علی کو اپنا وصی اور خلیفہ کیا مگر چونکہ مین جانتا تھا کہ اکثر لوگ علی سے
رنج رکھتے ہین اوسکی بیعت نکرینگے اور اسلام مین مناقشہ اور نزاع پڑجاے گی

مین نے مناسب نہ سمجھا کہ وہ خفیف ہو فقط اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگرچہ بعض
اشخاص کو حیات رسول اللہ مین یہ امر ناگوار تھا مگر کسی نے کچھ نہ کہا اور خلافت
ظاہری جناب امیر کو اس مصلحت سے حاصل نہوئی ورنہ آپکے مستحق ہونے کا سب کو
اقرار تھا اور اگر کہو کہ یہ تقریر اور توجیہ خوف بالکل غلط ہے اور مقام غدیر مین خلافت
کے باب مین کچھ نہین فرمایا چونکہ لوگ جناب امیرؑ سے کدورت رکھتے تھے اس واسطے
اونکی محبت کی تاکید فرمائی تھی اور مولا کے معنی یہان دوست کے ہین نہ مختار و متصرف
فی الامور جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ لفظ مولا کے بہت معنی ہین مگر یہان دو معنی مین بحث ہے
اہل سنت کہتے ہین کہ اسکے معنی دوست ہین اور شیعہ کہتے ہین کہ اسکے معنی اولی بالتصرف ہین چنانچہ ایک جگہ
مولی بمعنی اولی معلقہ لبید مین ہے جیسا کہ دیکھیے شعر فغدت کلا الفرجین تحسب انہ + مولی
المخافۃ خلفہا وامامہا + کما فی المعلقہ صاحب صحاح لکھتا ہے یرید انہ اولی موضع
ان تکون فیہ الحرب وقولہ فغدت تم الکلام کانہ قال فغدت ہذہ البقرۃ
وقطع الکلام ثم ابتدأ کانہ قال تحسب ان کلا الفرجین
مولی المخافۃ فقط خیر پادری صاحب کو اس نزاع سے کیا بحث ہے اونکو
چاہیے کہ قاموس وغیرہ لغت عرب مین دیکھے اور دونون فریق سے کسی کے
قول کو تسلیم نکرے کتب عربیہ مین اس کا ترجمہ محب ہے نہ محبوب اور صراح وغیرہ
فارسی کتب مین جو اسکے ترجمہ مین لفظ دوست لکھا ہے اس مین اسم فاعل
واسم مفعول کا فرق نہین کیونکہ دوست محب اور محبوب دونون کو کہتے ہین پس اگر
یہان مولا کے معنی دوست یعنی محب ہون تو حدیث کا یہ مطلب ہوگا کہ جس کے
ساتھ مین دوستی رکھنے والا ہون اوسکے ساتھ علی بھی دوستی رکھنے والا ہے یا

جس کا مین مددگار ہون علی بھی اوسکا مددگار رہے اسوقت علی ابن ابی طالب کے واسطے
کوئی فضیلت اور شرافت نہین نکلتی بلکہ حضرت امیر پر سب کی محبت فرض ہوگی نہ
اونکی محبت سب پر اور یہ حدیث شریف اور یہ سب تاکید وتہدید خداوند عالم کی
اور وہ اہتمام رسول خدا کا عین دوپہر مین سب فضول وبیکار ہوا جاتا ہے اور سبار کبادو
بھی سب کی عبث اور مہمل ہوگی حالانکہ آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ آیت ایسے
کسی امر کے واسطے نازل ہوئی ہے جو وہ ایک امر کل امور رسالت کے برابر تھا اور
پیشتر بھی اوس باب مین کچھ حکم ہو چکا تھا یہ دوبارہ تاکید ہے کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے
کہ اے رسول اگر ایسا نکرے گا تو تو نے تیری رسالت کو ادا نکیا اور ایسا امر آجتک کسی نے
اہل اسلام مین سے بیان نہین کیا اور بعضون نے جو بیان کیا ہے وہ نہایت خفیف اور
سہل امور ہین البتہ مرتبہ خلافت اور وصایت ایسا ہے کہ جسپر اسقدر تاکید زیبا ہے
کیا معنی کہ اہل عقل جانتے ہین کہ اگر کوئی نبی اور بادشاہ کسی کو اپنا نائب مقرر نکر
جاوے تو بعد انتقال کے فوراً کیسی کچھ درہمی اور برہمی ہو جاتی ہے اور اسی سبب
سے سلف سے آج تک معمول ہے کہ سلاطین اپنے سامنے بلکہ مدت پہلے اپنا
ولی عہد معین کر دیتے ہین تاکہ لوگون کی نزاع سے سلطنت درہم وبرہم نہو جاوے
اور یہ شان نزول متفق علیہ الفریقین ہے چنانچہ تفسیر کبیر مین ہے الوجہ العاشر
الخ یعنی دسوین وجہ یہ ہے کہ یہ آیت غدیر کے دن علی بن ابی طالب کے باب
مین نازل ہوئی ہے اور یہ قول ابن عباس اور براء بن عازب اور محمد بن علی
یعنی امام محمد باقر علیہم السلام کا ہے علامہ سیوطی تفسیر درمنثور مین لکھتے ہین کہ
ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابو سعید خدری سے روایت

کی ہے کہ یہ آیت غدیر کے دن علی ابن ابی طالب کے باب مین نازل ہوئی ہے اور
ابن مردویہ نے پھر دوسرے طریق سے عبد اللہ بن مسعود سے بھی اسی طرح روایت
کی ہے اور تفسیر شواہد التنزیل مین سید ابو الحمد نے بطریق حاکم ابی القاسم الحسکانی
باسناد ابی عمرو ابن اذینہ و کلبی و ابی صالح کے عبد اللہ بن عباس اور جابر بن عبد اللہ
انصاری سے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور پھر بطریق ابی حیان بن علی العنتری و
ابی صالح کے ابن عباس سے اسی طرح روایت ہے اور تفسیر ثعلبی مین ابو اسحاق ثعلبی
نے باسانید خود ابن عباس سے اسی طرح روایت کی ہے اور عیاشی نے اپنی تفسیر
مین بطریق ابی صالح ابن عباس سے اسی طرح روایت کی ہے اور نیز امام محمد
باقر اور امام محمد جعفر صادق علیہما السلام اور دیگر ائمہ علیہم السلام سے کتب امامیہ مین
اسی طرح مروی ہے بالجملہ ناظرین نے خوب سمجھ لیا ہوگا کہ پادری صاحب نے یہان
کیسی کچھ روباہ بازی کی ہے کہ اول تو پوری آیت کو بیان نکیا دوم شان نزول سے
آنکھون کو بند کر لیا اور سوم خاص قسم کی عصمت کو عام کر دیا مناظر کو لازم ہے
کہ اپنے خصم کے قول کو پورا بیان کرے بلکہ اوسکی مراد کو ظاہر کرکے اعتراض کرے
ورنہ مناظرہ کرنے سے کچھ نتیجہ نہین اور اگر معترض اس شان نزول اور اس خاص قسم
کے خوف کو تسلیم نکرے تو بفرض محال ہم یہ جواب دیتے ہین کہ ہرگاہ اسقدر حادثات
متعددہ سے اغماض کیا جاوے تو پھر آیت سے حفاظت جان متبادر ہوتی ہے اور
اس حفاظت کا معترض کو بھی اقرار ہے چنانچہ خود لکھتا ہے کہ اگر وہ پتھر سر مین لگتا تو
کیا ہوتا پس حق تعالیٰ نے حفاظت جان کی فرمائی باقی رہی تکالیف جسمانی تو یہ
لوازمات ولایت و نبوت سے ہے کونسا نبی اور ولی ایسا ہوا ہے جسپر دنیا مین رنج و

آلام اور تکلیف روحی و جسمی واقع نہین ہوئین ایسے اعتراض محض واہیات ہین قولہ
اجھونٹ مائدہ کے ۱۳ رکوع مین ہے لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ تاکہ خدا کو
معلوم ہو جائے کہ اوس سے کون ڈرتا ہے اور بقر مین ہے لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ
پھر کہا لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ تاکہ ہم جان لین کون رسول کی تابعداری
کرتا ہے اور تاکہ ہم برے اور بھلے مین فرق کرلین ان تینون مین خدا کے علم
مین مولوی صاحب کے قاعدہ کے موافق قصور ثابت ہوتا ہے اس لئے یہ تینون
آیتین جھونٹ ہین واضح ہو کہ اکثر مسلمان ہماری انجیل و توریت کی ایسی
آیتون پر اعتراض کیا کرتے ہین اس لئے ہمارے عیسائی بھائیون کو چاہیے کہ ان
قرآنی آیتون سے مطلع رہین **اقول** اس اعتراض کے جواب مین زیادہ طول دینا
اور الزاما بائبل کے آیات لکھنا بیکار ہے معترض کو خود ہی اقرار ہے کہ ہماری انجیل
و توریت مین اس قسم کی آیات بہت ہین اور مسلمان اونپر اعتراض کرتے ہین لیکن
ان آیات مین اور اون مین زمین و آسمان کا فرق ہے اونکے معانی کسی طرح
درست نہین ہوسکتے دیکھو پیدائش کے باب یازدہم آیت ۵ مین ہے اور خداوند
اوس شہر و برج کو جسے بنی آدم بناتے تھے دیکھنے کو اوترا بھلا امتحان تو افعال
انسان کا اسواسطے ہے کہ قیامت کے روز کسی کو عذر باقی نرہے یہ عالم الغیبی کے
خلاف نہین باوجود علم کے بھی دوسرے کے قائل کرنے کو امتحان ہوا کرتا ہے
مگر شہر اور برج کے دیکھنے کو آسمان سے اوترنا ضرور عالم الغیب ہونے کے خلاف
ہے معلوم ہوا کہ آسمان پر سے نہین دیکھ سکتا تھا اور بغیر اوترے کچھ بندوبست
نکر سکتا تھا اور مجسم و متحیز بھی ہے اور خروج کے باب بست و سوم آیت ۹ مین ہے تم

رہتا سنگسار وتاروں مین دیکھنے اون کا علاوہ قبح مذکورہ بالا کے ہں آیت سے یہ
بات اور زیادہ معلوم ہوئی کہ دنیادی چیزین اوسکے دیکھنے کی مانع ہوتی ہین کہ
جب تک سنگسار نہ اوترے وہ دیکھ سکے پادری صاحب نے ناحق ایسی آیات کے
مقابلہ مین ان قرآنی آیات کو نکالا ہے مسلمانون کا اعتراض ان پر ہمیشہ قیامت تک
باقی رہیگا قولہ انجیل بقرہ مین ہے اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یہ بالکل جھوٹ ہے
مراد یہ ہے کہ مین دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہون جب وہ دعا کرتا ہے
یہ کیسی واہیات بات ہے ہرگز صحیح نہین ہے بلکہ صحیح یون ہے کہ جب آدمی خداسے
دعا کرتا ہے اگر اوسکی دعا خدا کی مرضی کے موافق ہوتی ہے اور خدا قبول کرنا بہتر
جانتا ہے تو قبول کرتا ہے ورنہ قبول نہین ہوتی محمد صاحب کہتے ہین کہ جب کوئی دعا
کرے جب ہی قبول ہوتی ہے ہم دیکھتے ہین کہ رات دن ہزارون مسلمان دعائین
کرتے ہین کبھی اون کی قبول نہین ہوتی اقول یہ محض جاہلانہ اور متعصبانہ اعتراض
ہے اور پادری صاحب جملہ کتب آسمانی سے بے بہرہ ہین باب یکصد چہل و پنجم زبور
آیت ۱۸ نسخہ فارسیہ مین ہے خداوند تمامی استدعا کنندگانش یعنی تمامی کسانیکہ اورا
بصدق استدعامی نمایند قریب است مراد ترسندگان خود را بجامی آرد دیکھو
یہ آیت کیسی قرآن سے مطابق ہے کہ جو عبارت کہ مترجم نے بعد مین اپنی جانب سے
بڑہائی ہے وہ بھی قرآن مین ہے یعنی فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي اور توریت مین
یہ نہین ہے باب ہفتم آیت ۸ انجیل متی مین ہے جو مانگتا ہے لیتا ہے اور جو ڈھونڈھتا ہے
پاتا ہے پادری صاحب کو لازم ہے کہ پہلے توریت و انجیل مین اصلاح فرماوین بعدہ
قرآن پر نظر ڈالین اگر وہ ان کتب کے عالم ہوتے تو یقین کرلیتے کہ جب خدا نے توریت

وانجیل نازل کی ہین اوسی نے قرآن نازل کیا ہے اسلئے ایمنزوم ہوا کہ اس آیت
کے معنی بھی اون کو بتائین دیکھو آیہ مذکورہ قرآن مین اسطرح ہے وَاِذَا سَاَلَكَ
عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي قَرِيبٌ اُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي
وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ پادری صاحب نے وَلْيُؤْمِنُوا بِي کی شرط کو تو دیکھا
ہوتا کہ فرمایا ہے چاہیے کہ مجھپر ایمان لاوین اور ظاہر ہے کہ ایمان کے بہت مراتب
ہین حدیث مین وارد ہے کہ ایمان کے دس مرتبے ہین اور علاوہ اسکے قبولیت دعا
کے واسطے بہت کچھ آداب وشرائط مقرر ہین کہ اون کا التزام مشکل ہے اور وے
شرائط مکمل ایمان ہین مثل تقوی اور راستبازی کے پس جیسا جس کا ایمان اور
پابندی شرائط دعا ہے اوسی مرتبہ پر اوسکی دعا مقبول ہے کیونکہ حق تعالی نے بنی اسرائیل
سے بھی فرمایا تھا وَاَوْفُوا بِعَهْدِي اُوفِ بِعَهْدِكُمْ تم میرے عہد کو وفا کرو مین تمہارے
عہد کو وفا کرونگا اور اگر پادری صاحب حدیث کے مراتب ایمان کو تسلیم نکرین تو
آیت ۲۰ باب ہفتدہم انجیل متی کو دیکھین کہ مسیح نے حواریون سے فرمایا کہ اگر تمھین
رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوتا اور اس پہاڑ کو کہتے کہ یہان چلا جا تو وہ چلا جاتا
اور کوئی بات تمہارے لئے انہونی نہوتی پس اگر پادری صاحب یہ کہین کہ کیا مسلمانون
کا ایمان ایسا کامل اور اعلی نہین جو حق تعالی انکی دعائین قبول کرے تو اس کا یہ جواب ہے
کہ بعض مسلمان ایسے ہین بلکہ ہر ایک مسلمان ایسا ہے کہ جسکی اکثر دعائین قبول ہوگئی
ہین مگر پادری صاحب مین اسقدر کرامت وایمان نہین کہ اونکے کہنے سے پہاڑ
اپنی جگہہ سے ہٹ جاوے اگر ایسا ہوتا تو ریلوی سڑک مین جہان کہین پہاڑ حائل ہوگئے
ہین سرنگ کے اوڑانے کی حاجت نہوتی پادری صاحب بلائے جاتے معلوم ہوا کہ

بموجب انجیل کے پادری صاحب مین رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہین **قولہ**
جھوٹنٹ مائدہ مین ہے هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا یعنی وہ خدا ہے جس
نے قرآن مفصل تمھاری طرف نازل کیا اور کئی جگہ کہا ہے کِتَابٌ مُبِينٌ
یعنی مکمل کتاب یہ بالکل جھوٹنٹ ہے وہ ہرگز مفصل و مبین نہین بلکہ بڑی مغلق ہے
لغات وحشی اوس مین بھرے ہوئے ہین اور صدہا جگہ اوس مین محذوفات ہین خاص
اہل حجاز اوسکو صفائی سے نہ سمجھ سکے جب تک نہایت غور سے نہ سوچے پھر وہ کسطرح
مکمل اور مفصل کتاب ہے وہ مقامات حریری سے درجہ دوم پر ہے **اقول** اس اعتراض
سے بھی پادری صاحب نے زیادہ تر اپنا جھوٹنٹ اور جہل ثابت کیا ہے منتقم حقیقی
جھوٹنٹ کو پادری صاحب کے ہی منہ پر خوب بار بار اولٹا مارتا ہے دیکھو صریح جھوٹنٹ
یہ ہے کہ سورۂ انعام کی آیت کو مائدہ مین لکھتے ہین اور جہالت کا ثبوت یہ ہے
کہ مفصل کو مثل عوام الناس ہند کے صاف اور سلیس کے معنی مین سمجھے ہین
کیونکہ بعدہ لکہا ہے کہ وہ بڑی مغلق ہے مفصل کا مقابلہ مجمل ہے نہ مغلق اور بعدہ
لفظ مفصلا کا ترجمہ بھی اسی طرح سمجھا ہے جس طرح ہندوستان کے بعض کالئے
لوگ فارسی لفظون کی خرابی کرتے ہین ظاہر ہے کہ یہ لفظ عربی ہے اسکا استعمال عربی
قواعد کے موافق ہونا چاہیے مفصل کے معنی لغوی جدا کردہ شدہ ہین اور جدائی
امر اضافی ہے اسکے واسطے کم سے کم دو چیز کا ہونا ضرور ہے تاکہ ایک چیز دوسری سے
جدا ہو اور فصحا کی اصطلاح مین تفصیل اسطرح کی ادائے مطلب کو کہتے ہین جس مین
تخلیط اور تداخل ایک مطلب کا دوسری مین نہو تاکہ مراد مین نقصان اور
کمی ہو جاوے بیان مُفَصَّلًا کا مفعول الکتاب نہین بلکہ لفظ حق و باطل ہے

یا حلال و حرام ہے تقدیر عبارت یہ ہے مُفصّلاً فیہ الحق والباطل او الحلال والحرام
یعنی اللہ وہ ہے جس نے تمھارے پاس یہ کتاب نازل کی ہے درآن حالیکہ
جدا جدا کر دیا گیا ہے اوس مین حق اور باطل کیونکہ بوجہ ظہور اعجاز فصاحت
کے اور بوجہ بیان دلائل باہرہ و قاطعہ کے ناظر منصف کو فوراً حق اور باطل
اور کفر اور ایمان مین یا حلال و حرام مین امتیاز و فصل حاصل ہو جاتا ہے اور
یہی ترکیب لفظ مُبینًا کی ہے اور اگر لفظ مفصل مین کتاب کی طرف ضمیر ہو تو چاہیے
کہ کوئی دوسری کتاب اور ہو جس سے یہ قرآن جدا ہو بناء علیہ بالفرض اگرچہ
قرآن مین اغلاق بھی ہو تو وہ تفصیل کے مخالف نہین کیونکہ کلام مین اغلاق اشکال
کلام کو کہتے ہین کہ اوس کا مطلب کھلا ہوا نہو پس جائز ہے کہ کلام مین مطالب مفصل
ہون اور عبارت باعتبار لغات یا ترکیب کے مشکل اور رتین اور مغلق ہو اور
لغات وحشی کا جواب فصل اول مین ہو چکا اور بالفرض محال اگر ہوتے تو وہ بھی
مانع تفصیل نہ تھے - اور بعض جو لکھا ہے کہ صدہا جگہ اوس مین محذوفات
ہین عجیب جہالت یا تعصب کی بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ بجز قرآن کے اور
کوئی کتاب عربی کی نہین دیکھی یہ اعتراض اصل زبان عربیہ پر ہے نہ صرف قرآن پر
اس زبان مین بھی تو لطف و عمدگی ہے کہ نہایت مختصر اور پر مضامین ہے ہان
اگر بلا قرینہ اور بلا قاعدہ محذوفات ہون تو قابل اعتراض ہے - اگر سبعہ معلقہ و حماسہ
کو دیکھا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ اون مین کس قدر محذوفات اور کس قدر عبارتین
مغلق ہین اکثر بغیر شرح حل نہین ہو سکتین یہ خوبی صرف قرآن مین ہے کہ باوجود
ایسی عبارت معجزہ کے بھروہ سلامت ہے کہ صرف صرف و نحو پڑھکر آدمی

اوسکا ترجمہ کرنے لگتا ہے اور بعد جو اخلاق کی دلیل مین لکھا ہے کہ اہل
حجاز بھی اوسکو صفائی سے نہ سمجھ سکے سو عجب جاہلانہ بات کہی ہے کیونکہ
عبارت کی سلاست سے مطالب کا اشکال دور نہین ہوتا دیکھو قوانین کی اردو
کتابون کو کہ اہل علم اوسکو مشکل سے سمجھتے ہین اور پھر بعض مقامات نہین سمجھ مین
آتے بھلا قرآن کے مسائل توحید اور مکارم اخلاق اور احکام میراث و حلال و حرام
اور حدود و قصاص و عفو و کیونکر بغیر غور سمجھ مین آجاتے ان مسائل کو تو لوگ اوستاد
سے پڑھتے ہین جب آتے ہین حالانکہ اہل حجاز نے اپنے آپ سوچکر سمجھ لئے جسطرح
معترض غلط کہتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کی عبارت نہایت عمدہ ہے **قولہ**
۱۳ جھوٹ انعام کے ۱۶ رکوع مین ہے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ
اے جنون اور آدمیون کیا میری طرف سے تمھارے پاس رسول نہین آئے یہ
بھی جھوٹ ہے کیونکہ جنون مین وے اگر کہین ہون بھی تو کونسا رسول گیا جو اونہین
کی جنس سے ہو بموجب رُسُلٌ مِّنْکُمْ کے **اقول** سورہ جن کے شروع[له] مین ہے کہ آنحضرت
کی خدمت مین چند جن آئے اور قرآن کو سنکر ایمان لائے اور اونھون نے اپنی قوم مین جاکر
اسکا ذکر کیا اور قرآن کی بہت کچھ مدح کی اور پھر سب کو ہدایت کی پادری صاحب کہین کہ
جب یہ اجنہ جو فیض پاکے آکے ایمان لائے اور پھر انھون نے جاکے اپنی قوم کو بھی ہدایت کی
تو رسول ہوئے یا نہین خواہ بلا واسطہ ہون یا رسل کے رسول ہون نام انکے یہ ہین شاصر ناصر
فرخن مس انس ماسیا احقم ذوبعہ کما فی المنہج عن ابن عباس اور علاک مین نوحصاکے
اور عمیون اخبار الرضا اور صافی مین جناب امام سے منقول ہے کہ پہلے بھی ایک رسول

له قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ

کہ نام اونکا یوسف تھا اجنّون مین مبعوث ہوا ہے اور عقل بھی اسکی مقتضی ہے کہ ہرگاہ جنات کو قوت شہوی و غضبی حق تعالیٰ نے عطا فرمائی تو اونکو معطل اور بلا ہدایت کیونکر رکھا ہوگا اور اگر توریت مین ان رسولون کا ذکر نہین تو اس سے اونکا عدم ثابت نہین ہوسکتا کیونکہ بقول فنڈر صاحب[۱] بھی توریت مین بہت سے آدم زاد رسولون کا نام اور کلام اور حال نہین اور اکثر ملاحدہ اصل وجود جن کا ہی انکار کرتے ہین حالانکہ یہود بھی بموجب احادیث طالمود و گمرا کے اور سب عیسائی[۲] جنات کے قائل ہین اگر ملاحدہ پادری صاحب سے اون کے نام دریافت کرین تو نہ معلوم کیا جواب دینگے **قولہ** یہ جھوٹ اعراف مین ہے کَمَا بَدَأَكُمْ تَعُوْدُوْنَ جیسی تمھاری ابتدا ہوئی ہے اوسیطرح عود کروگے یہ بھی جھوٹ ہے سورۂ حج مین ہے فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ [۳] مُّخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ہم نے تمکو بنایا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر پھٹکی سے پھر بوٹی سے نقشہ بنی پھر بے نقشہ بنی اسواسطے کہ تمکو کھول سناوین اور ہم ٹھہرا رکھتے ہین پیٹ مین جو کچھ چاہین ایک ٹھہرے ہوئے وعدے تک پھر تم کو نکالتے ہین لڑکا یہ ہماری ابتدا بیان ہوئی ہے اور پھر کہتا ہے ویسی ہی انتہا ہوگی یعنی قیامت کو اسی طرح اوٹھوگی پس یہ تشبیہ باطل اور جھوٹ ہے ہم اسطرح بلکہ صرف حکم سے اوٹھین گے ۔

اقول یہ بھی نہایت ہی متعصبانہ اور جاہلانہ اعتراض ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ یکسان نہین ہوتے اور وجہ اور علت تشبیہ اکثر متکلم کی تصریح یا قرینہ حالیہ و مقالیہ و عرفیہ و عادیہ وغیرہ سے سمجھی جاتی ہے ورنہ ایک چیز مین کئی کئی وجہ مشابہت کی نکل سکتی ہین پس بیان

---

۱ فنڈر صاحب کی افتتاح مفتاح باب ۵ صفحہ ۳-۱۲ ۔ ۲ میزان الحق طبع ملعصیانہ ۱۸۶۱ء صفحہ ۲۰۱ سیج کرمنا کلمیان سکھکم مین تھے ۔ ۳ پادری صاحب کی کتاب مین اسی طرح ہے مگر غلط ہے ۱۲ منہ ۔

بھی دیکھنا چاہیے کہ مشرکین مکہ وغیرہ کس امر کے منکر تھے اور کس امر کو محال خیال کرتے
تھے وہ صرف اعادہ معدوم کو محال سمجھتے تھے جس طرح اور جس کیفیت سے ہو اور
اب تک بھی اسی امر پر باقاعدہ بحث کیا کرتے ہیں پس آیۂ کریمہ میں اسی کا جواب دیا گیا ہے
کہ معاد کو کیون محال اور خلاف عقل سمجھتے ہو پہلے بھی تو تم معدوم تھے اور عدم سے پیدا
ہوئے پس جس طرح پہلے خاک سے پیدا ہوئے اسی طرح قیامت میں بھی یعنی خاک سے موجود ہو سکتے
ہو یہ تو پہلی پیدایش سے بھی سہل ہے کیونکہ بعد مرگ اس عالم سے نفس کو ایک تعلق بھی باقی رہنا ممکن ہے
اجزاء جسمیہ بھی اسی عالم میں باقی رہتے ہیں اون اجزاء کو جمع کر کے مثل جسم آدم کے پھر از سر نو اوسی نفس
کو اوس میں داخل کر دیا کیا خلاف عقل اور مشکل ہے پس تشبیہ اجزاء عنصریہ میں روح داخل کرنے
سے بکیفیت ولادت کے یہ آیت تو قابل اعتراض نہ تھی ہزارہا عبارتین اس محاورہ کی موجود ہین
مگر ہان یہ عبارت یوحنا قابل اعتراض ہے کہ جب خدا ظاہر ہوگا ہم اوسکے مانند ہونگے آیۂ ۲ باب ۳
خط اول کیونکہ آدمی کسی بات میں خدا کے مانند نہیں ہو سکتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اب تک
یوحنا کے نزدیک خدا ظاہر نہیں ہوا پھر اعمال کی آیۂ ۱۱ باب ۱ میں ہے اوسی طرح جس طرح تم نے اوسے
آسمان کو جاتے دیکھا پھر آویگا کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح تم نے مسیح کو مصلوب
ہو کر قبر میں رہ کر پھر جی کر آسمان کو جاتے دیکھا اسی طرح ان سب باتون کے ساتھ
پھر آتے ہوئے دیکھو گے **قولہ ۱۵** جھوٹ انفال میں ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ
وَأَنْتَ فِيهِمْ اے محمد جب تک تو مسلمانون کے بیچ میں ہے تب تک کبھی
خدا اون کو عذاب نکرے گا یہ بھی جھوٹ ہوا کیونکہ جنگ بدر میں جب مسلمانون کی
فوجین جمع ہوئین اور محمد صاحب بھی اونکے درمیان تھے پھر یہ حال ہوا کہ بہت سے
مسلمان قتل ہوئے اور بہت سے قید ہو کر غلام ہو گئے اور اونکا مال لوٹا گیا خود محمد صاحب

بھی گھبرا گئے اسلئے یہ آیت جھوٹ ہے اقول اعتراض کیا ہے کشت زعفران
ہے جسے دیکھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے اگر پادری صاحب عربی عبارت خوب نہین
سمجھ سکتے تو اوسکا ترجمہ اردو دیکھ لیتے اوس سے معلوم ہوجاتا کہ طالب عذاب کون
تھے قرآن کو اساطیر اولین کون کہتے تھے کون اوسکا انکار کرتے تھے ضمیر ہم[له] اور ضمیر قالوا
وغیرہ کا مرجع بھی سوچا ہوتا ماقبل آیت کو بھی دیکھا ہوتا عقل کو ذرا صرف کیا ہوتا کہ مسلمان
اپنے اوپر کیون عذاب چاہتے اگر چاہتے تو کفار ہی چاہتے یعنی مشرکین مکہ جب قرآن
کے معارضہ سے عاجز ہوتے تھے تو ناچار ہوکر کہتے تھے کہ الٰہی اگر قرآن حق ہے تو ہمارے
اوپر پتھر برسا یا کوئی اور عذاب نازل کر۔ اور بعدہ جو جنگ بدر کی کیفیت لکھی ہے
کہ بہت مسلمان قید ہوگئے اون کا مال لوٹا گیا سو معلوم ہوا کہ علاوہ دیگر کمالات کے
معترض کو تاریخ دانی مین بھی بڑی مہارت ہے اور طرہ یہ ہے کہ آپ ایک تاریخ محمدی
بھی لکھ چکے ہین اور پھر یاد نہین کہ بدر مین اہل اسلام کو فتح ہوئی ہے کفار قید ہوئے
ہین کفار کا مال لوٹا گیا تھا شاید یہ تحقیق جدید فیضان روح القدس ہے یا یہ کیفیت
نشہ مین کا غذ سیاہ کیا ہے قولہ ۱۲ جھوٹ تو یہ مین ہے قَالَتِ الْیَهُودُ عُزَیْرٌ ابْنُ اللّٰهِ
یہودی کہتے ہین کہ عزیر یعنی عزرا خدا کا بیٹا تھا یہ بالکل جھوٹ ہے کبھی کوئی یہودی یہ
نہین کہتا اور نہ کبھی کہا اقول یہ انکار معترض کا بالکل واہیات ہے جس شخص کا
حال یہ ہو کہ برس برس بھر قرآن مین یہ ہے کہ آیات تک یاد نہین اور بائبل مین وہ حال

له یہ آیت پارہ ۹ ہے وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِندِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ ++
اور اسی آیت پر فصل دوم کے نمبر ۱۰ مین بھی اعتراض کیا ہے اور وہان اسکا بیان خوب ہوچکا ہے حاجت اعادہ نہین ۱۲

جیسا بیان ہوتا آتا ہے پھر اوسے یہود کی کتب کا کیا حال معلوم اپنے عیسائی فرقون کا تو حال معلوم ہی نہین کہ بہت سے منکر الوہیت مسیح ہین یہود کے پاس صرف ایک توریت و بائبل ہی نہین بلکہ اونکے پاس احادیث و سیر کی بہت کتابین ہین اسکا انکار ایسا ہی ہے جیسا اصحاب کہف کا انکار معترض نے کیا ہے کہ بائبل مین کہین نہین اور نہ کوئی جانتا حالانکہ افرائیم یہود کی کتاب مین موجود ہے عبد اللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ اس مذہب کے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور گفتگو کرکے معقول ہوئے چنانچہ منجملہ اونکے سلام بن مشکم اور نعمان بن اوفی اور شاس بن قیس اور مالک بن الصیف تھا — علاوہ اس کے بدیہی بات ہے کہ اگر یہ قول قرآن کا جھوٹ ہوتا تو عبد اللہ بن سلام وغیرہ علماء یہود مدینہ فوراً تکذیب کرتے اور اگر یہ خاموش ہو رہتے تو کفار یہود مدینہ شور مچاتے معترض کے نزدیک مخالف کا خاموش ہو جانا دلیل تسلیم کی ہے صفحہ ۲۲۴ ہدایۃ المسلمین **قولہ** ۷ جھوٹ یہ ہے مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ یعنی جب تک زمین و آسمان قایم ہین تب تک بہشت مین مسلمان رہین گے یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ آسمان و زمین فنا ہونگے مگر بہشت فنا نہ ہوگا **اقول** اسکے دو جواب ہین اولاً دوام سموات دوام خلود کے واسطے شرط نہین ہے بلکہ غرض اس سے خلود اور دوام مین تاکید ہے مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ رہین گے — اہل عرب کا محاورہ اور روزمرہ ہے کہ جس چیز کا دوام و استمرار ظاہر کرنا مطلوب ہوتا ہے اوسکو ایسے ہی الفاظ سے تعبیر کرتے ہین مثلاً کہتے ہین لا افعل کذا مالاح کوکب وما اضاء الفجر وما اختلف اللیل والنہار وما بل بحر صوفۃ وما تغنت حمامۃ مطلب ان کا اس

عبارت کا معنی یہ مطلب ہوتا ہے کہ مین اسکو کبھی ابدالآباد نکرونگا کیونکہ یہ چیزین یارب کے
اعتقاد مین ابدی تھین اس سبب سے ایسی عبارتین دوام کے معنی مین مشہور و مستعمل
ہین اور فصاحت و بلاغت مین محاورہ کے مطابق کہنا ضرور ہے لیکن اون کے
محاورہ کے مطابق کہنے سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ زمین و آسمان فنا نہون اصنام
کو بھی بموجب اون کے محاورہ اور اعتقاد کے جابجا آلہ فرمایا ہے اس سے کوئی یہ
نہین سمجھ سکتا کہ درحقیقت وہ آلہ تھے علاوہ اسکے دخول جنت و نار بعد حساب
قیامت ہوگا اور جابجا قرآن سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز زمین و آسمان
فنا ہوجاوینگے بجز خداوند مالک یوم الدین کوئی باقی نرہے گا اس واسطے اس
زمین و آسمان موجودہ کو کوئی ابدی نہین سمجھ سکتا ثانیاً اَلسَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ سے وہ
آسمان و زمین معہودہ مراد ہین جو روز قیامت بعد فنائے آسمان و زمین موجودہ
ان کے عوض پھر موجود ہونگے کما رواہ الضحاک والجبائی چنانچہ
سورۂ ابراہیم مین ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا
لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اور یہ زمین و آسمان مبدلہ ہمیشہ رہینگے کبھی فنا نہونگے
آیہ اول باب لبست و یکم مکاشفات مین ہے پھر مین نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین
کو دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی تھی اور آیہ ۱۲ و ۱۳ باب سوم خط
دوم پطرس مین ہے خدا کے دن کے منتظر و مشتاق ہو جس مین آسمان و زمین جلکر
گداز ہوجاوینگے اور عناصر پگھل کر سوختہ ہوجاوینگے پھر ہم نئے آسمان
اور نئی زمین کا جن مین راستبازی بستی ہے اوسکے وعدہ کے موافق
انتظار کرتے ہین پادری صاحب سمجھ لین کہ یہ وہی آسمان و زمین ہین جنکے دوام

نمک بہشتی بہشت مین رہین گے قولہ ۸ جھوٹ ابراہیم مین ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا
مِن رَّسُولٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ یعنی جو رسول ہمنے بھیجا ہے وہ اپنی قوم
کی بولی بولتا ہے تاکہ اون کے لئے بیان کرسکے اس آیت سے معلوم ہوا کہ
محمد صاحب عرب ہی کا رسول ہے اور اوسکی قوم وہی کفار عرب ہین کیونکہ اونھین کی
زبان بولتا آیا تھا اگر وہ نبی ہے تو خاص عرب کا نبی ہوگا پھر دوسری جگہ قرآن مین
لکھا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ اور ہم نے تجھے سارے جہان کے واسطے
بھیجا ہے اس آیت سے محمد سارے جہان کا رسول ہوا پس اوسکو چاہئے کہ پہلی آیت
کے مطابق سارے جہان کی زبانین بولتا پر اوسکو سوائے عرب کے اور کوئی
زبان نہین آتی تھی اس لئے وہ رسول بھی نہ تھے ہان یہ خاصہ خداوند یسوع مسیح کے
لوگون کا ہے کہ ہر ملک کی زبان وہی بولتے تھے یہ تعلیم پاکر بلکہ روح القدس کی مدد سے
اور یہ علامت ہے اثبات کی کہ وہ سارے جہان کے واسطے رسول ہوکر آئے تھے اقول
صراح مین ہے قوم گروہ مردان قاموس مین ہے القوم الجماعة من الرّجال والنساء
او الرجال خاصة او تدخله النساء على التبعية اپنی قوم کی زبان بولنے سے
یہ کیونکر لازم آیا کہ اوس نبی کی نبوت بھی اوسکی قوم مین منحصر ہو دوسری قوم کا نبی
نہ ہو ہان اگر قرآن مین بجائے قوم کے مبعوث علیہم ہوتا تو مخالف کو ایسے اعتراض
کی گنجایش ہوتی اور قوم کی زبان بولنے سے یہ فائدہ ہے کہ عزیز اقارب اہل قبیلہ
اپنے عزیز اور قبیلہ کے آدمی کے چال چلن اور حالات سے خوب واقف ہوتے ہین
اون کی تصدیق سے غیرون کو بھی وثوق ہوتا ہے کہ ہرگاہ یہ شخص ہمیشہ سے راستباز
ہے تو دعویٰ نبوت و رسالت مین بھی سچا ہوگا پس نبی پہلے اپنی قوم و قبیلہ کو ہدایت

کرتا ہے بعدہ اہل قبیلہ بذریعہ ترجمہ کے دیگر اقوام مین اوسکی تعلیم کو شایع کرتے ہین
اگر اجنبی آدمی غیر زبان بولتا ہو کسی جگہ جا کر دعویٰ نبوت کرے تو وے لوگ پہلے
سے تو اوسکے حالات اور چال چلن سے واقف ہی نہین کیونکر اوسکی تصدیق کرین
اور ممکن ہے کہ معجزہ کو سحر کہدین اور معترض جو یہ کہتا ہے کہ حواریان عیسیٰ ہر ملک کی
زبان بولتے تھے وہ سارے جہان کے لئے رسول ہوکر آئے تھے اس سے صاف ظاہر ہے کہ
معترض بفضل الٰہی دونون مذہبون کی کتابون سے ناواقف ہے خود مسیح کہتے ہین کہ مین اسرائیل کے
گھر کی کھوئی بھیڑون کے سوا کسی کے پاس بھیجا نہین گیا[۱] پس خود جناب مسیح سارے
جہان کے واسطے رسول نہ تھے تو حواری سب جہان کے واسطے کیونکر رسول ہوگئے اور
اگر ہوگئے تو حکم مسیح کی نہایت مخالفت کی کیونکہ ان بارھون[۲] کو مسیح نے حکم دے کے کہا کہ
غیر قومون کی طرف مت جاؤ اور سامریون کے کسی شہر مین داخل مت ہو بلکہ خصوصاً
اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑون کے پاس جاؤ ان آیات سے پادریون کو ہرگز
جائز نہین کہ مسلمانون اور ہندوؤن وغیرہ کو وعظ سنائین اور ملت مسیحی کی طرف دعوت
کرین اور جو کرتا ہے خلاف انجیل کرتا ہے حق یہ ہے کہ سارے جہان کا وہی رسول ہے
جس کے پاس فرمان وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ موجود ہے باقی سب جھوٹ اور افترا
قولہ ۱۹ جھوٹ سورۂ نحل کے ۱۱ رکوع مین ہے تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ یہ قرآن بیان ہے
واسطے ہر شی کے یہ بھی جھوٹ ہے صدہا باتین اوسمین مذکور نہین ہین محمدیون کے
مذہب کے بنیاد صرف قرآن پر نہین بلکہ ادلہ اربعہ یعنی قرآن حدیث اجماع قیاس
پر چلتے ہین اگر ہر شی قرآن مین ہوتی تو حدیث اور اجماع اور قیاس کی حاجت نہ پڑتی

[۱] آیت ۲۴ باب پانزدہم انجیل متی ۱۲ [۲] آیت ۵ باب دہم متی ۱۲

اقول مراد کل شی سے کل امور شرعیہ ہین جنکی آدمی کو نہایت ضرورت ہے کیونکہ بعد اس کے یہ عبارت ہے هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ نہ دنیا کی واہیات اور مزخرفات امور اور ظاہر ہے کہ کل امور شرعیہ قرآن مین موجود ہین خواہ تصریحًا خواہ بقاعدہ کلیہ جس طرح ہر ایک فن مین قواعد کلیہ ہوتے ہین بس قرآن ہی سب ماخذ ہوا

قولہ ۲۰ جھونٹ کہف مین ہے حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ یعنی ذو القرنین بادشاہ جسکو بعضے سکندر کہتے ہین جب وہ ہیونچا سورج غروب ہونے کی جگہ پر تو اوس نے دیکھا سورج کو ایک دلدل کی ندی مین ڈوبتا ہوا واضح ہو کہ محمدی عالمون کی تجویز کے موافق سورج زمین سے ایک سو ساٹھہ درجہ یا ۱۵۰ درجہ یا ۱۴۰ درجہ بڑا ہے مگر محمد صاحب نے اوسکو ایک رکابی کے مانند سمجھ لیا ہے اور اون کو گمان ہے کہ وہ غروب کے وقت دور کسی ملک مین جاکر ندی کے کنارے گارے مین دھس کر زمین کے نیچے ہوکر مشرق سے نکل آتا ہے دیکھو اور انصاف کرو کہ کیا ہمارا خدا نا واقف ہے ہرگز نہین اسلیئے یہ آیت بالکل جھونٹ ہے مفسرین نے بڑے بڑے زور مارے کہ کسی طرح اس قرآن کے عیب کو چھپا دین پر اوسکے کچھہ معنی اور کے بن نہین سکتے کیونکہ عبارت صاف دلالت کرتی ہے کہ محمد صاحب کا یہی مطلب ہے جو ہم کہتے ہین **اقول** صاف ظاہر ہے کہ یہ آیہ کریمہ عین عرب کے بلکہ دنیا کے محاورہ کے مطابق ہے اور مجاز ہے اور لفظ وَجَدَهَا اس مجاز کو خوب ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس لفظ کے زمانے سے یہی غرض ہے کہ یہ امر در حقیقت اس طرح نہین ہے بلکہ سکندر کو ایسا معلوم ہوا اگر در حقیقت آفتاب سمندر مین غروب ہوا کرتا تو عبارت اس طرز پر ہوتی کانت تغرب فی عین حمیة اور

بیان یہ مطلب ہے کہ سکندر نے ایسا دیکھا اور سمجھا اور اوسکو یہ معلوم ہوا۔
قاعدہ ہے کہ جب سمندر مین آدمی جہاز پر ہوتا ہے اور زمین دور ہوتی ہے تو یہی
معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب سمندر مین چھپ گیا ہے جب سمندر کا سیاح سمندر کے
طول اور کثرت سفر دریا کو بیان کرتا ہے تو یون ہی کہتا ہے کہ اسقدر دریا مین چلنا
پڑا کہ ہمکو ہر روز سمندر مین آفتاب نکلتا تھا اور سمندر ہی مین غروب ہوتا تھا
یہ محاورہ منصف کے نزدیک قابل ہیچ ہے نہ قابل اعتراض۔ دیکھو باب اول
یوشع بن نون آیۃ ۴ از بیابان تا این لبنان تا بنہر بزرگ کہ نہر فرات است
یعنی شامی زمین ہنیان تا بدریاے بزرگ جانب فرورفتن آفتاب حدود شما خواہد بود
ایضاً آیۃ ۱۵ آنگاہ زمین میراث خود تان کہ موسیٰ بندہ خداوند باین طرف اردن
بجانب برخاستن آفتاب بشما داد برگشتہ وارث آن خواہید شد زبور پچاسم مین ہے
قادر مطلق خدا یہواہ نے فرمایا اور زمین کو سورج کے نکلنے کی جگہہ سے لیکے اوسکے
ڈوبنے کی جگہہ تک بلاتا ہے اب دیکھو کہ ہرگاہ دریاے اردن اور دریاے فرات
آفتاب کے نکلنے اور ڈوبنے کی جگہہ ہون اور بموجب زبور کے سورج زمین سے
نکلنے اور زمین مین ڈوب جاے تو پھر اوسکا زمین کے کنارے سمندر مین غروب
کرنا کیا مقام اعتراض ہے قولہ ام جھوٹ مریم مین ہے ومن اعرض عن ذکری
فلم یومن بہ لم یتبعہ فان لہ معیشۃ ضنکا جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا
یعنی میرے قرآن سے اور اوسپر ایمان نلایا اور اوسکی تابعداری نکی اوسکی معیشت
یعنی روپیہ پیسہ کی آمدنی تنگ ہوگی یہ بھی غلط بیان ہے کیونکہ صدہا منکر قرآن جو
رات دن اوسکی بیخ کاٹتے ہین اچھی معیشت مین ہین بلکہ ایسے تو مسلمان بھی خوش

ہون گے جیسے ہند وغیرہ جہان مین روپیہ والے ہین اقول ایک جھوٹ تو پادری صاحب کا یہی ہے کہ یہ آیت سورۂ طہٰ مین ہے نہ مریم مین اور دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ فَلَمْ تُؤْمِنْ بِهٖ وَلَمْ يَتَّبِعْهُ اس آیت مین نہین ہے اور تیسرا جھوٹ یہ ہے کہ معیشت کے معنی خلاف مراد متکلم بیان کئے ہین کیونکہ معیشت کے معنی جس طرح سامان زندگی ہین اوسی طرح خود زندگی بھی ہین چنانچہ بیان موافق احادیث مفسرہ کے صرف زندگی مراد ہے نہ اسباب زندگی مثل روپیہ پیسہ کے اور اعتراض کی بنیاد اسی غلطی پر ہے اور جب یہ غلطی رفع ہوگی تو اعتراض بھی رفع ہوگیا البتہ اس زندگی تنگ کے مصداق مین اختلاف ہے کسی حدیث سے عذاب قبر معلوم ہوتا ہے چنانچہ صاحب قاموس نے بھی معیشت ضنک کے معنی عذاب قبر لکھے ہین اور کسی حدیث سے ضریع وزقوم طعام جہنم ظاہر ہوتا ہے اور کسی سے یہی زندگی دنیا۔ اگرچہ معترض نے بلا دلیل ایک ہی روایت کو متعین کر لیا مگر خیر ہم اسی کا جواب دیتے ہین کہ قائلین معنی ثالث یعنی محب ہوؤ قتادہ و جبائی نے لکھا ہے کہ جو شخص قرآن پر ایمان نہین لاتا اور اوس کے دلائل قطعیہ اور معارف یقینیہ اور مواعظ بالغہ و حسنہ و موفرہ سے اعراض کرتا ہے تو حق تعالے دار دنیا مین بھی اوسپر ایک نوع کا قہر نازل کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اوسکی عیش و زندگی کو اوسپر تنگ کر دیتا ہے اور صورت اوسکی یہ ہوتی ہے کہ اوسکو فقر و فاقہ مین مبتلا کرتا ہے اور اگر وسیع الرزق ہے تو بخیل و ممسک ہو جاتا ہے کہ اس سبب اپنی دولت سے متمتع و متمتع نہین ہو سکتا اور اگر وہ بخیل نہین ہوتا تو اوسکی حرص و طمع اور حب دنیا اسقدر بڑھ جاتی ہے کہ شب و روز کسب و تحصیل مین مشغول رہتا ہے اور ازدیاد مال کی فکر اور حفاظت متاع

کا اندیشہ سوہان روح اور باعث کاہش جان ہوجاتا ہے اور ایسا شخص اگرچہ تونگر ہو مگر
درحقیقت مفلس اور فقیر ہے چنانچہ حضرت سلیمان فرماتے ہین جو اپنی راہون مین کج رو
ہے اگرچہ وہ تونگر ہو مسکین ہے مالدار انسان اپنی دانست مین دانشور ہے پر
مسکین ہے باب بست وہشتم کتاب امثال پس جو شخص کہ قرآن شریف پر ایمان
لاکر اپنے مبدء و معاد پر نظر رکھے اور اوس کے مواعظ دلکش اور مکارم اخلاق فرحت
افزا سے متاثر ہووے تو صبر و قناعت و توکل پر عمل کرے گا اور ہر امر مین راضی بقضاے
الٰہی اور تفکرات و تشویشات دنیا جو مذکور ہوئی اونکو اپنے دل سے دفع کرتا رہے گا -
اور اس دنیاے دنی اور فانی مین ہرگز دل نہ لگاے گا اور ہمیشہ آخرت کے نعماے ابدیہ
اور حیات سرمدیہ کی تحصیل مین مسرور رہے گا دیکھو عقلاے سلف اور حکماے ماضیہ
نے بھی یہ اخلاق یعنی تسلیم و رضا و صبر و توکل و قناعت اسی واسطے اخلاق حمیدہ
مین رکھے ہین کہ اگر آدمی ان پر عمل کرے تو حالت فقر مین بھی غنی رہے گا اور غنی ہے تو
تو بہت سی بیہودہ تشویشات سے محفوظ رہے گا اور عیش منغص نہونے پاے گا -
اور اگر کوئی کہے کہ بعض مومنین کو بھی ایسی تشویشات لاحق رہتی ہین جواب یہ ہے
کہ جسقدر جسکا ایمان کامل ہے اور قرآنی اخلاق پر عمل ہے اور خدا کا ذکر کرتا ہے
اوسی قدر اوسکی یہ تشویشات کم ہین بلکہ اگر کافر بھی بغیر ایمان کے قرآنی اخلاق پر عمل
کرے تو وہ بھی خوش رہے گا - بعد جواب کے مین کہتا ہون کہ قرآن کی عبارت و مضمون
پر ہرگز یہ اعتراض وارد نہین ہوسکتا مگر یہ اعتراض بائبل پر ضرور وارد ہے
جو مسکینون کو دیتا ہے محتاج نہوگا شریر آدمی برباد ہوتے ہین جو اپنے
گناہون کو چھپاتا ہے کامیاب نہوگا باب بست وہشتم کتاب سلیمان مگر بہت

آدمی سخاوت سے محتاج ہوگئی اور قبر پر وہنا مین آرام کرتے ہین اور اکثر گنہگار کامیاب
ہین **قولہ** ۲۲ جھوٹ انبیا مین ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ قریب آگیا
آدمیون کے لئے حساب اون کا یعنی قیامت کا دن نزدیک ہوگیا ہے مگر تیرہ سو برس
کے قریب گذر چکے اب تک قیامت نہین آئی اسلئے یہ آیت جھوٹ ہے ہماری
خداوند نے علامات قیامت بیان فرماکے کہا ہے کہ اب تک آخر نہین آخر جب آویگا
جب ساری زمین پر منادی ہوجائے گی **اقول** اس اعتراض سے بھی کمال تعصب
اور جہالت ظاہر ہے زمانۂ گذشتہ کا بعید ہوتا جاتا اور زمانۂ مستقبل کا قریب ہونا
نہایت مشہور اور مسلم الثبوت ہے چنانچہ عرب مین کہتے ہین ما ابعد مافات وما اقرب ما ہو آت
یعنی جو گذر گیا وہ بہت دور ہوگیا اور جو آنے والا ہے وہ بہت قریب ہے
پس اگرچہ قیامت آنے مین سیکڑون برس باقی ہون لیکن تاہم وہ قریب ہے
ثانیاً خدا کے نزدیک ہر بعید قریب ہے گو آدمی کو بعید معلوم ہو خداوند کے
نزدیک ایک دن ہزار برس اور ہزار برس ایک دن کے برابر ہین حضرت داود خدا سے
عرض کرتے ہین کہ ہزار برس تیرے آگے جیسے کل کا دن پطرس کہتے ہین کہ سب
چیزون کا آخر نزدیک ہے تخمیناً اٹھارہ سو برس کا عرصہ ہو چکا مگر ہنوز سب چیزون کا
آخر نہ ہوا کیونکہ زمین و آسمان و جبال و بحار و آفتاب و ماہتاب ہزارہا چیزین اوس
زمانہ کی اب تک باقی ہین غرض ہر ایک کتاب سماوی مین قیامت کا بیان اسطرح ہے
بقول متی مسیح نے اپنے دوبارہ نزول اجلال اور قیام سلطنت اور جزا و سزا
دینے کی نسبت فرمایا ہے کہ مین تمہین سچ کہتا ہون کہ اِن مین سے جو یہان کھڑے ہین
بعض موت کا مزہ نہ چکھین گے جب تک کہ انسان کے بیٹے کو یعنی مسیح کو اپنی

بادشاہت میں آتے نہ دیکھیں آیت ۲۸ باب شانزدہم متی پس یا نہیں ہے اب کوئی باقی
نہیں اور اٹھارہ سو برس گذر چکے مگر مسیح نے سلطنت قائم نکی تو قرآن مجید میں کچھ تعیین و
توقیت نہیں کہ فلان وقت قیامت ہوگی صرف اوسکی نزدیکی اور قربت کا بیان ہے
سو حق تعالی کے نزدیک بلکہ بندہ کے نزدیک بھی لو آیندہ بہت قریب ہے مگر قول متی نعوذ
جھوٹا ہوگیا   اور پادری صاحب نے جو درجواب اعجاز عیسوی یہ عذر کیا ہے کہ آیت ۱۴ باب ۲۴ متی
مین ہے کہ بادشاہت کی خبر سنائی جاویگی تاکہ سب قومون پر گواہی ہو بھلا کوئی تعصب کو
سے پوچھے کہ یہ پیشین خبریں پوری ہو چکی تھی جو اورشلیم کی خرابی کیوقت قیامت آتی
تھی یہ عذر بدتر از گناہ ہے کیونکہ موجب آیت ۱۰ باب سیزدہم مرقس کے ضرور تھا کہ انجیل
کی منادی قبل از خرابی اورشلیم اور قبل از مصائب حواریین و اہل شہر ہو جاوے پس ہرگاہ
کہ منادی نہوئی تھی تو اہل شہر پر مصائب کسطرح گذر گئے اور حواری کسطرح پیٹے گئے اور
قید ہوئے ظاہر ہے کہ جب لوگون نے انجیل کا حال سنا تب حواریون کے دشمن ہوئے اور
بموجب خبر موہومہ دانیال کی عدالت دائمی بھی قائم ہوگئی اور دین مسیحی بھی خوب شائع ہوگیا
تھا اور بقول بشپ نیوٹن کے بربادی یروشلم کے وقت ستارے بھی ٹوٹے اور سورج بھی
تاریک ہوگیا اور سب دنیا میں پندرہ روز تک اندھیرا بھی رہا مگر قیامت اب تک نہ آئی
اور نہ مسیح آئے اور بالفرض محال اگر اوسوقت تک منادی نہوئی تھی تو اب ہوگئی کونسا
ملک اور قوم ہے جس نے انجیل اور بشارت وجود مسیح نہیں سنی اب بھی مسیح نہیں
اور نہ قیامت یہ کیا قیامت ہے قولہ ۲۳ جھوٹ انبیا کے ۲ رکوع میں ہے
أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ـ
کیا نہیں دیکھا ان منکرون نے کہ آسمان و زمین کے منہ بند تھے ہم نے ان کو کھولا

یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ جب آسمان وزمین پیدا ہوئے ہم مین سے ایک نے بھی نہ دیکھا
تھا اور وہ کہتا ہے کہ تم نے دیکھا ہے **اقول** یہ کچھ مشکل بات تھی معترض کو لازم تھا کہ
نحو میر مین دیکھ لیتا کہ رای یری کو افعال قلوب مین بھی لکھا ہے اور اوس وقت اسکے معنی
علم الیقین کی ہوتی ہین معنی یہ ہوئے کہ کیا نہین جانا ان منکرون نے کہ آسمان وزمین کے
منھہ بند تھے یعنے آسمان سے پانی نہ برستا تھا اور زمین سے کچھ اوگہا نہ تھا شاہد یہ ہے
نابغہ شعر الم تر ان اللہ اعطاک سورۃ + تری کل ملک دونہا یتذبذب +
عما فی العقد ۔ دیکھو خدا کو عزت دیتے ہوئے نعمان کے واسطے کس نے دیکھا اور کون
دیکھ سکتا پس تری بمعنی تعلم ہے اور علم کا مدار کچھ دیکھنے پر نہین ہزارہا قصص اور حکایات کو
لوگ کتب تواریخ مین پڑھ کر اونکا علم حاصل کرتے ہین بلکہ دلائل وبراہین کے سمجھنے سے
خوب علم حاصل ہوتا ہے استقدر مشاہدہ سے بھی نہین ہوتا **قولہ** ۴۴ جھوٹ اسی مین ہے
وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ہر چیز کو ہم نے پانی سے زندہ کیا یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ
فرشتون کو اوس نے نور سے بنایا ہے اور جنون کو نار سے بعض چیزون کو پانی سے بھی بنایا
ہے ہر ایک چیز پانی سے نہین بنی **اقول** پادری صاحب کو تحریف کا ایسا ڈھب پڑ گیا ہے کہ
ترجمہ غلط کر کے جہالت کا الزام گوارا کر لیا مگر تحریف سے باز نہ رہے لفظ حی خبر نہین ہے بلکہ شی
کی صفت ہے ترجمہ یہ ہے کہ پیدا کیا ہم نے پانی سے ہر چیز زندہ کو نہ یہ کہ ہر چیز کو خواہ زندہ
ہو یا نہو اور حی کے معنی اگرچہ مطلق زندہ اور ذی حیات کے ہین لیکن اکثر استعمال اسکا محض
انواع واقسام نباتات وحیوانات کیواسطے ہے جس مین نشو ونما ہو دیکھو لفظ حیوان بھی حی سے
مشتق ہے اور اسی معنی مین ہے مگر آج تک لفظ حیوان جنات وملائکہ کے واسطے نہین
بولا گیا اور استعمال ومحاورات مین قیاس کو دخل نہین اسیطرح لفظ جانور فارسی مین بمعنی

میں ہو مگر ہم نے کسی سے جنات و ملائکہ کو جانور کہتے نہین سُنا اور نہ کسی کتاب مین دیکھا
بلکہ انسان کو بھی نہین کہتے حالانکہ وہ جانورون مین افضل افراد سے جن لوگون کی زبان
مین قرآن مجید نازل ہوا ہے اُنھون نے کچھ اعتراض نکیا وہ صاف سمجھ گئے کہ جن سے مراد
صرف حیوانات و نباتات ہین اور بالفرض اگر جنات و ملائکہ کو بھی جی کہین تو بھی ہم پادریصاحب
کے مقابلہ مین کہہ سکتے ہین کہ لفظ کل باعتبار غالب افراد کے فرمایا ہو مگر مراد اس سے نباتات
و حیوانات ہین بطرس[1] کہتے ہین سب چیزون کا آخر قریب ہے حالانکہ سب چیزون مین
خدا بھی داخل ہے اوسکا آخر کبھی نہوگا اور اوسمین نفوس ناطقہ بھی داخل ہین جو بعد مرگ
اوس عالم مین چلے جاتے ہین حالانکہ وہ عیسائیون کے نزدیک بھی ابدی ہین —
علاوہ اسکے کتاب اول پیدائش توریت سے ظاہر ہے کہ زمین و آسمان و فضا پانی سے
پیدا ہوئے[2] اور جب زمین و آسمان و فضا پانی سے پیدا ہوئے تو جو کچھ اون کے درمیان
ہے وہ سب اشیاء بھی پانی سے ہوئین اور سب اشیاء مین آگ و ہوا بھی ہو جو جنات کا
مادہ ہے اسواسطے جنات کی پیدایش بھی پانی سے ہوئی اور ملائک بھی زمین و آسمان کے
درمیان ہین **قوله** ۲۰ جھوٹ اسی مین ہے فلا تستعجلون پس جلدی نکرو پھر کہا
خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ آدمی جلدی سے پیدا کیا گیا ہے یعنی جلدی اوس کی خلقت مین
ہے پھر ادمی سے کیون منع کرتا ہے جبکہ اوسکی جبلت مین جلدی ہے اور طبع سے غیر ممکن
ہے جب تک کہ مرنجائے پس یہ حکم لغو ہوا **اقول** یہ اعتراض بھی اسقدر لغو ہے جس کا بیان

---

[1] آیت باب چہارم خط اول ۱۲ [2] آیت زمین ویران تھی خدا کی روح پانی پر جنبش کرتی تھی۔ آیت خدا
نے کہا کہ پانیون کے بیچ فضا ہووے تب خدا نے فضا کو بنایا اور خدا نے فضا کو آسمان کہا اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کے پانی
ایک جگہ جمع ہون کہ خشکی نظر آوے اور خدا نے خشکی کو زمین کہا آیت اور خدا نے کہا کہ پانیون سے رینگنے والے جاندار کثرت سے پیدا ہون اور پرند فضا مین اڑین ۱۲

دیکھو یہ آیۂ کریمہ اسطرح ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ کے یہ معنی نہین کہ انسان جلدی سے پیدا کیا گیا جلدی کوئی مجسم چیز نہین جس سے انسان مخلوق ہو یہ حسب عادت عرب کنایہ ہے کثرت عجلت سے یعنی انسان کے مزاج مین عجلت بہت ہے اور کنایہ بلاغت ہے چنانچہ بہت سونے والے کو کہتے ہین مَاخُلِقَ اِلَّا مِنْ نَوْمٍ اور کثرت شر کے ذکر مین کہتے ہین مَاخُلِقَ اِلَّا مِنْ شَرٍّ خنساء شاعرہ ایک گائے کے چراگاہ مین جانے آنے کی کثرت بیان کرتی ہے ع فَاِنَّمَا هِیَ اِقْبَالٌ وَّاِدْبَارٌ کیا گائے خود اقبال وادبار ہو سکتی ہے پس یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ جلدی انسان کی خلقت میں ہے اور استعجال کے معنی ہین شتابی خواستن وشتابانیدن وحکم کردن براے شتابی فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ مین یاء متکلم بھی محذوف ہے ترجمہ یہ ہے کہ مجھ سے عجلت عذاب کی درخواست نکرو اور مجھ کو جلدی کا حکم نکرو جلدی کا کام انسان کا ہے حق تعالی کا کام جلدی نہین پس یہان حق تعالی سے جلدی چاہنے کی ممانعت ہے انسان کو جلدی کرنے کی ممانعت نہین ہے پادریصاحب نے فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے اور استعجال کی ممانعت بھی لغو نہین اور بالفرض جلدی انسان کی جبلت مین داخل ہو اور درخواست عجلت سے انسان مین بھی عجلت مفقود ہو تاہم جلدی نکرنیکا حکم لغو نہین کیونکہ بالاتفاق قوت شہوی اور غضبی طبیعت انسان مین داخل ہے پھر حضرت مسیح نے بری باتون کو کیون منع فرمایا اور خود پادریصاحب اس کتاب کے صفحہ ۲۰۲ مین لکھتے ہین کہ حضرت آدم کے گناہ کرنے کے سبب سب اولاد ادمکی ناپاک ہوگئی کوئی آدمی پاک نہین ہو سکتا اور یوحنا آیت ۳ باب سوم خط اول

مین لکھتا ہی کہ ہر کوئی جو خدا سے یہ امید رکھتا ہے وہ اپنے تیئین پاک کرتا ہے اور
اس سے پہلے لکھا ہے کہ جب خدا ظاہر ہوگا ہم اوسکے مانند ہونگے پس سب اقوال بھی
لغو ہوئے کیونکہ ہر گاہ گناہ اور ناپاکی خمیر اور جبلت مین داخل ہے تو آدمی کیونکر پاک
ہو سکتا ہے بیان ہمکہ کہ بقول اون کے حضرت مسیح مین بھی مریم کی نجاست کا کچھ
اثر ہوگا۔ پادریصاحب یہ نہین سمجھتے کہ گناہ نکرنے کا اجر و ثواب تو اوسیوقت
ہے جبکہ گناہ کا مادہ موجود ہو اور اسی واسطے فرشتون کا گناہ نکرنا قابل مدح نہین قولہ
۴۲ جھونٹ اسی مین ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہم نے محمد کو سارے
جہان کے واسطے رحمت بناکے بھیجا ہے یہ محض جھونٹ ہے وہ اپنے مسلمانون کے
لئے اس دنیا مین رحمت ہونگے سارے جہان کے لئے تو غضب الہی ہین بہتری
عورتین اور بچے لوگون کے پکڑ پکڑ کر فروخت کر دئے صدہا آدمیون کے خون کر ڈالے
آج تک اونکی ذریت جہان کو دُکھ دے رہی ہے کینہ اور غصہ اور تعصب اسقدر
ہے کہ تمام جہان مین کسی قوم مین اتنا نہ ہوگا اقولہ حقیقت مین وہ عامہ خلائق کو
رحمت تھے مگر اشرار و کفار کو غضب الہی بھی تھے اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا
کیونکہ اشعیا نبی آیت باب چہلم مین آنحضرت کو مظہر جلال خدا فرما چکے ہین۔
اور آیت باب دوم مکاشفات یوحنا مین ہے کہ وہ لوہے کے عصا سے اُن پر حکومت
کریگا وے کمہار کے برتن کے مانند چکنا چور ہو جاوینگے علاوہ اخبار و بشارات
منقولہ کے از روے عقل بھی خدا کی راہ مین مشرکین کو قتل کرنا اور مارنا ایذا دینا
عین رحمت ہے اسواسطے کہ اگر وہ لوگ باقی رہین تو جسقدر اونکی نسل ہوگی سب کافر
ہوگی پس بقاعدہ رفاہ عام کروڑون کی نجات اور راحت رسانی کے واسطے اشخاص

اشرار مفسدہ وہ چند کو قتل کر ڈالنا عین رحمت ہے خود معترض نے کتاب
ہدایۃ المسلمین مین درجواب اعجاز عیسوی آیات توراتی کا اکثر جگہ اسی قاعدہ کے موافق
جواب دیکر کہا ہے کہ ایسا قتل عین رحمت تھا اور آنحضرت کا رحمۃ للعالمین ہونا
اور اُن کی ذریت کا بھی رحیم وحلیم ہونا ایسا مسلم الثبوت اور مقبول خاص وعام ہے کہ
مخالف مذہب اور عیسائی مورخین بھی جو منصف مزاج حق پسند راست گو
معقول وفہمیدہ ہین بڑے شدومد سے آنحضرت کی اور اونکی ذریت کی تعریف
ومدح کرتے ہین اور اُن کے منکرین کو لعن وطعن کرتے ہین ۔ جان ڈیونپورٹ کی
کتاب کے ترجمہ مسمی بنظاہر الحق صفحہ ۱۱۴ مین ہے وہ لکھتے ہین کہ محمد پر یہ الزام
ہے کہ مزاج کے بیرحم اور خون کے پیاسے تھے مگر یہ تعجب کی بات ہے کہ باوجود
اسکے آپ وحشیون میں سخاوت کے کام کرتے تھے اور قرآن مین تکرار لکھا ہے
کہ مفلسون اور کم بختون کی امداد خوبی ہی نہین بلکہ موکد اور فرض عین ہے شاید
محمد ہی وہ واضع قانون ہین جنہون نے صدقہ کی حد قائم کی ہے "تاوقتیکہ ایک مسلمان
اپنی پیداوار کا دسوان حصہ خیرات نکردے تو پورا متشرع نہین بجز دین محمد کے کسی
مذہب مین یہ بات نہین یہ تعجب کی بات نہین کہ پادری اورون کو نصیحت کرین
کہ دسوان حصہ ہم کو دینا چاہیے جبکا انجیل مین ذکر نہین اور غریبون کو بھولین محمد نے
ایسا نہین کیا اوس نے غریبون کو یاد رکھا ہے ۔ اور پھر[1] کہتے ہین کہ اہل انصاف
خالی از تعصب واعتساف بلا حجت وتکرار تسلیم کرلین کہ آنحضرت کی شریعت ممالک
مشرقیہ کے لئے نعمت عظمی تھی اسواسطے اس شریعت کی بدولت اُن ملکون مین مظلومون

[1] صفحہ ۱۱۳ مظاہر۲:

کی خونریزی موقوف ہوگئی اور اوسکے عوض نماز وزکوۃ مقرر ہوئی اور سخاوت
اور اخلاق حمیدہ جو ایک شخص کو دوسرے کی نسبت لازم ہین مروج ہوئے پس
کیا حماقت اور مضحکہ کی بات ہے کہ ایسی شریعت کو بعوض تعریف وبیح کی یہ انعام
دین کہ اوسے بدنام کرین اور از راہ جہالت و نافہمی ملزم و مطعون کرین حالانکہ یہ شریعت
منجملہ اون وسائل قویہ کے ہے جو جناب باری نے اپنے دست قدرت سے تہذیب
و درستی عقول و عقائد و عبادت کے لئے مہیا فرمائی ہے۔ صحیح ہے کہ آنحضرت نے جنگ[1]
کی تھی لیکن آپ کے جہادون مین حضرت موسٰی کے جہادون سے یہ فرق تھا
کہ آپ نے بندگان خدا کو بالکل برباد و غارت نہین کیا۔ ہمیشہ جہاد کرنے مین یہ
مطلب ممدوح آپکے مد نظر تھا کہ تمام قبائل عرب کو متفق کر کے ایک گروہ کر دین اور
بت پرستی کو دفع کر کے عبادت خدائے یکتا اونکو تعلیم کرین اور جن لوگون نے آپکی
شریعت کی متابعت قبول کر لی اونسے آپ بملائمت و ملاطفت پیش آئے ہان
جن لوگون نے تمرد و جحود کیا اون کو قتل کیا لیکن آپ نے عورتون اور لڑکون اور بچون
کو بے قصور سمجھ کر جان بخشی کی اور اپنے صحابہ کو تاکید کی کہ جو لوگ قرآن پر ایمان لائین اونکو
زنہار مثل بھائیون کے اونسے پیش آنا لیکن برخلاف اسکے حضرت موسٰی نے قومون
کی قومون کو قتل کر ڈالا اور اونپر رحم نکیا اور نہ اونکی اطاعت قبول کی مگر آنحضرت نے اس
امر مین حضرت موسٰی کی متابعت کبھی نہین کی ہان البتہ اکثر سلاطین نصاری نے اس فعل
مین حضرت موسٰی کی پیروی کی ہے[2] اور محقق گاڈفری ہیگنس لکھتا ہے[3] کہ جس شخص کو دین محمدی

---

[1] صفحہ ۱۹۲ مظاہر ۱۲ [2] اہل ہسپانیہ نے جب پیرو میکسکو فتح کیا تو وہان کے باشندون کو بالکل
نیست و نابود کر دیا ۱۲ مظاہر صفحہ ۱۹۳ + [3] صفحہ ۹۰ حمایت + ۱۲ ۱۲ ۱۲ +

کی طرف تھوڑی سی بھی رغبت ہے وہ باسانی مان لیگا کہ آپ کے مسائل مین کوئی ایسی
بات نہ تھی کہ جو دین عیسوی و موسوی کے مخالف ہو موسیٰ نے اپنی پانچون کتابون مین اقرار
کیا تھا کہ اللہ تعالی میری نسبت ایک بڑا پیغمبر بھیجے گا اس نے سر پا کی دس قومون کے
لئے (جو اوسوقت بہت تھین اور عہد عتیق کی اور کتابون کو نہین مانتی تھین اور جو
شاید فتح کرنے والے پیغمبر کی جو یا تھین نہ روحانی مسیح کی) کوئی وجہ نہین معلوم
ہوتی کہ وہ محمد کو جو اسمٰعیل کی نسل سے تھے وہی پیغمبر موعود کیون نہ سمجھتے اگر وہ معجزہ چاہتے
تو فتوحات اور شمشیر احمدی اوسکا جواب تھا کیونکہ شمشیر فتح کرنیوالی اور غیر مغلوب پیغمبر کی بمنزلہ
عصائے ہارون تھی۔ اور بعد اسکے جو پادری صاحب لکھتے ہین کہ اونکی ذریت جہان کو دکھ
دے رہی ہین اسکا جواب بھی حکمائے انگلستان کی تحریر مین موجود ہے۔ جان ڈیون پورٹ
لکھتے مین[1] کہ ایسے متعصبین کے تعصب کا علاج کیا جاوے جو کہتے ہین کہ فرقہ اسلام بڑا بیرحم
ہے اسواسطے کہ ان لوگون نے اپنا مذہب اسطرح رواج دیا کہ عیسائیونکو اختیار دیا کہ یا قتل ہون
یا اپنا مذہب ترک کرین یہ قول کسیطرح صحیح نہین مجاہدین اسلام عفو و رحم مین نسبت تابعین
پوپ کے ایسے تھے جیسے حوارین مسیح لیکن اتباع پوپ کا ظلم و جور آدم خورون سے بھی بڑھ گیا تھا
اور پھر کہتے ہین[2] کہ اہل اسلام حسب احکام مذہب اس امر پر مامور ہین کہ دیگر مذاہب کے نیست و
نابود کرنے مین سختی کرین تاہم وہ لوگ دیگر مذاہب کے آدمیون سے عفو و درگذر کرتے ہین مگر
عیسائیون کو سوا وعظ و نصیحت کے اور کسی بات کا حکم نہین مگر ان کا یہ شعار
ہے کہ اور مذہب والون کو جلا دیتے ہین اور قتل بھی کرتے ہین کہین صاحب

---

[1] صفحہ ۱۱۰ مظاہر[3] جسقدر خونریزی عیسائیون نے صرف واڈاوانی اور ربتھالومیہ کی لڑائیون مین مذہب کے بابت کی ہین
اسقدر خونریزی مسلمانون نے کل جہادون مین نہین کی ۱۲ مظاہر [2] صفحہ ۲۰۰ مظاہر ۱۲ +++

مورخ مشہور اہل اسلام کا عفو اور عیسائیون کا تعصب و ظلم و جبر بطور مقابلہ خوب بیان کرتے ہین
اور مسٹر جیمز رو صاحب نے بھی تابعین لوپ کے جور و ستم کو جو اونھون نے دیگر فرقون پر کیے ہین
خوب لکھا ہے اور پھر کہتے ہین[ف۱] کہ کون ایسا ہے جس نے اوس جنگ آخری پر تاسف نہین کیا
جس لڑائی سے سلطنت اسلام ملک اسپانیہ سے جاتی رہی اور کون شخص ایسا ہو جسکا دل اوس قوم
شجاع و سخی و رحیم یعنی اہل اسلام کی جوش مدح سے آمادہ نہ آیا ہو جس قوم کے حق مین مورخین
مخالفین بھی اعتراف کرتے ہین کہ آٹھ سو برس سلطنت کی لاکن اس مدت درازمین کبھی
کسی پر ظلم نہین کیا اور کون شخص عیسائیون کی اسبات سے شرمندہ نہین ہوا کہ پادری لوگ
امرا اور روسا و کو اشتعال دیتے تھے کہ اہل اسلام سے ایسی بیرحمی و تعصب سے پیش آئین کہ کبھی
کوئی شخص کسی سے پیش نہ آیا ہو حالانکہ اہل اسلام نے عیسائیون کی حفاظت کی تھی اور
کون شخص پادری زمینس کی اس حرکت ناشایستہ اور تعصبانہ سے سوز گریبان نہین ہوا کہ
اوس نے کتب حکما و شعرا و ریاضین شہر کارڈوا کی جلوادین حالانکہ وہ کتب[ف۲] سلاطین
اسلام نے سات سو برس کے عرصہ مین جمع کی تھین اور یہی کتابین اونکے علوم کی مایہ بساط تھین ہم لوگون
کو اسقدر آگاہی کتب عربیہ سے بوسیلہ کتب تحریرات فرانس بیکن صاحب بہم پہنچی یہ بات سب جانتے ہین
کہ ہمارے افضل الحکما بیکن صاحب نے طریقہ فلسفہ اولاد اسمٰعیل یعنی عرب و اتباع محمد سے اخذ کیا ہے
اور پھر کہتے ہین[ف۳] کہ اسبات مین کچھ شک نہین کہ جن لوگون نے دین اسلام اور دین مسیحی کی تحقیق کی ہے
اور دونون مذہبون مین مقابلہ و محاکمہ کیا ہو اونمین سے ایسے کم ہونگے جو بعض مقام پر متعجب اور متحیر نہوئے

ف۱ صفحہ ۵ ۱۲ مظاہر ۱۲ ف۲ ان مین کتب تواریخ و طب و زراعت وغیرہ تھین اس حیلہ سے جلوادین کہ یہ سب قرآن مجید ۱۲ مظاہر صفحہ ۱۲۳ ف۳ مونٹیم صاحب کہتے ہین کہ کوئی چیز اسقدر غم انگیز نہین جسقدر وہ ظلمت جہالت ہے جو دسوین صدی عیسوی مین تمام ممالک مغربیہ پر چھا گئی تھی الخ اوس زمانہ کو زمانہ آہنی و سیکا کہنا چاہیے حکما کے برچے جسجد مدارس ملک اسپانیہ و اطالیہ مین بنائے گئے اور اصول و قواعد فلسفہ عرب کے مدارس نصاریٰ مین جاری کیے گئے اسبات کا انکار نہین ہو سکتا علم طبیعیات و نجوم و ریاضی وغیرہ دسوین صدی سے تعلیم یورپ مین مروج ہوئی وہ اوس عربیہ سے ماخوذ ہوئے تھے اور خاصکر جس اسپانیہ کو فلسفہ یورپ کے آبا سمجھنا چاہیے صفحہ ۱۱۶ مین انتظام ۱۲ ف۴ صفحہ ۱۱۳ مظاہر ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲ ۱۲

ہوں گے اور مجبور ہو کر تسلیم کر لیا ہو گا کہ حق تعالی نے شریعت اسلام بہت منافع معقول اور امور نیک کے لئے مقرر کی ہے اور اوسکے وسیلہ سے لاکھوں امور نیک ظاہر ہوئے اور پھر[1] لکھتے ہیں کہ موحد کا تو کیا ذکر ہے مشرک صاحب نظر کو بھی آپکی شریعت موافق طبع انسانی اور رحمت ربانی کے معلوم ہو - اب مجھکو پادریصاحب سے زیادہ کہنے کی حاجت نہیں صرف اسقدر کہتا ہوں کہ حق اسے کہتے ہیں کہ مخالف بھی آنحضرت صلعم کو رحمۃ للعالمین کہتے ہیں اور اونکی ذریت کو حواریان مسیح سے تشبیہ دیتے ہیں اور اونکے احسانات کا بھی شکر کرتے ہیں پس اگر موحد نہو تو صاحب نظر تو ہنو اور اپنے محسنوں کے محسنوں کا کفران نعمت نکرو محسن کش نہو **قولہ** ۲۷ جھوٹ احزاب میں ہے کہ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ یعنی جب مسلمانوں پر مصیبت آئی تو اون کے دل جو بائیں پسلی کے تلے ہیں گلے تک آگئے یہ بھی جھوٹ ہے اگر اونکے دل گلے تک آجاتے تو فوراً مر جاتے مگر وہ تو جیتے ہی رہے اس لیے یہ آیت غلط ہے **اقول** پادریصاحب کس مرتبہ محاورات وکنایات عرب سے جاہل ہیں جسکا بیان نہیں یہ آیت جنگ خندق کے خوف اور ہراس کے ذکر میں ہے اور دستور ہے کہ جب خوف کی شدت ہوتی ہے تو قصبۂ ریہ منتفخ ہوتا ہے اور اس سبب سے قلب کو حرکت ہوتی ہے اور جذب تمدد سے مرتفع ہوتا ہے اور اسی سبب ہر ایک ملک کے آدمی خصوصاً اہل عرب خوف کے وقت قلب کو اضطراب قلق و وجیب سے متصف کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل دھڑ دھڑ کرتا ہے کانپتا ہے اچھلتا ہے ع کادنا من درائھم نجب ۞ **شعر** کان قلوب ادلائھا معلقۃ بقرون الظبا ۞ پادریصاحب غور کریں کہ آدمی کا دل ہرن کے سینگ پر کیونکر معلق ہو سکتا ہے جو ایسی تشبیہ دی گئی پس غرض اس سے شدت اضطراب کا

[1] صفحہ ۱۱۲ مظاہر۔

اظہار ہے۔ علاوہ اسکے دوسرے معنی یہ ہین کہ بیان کا دت یعنی قربت محذوف ہے اور بعض
نے معنی یہ ہین کہ شدت خوف سے قریب تھا کہ قلوب حنجرہ تک پہنچ جائین گو اوسوقت تک
نہ پہنچے تھے جریر شعوان العیون التی فی طرفہا مرض قتلنا ثم لم یحیین قتلانا ٭
آی انھن کدن یقتلننا عرب کہتے ہین ۲ ارددت علی فلان من الغایب
ما ماان عنلا خرجت نفسہ ذنما آرای فلان فلانا لمریق فیہ الروح کماقال الرازی رحمہ اللہ
اور اس سے بھی اطمینان نہو تو توریت و انجیل مین دیکھو کہ اکثر ایسے محاورات موجود ہین قولہ
۴۸ جھوٹ اسی مین ہے لَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ضرور محمد مین مسلمانون
کے لیے ایک اچھا نمونہ تھا سبحان اللہ کیا اچھا نمونہ تھا محمد کے نمونہ پر اگر چال چلین تو نہ
تو جیتے جی دوزخ مین پہنچین اسکی تشریح کی ضرورت نہین کیونکہ اونکا چال چلن اور
تعلیم ایسی نہین ہے کہ کوئی دانا ذی علم اوسکو پسند کرے اوسکا انجام دونون جہان مین
برا معلوم ہوتا ہے اقول آیکریمہ اسطرح ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا چونکہ لِّمَن كَانَ
بدل ہے لَكُمْ سے اور تخصیص ہے بعد تعمیم کے واسطے اسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ
اے مسلمانون تم مین سے اچھی پیروی اور اقتدا رسول کے ساتھ اوقات جہاد مین اوسی
مسلمان مین ہے جو خدا سے ثواب کی امید رکھتا ہے اور قیامت کے دن سے
بیم و خوف کرتا ہے اور اکثر اللہ کو یاد کرتا ہے چنانچہ ایسے شخص نے جنگ بدر و احد
وغیرہ کی لڑائیون مین اپنے رسول کے ساتھ صبر کیا اور قدم ثبات اوس کا

۵۱ و انکہ ساکنان زمین بسبب شما گداختہ شدہ است و بعض شنیدیم جگر ما آب شدہ و روح بکسی باقی نماند آیت ہوا
کتاب یوشع اور جب عید کا دن آیا کا وے سب ریک دل ہو کے شروع باب دوم اعمال ۱۲
۵۲ یہ جواب جمع نہین ہے مگر قرآن مین رسم الخط اسی طرح ہے ۱۲ منہ ۱۲ ۱۲ ۱۲

میدان سے ہٹنا اور مصائب و تکالیف جو شہادت دندان مبارک اور زخم سر کی وقت اور شہادت
حضرت حمزہ کے سبب آنحضرتؐ کو پہنچے اون اوقات مین رسولؐ کے ساتھ رہے اور غمخواری کی معترض
نے آیت کو بھی غلط لکھا ہے اور ترجمہ مین بھی تصرف کر دیا ہے مورد آیت کا خاص ہے اوسکو
عام کر دیا یعنی بیان اونھین مسلمانون کی مدح ہے جو آنحضرتؐ کے ہمراہ اون اوقات جہاد مین
موجود رہے اور میدان سے نہ ہٹے اور خاص اوسی رفاقت پیروی کا بیان ہے معترض کو تحریف
لفظی و معنوی کا ایسا ڈھب پڑ گیا ہے کہ کسی بات کو سیدھی سچی بیان نہین کر سکتا یہ تو قرآن
کا مطلب تھا اور معترض نے جو آنحضرتؐ کے چال چلن اور تعلیم کی نسبت سے جسارت و خیرگی کی
ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ کیا سور کے گوشت کو منع کرنا جو بقول اطبا مفسد عقل و مروت اور مزیل غیرت
و حمیت اور مورث حرص ہے عمدہ تعلیم نہین کیا شراب خواری کو منع کرنا جو مزیل عقل و انسانیت
ہے عمدہ تعلیم نہین کیا مردار جانور اور مینہ و خون کھانے کو منع کرنا عمدہ تعلیم نہین کیا عیسائیون
کی طرح بے غسل رہنے اور بلا وضو نماز پڑھنے کی ممانعت کرنا عمدہ تعلیم نہین کیا خدا کی
توحید اور تنزیہ و تسبیح و تحمید اور انبیا کی مدح و توصیف پسند نہین کیا خدا کی عبادت کرنا
اور برادران ایمانی کو مثل اپنے نفس کے چاہنا غیبت اور حسد اور کینہ کو منع کرنا برا کہنے اور
فتنہ و شر کو منع کرنا عمدہ تعلیم نہین کیا غربا اور مساکین و مسافرین و یتیمون کو دینا سب سے
تواضع خوش خلقی کرنا ماں باپ کا ادب کرنا اونکے مقابلہ مین اف نکرنا علم و عمل کی تاکید
کرنا پسند نہین کیا قتل نفس اور غارت گری اور چوری اور حلف دروغی[له] اور زنا اور قمار بازی

له سیل صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ مین جعفر بن ابیطالب نامی حبشہ عیسائی سے نقل کرکے لکھتے ہین کہ آپ نے
اور صاف اور بہت عزت سے تھے یعنی جو سچے تھے نرم خوش اطوار غربا نواز با مروت مقابلہ اعدا مین شجاع اور سب سے
زیادہ یہ کہ تمام الہی تعظیم کرتے تھے اور حلف دروغی اور زنا کارون اور قاتلون اور غیبت گویون اور مسرفون اور
حریصون اور جھوٹے گواہون کے بڑے دشمن تھے اور قناعت اور سخاوت اور رحم اور فیاضی اور شکر گذاری اور
عالیمین اور بزرگی کی توقیر کرتے تھے اور خدا کی حمد سے ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے ۱۲ منقول از ترجمہ ڈاکٹر انگلش ۱۲

اور کذب و ظلم کی ممانعت عمدہ تعلیم نہین کیا مشرکون اور بت پرستون کو تہدید اور قتل کرنا جسکو تم
کہتے ہین عمدہ تعلیم نہین اور کیا مردون اور عورتون کو ستر عورتین کرنا اور ریشمی لباس سے مردونکو
منع کرنا اور آپسمین سود کھانے سے منع کرنا اچھی تعلیم نہین اگر یہ سب تعلیم پسند نہین تو پھر توریت بھی
پسند نہین پادری صاحب ناحق اوسکا وعظ و منادی کرتے ہین محقق گاڈفری ہیگنس بھی یہی کہتے ہین عہ
کہ یہ مان لیا گیا ہے کہ عیسائیون کے مذہب مین اخلاق کا کوئی ایسا مسئلہ نہین کہ مسلمانون
کی تعلیم مین پایا جاتا ہو۔ پس معلوم ہوا کہ عماد الدین کو حواریون کی تعلیم اور انجیل بھی پسند نہین
اوسکا انجام بھی دونون جہان مین برا ہو گیا ہان سچ ہے احکام مخصوصہ منفردہ انجیل یعنی
پطرس و پولوس کی تعلیم پسند ہوگی جسمین حضرت مسیح کو صرف خدا کا بیٹا جاننا کافی ہے اور
شریعت اور احکام الٰہی کی تکالیف سے کلیۃً آزادی ہے نہ کبھی آدمی غسل کرے نہ بول و براز
کا استنجا کرے نہ نجاسات و قاذورات سے اجتناب کرے بندۂ عاجز کو خدا سمجھے انبیائے
اولوالعزم کو چور اور ڈاکو سمجھے عہ تحصیل معاش اور مصارف مین حلال و حرام کا فرق نکرے تمام
عمر جو فعل چاہے کرے اور حضرت مسیح پر زبانی ایمان رکھے۔ گاڈفری ہیگنس محقق نے خوب کہا ہے عہ
کہ جہان کہین ایمان زبانی کو اعمال پر ترجیح دی جاتی ہو اور یہ مسئلہ کافرانہ جاری ہو کہ وقت نزع
توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہین وہان بجز برائی اور گناہ کے اور کیا امید ہو سکتی ہے
دیکھو آنحضرت صلعم کا وہ عمدہ اور پسندیدہ چال چلن تھا کہ یورپ کے محقق اور اہل بصیرت جسکی
مدح و ثنا کرتے ہین۔ عالم انصاف دوست جان ڈیون پورٹ کہتے ہین عہ کہ راقم نے بڑی کوشش
سے حال حضرت کا اتہامات کاذبہ اور الزامات قبیحہ سے بری کیا ہے اور اس امر حق کی
تائید کی ہے کہ آنحضرت اون بندگان ذوالاکرام کے زمرہ مین سے ہین جنکے بڑے بڑے

عہ صفحہ ۲۰ ترجمہ اردو ۱۲ عہ آیت ۸ باب دہم انجیل یوحنا ۱۲ عہ صفحہ ۵۰ - اردو ۱۲ عہ
صفحہ ۳ ترجمہ اردو منظاہر ۱۲

احسانات بنی آدم پر مین بعض مورخین نے فرط تعصب سے راہ ضلالت اختیار کی اور ایسے ایسے اتہامات نام پاک مروج مذہب توحید پر لگائے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان متعصبین نے صرف اون ہی امور نیک سے مخالفت و انحراف نہین کیا جنکے بارہ مین خود مسیح نے ایسی تاکید کی ہے بلکہ فہم مین بھی خطا کی ہے کیونکہ یہ لوگ اگر ذرا بھی تامل کرتے تو اون پر واضح ہوجاتا کہ وہ پیغمبر خدا ہین اور اونکے احکام کا حسن و قبح اور مطابقت و مخالفت شریعت عیسوی یا اور شرائع حال سے نہ دریافت کرنا چاہیے بلکہ حقیت اور عدم حقیت شریعت آنحضرت کی اونکے مذاہب کی نسبت دیکھنا چاہیے جو اوس زمانہ مین ممالک مشرقیہ یعنی عرب وغیرہ مین مروج تھے خلاصہ یہ ہے کہ محمدؐ کو یہ تصور کرنا چاہیے کہ وہ مہذب ملت اور بانی شریعت تھے اور ساتوین صدی عیسوی مین عرب مین پیدا ہوئے اور اس بات کا اعتراف بھی یقیناً واجب ہے کہ آنحضرت صلعم سے زیادہ جلیل القدر کوئی شخص اقلیم ایشیا مین پیدا نہین ہوا جسکے وجود پر وہ ملک فخر و مباہات کرتا بلکہ حق تو یہ ہے کہ تمام عالم مین سلف سے آج تک آنحضرت سے بہتر بہت لوگ پیدا نہوئے ہونگے اگر ہم غور کرین کہ قبل بعثت آنحضرت کیسے تھے اور بعد بعثت کیسے ہوگئے اور یہ بھی بنظر تعمق دیکھین کہ آنحضرت کی شریعت غرّا نے کرورہا آدمیون کے دلون مین شعلہ ایمان مشتعل کیا اور اب تک اونکے قلوب اوسی کے نور سے منور ہین تو ہمکو ضرور ہوگا کہ ایسے شخص جلیل الشان اور عدیم المثال کی مدح سے باز رہنا بڑی بے انصافی ہے اور اونکی نبوت کو محض بخت و اتفاق سے منسوب کرنا قادر مطلق کی قدرت کاملہ پر حرف لانا ہے انتہی [۱۱] اور پھر یہی محقق ٹامس کارلائل کا قول نقل کرتا ہے کہ جسکا فقرہ آخر یہ ہے کہ ایسا صدق معہا وجوہ جیسا ہم نے بیان کیا

۱۱ صفحہ ۱، مظاہر ۱۲

بلکہ نہ کچھہ خدا سے علاقہ رکھتا تھا اور اوسکا کلام ایک صدا ہے جو خدا کے دل سے نکلتی ہے لوگ توجہ سے سنین اوس آواز کو اور نہین تو کسی آواز کو نہ سنین اسواسطے کہ جتنی باتین ہین اوس آواز کے مقابلہ مین سب شل ہوا کے ہین اور پھر کہتا ہے[1] واضح ہو کہ جناب مسیح جب مبعوث ہوئے تھے تو جو یہودی یہودیہ مین رہتے تھے اونکے اخلاق بہت خراب ہو گئے تھے اور اوس ملک مین بجز حرص و طمع و ظلم و جور کے اور کچھہ دکھائی نہ دیتا تھا اسواسطے کہ اون لوگون نے ایمان کو بعض رسوم اور قواعد شدیہ ظاہریہ کے بجالانے مین منحصر رکھا تھا اور اصل اور لب کو ضایع کر دیا تھا پس مسیح کی رسالت کا یہ مقصود تھا کہ شریعت اصلی اور طریقہ سابقہ موسی بحال کرین اسلئے تمام اقوال مسیحی اس امر کیطرف منجر ہین کہ اخلاق روحانی کو درست کرو اس تمہید سے یہ بات خوب ثابت ہوتی ہے کہ اصل مین شریعت عیسی صرف مجدد ملت موسی تھی براستہ علیحدہ نہ تھی لیکن برخلاف مسیح کے آنحضرت کو صرف اخلاق حمیدہ کی تعلیم و تاکید نہین کرنی پڑی بلکہ عبادت خداے یکتا بھی قایم کرنی پڑی عرب کے لوگ احکام عبادت اور اخلاق دونون مین گمراہ تھے پس آنحضرت کا یہ مقصود تھا کہ مذہب اسمعیل بانی قوم عرب کو از سر نو رواج دین اور وہ یہ تھا کہ خداے یکتا کی عبادت کرو پس آنحضرت اس قول مین بیشک صادق تھے کہ مین عرب کو مذہب جدید نہین تعلیم کرتا ہون بلکہ وہی دین سکھاتا ہون جو اونکے جد اسمعیل نے رواج دیا تھا اب اہل انصاف خیال کرین کہ آیا ممکن ہے کہ جس شخص نے اپنے ملک کے لوگون کے عقاید و رسوم ابدالآباد کے لئے درست و شایستہ کئے ہون اور بعوض طریقہ باطلہ بت پرستی کے جس مین سالہا سال سے غرق تھے عبادت خدا تعالی بر حق رواج دی ہو اور جس شخص نے

[1] یعنی جان ڈیون پورٹ صفحہ ۱۹۰ مظاہر ۱۲

قتل اطفال موقوف کر دیا ہو کہ عرب لڑکیون کو مار ڈالتے تھے اور استعمال مسکرات
ولہو ولعب موقوف کر دی ہون جنمین بازی ہوتی تھی اور منشاے تخریب اخلاق
ہین اور جس شخص نے رسم تعدد ازدواج جو عرب مین منتشر تھی محدود کر دی ہو ہم
پوچھتے ہین کہ ایسا مصلح اور مہذب اور جلیل الشان جس نے ترویج احکام و قوانین
حقہ مین ایسی جانفشانی اور سرگرمی کی صرف ایک جعل ساز اور مکار تھا اور اوسکے
تمام افعال واقوال مین محض کذب وریا تھا آیا ہم وہم کر سکتے ہین کہ اوسکی رسالت
من جانب اللہ نتھی بلکہ اوسکا ایجاد تھا واقع مین ایسے شخص صادق اور صالح کو جو
اپنے خالق پر اعتماد و وثوق کامل رکھتا تھا اور جس نے عقائد و اعمال عباد کو ایسا مہذب
اور درست کیا یہ کہنا چاہیے کہ ید اللہ الصادق اور مرسل من اللہ تھا اور اس امر کا
کون مانع ہے کہ اگر اوس شخص کو عباد کاملین مین نہ سمجھین تو عباد صالحین مین تو تصور
کرین اور یہ کیون نہ یقین کرین کہ اوس نے اپنے زمانہ مین اپنی قوم کو صدق ور استی تعلیم
کی تھی اور اوسکو خدا نے اسواسطے مبعوث کیا تھا کہ اپنی امت کو اوسکی توحید و صداقت
سکھاے اور اونکو ایسے احکام انتظام ملک اور اخلاق حمیدہ تعلیم کرے جو اونکے
مناسب حال ہون پس اس سے ثابت ہوا کہ بے شک آنحضرت کو اپنی رسالت کا ایسا
یقین واثق تھا کہ ہر چند کفار نے سخریہ اور مضحکہ کیا اور بہت کچھ ظلم و تعدی کی مگر آپ کا
قدم ثبات پیچھے نہ ہٹا اور ہر چند بہت کچھ ڈرایا اور تکلیف دی لیکن آپ اونکو توحید
اور حقیت خدا تعلیم کرنے سے باز نہ آئے اور ایسے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ
کی اونکو ترغیب دی کہ آپ کے عہد تک کسی نے کبھی ایسے افعال اونکو تعلیم نکئے تھے
آنحضرت نے نہ تو ریاست دنیا طلب کی اور نہ حکومت عقبیٰ بلکہ صرف عفو و رحم

خدا سے طلب کیا اور اس امر کی توفیق مانگی کہ بندون کو بوعظ و نصیحت راہ راست پر لائین درحقیقت آپکا یہ مقصود تھا کہ بندگان خدا انصاف کرین اور رحم کو دوست رکھین اور بخضوع و خشوع اپنے خالق کے سامنے حاضر ہون اور یہ عقیدہ بھی آپنے تعلیم کیا ہے کہ ایک روز سب عالم والے ظالم پھر زندہ کئے جائینگے اور خدا کے سامنے کھڑے ہونگے اور خدا اونکے درمیان انصاف کریگا۔ محمد[1] ایک غریب عرب نے اپنے ملک کے قبائل وحشی مفلس برہنہ گرسنہ کو ایک گروہ معقول و مضبوط کردیا۔ لبفرض[2] اگر آنحضرت کا مذہب روحانی نہین تاہم موافق عقل اور مفید خلائق ہے اور واقع مین یہ مذہب اون عقائد باطلہ اور اوہام فاسدہ مین جو آنحضرت کے زمانہ مین عیسائیون مین مروج تھے اور جنکے سبب دین مسیحی کا نام خراب ہوگیا تھا اور اُن لوگون کے اخلاق بگڑ گئے تھے اسطرح بنایا گیا تھا کہ جسطرح ایک شاہراہ مضبوط کسی دلدل مین نکالی جائے اور اس بات مین کسی طرح کا مبالغہ نہین کہ جب سے مسلمانون نے نشو و نما پایا جس فرقہ عیسائیہ سے او نھین سابقہ پڑا اوسکے رسوم و عقائد و افعال ایسے خراب اور لغو پائے کہ اونکی نظر سے گر گئے اور مورخ محقق گاڈفری سیگینس[3] کہتے ہین کہ جب بہت سے طول طویل عسیر الفہم عیسائی مذہبون پر خیال کیا جاتا ہے تو شاید ایک حکیم دین اسلام کی خوبی اور سادگی اور سریع الفہم ہونے اور بے تکلفی پر آہ کرکے یہ کہہ اوٹھے کہ میرا مذہب ایسا کیون نہوا کہ مین ایمان لایا ایک اللہ پر اور اوسکے رسول پر یا یون کہو کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یا یہ کہ مین اللہ پر ایمان لاتا ہون اور اون مسائل پر جو خدائے تعالیٰ کے باب مین محمد نے تعلیم فرمائے الخ اور یہی محقق کہتے[4] ہین کہ مجھکو کوئی تعصب یا مذہب ایسا یاد نہین جو سخت خرافات یا نہایت

لہ صفحہ ۲۰ مظاہر ۱۲ کلہ صفحہ ۱۱ انتصار ۱۲ تلہ صفحہ ۳۰ ترجمہ عیسی بمقابلہ اسلام ۱۲ کلہ صفحہ ۱۱۳ مقاصد ۱۲ -

پر یہ سچ ہے خواہ دونون سے پوچھو گر مذاہب مقررہ سے جنکا بیان مین نے پڑھا ہے محمدؐ کا مذہب
نہایت سادہ اور حکیمانہ ہے اور اپنی اصلی پاکیزگی مین مشکلات کم رکھتا ہے اس عقیدہ سے
زیادہ سادہ اور کیا ہوسکتا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور پھر لکھتے ہین کہ نہایت
بیجا اور بے انصافی کی بات ہے کہ دین عیسوی پسند کرنا اور دین محمدی کی حقارت کرنی
اور یہ لکھتے ہین کہ اکثر اسلامی قومون کا اخلاق عیسائی قومون کے اخلاق پر فوقیت رکھتا
ہے جسکی صداقت غیر متعصب سیاح انگریزون کو تسلیم کرنی پڑی ہے۔ پادری
صاحب متعصب کو لازم تھا کہ بنظر بصیرت انصاف سے دیکھین کہ آنحضرتؐ کا طریقہ اور
اونکی امت کا چال چلن کیسا کچھ عمدہ اور پسندیدہ ہے کہ دانا ذی علم جسکو پسند کرتے ہین اور
ناپسند کرنے والے کو بے انصاف اور متعصب کہتے ہین پس قطعاً اور یقیناً اس طریقہ کا
انجام دونون جہان مین اچھا ہے دنیا مین نیکنامی دائمی ہے اور عقبیٰ مین نجات اور
راحت دائمی ہے۔ اللھم احینی حیاۃ محمد وامتنی ممات محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم قولہ ۹۲ محمد صاحب نے سورہ مریم مین لکھا ہے یَا اُخْتَ ھَارُوْنَ اے مریم ہارون
کی بہن سورہ تحریم مین ہے وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ اور مریم عمران کی بیٹی واضح ہو کہ محمد
صاحب نے اس مقام پر بڑا دھوکا کھایا ہے عمران نام ہے ایک شخص کا جسکی بیٹی
مریم نبیہ تھی اور موسیٰ اور ہارون اوسکے دو بیٹے تھے اور یہ مریم جنسے حضرت مسیح پیدا
ہوئے اوس مریم سے ۱۵۷۰ برس پیچھے دنیا مین تھی مگر محمد صاحب جو سنی سنائی باتین
قرآن مین لکھتے ہین اونھون نے سمجھا کہ وہی مریم ہارون کی بہن اور عمران کی بیٹی
تھی جنسے مسیح پیدا ہوا اسلئے اپنے قرآن مین یہ غلط بات درج کر دی مگر متاخرین مفسرین

۱ صفحہ ۳۴ حمایۃ ۱۲ ۲ صفحہ ۹۸ حمایۃ ۱۲

جب یہ غلطی معلوم ہوئی تو اونھون نے اخت ہارون اور ابنت عمران کے معنی بنانے
شروع کئے مگر کچھ معنی بن نہین سکتے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن اگر خدا کا کلام
ہوتا تو خدای عالم الغیب ایسی غلطی نکرتا **اقول** احادیث مین ہے کہ جب آنحضرتؐ
کی طرف سے ایک شخص نصاریٰ نجران کی دعوت کو گیا تو اونھون نے اوس سے یہی
اعتراض کیا تھا اوس شخص سے اس کا کچھ جواب نہ آیا جب وہ شخص مدینہ مین آیا تو
اوس نے آنحضرت صلعم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ تو نے یہ جواب کیون ندیا کہ اوس
زمانہ کا محاورہ یہ تھا کہ اچھے آدمی کو انبیا کے ساتھ منسوب کیا کرتے تھے کیا توریت
مین یہ نہین ہے کہ جو بنی اسرائیل حضرت اسرائیل سے دسوین بیسوین چالیسوین پشت
مین تھے اون کو حق تعالیٰ نے صرف اسرائیل کہا ہے کہ مین اسرائیل کے ساتھ یون کرونگا
اور ایسا کرونگا اور کلبی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ ہارون مریم کا علاتی بھائی تھا
اور اچھا آدمی تھا ۔ علاوہ اس کے جناب مریم حضرت ہارون برادر موسیٰؑ کی اولاد مین
ہین اور عرب کا محاورہ ہے کہ کبھی پدر قبیلہ کی طرف نسبت کر کے بولتے ہین مثلاً تمیمی
کو یا اخا تمیم اور ذبیانی کو یا اخا ذبیان اور محض اجنبی کو یا اخا عرب پس ممکن ہے کہ اہل
بیت المقدس نے جنکی زبان عربی تھی اسی طرح مریم کو یا اخت ہارون کہا ہو عاقل آدمی
قرآن دانی عقل مین یہ بات کیونکر آسکتی ہے کہ جو شخص ہر ایک نبی کا حال خصوصاً
موسیٰؑ ہارون کی ولادت سے آخر عمر تک کے حالات بیان فرمائے اور حضرت داؤد و سلیمان
اور دیگر انبیائے مابعد کے مفصل حالات بیان فرمائے یہانتک کہ یحییٰؑ و زکریا تک
کا حال مفصل بیان فرماوے جو مسیح کے ہمعصر تھے اور پھر وہ شخص حضرت عیسیٰؑ کو
خواہرزادہ موسیٰ کہے اور مین خوب جانتا ہون کہ معترض کے نزدیک بھی اس آیت مین

کچھ اعتراض نہین مگر اصل یہ ہے کہ اوسے اپنے وعدہ کے موافق عیسائیون کے واسطے
اعجاز عیسوی کے اعتراضون کے مقابلہ مین کچھ اعتراضات بنا دینے ضرور ہین لیکن
یہ خبر نہین کہ ایسے اعتراضون سے اونکا ہی گھر خراب ہوتا ہے **قولہ** ۱۰ جھوٹ سورہ
نساء کے ۲۲ رکوع مین ہے مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ یعنی مسیح
کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب دی مگر عیسائیون کو شبہ پڑ گیا واضح ہو کہ عیسی مسیح کے
مارے جانے کی نسبت اشعیا نبی ۵۳ باب مین مسیح سے ۷۰۰ برس آگے خبر دے گیا
ہے اور دانیال و موسی اور اکثر انبیا اس واقعہ کی خبر دیتے آئے ہین مسیح بارہا کہتا رہا کہ
مین مرکے پھر جی اوٹھونگا اسکے سوا یہودی جنہون نے صلیب دی ہے کہتے ہین کہ
بے شک ہمنے اوسکو صلیب دی ہے اور شاگرد کہتے ہین کہ ہمارے سامنے صلیب
ہوئی بعد اوسکے جب وہ جی اوٹھا چالیس روز تک اونکے ساتھ رہا اور اپنے زخم بھی
دکھائے مگر محمد صاحب کہتے ہین کہ اوسکو صلیب بھی نہین ہوئی خدا کے اگلے
نبی غلط بولتے اور سارا جہان جھوٹ بولتا ہے خود صلیب دینے والے بھی جھوٹے
ہین مگر محمد صاحب جو چھ سو برس بعد پیدا ہوئے سچ بولتے ہین جو کوئی نشانی نبوت کی
بھی نہ رکھتے تھے **اقول** آیۂ کریمہ اس طرح ہے وَقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی
ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ وَاِنَّ
الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ
وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا پادری صاحب نے یہان بڑا زور و
شور مچایا ہے اور بہت کچھ لکھا ہے تاکہ ناظرین اونکو سچائی خیال کرین مگر یہ نہ سمجھے کہ
دروغ کو فروغ نہین اور جہان زیادہ سر اوٹھاتے ہین وہین ٹھوکر کھاتے ہین دیکھو

شُبِّہَ لَہُمْ کا مرجع یہود ہے کیونکہ پہلے سب ضمیرون کا مرجع بھی یہود ہے اور اونھین کو قتل کا دعویٰ تھا مگر معترض نے بجائے یہود کے عیسائی لکھدیا ہے حالانکہ یہود کو شبہ ہوا تھا چنانچہ بنا بر احادیث کے جب طِطیانوس نامی یہود مسیح کی گرفتاری کو گھر کے اندر گیا تو وہ خود مسیح کے مشابہ ہوگیا اور مسیح مرتفع ہوگئے جب وہ اندر سے باہر آیا یہود نے اوسے مسیح سمجھکر صلیب پر رکھدیا[۵] اوسوقت یہود کو حیرت تھی کہ اگر یہ عیسیٰ ہے تو طِطیانوس کہان گیا اور اگر یہ طِطیانوس ہے تو عیسیٰ کیا ہوا اور باہم اختلاف ہوا لیکن اونھون نے اس عجیب کو ظاہر نہ کیا کہ مبادا لوگ اس معجزہ کو سنکر عیسیٰ سے معتقد ہو جاوین اور قیصر پیلاطس جو پیشتر سے قتل مسیح پر رضا مند نہ تھا برہم ہو جائے بہرحال سب یہود حاضرین کو شبہ پڑ گیا اور معترض جو کہتا ہے کہ اشعیا نبی خبر دے گیا ہے سو باوجود تحریف بسیار کے بھی اشعیا کی عبارت مضمون قرآنی کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ اشعیا فرماتے ہین کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ مارا خدا کا کوٹا اور دکھایا ہوا ہے پر وہ ہمارے گناہون کے لئے گھائل کیا گیا اور ہماری بدکاریون کیلئے کچلا گیا اوسکی قبر شریرون کے درمیان ٹھہرائی گئی وہ بعد قربانی کے اپنی نسل کو دیکھیگا اوسکی عمر دراز ہوگی انتہی دیکھو بشرطیکہ مراد اس سے مسیح ہو تو اشعیا فرماتے ہین کہ ہم نے خیال کیا نہ یہ کہ ایسا ہی واقع ہوا اور قبر کے حق مین بھی محض ٹھہرائی گئی فرماتے ہین یعنی فرضی قبر نہ واقعی قبر اور عمر کا دراز ہونا بھی صاف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ایک لحظہ کو حیات مسیح منقطع نہین ہوئی ورنہ درازی عمر صادق نہ آئے گی دوبارہ زندگانی

[۵] معترض چہارم فصل سوم کے جواب مین بطور تردید ہم لکھ آئے ہین کہ دیا مسیح صلیب سے زندہ اوترا جیسا بعض نصاریٰ کی رائے ہے دو تردید علاوہ لکھی گئی ہے کہ بعض نصاریٰ موت مسیح کے غیر معتقد خود رہے نہین مگر یہ مسلمان جیسا ... تنزل لکھدیا ہے کہ بنا بر ایسے قول مستور ... بھی یہ لمت ... ہونا نہین ہو سکتا اور بیان جو کہ معترض نے آیت پر جھوٹ کا اتہام کیا ہے لہٰذا وہ قول یہان ترک کیا

کہتا جاتا تھا اور قربانی والا فقرہ متشابہات سے معلوم ہوتا ہے یعنی قربانی ظاہری
مشابہ بقربانی حقیقی ہے کیونکہ اگر قربان کے معنی حقیقی لیے جاوین تو نسل کے معنی حقیقی
کیونکر درست ہونگے کیا معنی کہ مسیح کی نسل نہین جسے دیکھے   اور بعدہ جو
معترض لکھتا ہے کہ دانیال اور موسیٰ اور اکثر انبیا اس واقعہ کی خبر دیتے آئے ہین جواب
اس کا یہ ہے کہ معترض کو لازم تھا کہ اون اخبار کو بیان لکھتا اگر خبر دانیال سے وہی چیستان
مہمل مراد ہے جس مین ستر ہفتہ کا ذکر ہے تو وہ چیستان نہ آج تک کسی نے سمجھی اور نہ آئندہ
کوئی سمجھے علاوہ اون خبریون کے جو صاحب اعجاز عیسوی نے اس عبارت مین
بیان کی ہین بندہ نے دس اور نکالی ہین جو تعلیقات محمدیہ مین مذکور ہین اور کچھ
نمونہ اسی فصل کے نمبر ۲۲ مین بھی مذکور ہوگیا ہے پس اس خبر سے بشارت مسیح اور
مصلوبیت و مقتولیت سمجھنا سودای خام ہے لا یصلح العطار ما افسد الدھر
اور علی ہذا القیاس حضرت موسیٰ اور دیگر انبیا کی عبارتین بھی معترض نے نہین لکھین
تاکہ ہم اون کو دیکھتے   اور معترض نے جو یہ لکھا ہے کہ مسیح بار بار کہتا تھا الخ
سو اوس جناب نے ہرگز نہین کہا اون پر ناحق افترا ہے اور جن انجیلون مین یہ لکھا ہے
وہ حضرت مسیح کا کلام نہین بلکہ حواریون کی بھی تصنیف نہیں اور انجیلین بھی بہت سی ہین خود
معترض کہتا ہے کہ مختلف مقامون مین جدا جدا انجیلین تھین ہدایۃ المسلمین صفحہ ۶۱
دیکھو برنباس کی انجیل مین صلیب سے انکار ہے   اور چند فرقہ قدیم[1] کہتے ہین کہ بجاے حضرت
عیسیٰ کے شمعون قرینی صلیب دیا گیا اور فوطیس مورخ کتاب سیر الحواریین سے نقل کرتا ہے کہ عیسیٰ کے
عوض کسی اور کو صلیب ہوئی   اور بعدہ جو معترض کہتا ہے کہ شاگرد کہتے ہین کہ ہمارے سامنے

---

[1] فرقہ باسلیدی اور سرنتی اور کارپوکراتی اور راطلی اور ودستی اور گناسطی اور دمنی اور ناصری اور
پولی انہ کو فرذا اور کرپوکراطس کا فرقہ وغیرہم ۱۲ منہ

صلیب ہوئی سو اول تو جواب اسکا یہی ہے جو مذکور ہوا کہ یہ انجیلین شاگردون کا کلام نہین ہین کہ شاگردون کا قول معلوم ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ شاگرد تو وقت صلیب بھاگ گئے تھے[1] اونکے سامنے کیونکر صلیب[2] ہی کی اور بعد صلیب ہم دن اونکے ساتھ کیونکر رہا کیونکہ مسیح نے تو صلیب کے پہلے یہ فرمادیا تھا کہ اسکے بعد پھر مجھے[3] نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے مبارک جو خداوند کے نام سے آتا ہے اور بالفرض اگر بطرس نے دیکھا بھی ہو تو وہ بقول مسیح ایک دفعہ نہین تین[4] دفعہ جھوٹا اور بقول محققین عیسائیہ بعد مسیح سب حواریون نے غلطی کی اور سب مقدوح اور غیر معتبر تھے چنانچہ خاتمہ مین اسکا بیان آتا ہے انشاء اللہ تعالی   اور معترض جو یہ کہتا ہے کہ یہودی جنہون نے صلیب دی ہے کہتے ہین کہ بیشک ہمنے صلیب دی سو معلوم نہین کہ یہود کے ذکر سے کیا فائدہ ہوا یہ قول یہود کا تو اسی آیت مین موجود ہے مگر اسکی حق تعالی نے تکذیب کردی ہے اون بیدینون کا قول ہم پر کیا حجت ہے وہ حضرت مسیح کی ولادت کی نسبت کیا کچھ نہین کہتے اسمین بھی اونکی شہادت قبول کرنی چاہیے اور اگر مراد یہود سے وہی خاص یہود ہین جنہون نے صلیب دی تو شاید اونکی روحین عماد الدین سے خواب مین کہہ گئی ہونگی ورنہ اور طرح تو اونکا مقولہ ثابت ہو نہین سکتا   اور بعد اسکے جو لکہا ہے کہ سارا جہان جھوٹ بولتا ہو مگر محمد صاحب جو چھ سو برس بعد پیدا ہوئے سچ بولتے ہین جو کوئی نشانی نبوت کی بھی نہین رکھتے   اسکا جواب یہ ہے کہ سارا جہان تو جھوٹ نہین بولتا مگر معترض ضرور جھوٹ بولتا ہے کہ سارے جہان کا ذکر کرتا ہے سارے جہان کو اس معاملہ کی کیا خبر اور اون کو اس سے کیا بحث جو وہ کہتے ہین۔ عیسائیون کے فرقہ اور مؤرخ تک تو مختلف ہین اور صلیب سے انکار کرتے ہین۔ پھر گمنام مجہول الاسم چار انجیل نویسون کا نام سارا جہان

---

[1] آیت ۳۲ باب شانزدہم یوحنا ۱۲ [2] ہدیک باب بست و سوم متی ۱۲ [3] آیت ۳۴ باب بست و ششم متی اسی رات مرغ کی بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کریگا ۱۲

کیونکر ہوگی بھلا جس کو اپنے ہم مذہبون کے انکار صلیب کی خبر نہین اوسکو سارے جہان کی کیا خبر۔ اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو چھ سو برس بعد پیدا ہوئے وہ اسواسطے سچے ہین کہ وہ وحی الٰہی سے فرماتے ہین اگر اون کے علم کا مدار اسی انجیل و توریت پر ہوتا جس طرح ناواقف متعصب کہتے ہین تو وہ بھی عیسائیون کی طرح جھوٹ بولتے اور صلیب کا اقرار کرتے ورنہ خیال کرو کہ ہرگاہ حضرت عیسیٰ کے ہر طرح مدائح اور اوصاف قرآن مین مذکور ہوے تو انکار صلیب سے کیا نتیجہ تھا اور بعد اس کے جو لکھا ہے کہ آنحضرت کوئی نشانی نبوت کی نہ رکھتے تھے سو اس کا جواب اگرچہ بہت طویل ہے اور کتاب اون معجزات کے اثبات کی مقتضی نہین مگر پادری صاحب کو یہ تو معلوم ہے کہ اگر کوئی معجزہ نہ تھا تو علمائے یہود مدینہ کیونکر ایمان لائے نجران کے نصاریٰ مباہلے سے کیون بھاگ گئے شعرائے عرب کہ جنھون مین ہر ایک نے زبان دانیت کا جھنڈا اکھڑا کر رکھا تھا معقول ہوکر کیونکر معتقد ہوگئے بھلا کوئی دشمن اپنے دشمن کا فروغ چاہتا ہے کوئی ہمسر اور حریف بعد صلح و صفائی کے بھی خادمانہ و غلامانہ اطاعت کرتا ہے۔ کیا یہ شعرا و ظرفا بجبر و اکراہ مسلمان کیے گئے یا بالطمع مال ایمان لائے قبل از قوت اسلام تو جبر و طمع کا احتمال بھی نہین اور بعد قوت بھی کسی شاعر کی نسبت جبر ثابت نہین اور اگر بعد از قوت اسلام طمع کا اتہام کیا جاوے تو ان شعرا نے خود ایسا ڈھنگ کیون نہین ڈالا جس سے خود مرجع خواص و عوام ہو جاتے یا پیغمبر کے مخالف رئیسون سے کیون نہین ملے وہ لوگ تو بوجہ مخالفت پیغمبر کے شعرا کو بہت کچھ دینے پر آمادہ تھے اور شعرا بھی روسا سے مدد چاہتے تھے کیونکہ یہ نقد تھا اور پیغمبر کے پاس امید مظنون اور نسیہ مگر قوت نبوت نہ کسی مفسد رئیس کو سرسبز ہونے دیتی تھی اور نہ کسی شاعر کے ارادہ کو پورا ہونے دیتی تھی بس

فتوحات پیغمبر اور فصاحت و بلاغت قرآن یہ دونون نبوت کی نشانی کیا کم تھین بھلا کیا یہ
نشانی نبوت کی نہین کہ ایسے ملک و شہر مین جہان علوم عقلیہ مفقود اور علوم نقلیہ کالمعدوم
اور جہان کے اہل کتاب بھی جاہل ہو کر مثل عبدۃ الاوثان کے ضال و مضل[لہ] ہو گئے ہون
وہان ایک اُمی شخص معارف و حقائق ذات و صفات الٰہیہ اور مدارک و حقائق توحید و تقدیس
ربانیہ اور دلائل وجود واجب الوجود اور براہین حدوث موجودات علویہ و سفلیہ اور
ابطال عبادت اوثان اور اثبات بعث و نشر و معاد ایسے موجہ اور مدلل اور متین
بیان فرما دے کہ جس کے ادنیٰ درجہ پر بھی حکمت حکما اولین و آخرین اور فلسفہ فلاسفہ
سابقین و لاحقین نہ پہنچ سکے اور باوجود تکرار بیانات و دلائل کے مطالب و مقاصد
کی توفیق مین اور منطوق و مفہوم کی تطبیق مین خلل و اختلاف نہ پڑے ۔ کیا یہ نشانی
نبوت کی کم ہے کہ ایک ناخواندہ تنہا ناتجربہ کار مفلس آدمی قواعد و ضوابط نظام مملکت اور
احکام و حدود سیاست و ریاست اور قوانین معاملات اور آئین معاشرت ایسے مقرر کرے
کہ جن سے عقلا تجربہ کار اور حکما ہوشیار متحیر ہون اور انکی معقولیت و متانت کے مقر و
معترف ہون[عه] کیا یہ نشانی نبوت کی نہین کہ رسوم عبادت اور آداب معاشرت
ایسے متوسط اور معتدل بیان فرما دے کہ جو نہ مثل رسوم براہمہ و حکماء ہند کے مخالف
طبع انسانی اور تحمل اون کا شاق بلکہ بالاطلاق محال ہو اور نہ مثل عبادات فلاسفہ و مسیحیان
کے اون مین سراسر آزادی اور اطلاق ہو عقل انسان اسکو باور کرتی ہے کہ ایسی باتین
بلا تعلیم الٰہی اور بغیر وحی و الہام حاصل نہین ہو سکتین عاقل صاحب بصیرت کو یہی

لہ گاڈفری ہیگنس اور جان ڈیون پورٹ کی کتابین مع حوالہ اور غیر متعصبین کے اس بیان سے معلوم ہین ۱۲
عه جان ڈیون پورٹ اور ہیگنس اور اڈورڈ گبن وغیرہ کی تاریخ و تصنیفات دیکھو ۱۲

نشانی نبوت کی کافی ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعوت اسلام اور احیاء دین مین دولت وریاست موروثی کعبہ کو ترک کیا اپنے خاندان اور قوم کی مخالفت کا خوف نہ کیا اپنا مال ومتاع مکتسبہ کا بھی نقصان کیا اپنے مالدار اصحاب کو بھی فقیر کردیا خانہ ویرانی کرکے ایک معزز تاجر سے ایک فقیر مہاجر ہوگئے اور اصحاب بھی آپکے جلاء وطن کرکے حبشہ وغیرہ کی طرف چلے گئے بجائے محبوب ہونے کے اقربا کے دشمن جانی بن گئے مگر دعوت اسلام مین مستقل اور ثابت قدم رہے اور باوجود آلام عدیدہ اور مصائب شدیدہ کے جو اہل مکہ سے اوٹھائے اپنے ارادہ محمودہ سے باز نہ رہے اور ہرچند کفار نے خانہ کعبہ کی تولیت وریاست دینے کی طمع دلائی مگر دل مین اوسکا خیال بھی نہ لائے اور اوسی کلمۂ توحید کی درخواست کرتے رہے اور اوسی کے قبول کرانے پر مستمر و مصر رہے اور باوجود سلطان عرب ہوجانے کے پھر اوسی سادگی اور فقر وافلاس سے رہے اور باوجود فتوحات کثیرہ اور اظہار شجاعت وہمت کے دل مین ذرہ بھر غرور و تکبر نہ لائے۔

عماد الدین نے ان امور عظیمہ اور علامات نبیہ اور خوارق عادات بشریہ پر بھی تو لحاظ کیا ہوتا جنکو محققین مسیحیہ بھی تسلیم کرنے مین اور کج مج ہوکر متحیر ہوجاتے ہین اسقدر حمیت اور عصبیت کیا ضرور ہے **قولہ** یاد رکھنا چاہیے کہ مسیح کی صلیب جس پر سب کی نجات کا مدار ہے اور جسکا انکار قطعی کفر ہے اوسی کا انکار محمد صاحب نے کیا ہے تاکہ نجات کی جڑ کاٹ کر لوگون کو جہنم واصل کرین نعوذ باللہ من ذلک **اقول** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفر و شرک کی جڑ کاٹی ہے نہ نجات کی اور مستحقین جہنم کو جہنم سے نجات دینا چاہا ہے شرک سے بچایا ہے تثلیث سے منع کیا ہے [illegible] جسکا[1] انکار کیا کفر ہو سکتا ہے بہت سے

---

[1] ان زرون سے نام اس قول سے پہلے [illegible] مین مذکور ہو چکے ہین۔

فرقے عیسائیون کے خود صاحب منکر ہین اور عند العقل اسپر نجات کا منحصر ہونا اور اعمال کا بیکار ہونا عجب پوچ اور لایعنی بات ہے اسکی معقولیت بھی تثلیث سے کم نہین۔ علاوہ اسکے انجیل سے بھی اس پر نجات کا موقوف نہونا ظاہر ہے دیکھو یوحنا کی باب دوم خط اول مین لکھتا ہے کہ مسیح نہ صرف ہمارا بلکہ سب دنیا کا کفارہ ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح سب کی شفاعت کرینگے خصوصًا اہل اسلام کی کہ وہ اون پر ایمان بھی رکھتے ہین لیکن اہل سلام کے نزدیک طریقۂ اسلام مین ہی نجات منحصر ہے پس عاقل کو لازم ہے کہ ایسا مذہب اختیار کرے جس مین دونون فریق کے نزدیک نجات حاصل ہو اور وہ طریق اور صراط مستقیم اسلام ہے۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْاؕ

پانچوین فصل تحریف قرآن کے ابطال مین

قولہ فصل چہارم قرآن کی تحریف کے ثبوت مین کچھ احوال قرآن کا بطور مختصر بیان ہو چکا اب یہ بات بیان کرتا ہون کہ اہل اسلام بہت جوش و خروش کے ساتھ بیان کیا کرتے ہین کہ ہمارا قرآن بہت محفوظ اور مامون ہے محمد صاحب نے اپنے شاگردون کو یاد کرایا تھا آج تک ہم لوگ اپنی زبان پر حفظ کرتے آئے ہین اوسکا ایک حرف بھی نہین بدلا اور اسمین سہو کاتب ہونے کی بھی گنجایش نہین ہی یہ دعوی سوائے عالمون کے جاہل لوگ بھی بازارون مین عیسائیون کے سامنے پیش کیا کرتے ہین مگر مین کہتا ہون کہ یہ بھی مسلمانون کا جھوٹا دعوی ہے ضرور اسمین سہو کاتب یا سہو قاری وقوع مین آئے ہین اور مسلمان لوگ ہرگز اوسکو اپنی زبان پر صحیح طور پر حفظ نہین رکھ سکے بہت سی

غلطیان اوس مین واقع ہوئی ہین انجیل مقدس کے اختلاف قرأت مولوی صاحبنے
شبہے جو فصل مین آکر بیان کئے گئے جو ہمارے مسلّم ہین پر قرآن کے اختلاف عبارات و بابئے اونکا
کچھ ذکر نہین کیا کیونکہ محمد صاحبنے اپنا قرآن جن قاریون کے سامنے پڑھا تھا سارا قرآن
انھون نے اوسیطرح یاد نہین رکھا صدہا لفظ خراب کر ڈالے اور صدہا لفظ بھول گئے کہ اوسنے
کیونکر بتلائے تھے **اقول** جب عیسائی توریت وانجیل مین انواع واقسام کے خلل اور
تحریفات دیکھتے ہین اور حواریون تک اوسکے راویون کے سلسلہ کا اتصال بھی نہین
پاتے ہین اور نہ راویون کو معتبر او مقابل شہادت اور ادھر قرآن کے ضبط اور حفاظت اور
صحت اور تواتر اور شہرت کو مثل آفتاب کے تابان پاتے ہین تو دل مین عجیب عجیب پیچ وتاب
کھاتے ہین و بکمال حسد اور سوز قلب سے اوسپر نظر ڈالتے ہین اور ہمیشہ اوسکی عیب جوئی مین مشغول
رہتے ہین لیکن جب کچھ عیب نہین سوجھتا تو ناچار ہوکر اختلاف قرأت کو ہی تحریف کرکے
بیان کرتے ہین اور منجملہ عیوب کے قرار دیتے ہین حالانکہ اس امر کو تحریف سے کچھ نسبت ہی
نہین یہ قرآن کی عین خوبی اور شرافت ہے کیا معنی کہ ایک لفظ کئی کئی طرح سے
پڑھا جاتا اور مطلب ایک ہی رہنا یا ایک عبارت کی چند طرح سے ترکیب ہونا
اور چند معنی ہو سکنا علم فصاحت وبلاغت مین عمدہ خوبی ہے اور فصحا ایسی عبارت
بنانے کا بہت قصد کرتے ہین اور نہین بن پڑتی اگر کسی کو اس صنعت کی خوبی اور
حسن کا یقین نہو تو علم بدیع مین دیکھ لے اور اگر اس علم بدیع کو اہل اسلام کا
ایجاد سمجھے تو اہل ہند خصوصاً سنسکرت کے شعرا سے دریافت کرلے لیکن چونکہ
یہ مطلب بہت طویل ہے اسواسطے اس کو اسی قدر تقریر پر ختم کرکے اس ضروری
امر کو بیان کرتا ہون کہ حقیقت مین مسلمانون کا یہ دعوی بہت درست ہے کہ قرآن مین

سہو کاتب اور سہو قاری کی بھی گنجایش نہین اور وجہ اسکی یہ ہے کہ قرآن مجید حسب ضرورت
وقتاً فوقتاً نازل ہوتا تھا اور جسوقت نازل ہوتا تھا اوسی وقت آنحضرت کسی اصحاب
سے جو کاتبان وحی مقرر تھے لکھنے کے واسطے حکم فرماتے تھے اور وہ کاتب اوسکو
کاغذ پر یا پتھر کے ٹکڑون یا نرسلے کے پتے یا چمڑے پر لکھ لیتے تھے اور جو اصحاب کہ زیادہ
شایق تھے اور لکھنا جانتے تھے خود بھی اپنے واسطے لکھ لیتے تھے مگر عموماً زبانی یاد
کرنے کا دستور تھا یہان تک کہ لکھنے والا بھی تحریر کے بھروسے نرہتا تھا وہ بھی فوراً
زبان یاد کر لیتا تھا کیونکہ ہر مسلمان کو نماز مین کسی قدر قرآن زبانی پڑھنا ضرور تھا اور اسواسطے
اکثر اصحاب حافظ قرآن تھے اور بعض اصحاب مثل علی ابن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود
و عبداللہ بن زبیر و زید بن ثابت و ابی بن کعب وغیرہم ایسے تھے کہ وہی سب سے
زیادہ قرآن کے شغل و اہتمام مین مصروف رہتے تھے ایک ایک آیت کو بکمال حزم و احتیاط
آنحضرت سے سیکھتے تھے اور یاد کرتے تھے اور آنحضرت کے دورہ مین شریک رہتے تھے
اور خود آنحضرت کو قرآن کے حفظ و ضبط و اشتہار مین نہایت اہتمام تھا چنانچہ نزول وحی
کے وقت نہایت تیزی سے آپ وحی کو پڑھنے لگتے تھے اور جب حامل وحی رخصت
ہو جاتا تھا تو آپ اوسی وحی کے یاد کرنے مین مصروف ہو جاتے تھے اور فوراً اوسے
لکھوا دیتے تھے کہ مبادا کچھ ضایع ہو جائے یہان تک کہ آنحضرت کے اس شوق و احتیاط
و اہتمام کو دیکھکر بنظر ترحم خود جناب باری سورۂ قیامت مین فرماتا ہے لَا تُحَرِّكْ بِهِ
لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ اور جب کوئی قبیلہ مسلمان ہوتا تھا تو آنحضرت کسی شخص
کو اصحاب مین سے اوس قبیلہ مین بھیج دیتے تھے کہ اونکو قرآن اور مسائل عبادت تعلیم کرے
اور چونکہ آنحضرت کی حیات مین اسلام اکثر ملک عرب مین شایع ہو گیا تھا اسواسطے قرآن

بھی ہر جگہ مشہور ہو گیا تھا بحر قلزم سے لے کر یمن کے کنارے تک اور وہان سے خلیج فارس کے آخر تک اور فرات سے ہوتا ہوا ملک شام کے کنارے پر بحر قلزم تک تمام ملک اسلام سے معمور تھا اس مین کثرت سے دیہات و قصبات تھے اور بحرین اور نجد و یمن و عمان و قبیلۂ کلبی و ربیعہ و قضاعہ طائف و مکہ و مدینہ وغیرہ شہرون اور بستیون مین قرآن کی تلاوت بڑی کثرت اور شوق اور احترام سے ہوتی تھی - علاوہ اس کے ہمیشہ سے اہل عرب کی عادت اور طبیعت مین یہ بات داخل تھی کہ نصیحت اور تاریخی حالات کے شوق سے اشعار اور قصائد کو حفظ کر لیا کرتے تھے اور چونکہ قرآن مین مضامین عالیہ اور نصائح مفیدہ اور خدا کی صفات اور مکارم اخلاق اوس زمانہ کے کاہنون اور شاعرون کے خیالات سے نہایت عمدہ اور افضل تھے اور باینہمہ فصاحت و بلاغت مین بے نظیر اور بے مثل تھا اسوجہ سے اہل عرب قرآن کو اور بھی زیادہ پسند کرتے تھے اور عبارت اور مضمون دونون کی خوبی پر لوٹ جاتے تھے اور عجیب چیز کی طرح اوسکو سنتے تھے اور رغبت سے کان لگاتے تھے یہ امور اوس زمانہ کی رسم و عادت کے موافق اور بھی حفاظت و نگہداشت کے موجب ہوئے - جناب سید مرتضے علم الہدی علی بن حسین فرماتے ہین ان القرآن کان علی عهد رسول الله صلعم مجموعا مولفا علی ما هو علیه الآن وکان یدرس ویحفظ جمیعه فی ذلک الزمان وانه کان یعرض علی النبی ویتلی علیه وان جماعة من الصحابة کعبد الله بن مسعود وابی بن کعب وغیرهم ختموا القرآن علی النبی صلعم عدة ختمات وکل ذلک بادنی تامل یدل علی انه کان مجموعا مرتبا غیر منثور ولا مبثوث اور رئیس المحدثین شیخ صادق محمد بن علی بن بابویہ رسالۂ اعتقاد مین فرماتے ہین واعتقادنا ان القرآن الذی انزله الله علی نبیه هو ما بین

الدفتین وما فی ایدی الناس ولیس اکثر من ذلک ومن نسب الینا انا نقول انه اکثر من ذلک فهو کاذب اور شیخ جلیل اسوۃ المحدثین محمد بن حسن الطوسی تفسیر تبیان مین فرماتے ہین والصحیح من مذہبنا ہو الذی نصرہ المرتضی وہو الظاہر فی الروایات الخ اور زبدۃ المحدثین شیخ حر عاملی رسالہ تواتر قرآن مین فرماتے ہین من تتبع الاخبار و تصفح الاثار من کتب الاحادیث والتواریخ وغیر ذلک فانہ یعلم قطعا ان القرآن کان فی غایۃ الکثرۃ نقلہ من الناقلین اکثر منہم وانہ ما زال مجتمعا وقد تقدم فی کلام المرتضی انہ کان مجموعا مرتبا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ الخ ویاتی کثیر مما یدل علی ذلک فظہر انہ بلغ حد التواتر بل زاد علیہ بمراتب کثیرۃ الخ اگر کوئی کہے کہ کتب اہل اسلام مین بعض روایات ایسی بھی ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کہین کہین دو چار لفظ عہد رسالت مین پڑھے جاتے تھے اور اس قرآن مین نہین ہین تو جواب اس کا یہ ہے کہ وے روایات یا ضعیف ہین یا احاد ہین یا ماول ہین اسواسطے مفید علم و یقین و قطع نہین ہو سکتی ہین اور قرآن بغیر تواتر کے جو مفید یقین ہے ثابت نہین ہو سکتا شیخ ابو جعفر طوسی تفسیر تبیان مین ایسی روایات کی نسبت لکھتے ہین طریقہا الاحاد التی لا توجب علما اور سید مرتضی علم الہدی فرماتے ہین فان الخلاف فی ذلک مضاف الی قوم نقلوا اخبارا ضعیفۃ ظنوا صحتہا لا یرجع بمثلہا عن العلوم المقطوع علی صحتہ راقم بھی کہتا ہے کہ باینہمہ ان روایات کے معانی ایسے محکم اور صاف نہین جن سے ثابت ہو جائے کہ اصل قرآن کچھ اس سے زائد تھا بلکہ وہ الفاظ بطور شرح اور حواشی کے ظاہر ہوتے ہین جس طرح بعض آدمی اپنی یادداشت کیواسطے حاشیہ پر لکھ لیتے ہین یا بنظر توضیح معانی تقریر

میں کہدیتے ہیں اور ہم اسلام ایمان اور اعتقادیات میں روایات احاد پر عمل نہیں کر سکتے اور قرآن ہی پر کیا موقوف ہے اکثر مسائل میں احادیث موضوعہ اور ضعاف اہل اسلام کے درمیان موجود ہیں مگر کوئی اون پر عمل نہیں کرتا - حق یہ ہے کہ جس طرح اہل اسلام نے قرآن کی حفاظت اور صیانت کی ہے اس طرح کسی فرقہ نے اپنی کتاب کی حفاظت نہیں کی اور جس مرتبہ قرآن کا تواتر ہر عہد اور ہر طبقہ میں ثابت اور ظاہر ہوا ہے اس مرتبہ پر دنیا کی کسی کتاب کا تواتر ثابت نہیں شرق سے غرب تک - تمام دنیا کے قرآنوں کو دیکھ ڈالو تو ایک ہی متن بعینہ ملے گا اور کوئی لفظ غلط یا مشکوک نہوگا جس کی صحت میں حفاظ اور اہل علم کو تامل ہو یہاں تک کہ ملک یورپ خصوصاً انگلستان کے علمائے عیسائیہ جو پادری صاحب سے ہزار درجہ زیادہ محقق اور ماہر ہیں اور اون کے برابر عربی زبان سے بھی واقف ہیں بڑے جوش و خروش سے حفاظت اور عدم تحریف کو بیان کرتے ہیں چنانچہ علامہ محقق فاضل مدقق سر ولیم میور صاحب سیرت محمدی مطبوعہ سنہ ۱۸۶۱ء کے جلد اول صفحہ پانچ میں لکھتے ہیں کہ محمد کی حیات میں قرآن کی حفاظت صرف ان متفرق تحریروں میں ہی منحصر نہیں تھی بلکہ وحی الٰہی تمام مسلمانوں کا ہی تھا ہر جماعت عام میں قرآن پڑھنا ضروری تھا اور خلوت میں قرآن کی تلاوت اور ذکر باعث ثواب عظیم تھا یہ مضمون تمام روایات قدیمہ میں متواتر المعنی ہے اور خود قرآن سے بھی پایا جاتا ہے اسی کے مطابق ہر ایک مسلمان اسکو کم و بیش حفظ کرتا تھا اور مسلمانوں کے قدیم سلطنت میں جو شخص جس مقدار تک قرآن پڑھ سکتا تھا اوسی اندازہ کے موافق اوسکے قدر و منزلت ہوتی تھی اور عرب کی رسم سے اوسکی زیادہ تائید ہوئی وہ لوگ نظم کے تو از حد شائق تھے اور فن کتابت کا سامان کافی اون کے پاس موجود

تھا کہ خطبون کو لکھ رکھتے اس لئے مدت سے وہ لوگ اس کے عادی ہو رہے تھے کہ اشعار و خطب کو اپنے دل کی زندہ تختیون پر منقش کر رکھتے تھے قوت حافظہ اون کی انتہا درجہ پر تھی اور اوسکو وہ لوگ قرآن کے باب مین بکمال سرگرمی کام مین لاتے تھے اون کا حافظہ ایسا مضبوط اور اونکی محنت ایسی قوی تھی کہ حسب روایات قدیمہ اکثر اصحاب محمد صلعم پیغمبر کی حیات ہی مین بڑی محنت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے - اور پھر اسی باب مین لکھتے ہین کہ عرب کا حافظہ کیسا ہی دیرپا کیون نہو تاہم ان تحریرون کو جو صرف یاد ہی سے لکھی جاتین ہم بے اعتبار سمجھ لیتے لیکن اس امر باور کرنے کی وجہ معقول ہے کہ بہت سی مجرد نقلین جن مین کل قرآن شامل تھا یا جو تقریباً کل پر محتوی تھین مسلمانون نے پیغمبر کی حیات مین لکھ لی تھین ان لوگون کو لکھنے کی استعداد حاصل تھی تو صحیح نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جو چیزین ایسی حفاظت شدید سے یاد کی جاتی تھی وہ اسی طرح بکمال احتیاط لکھی بھی جاتی ہوگی اور پھر اسی مقام پر متصلاً لکھا ہے کہ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ جب کوئی قبیلہ مسلمان ہوتا تھا تو محمد صلعم کی عادت تھی کہ اپنے اصحاب مین سے کسی ایک یا دو صحابی کو اونکے پاس بھیج دیتے تھے تاکہ اون کو قرآن اور ضروریات دین سکھلاوین اور اکثر خبر ملتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ مذہبی امور کی تعلیم کے لئے تحریرین لیجایا کرتے تھے پس لاجرم یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ قرآن کی ضروری سورتین بھی ہمراہ لیجایا کرتے ہونگے بالتخصیص وہ اجزاے قرآن جن پر مذہبی رسوم موقوف تھین اور نماز مین اکثر پڑھی جاتی تھین علاوہ ان تصریحات کے جو قرآن ہی مین خود اس کے مکتوب ہونے پر پائی جاتی ہین ایک صحیح روایت مین جس مین عمرؓ کے مسلمان ہونے کی کیفیت مروی ہے قرآن کی بیسوین سورہ کی نقل کا

تذکرہ ہے جو عمر بن الخطاب کی بہن کے گھر مین وہ نقل اونکے ذاتی مصرف کے لیے تھی
یہ اوس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ ہجرت سے تین یا چار برس پیشتر گذرا بس اگر اوس زمانہ مین قرآن
کی نقلین لکھی جاتی تھین اور عام تھین درآن حالیکہ مسلمان کم اور مظلوم تھے تو یقینی نتیجہ
نکلتا ہے کہ جب پیغمبر صلعم کو فوت ہوئی اور یہ کتاب اکثر ملک عرب کے لئے شریعت
قرار پائی تو اوس وقت قرآن کے نسخے کثرت سے بڑھ گئے ہو نگے ایضاً صفحہ ۹۹-۱۰۰
اور راڈویل صاحب سورۂ قیامت وطہ کی بعض آیات سے استنباط کر کے لکھتے ہین کہ
شروع ہی سے محمد صلعم نے ایک لکھی ہوئی کتاب کے مشہور کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اور آیۂ
لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ کے حاشیہ پر لکھتے ہین کہ یہ آیت اس امر پر متضمن ہے کہ اقل
قرآن کے اجزا کی نقلین عام کے استعمال مین موجود تھین اور جب عمرؓ ایمان لائے اور
اونھون نے اپنی بہن کے ہاتھ سے بیسوین سورہ کی نقل لینی چاہی تب اونکی بہن نے
اسی آیت کا حوالہ دیا تھا اور مسٹر اڈورڈ گبن نے لکھا ہے کہ قرآن کی بہت
سی نقلون سے وہی اعجاز کا سا خاصہ یکتا گمت اور عدم قابلیت تحریف کا قرین ثابت ہوتا
ہے تاریخ روم تنزل کبریٰ جلد ۹ باب ۵۰ اور پھر سر ولیم میور صاحب ممدوح سیرت مذکورہ
کے جلد ۱ ا صفحہ ۲۰ مین لکھتے ہین کہ نہایت قوی گمان پر ہم اقرار کرتے ہین کہ ہر ایک
فقرہ قرآن کا صحیح اور بلا تبدیل محمد صلعم ہی کا لکھا ہوا ہے اور اسکے نتیجہ مین جیسا کہ
وان ہیمر نے کہا ہے یہ کہتے ہین کہ قرآن کو ہم بالیقین ایسا ہی محمد کا کلام کہتے ہین
جیسا کہ مسلمان اوسکو کلام الٰہی سمجھتے ہین اور پھر ایک جگہہ لکھتے ہین اور خوب
لکھا ہے کہ عثمان والا نسخہ ہم تک بلا تحریف چلا آیا ہے درحقیقت ایسی احتیاط سے
اوسکی حفاظت ہوئی ہے کہ قرآن کے بے شمار نسخون مین جو اسلام کے کثیر اوسعت

مملکت مین مختصر مین بڑے اختلاف نہین ہین بلکہ یون کہنا چاہیے کہ بالکل اختلافات
نہین ہین محمد صلعم کی وفات کے بعد ایک چہارم صدی مین قتل عثمانؓ کے وقت سے
تنازع اور شدید مخالفتین ہونے سے مسلمانون مین پھوٹ پڑ گئی تھی تاہم ان مین ایک
قرآن ہمیشہ سے جاری رہا اور سب مین بالاتفاق اسی ایک ہی قرآن کا استعمال رہنا
اس بات کے ثبوت کی ایک لاجواب دلیل ہے کہ ہمارے پاس اب وہی کتاب ہے
جو اس مظلوم خلیفہ کے حکم سے لکھی گئی تھی غالباً دنیا مین کوئی اور ایسی کتاب نہین ہے
جو بارہ سو برس تک ایسی صحیح المتن رہی ہو اب پادری عماد الدین ان بیانات کو
نظر بصیرت سے دیکھین اور سمجھین مجھکو زیادہ کہنے کی حاجت نہین رہی صرف اتنا ہی
کہتا ہون الفضل ما شهدت به الاعداء۔ بیان اگر کوئی یہ شبہہ
کرے کہ ہرگاہ آنحضرت صلعم کی حیات مین قرآن سب لکھا ہوا موجود تھا تو خلافت اول
مین جمع ہونا کیا معنی اور خلیفۂ ثالثؓ کا جامع القرآن ہونا کیسا۔ جواب یہ ہے کہ خلافت
اول مین قرآن جمع کئے جانے اور اوس سے پہلے جمع نہونے کی خبر منجملہ اخبار آحاد ہے
پس یہ خبر قطعی اور یقینی امر کے معارض نہین ہوسکتی اور نہ واقعی معاملہ کا مقابلہ
کرسکتی ہے خیال کیجئے کہ یمامہ کی لڑائی بقول واقدی وابی معشر ۱۲ھ ہجری کے
ربیع الاول مین ہوئی اور بقول طبری ۱۱ھ مین اور بقول دیگر ۱۱ھ کے آخر مین
اور زمانہ خلافت اول دو برس اور دو مہینے بمشکل پہنچا ہے اور زید بن ثابت کی تتبع و
تلاش ایک عرصہ معتدبہ تک رہنی چاہیے کیونکہ درحالیکہ قرآن غیر مرتب ہو تو کھجور کے
پتے اور پتھر کے ٹکڑے اور چمڑے کے ورق اور ہڈیان ڈھونڈھنے اور حافظون کو جمع کرنے
اور اونسے لکھنے مین بہت مدت گذری ہوگی اور بعدہ سلسلہ وار اور تہذیب آیات اور

باسلوب خوش لکھنے اور نقل شی مین دیر ہوئی ہوگی پس ضرور تھا کہ یہ معاملہ بہت مشتہر ہوتا اور شل جنگ بدر واحزاب کے اس کا شہرہ مسلمانون مین پڑتا اور صحاح احادیث مین اسکی روایتین بہت پائی جاتین مگر تمام صحاح کو دیکھ ڈالو یہی زید بن ثابت اور یحیی بن عبدالرحمان اور لیث بن سعد اور ابن شہاب اسکے ناقل ملتے ہین اور نہین —
مان تقبول مشہور تا نباشد چیزے کے مردم نگویند چیزہا ان روایات احاد سے بوجہ اختلاف اگر ثابت ہوگا تو بالاجمال اسقدر کہ خلیفہ اول نے بتحریک خلیفہ ثانی قرآن کی کتابت ونقل پر کچھ توجہ کی لیکن بعد استکتاب رسول مقبول صلعم کے خلفاء کی توجہ کے واسطے اسی قدر محل اور موقع باقی نکلتا ہے کہ آنحضرت کا خاص قرآن بوجہ تفرق اوقات وحی کے متفرق اوراق پر تھا اور بعض آیات بوجہ سر دست نہ ملنے کاغذ کے چمڑے وغیرہ پر ہوگئے اسواسطے خلیفہ اول نے چاہا کہ یہ اوراق منتشرہ مجموعی ہو جائین اور تبرکاً محفوظ رہین اور اسی اصل قرآن سے ایک قرآن خوشخط نقل ہوکر مجلد اور مربوط دارالخلافت مین رکھا رہے اور بطور ہدایت نامہ اور قانون ریاست کے سمجھا جاوے اور بنظر احتیاط دیگر اصحاب کے قرآنون سے اور حفاظ سے پڑھوا کر مقابلہ کرا لیا ہوگا چنانچہ اسی کے قریب محقق حارث محاسبی نے بھی لکھا ہے کتابۃ القران لیست بمحدثۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر بکتابتہ ولکنہ کان مفرقا فی الرقاع والاکتاف والعسب فانما امر الصدیق بنسخہا من مکان الی مکان مجتمعا وکان ذلک بمنزلۃ اوراق وجدت فی بیت رسول اللہ صلعم فیہا القران منتشر فجمعہا جامع و ربطہا بخیط حتی لا یضیع منہا شیئی کما فی النوع الثامن عشر من الاتقان اور عثمان جامع القران کسی طرح نہین اونھون نے صرف اسی قدر کیا تھا کہ جب اون کو

معلوم ہوا کہ بعض لوگ کہین کہین قرأت الفاظ مین اختلاف کرتے ہین تو اوسی
قرآن خلیفہ اول رض کو زید بن ثابت اور عبد اللہ بن زبیر اور عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام
وغیرہ سے پھر نظر ثانی کراکے اوسی کی نقلین جابجا دیار و امصار مین بھیج دین اور جن
لوگون کے پاس قرآن کی ناقص سورتین یا متفرق اجزا تھے اور بوجہ بشریت یا بوجہ
غیر حاضری خدمت رسول یا دیگر اسباب سے اونکے اجزا مین آنحضرت کے قرآن سے
اختلاف رہ گیا تھا اون کو جلوا دیا ' چنانچہ حارث محاسبی کا قول اتقان مین ہے
المشہور ان جامع القرآن عثمان ولیس کذالک اور اگر پادری صاحب اس بیان واقعی
کو تسلیم نکرین اور براہ تعصب انھین روایات احاد سے استدلال کرکے وہی دعوی
کئے جاوین کہ مسلمان صدہا الفاظ بھول گئے تاہم اونکا دعوی غلط ہے کیونکہ برسبیل
تنزل ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ جن لوگون نے وہ اخبار احاد نقل کئے ہین اونکو وہ مقامات
بھی معلوم ہین پھر بھول جانے کا اتہام کسی جماعت اسلام پر درست نہین ہو سکتا
یہ امر خاص توریت و انجیل کا ہی حصہ ہے قولہ یہ دو قسم کی غلطیان ہین اول
آنکہ سب لفظون کے اعراب یعنی زیر و زبر و پیش سکون وقف مد و شد محمد صاحب کے
بتلانے کے موافق نہین ہین اور یعینہ کسی مسلمان کو یاد نہین رہے یعنی الفظ حج بالفتح
اور حج بالکسر قرآن مین آیا ہے اب ضرور ہے کہ محمد صاحب کا محاورہ ایک ہوگا پر مسلمان
کہتے کہ جس طرح چاہو پڑھو لو پر صحیح نہین بتلا سکتے کہ اون کا محاورہ کونسا تھا اس قسم
کی غلطیان ان حافظون سے صدہا جگہہ قرآن مین کر ڈالی ہین دوسری قسم کی غلطیون
یہ ہوئی ہین کہ حافظون نے صدہا لفظ بھی یاد نہین رکھے کوئی کہتا ہے یہ لفظ محمد صاحب
نے بتایا تھا اور کوئی دوسرا لفظ بتلاتا ہے اقول اختلاف قرأت کو غلطی کہنا سمجھ کی

غلطی ہے کیونکہ اختلاف قراءت اہل لغات عرب مین موجود ہے مثلاً لفظ کبد تین طرح سے
پڑھا جاتا ہے اور ابل اور کتف دو طرح سے اور یہا لیے کعلی عل بھی بولتے ہین اور
لدن کو کئی طرح سے بولتے ہین لَدُنْ لَدْنِ لَدَبِ لَدْ لَدُ اور اختلاف قرأت کچھ
زبان عرب پر ہی موقوف نہین اپنے اپنے طرز و قاعدہ سے ہر زبان مین ہے مثلاً
فارسی مین آب اور آو اور اشکم اور شکم ہندی مین جوگ و یوگ اور فش و منکھ اور
اختلاف قرأت کی دو قسم کرنے سے معترض کی یہ غرض ہے کہ ناواقف لوگ دوسری
قسم کو یہ خیال کرین کہ قرآن مین اس قسم کا اختلاف ہے کہ کوئی زید کہتا ہے اور کوئی
اوسکی جگہ عمرو اور کوئی الحمد کہتا ہے اور کوئی اوسکی جگہ الذم یا اور کچھ کہتا ہے یہ محض
سفسطہ ہے کیونکہ جسکو وہ کہتا ہے کہ صدہا لفظ یاد نہین رہے وہ زبان عرب مین علیٰ
حسن عبارت ہے کہ ایک لفظ کئی طرح سے پڑھا جاتا ہے اور مطلب ایک ہی رہتا
ہے مثلاً تعملون بصیغۂ حاضر اور یعملون بصیغۂ غائب بندون کے حق مین وارد ہوا
یعنی خواہ یون کہو کہ جو وہ عمل کرتے ہین اوسکی سزا پاوینگے خواہ یون کہو کہ جو تم عمل کروگے
اوسکی سزا پاؤ گے بہرحال دونون حالتون مین بندون کے اعمال کی سزا کا اظہار
مقصود ہے کوئی اہل علم خصوصاً عربی دان اسکو یہ نہین کہہ سکتا کہ مسلمان لوگ اصل لفظ
کو بھول گئے اگر کوئی خوبی عبارت نکہے گا تو اختلاف قرأت کہے گا مگر غلطی ہرگز
نہین کہے گا اور اس اختلاف قرأت کی دو قسمین کرنا بھی غلط ہے بلکہ عربی زبان
مین اختلاف قرأت کی سات صورتین ہین اولاً تغیر کلمہ کا یعنی اختلاف قرأت
صرف حرکات و اعراب مین ہو بغیر اسکے کہ معنی اور صورت مکتوبی مین تغیر ہو مثلاً
حج بالفتح و بالکسر جسطرح لفظ کبد تین طرح سے ہے ثانیاً اعراب کے تغیر سے مفہوم مین

تغیر ہو جاوے مگر صورت مکتوبی اور حاصل مطلب متکلم کا متغیر نہ ہو مثلاً کلماتٌ بالنصب
والرفع آیہ فتلقی آدم من ربہ کلمات مین اور اذ تلقونہ ثالثاً کلمہ کے حروف مین تغیر
ہو اور اوس سے معنی اور مفہوم مین بھی تغیر ہو جاوے مگر حاصل مطلب متکلم اور صورت
مکتوبی متغیر نہو مثلاً بعض جگہ یعلمون اور تعلمون اور کیف ننشزها بالزاء المعجمہ وبالراء المہملہ ایضاً
کلمہ کی صورت مین تغیر ہو مگر معنی مین نہو مثلاً الصراط والسراط اور وانکانت
الا صیحۃ والا زقیۃ خامساً صورت اور معنی دونون مین تغیر ہو مگر حاصل
مطلب متکلم متغیر نہو مثلاً فامضوا اور فاسعوا وامشوا واذکروا وماذکر کلمہ کی تقدیم
وتاخیر کے سبب تغیر ہو مگر معنی اور مطلب متغیر نہو مثلاً وجاءت سکرۃ الموت بالحق اور
وجاءت سکرۃ الحق بالموت سابعاً حروف کی زیادتی وکمی سے تغیر ہو مگر معنی و مطلب متغیر
نہو مثلاً مالک یوم الدین وملک یوم الدین وانجینا ونجّینا اور لعل اور باعل اور
وصی اور اوصی وما عملت ایدیہم وما عملتہ ایدیہم کیونکہ ضمیر مفعول کو خواہ لکھو یا نہ لکھو بہرحال مراد ہے
- یہ سب صورتین اختلاف قرأت کی ہین انکو کوئی تحریف نہین کہہ سکتا کیونکہ جب تک لفظ
کے تغیر سے متکلم کے مقصود مین خلل نہ پڑے تب تک قرأت کا ہی اختلاف کہلائے گا ہان
اگر اس اختلاف لفظ سے متکلم کے مقصود مین خلل ہو تو وہ تحریف اور غلطی ہے اور اسواسطے
ضرور ہے کہ بعض صورتین متکلم کی مراد بھی معلوم ہو تاکہ اوسکی حفاظت رہے معترض نے جسقدر
الفاظ قرآنی اس کتاب مین لکھی ہین وہ ان اقسام ہفتگانہ سے خارج نہین اور چونکہ وہ سب
الفاظ ایسے مقامات کے ہین کہ جہان متکلم کی مراد ظاہر اور بدیہی ہے اور قطعاً معلوم
اور متیقن ہے اسواسطے اون الفاظ کے اختلاف قرأت سے مطلب مین کہین خلل
نہین پڑتا علاوہ اسکے ہم اہل اسلام عبارت قرآنی کا مطلب محض قرآن سے سمجھ کر

مطمئن نہین ہوتی بلکہ قرآن کے معانی احادیث اور روایات اصحاب سے معلوم کرتے
ہین جس طرح سے اکثر اشعار عرب کے معانی منقول ہوتے ہین بالجملہ اختلاف قرأت کو
غلطی کہنا عین غلطی ہے اور جو اہل علم دو تین زبانون کو جانتے ہین وہ ایسے شخص کو ضرور
نافہم یا متعصب کہین گے خصوصاً وسکو جو الحاقات مصرحہ نصارٰی اور مشکوک
عبارتون کا نام اختلاف قرأت رکھے اور عبارت قرآنی مین صرف تغیر حرکات و حروف
جس سے مراد متکلم مین خلل نہ پڑے تحریف کہے اہل علم جانتے ہین کہ اختلاف قرات صرف
الفاظ مین ہوتا ہے عبارت یعنی جملون کے غائب ہوجانے اور زیادہ ہوجانے کو اختلاف قرأت
نہین کہتے اور اختلاف قرأت ہر زبان کا اوسی زبان کے الفاظ تک اکثر رہتا ہے اور جب
اون کا ترجمہ ہوگیا تو پھر اختلاف قرارت کہان اور معترض نے جو ایک عام فریب بات
کہی ہے کہ محمد صاحب کا ضرور ایک محاورہ ہوگا یہ محض غلط ہے کیونکہ ہرگاہ اون کی
زبان مین ایک لفظ کئی طرح پڑھا جاتا تھا تو اون کا ایک محاورہ کیونکر ہوسکتا ہے -
قولہ مگر ان مولویون نے اس عیب چھپانے کے واسطے یون کہا ہے کہ قرآن سات
قرارت پر نازل ہوا ہے جونسی قرأت پڑھو وہی صحیح ہے۔ پہلے ہم اس کا جواب دے
لین پھر کچھہ بات کرین گے واضح ہو کہ مسلمانون کا یہ دعوٰی کہ قرآن ہفت قرارت
مین نازل ہوا ہے بالکل جھوٹ ہے وہ حدیث جس مین یہ ذکر آیا ہے اور جسکو تمام
اہل اسلام بولتے ہیں نے ابن عثمان سے یون نقل ہوئی ہے ان القران انزل علی
سبعة احرف کلھا شاف کاف جلال الدین سیوطی نے تفسیر اتقان مین لکھا
ہے کہ اس حدیث کے معنون مین اختلاف ہے کیونکہ اسکے چالیس معنی ہین جو اوس
کے مشرح بیان کئے ہین جن کا انجام یہ نظر آتا ہے کہ یہ حدیث مشکل ہے اس کے

صیحح معنی کسی مولوی کو معلوم نہوئے کیونکہ حرف کے معنی قرات کے کہین نہین آئے
بلکہ اس کے معنی طرف اور اجزاے صوت اور کلمہ کے ہین اور لفظ سبعہ یعنی سات
اپنے حقیقی معنی مین نہین بلکہ اوس سے مطلق کثرت فی الاحاد ہے جیسے سبعون سے کثرت
فی العشرات مراد ہوتی ہے چنانچہ ابن سعدان نحوی بھی کہتا ہے پس مولویون کو چاہیئے کہ پہلے
اپنے بزرگ جلال الدین کی تفسیر کو اصلاح دین بعد اوسکے دعوی کرین کہ قرآن ہفت
قرات پر نازل ہوا ہے **اقول** کوئی مسلمان اس اختلاف قرات کے عذر مین اس حدیث
کو پیش نہین کرتا اور جب کوئی پیش نہین کرتا تو پھر تفسیر سیوطی کی اصلاح کی کیا ضرورت
ہے بلکہ جو کوئی یہ خیال کرے کہ مسلمان ان الفاظ کے جواب مین اس حدیث کو
پیش کرین گے تو وہ اپنے جہل کی اصلاح کرے کیونکہ سیوطی نے اوسی اتقان مین
لکھا ہے سبعہ احرف سے قرات سبعہ مراد سمجھنا جہل قبیح ہے اس حدیث کے
پیش کرنے کی مسلمانون کو اوسوقت ضرورت ہو جبکہ یہ اختلاف قرات قرآن کے
واسطے عیب یا موجب تحریف ثابت ہو یا اسکا کوئی جواب نہو اس کا جواب تو اونکے
پاس بہت عمدہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ یہ قرآن جو ما بین الدفتین ہے خود جناب
رسالت مآب صلعم نے اپنے حضور مین لکھوایا اور سیکڑون کو حفظ کرایا اوسی کی
نقل بعینہ آج تک چلی آئی ہے جیسا کہ بشہادت مخالفین اوپر مذکور ہوا —— اور
قرا سبعہ کا اختلاف قرات کسی کسی لفظ مین روایات احاد ہین اور قرآن بدون تواتر
کے اہل اسلام کے نزدیک ثابت نہین ہو سکتا پس اس قرآن موجودہ اجماعی و متواتر
کی قرات کے مقابلہ مین روایات احاد کا کچھہ اعتبار نہین بھلا کسی مسلمان سے کہا جاوے
کہ تو اپنے قرآن کو حمزہ یا نافع یا کسائی کی قرات کے مطابق بنا لے ہرگز قبول نکریگا

اور آج تک کسی نے اس قرآن کے خلاف دوسرا قرآن نہین دیکھا اگر کوئی کہے کہ قرأ
سبعہ کی قراتین احاد نہین بلکہ متواتر ہین اور بعض بعض علما نے اسکے تواتر کی تصریح
کی ہے چنانچہ مولوی رحمۃ اللہ نے اعجاز عیسوی مین تواتر کا دعوی کیا ہے جواب اسکا
یہ ہے کہ ان علما کا مطلب تواتر سے یہی ہے کہ یہ قراتین ان قاریون سے ہم تک بطور
تواتر پہنچی ہین لیکن ان قاریون کو آنحضرتؐ سے بطور تواتر نہین پہنچین اور کیونکر کوئی ایسا
دعوی کرسکتا ہے کیونکہ ہر ایک قاری کو بعد چند وسائط کے ایک صحابی کی قرأت
پہنچی ہے مثلاً ابن عامر شامی قاری ایک واسطہ کے بعد عثمان کا شاگرد ہے
یعنی اوس نے مغیرہ سے پڑہا اور مغیرہ نے عثمانؓ سے اور ابن کثیر مجاہد کیواسطہ
سے ابن عباس کا شاگرد ہے اور عاصم عبدالرحمن سلمی کے واسطے سے جناب
امیرالمومنین علی بن ابی طالب کا اور پھر زر بن کے واسطہ سے عبداللہ بن مسعود کا شاگرد ہے
وقس علی ہذا اور چونکہ ہر صحابی اور اونکے وسائط شخص ناحد ہین اسواسطے ہر ایک
قرأت کا مبدا ناحد از قبیل روایت ہے اور انکی بدایت احاد ہین ہان اگر ہر ایک قاری کی روایات
متعدد اصحاب تک پہنچ جاتین یا یہ ساتون قاری ہر لفظ کی قرأت مین متفق ہوتے
گو قرآن کے خلاف ہوتے تو بھی ان کی قرأت قریب متواتر ہو جاتی اور بعد تحریر
جواب کے جو اتقان مین دیکھا تو معلوم ہوا کہ علامہ زرکشی نے بھی برہان مین قراتون
کے تواتر کو تسلیم نہین کیا اور وجہ اوسکی یہی معلوم ہوتی ہے جو راقم نے بیان کی ہے
اور برسبیل تنزل ہم کہتے ہین کہ قرأ سبعہ کی قراتین کتابون مین موجود ہین اگر کسی کو
کسی آیت کے معنی مین شک ہو تو وہ ان قراتون کو اپنے اپنے مقام پر چسپان کرکے
دیکھ سکتا ہے اور جملہ کے معنی کو سمجھ سکتا ہے ایسی حفاظت اور احتیاط پر یہ کہنا کہ مسلمان

حدیا لفظ بھول گئے کمال تعجب ہے ہم پوچھتے ہین کہ اگر مسلمان بھول گئے تو معترض نے
یہ لفظ کہان سے پائے ہان اگر مسلمان یہ کہین کہ قرآن سے فلان فلان مقام کی
عبارت جاتی رہی ہے اور معلوم نہین کہ کیا تھی یا قرآن کے نسخہ مختلف پائے جاوین
جس طرح توریت وانجیل کے تو البتہ یہ اعتراض مسلمانون پر عائد ہو واذ لیس فلیس اصل
مطلب کے جواب کے بعد مین معترض کے ہفوات پر توجہ کرتا ہون وہ کہتا ہے کہ
جلال الدین سیوطی نے نقل کی ہے کہ اس حدیث کے چالیس معنی ہین پہلے
مسلمان اوس تفسیر کی اصلاح کرین —— پادری صاحب کے دعوی
محققیت سے بہت بعید ہے کہ کسی روایت کے معنی یا سند کو صرف سیوطی
تک پہنچا کر چپ ہو جاوے اور پھر اعتراض شروع کرے کیا اہل اسلام مین ایک
صرف سیوطی ہی محقق تھا اور کوئی محقق نہین یا سیوطی صحابی تھا جس کا قول مسلم
ہو اگر سیوطی کے نزدیک اسکے معنی مشکل ہون تو ہون کچھ پروا نہین اس حدیث
کے معنی چند صحابہ نے فرمائے ہین چنانچہ خود سیوطی نے لکھا ہے اخرجہ الحاکم
والبیہقی عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ قال کان الکتاب الاول ینزل
من باب واحد علی حرف واحد ونزل القرآن من سبعة ابواب علی سبعة احرف
زاجر وآمر وحلال وحرام ومحکم ومتشابہ وامثال —
اور ابو قلابہ نے جناب رسول خدا سے روایت کی ہے انہ قال نزل القرآن علی
سبعة احرف امر وزجر وترغیب وترہیب وجدال وقصص ومثل اور اسیطرح
جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب سے منقول ہے کہ قرآن سات قسم پر نازل ہوا ہے
اور ہر ایک کافی وشافی ہے امر وزجر وترغیب وترہیب ومثل وجدال وقصص

اور معترض جو کہتا ہے حرف کے معنی قرأت کے نہین آئے بلکہ اوس کے معنی طرف اور اجزای صورت اور کلمہ کے ہین یہ محض فضول ہے کوئی مسلمان بیان حرف کے معنی قرأت نہین کہتا بلکہ اس کے معنی طرف اور وجہ کہتے ہین یا حرف ہجا کے کہتے ہین چنانچہ خود قرآن مجید مین حرف بمعنی وجہ آیا ہے ومن یعبد اللہ علی حرف واحد ای علی وجہ واحد پس ہرگاہ کہ حرف کے معنی وجہ ہین تو پھر حدیث عبد اللہ بن مسعود اور ابو قلابہ اور جناب امیر کے قبول کرنے مین کیا عذر باقی ہوگا اور اگر کسی کو ان احادیث کے قبول کرنے مین عذر ہو تو پھر سات لغتون معانی یا سات لغتون قریش کے لغات خوب محمل ہے قولہ اگر ہم ان کا یہ دعوی جبراً قبول بھی کرین تو اونکے ہفت قرأت مین قرآن کی وہ غلطیان داخل ہونگی جن کو ہم نے اول قسم کی غلطیان تبلایا ہے قسم دوم کی غلطیان اوس مین داخل نہو سکین گی کیونکہ یہ غلطیان ایسی نہین ہین کہ عقلمند ان کو قرأت مین داخل سمجھے بلکہ اکثر اون مین کی ان کے عالمون نے بھی قرأت مین داخل نہین کین جن سے بطور نمونہ کچھ بیان کرتا ہون فقط اقول معترض نے دنیا سے خرما کے اعرابی اختلافات قرأت کو تو کچھ دبے دبائے اختلاف قرأت مین داخل کر لیا خیر خدا کا شکر ہے لیکن حرفی اختلاف قرأت کی نسبت ابھی انکار ہے غالباً اب اس جواب کو دیکھکر اون کو بھی داخل کر لیوے کیونکہ ہم اوپر خوب ثابت کر چکے ہین کہ اختلاف قرأت کی سات صورتین ہین اور تا وقتیکہ تغیر لفظی سے خواہ کسی قسم کا مراد ہو مراد متکلم مین خلل نہو وہ ضرور اختلاف قرأت ہے پس معترض کو لازم ہے کہ جس لفظ پر اعتراض کرے اوسکے ساتھ یہ بھی ظاہر کرے کہ اس اختلاف قرأت سے حاصل مطلب مین خلل ہو گیا اور احادیث مین بھی اوسکا کچھ بیان نہین اوسوقت اعتراض

معترض کا قابل التفات ہوگا ورنہ نہین اور یہی جواب اون سب الفاظ کے واسطے کافی
ہے جو معترض نے عوام کے واسطے ایک نقشہ مین لکھے ہین اور یہ دعوی کہ اکثر اون
مین کی غلطیان اون کے عالمون نے بھی قرآت مین داخل نہین کین یہ دعویٰ بھی
تاوقتیکہ اوسکی کوئی نظیر بیان نہ ہو جھوٹ ہے قابل التفات نہین **قولہ** اول سورۂ
بقر کے ۳۵ رکوع مین ہے اِعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر بعض کہتے ہین کہ محمد
نے یہ عبارت نہین بولی بلکہ بجائے اسکے یہ عبارت بولی ہے اِعْلَمْ امر من اللّٰہ لہ
اب انصاف کرو کہ یہ عبارت مشکوک ہے یا نہین ضرور حافظون نے محمد کی صحیح عبارت
یاد نہ رکھی یا کسی حافظ نے تحریف کی **اقول** معترض نے اس جگہ چونکہ انصاف
طلب کیا ہے اسواسطے ہم انصاف کی بات کہتے ہین کہ جب قرآن مین کہین تحریف
نظر نہین آئی تو پھر اسلاف کی چال چلے یعنی جس طرح اونہون نے انجیل مین حاشیون
کی عبارتین نافہمی سے اصل متن مین داخل کردین یا اپنے طرف سے زائد عبارتین
ملادین اسی طرح معترض نے جلال الدین سیوطی کی تفسیر کی عبارت قرآن کی
دوسری عبارت سمجھ لی قرآن مین صرف لفظ اَعْلَمُ مین جو صیغہ مضارع متکلم ہے
اختلاف قرأت ہے کہ اوسکو حمزہ قاری نے امر کا صیغہ یعنی اِعْلَمْ بسکون میم پڑھا ہے
اور چونکہ درصورت امر ہونے کے لفظ قال کے فاعل مین جو اِعْلَمْ سے پہلے ہے یا دی النظر
مین اشتباہ ہوتا ہے کہ قائل اِعْلَمْ کا کون ہے یعنی آیا عزیر صاحب قصہ فاعل ہے
یا اللہ تعالی فاعل ہے اسواسطے جلال الدین نے اوس فاعل کی تشریح کر دی ہے
اور لکھا ہے کہ اِعْلَمْ صیغۂ امر ہے اور اللہ کی طرف سے ہے واسطے اوسی عزیر کے
جس کا ذکر اوپر مذکور ہے پس اس عبارت یعنی اعلم امر من اللّٰہ لہ کو معترض دوسری

قرأت سمجھا ہے حیف ہے ایسی جہالت پر اور افسوس ہے ایسی بے بصیرتی پر جس کے
باعث قرآن اور تفسیر کی عبارتوں مین تمیز نہ ہو میری دانست مین کا فیہ خوان طالبعلم
بھی ایسی غلطی اور نافہمی نہین کرسکتا کیا معترض نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہندوستان
مین کوئی عربی دان نہین رہا یا یہ سمجھا ہے کہ کوئی جواب نہ لکھیگا اور اپنا مطلب یا وہ گوئی
سے نکل جائے گا زمانہ کی بے تمیزی سے سخت تعجب ہے کہ ایسا شخص قرآن مجید پر اعتراض
کرنے کا ارادہ کرے مگر بعد تامل کے عقل نے یہ حیرت و تعجب رفع کردیا اور کہا کہ قرآن
پر اعتراض کرنا ایسے ہی شخص کا کام ہے تعجب جب تھا کہ کوئی ادیب کامل بافہم
اعتراض کرتا ۔ معترض نے اوپر لکھا ہے کہ دوسری قسم کی غلطیون مین سے بطور نمونہ
لکھتا ہون سو بقول مشہور کہ اول بسا بیٹھیں بسا پہلا ہی نمونہ اون کا اونکی جہالت کا عمدہ
نمونہ ہے **قولہ** دوم آل عمران کے ۵ رکوع مین ہے فَیَکُوْنُ طَیْرًا بعضے قرآنون
مین طَائِرًا ہے پس صحیح معلوم نہین کہ محمد نے طیرًا بولا تھا یا طائرًا **اقول** ہمکو خوب
صحیح معلوم ہے کہ آنحضرت نے طَیْرًا بولا ہے کیونکہ یہی قریش کا محاورہ ہے اور ثبوت
اس کا یہ ہے کہ قرآن مجید مین اکثر جگہہ جانور کو طیر فرمایا ہے اور طائر بمعنی افسون اور
فال بد مستعمل ہوا ہے دیکھو سورہ مائدہ کو دو جگہہ اور سورہ یوسف مین ایک جگہہ
اور جس قاری نے بیان طائر پڑھا ہے اوسکی روایت بمقابلہ قرآن معتبر نہین
علاوہ اس کے طیر بھی بمعنی طائر مستعمل ہے پس محض تلفظ کا اختلاف ہے اس سے
معنی مین کچھہ تغیر نہین اور یہ بھی پہلی ہی قسم کی صورت ہے جسکو معترض نے دھوکے
سے دوسری قسم مین داخل کیا ہے بہرکیف اعتراض واہیات ہے **قولہ** اسی کے
۱۰ رکوع مین ہے اتیتکم من کتب دوسرے قرآنون مین ہے اتینا من کتب پس

کہان اُتیت اور کہان اُتینا حافظون نے اصل لفظ بھلا دیا اقول بیان بھی حضرت معترض نے وہی استادی کی کہ لفظ کم ضمیر کو دوسرے جگہ سے اوڑا دیا غالبًا اس سے یہ غرض مخفی ہے کہ عوام بہت بڑا فرق سمجھین مگر تمام قرآنون مین اتینکم من کتب ہے اور صرف نافع نے اُتیناکم من کتب پڑھا ہے یہ نافع بہت بھلا قاری ہے قرآن کے مقابلہ مین اسکے روایت چندان معتبر نہین ہو سکتی۔ علاوہ اس کے اتیت واحد متکلم ہے اور اتینا جمع متکلم ہے اور فاعل اسکا جناب الٰہی ہے اور وہ اپنے تئین قرآن مین کہین بصیغہ واحد فرماتا ہے اور کہین بصیغہ جمع پس اگر یہان ضمیر واحد ہو تو وہی معنی ہین اور جمع ہو تو وہی معنی ہین بعد اسکے پادری صاحب کہتے ہین کہ دوسرے قرآنون مین ہے اتینا من کتب اونسے کوئی پوچھے کہ وہ کونسا قرآن ہے جسمین آپنے یہ دیکھا ہے جب تک اس کا ثبوت ندوگے دروغگوئی کا الزام رفع نہ ہوگا ہان اگر یون لکھتے کہ بعض قاریون نے اسطرح پڑھا ہے تو کچھہ دروغ نتہا قولہ چہارم اسی کے ۱۴ رکوع مین ہے وسارعوا الی مغفرۃ دوسرے قرآنون مین ہے وسارعوا الی مغفرۃ لفظ سارعوا جمع اور سارع امر واحد ہے حافظون نے اصل محمدی لفظ بھلا دیا اقول ہرگز اصل لفظ محمدی صلعم نہین بھولا یا اصل لفظ محمدی سارعوا ہے دوسری قرأت صرف نافع اور ابن عامر کی ہے سو وہ قرآن کے مقابل مستند نہین اور باینہمہ اس سے مطلب مین کچھہ فرق نہین پڑتا کیونکہ عموماً کل آدمیون کو مغفرت کی طرف سرعت کرنے کا حکم ہے اور ایسی صورت مین جس طرح لفظ جمع مستعمل و مفید ہوتا ہے اوسی طرح لفظ واحد سے بھی تمام افراد جنسیہ پر حکم ہو سکتا ہے مثلاً کہتے ہین کہ آدمی بڑا غافل ہے اور آدمی بڑے

غافل ہین - اور یہان بھی معترض مثل اعتراض سابق کے جھوٹ بولا کہ دوسرے قرآنون مین ہے حالانکہ کسی قرآن مین ایسا نہین اگر ہو تو اوس قرآن کو پیش کرے قولہ پنجم اسکے ۱۹ رکوع مین ہے جاء وا بالبینات والزبر وبالکتاب المنیر یعنے محمد کے شاگرد کہتے ہین کہ یون نہین بلکہ اوسنے یون بتلایا تھا جاؤکم وا بالبینات وبالزبر وبالکتاب المنیر اب دیکھو کہ اس عبارت اور اوس عبارت مین کتنی بھول ہے مولوی صاحب حافظون کی تحریف کو تحریف نہین جانتے ہین لوگون نے محمدی قرآنون کو حفظ کر رکھا ہے تمھارے حفظ کرنے سے کیا فائدہ ہوا جبکہ تم اصل عبارت کو یاد نہین رکھ سکے اقول اس عبارت مین کچھ بھول اور تحریف نہین صرف علم عربی اور ایمان کی بھول ہے اگر یقین نہو تو معترض کسی عربی خوان انگریز سے دریافت کر لیوے کہ یہان حرف باے جارہ کے زائد ہونے سے کیا فرق ہوگیا - حق یہ ہے کہ پادری صاحب صرف جاہلون کو مغالطہ دینا چاہتے ہین اور کچھ نہین علاوہ ازین یہ قرأت صرف ابن عامر کی ہے جسکو آنحضرتؐ سے چوتھا واسطہ ہے پس قرآن کے مقابلہ مین کچھ اعتبار نہین قولہ ششم مائدہ کے ۱۵ رکوع مین ہے ان ہذا سحر مبین ملا بعضے کہتے ہین کہ اوس نے ساحر مبین تبلایا ہے دیکھو حافظون نے سحر اور ساحر مین تمیز رکھی اقول حافظون نے خوب تمیز رکھی ہے کہ سحر مبین تبلایا ہے صرف بعض کوفیون نے ساحر پڑھا ہے اور اون مین بھی عمدہ اور افضل قاری عاصم نے سحر پڑھا ہے - اور اگر کسی نے ساحر پڑھا تو کیا قباحت ہے صرف اختلاف قرأت ہے کیونکہ لفظ ہذا جو اس آیت مین آگے ہے قبل ہے اوسکی مشار الیہ یہان دو چیز بنا ہو سکتی ہین اول معجزہ عیسیٰ یعنی مٹی کے پتلے مین

جان ڈالدینا اور اندھے اور برص کو اچھا کردینا دوم خود حضرت عیسیٰ ہین بنا بر روایت قرآن
کے یہ ترجمہ ہے کہ یہود نے یہ معجزات عیسیٰ کے دیکھکر کہا کہ یہ امر یعنی پتلے مین جان ڈالنا
وغیرہ سحر ہے اور بنا بر قرأت دوم کے یہ ترجمہ ہے کہ یہود نے کہا کہ یہ شخص عیسیٰ ساحر ہے
اگرچہ لفظ ساحر اور سحر مین اسم محض اور اسم مشتق کا فرق ہے مگر یہان دونون لفظون
کا مآل ایک ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کو سحر کی تہمت لگائی پس اعتراض محض واہیات ہے،
قولہ ہفتم انعام کے ۷ رکوع مین ہے توفتہ رسلنا بعض کہتے ہین توفاہ رسلنا
اوسنے بتلایا ہے اس جگہہ لفظ توفتہ اور توفاہ مین حافظون نے شک ڈالدیا۔
اقول ہرگز شک نہین سب مسلمان بالیقین توفتہ جانتے ہین اور جملہ قاریون تے
اسی طرح پڑھا ہے صرف حمزہ کی روایت ہے کہ اوسنے توفاہ پڑھا ہے سوائے صحابہ
کے تابعین سے پڑھا ہے اور شخص واحد ہے روایت چندان معتبر نہین اور اگر معتبر
بھی ہے تو عربی دان کے نزدیک کچھہ قباحت نہین کیونکہ جب فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر
حقیقی ہوتا ہے تو فعل کی تذکیر وتانیث مین اختیار ہے پس دونون لفظون میں صرف
تذکیر وتانیث کا فرق ہے مطلب مین کچھہ نہین اور ایسا فرق زبان عرب مین لفظی فرق
بھی نہین کہلاتا علاوہ ازین قریش کا محاورہ وہی معلوم ہوتا ہے جو قرآن مین ہے چنانچہ ایک
جگہہ اور وارد ہے فقد کذبت رسل اور وقالت رسلہم پس اعتراض واہیات ہے
قولہ ہشتم اعراف کے ۱۶ رکوع مین ہے واذ نجینا کم دوسرے کہتے ہین نہین بلکہ
واذ انجاکم اوس نے بولا ہے پس ضرور ان دونون مین سے ایک باطل ہے
اقول محض جاہل کا تو ذکر نہین مگر جس نے کتاب نخشب بھی پڑھ لی ہوگی وہ تو معترض
کے مغالطہ مین کبھی نہین آسکتا کیونکہ یہ دونون ماضی کے صیغہ ہین صرف باب اور ضمیر

متکلم اور غائب کا فرق ہے اور چونکہ فاعل یہان خود حق تعالیٰ ہے اور اس سے قبل اس آیت
مین لفظ اللہ بھی موجود ہے اسواسطے دونون طرح ہونا درست ہے اور دونون صورتون
مین ایک ہی مطلب ہے اور روایت کا یہ حال ہے کہ دوسری روایت صرف ابن عامر
قاری کی ہے پس بمقابلہ قرآن شخص واحد کا اعتبار نہین لیکن تاہم وہ بھی باطل نہین کیونکہ
اوسکا مطلب بھی وہی ہے اگر خلاف ہو تو باطل ہو قولہ نہم اسی کے ۲۳ رکوع مین ہے
مَسَّهُمْ طَآئِفٌ محمد کے بعضے شاگرد کہتے ہین مَسَّهُمْ طَيْفٌ اوس نے کہا ہے جس کے
معنون مین فرق ہے اقول عربی دان کے نزدیک دونون کے معنون مین کچھ فرق
نہین مگر جاہل کا ذکر نہین طائف اور طیف مثل خاطر اور خطرہ کے ایک معنی مین مستعمل
ہین کتب لغت مین دیکھ لینا چاہیے شاہد یہ ہے اعشیٰ شعر ویصبح عن غب
السری وکانما + الم بہا من طائف الجن ولق + کما فی المجمع - دیکھو طائف بجائے
طیف کے ہے - اور یہ روایت ابن کثیر اور کسائی کی ہے ورنہ جملہ قراء نے مثل قرآن
کے پڑھا ہے پس اعتراض واہیات ہے قولہ دہم توبہ کے ۱۳ رکوع مین ہے تَحْتَهَا
الْاَنْهَارُ بعضے قرآنون مین ہے مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ پس دیکھو حافظون نے لفظ مِنْ
بھولا دیا یا زبردستی داخل کیا اقول حافظون نے ہرگز نہین بھولایا اونکو خوب یاد
ہے من قرآن مین نہین اور نہ کسی قاری نے پڑھا صرف ابن کثیر نے من پڑھا تھا سو وہ
روایت چندان معتبر نہین اور اگر بالفرض معتبر بھی ہو تو قباحت نہین صرف اختلاف
قرارت ہے اس سے معنی مین کچھ فرق نہین جس طرح فارسی زبان مین بہر خدا اور از بہر خدا
وبرائے شما واز برائے شما پس اعتراض واہیات ہے اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ دو طرح قرآنون
مین ہے معترض کو لازم ہے کہ اوس قرآن کو پیش کرے قولہ یازدہم یونس کے ۳ رکوع

مین ہے هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ بعضے حافظون نے یسیرکم یاد رکھا وہ ینشرکم بولتے
ہین پس دیکھو کہان یسیرکم اور کہان ینشرکم لفظ اور معنی دونون بدل گئے اسی برتے پر
حافظ کہتے ہین کہ ہم ابتدا سے یاد کرتے آئے ہین **اقول** لاریب حافظ ابتدا سے یسیرکم یاد
کرتے آئے ہین جو اونکے اجماعی اور اصل قرآن مین لکھا ہے اور کل قاریون نے
بھی اسیطرح پڑھا ہے دوسری روایت صرف ابوجعفر اور ابن عامر کی ہے سو قرآن کے
مقابلہ مین چندان معتبر نہین حافظون کا عقیدہ مثل نصاری کے نہین کہ جیسے پادری صاحبون نے
جسطرح انجیل کو بنا دیا اور بڑھا گھٹا دیا اوسی طرح پڑھنے لگے اگرچہ معترض نے دونون لفظون مین
فرق لفظی ومعنوی بیان کیا ہے مگر یہی اختلاف قرأت ہے کہ مآل اور حاصل مطلب ایک ہے
کیا معنی کہ اس آیت مین جناب الٰہی اپنی قدرت کا اظہار فرماتا ہے هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
یعنی وہ خدا ایسا ہے کہ تمکو پھراتا ہے خشکی اور دریا مین اور بموجب ینشرکم[له] یہ ترجمہ ہوا کہ وہ خدا
ایسا ہے کہ پراگندہ او منتشر کرتا ہے تمکو خشکی اور دریا مین پس مطلب ایک ہوا اور اعتراض
واہیات **قولہ** دوازدہم یوسف کے دوسرے رکوع مین ہے فِي غَيَابَةِ الْجُبِّ
بعض کہتے ہین فِي غَيَابَاتِ الْجُبِّ ہو لا تھا پس دونون لفظ مشکوک ہین **اقول** کسی مومن
کو شک نہین جملہ قاریون نے قرآن کے مطابق پڑھا ہے صرف ابوجعفر قاری
نے فِي غَيَابَاتِ الْجُبِّ پڑھا ہے سو وہ شخص تابعی بلکہ تبع تابعی ہے زبانی روایت
کا تحریری قرآن کے مقابلہ مین چندان اعتبار نہین **قولہ** سیزدہم اسی مین ہے يَا
بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ بعض قرآنون مین ہے بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ دیکھو حرف ندا
کا انھون نے یاد رکھا **اقول** تمام قرآنون مین پہلی عبارت ہے اور سب قاریون نے

له- پادری صاحب نے تسیر غلط لکھا ہے کسی قاری نے نہین پڑھا ہان بعض نے ینشرکم پڑھا ہے ۱۲ منہ

بھی اسی طرح پڑھا ہے صرف عاصم اور حمزہ نے دوسری طرح پڑھا ہے سو اوس کا
وہی جواب ہے جو دس دفعہ کہا اور با اینہمہ حرف ندا کا حذف کرنا زبان عرب مین
بہت مستعمل ہے اگر لیاقت ہو تو صرف کافیہ کو ہی دیکھ لو کہ یہ مسئلہ اوس مین بھی لکھا
ہے پس صرف اختلاف قرات ہے اور اعتراض واہیات قولہ چہاردہم اسی
مین ہے یرتع ویلعب یعنے اسکو نہین مانتے وہ کہتے ہین نرتع ونلعب قولہ
یہ بھی اختلاف قرات ہے کیونکہ اگرچہ صرف صیغہ کے غائب اور متکلم ہونے کا فرق ہے
مگر دونون صورتون مین مطلب آیت کا ایک ہے صورت اول مین مطلب آیت کا
یہ ہے کہ برادران یوسفؑ نے اپنے باپؑ سے کہا کہ یوسفؑ کو ہمارے ساتھ کردو کہ یہ جنگل
اور چراگاہ کا سیر کرے اور کھیلے کودے اور دوسری صورت مین یہ ترجمہ ہے کہ یوسفؑ
کو ہمارے ساتھ کردو کہ ہم سب جنگل کا سیر کرین اور کھیلین اور کودین بہرحال یہ ظاہر ہے
کہ برادران یوسفؑ یوسفؑ کو کھیل کود سیر وتماشے کے بہانہ سے جنگل کو لے گئے اور
اصل جواب وہی ہے کہ قرآن کے مقابلہ مین روایات احاد کا چندان اعتبار نہین قولہ
پانزدہم تو یہ کے ۱۱۲ رکوع مین ہے سحر مبین یعنی محمد کا قرآن فریب بازی ہے
دوسرے قرآنون مین ہے لساحر مبین یعنی محمد بھی فریب باز ہے پس لفظ اور
معنی دونون بدل گئے اقول اس کا جواب وہی ہے جو معترض کے چھٹے قول کا
جواب ہے کیونکہ دونون جگہ ایک ہی لفظ اور ایک ہی راوی کا اختلاف ہے یعنی
جسطرح یہود حضرت عیسیٰؑ کے معجزات دیکھکر کہتے تھے کہ مٹی کے پتلے مین جان ڈالدینا
اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا عیسیٰؑ کی فریب بازی ہے یا عیسیٰؑ خود فریب باز ہے دونون
صورتون مین ایک ہی مطلب تھا اسی طرح بیان بھی ہے اسکی ایسی مثال ہے

جس طرح کوئی کہے کہ پادری عمادالدین نے صرف اسی ایک قول مین دو جھوٹ بولے ایک یہ ہے کہ یہ عبارت سورۂ یونس مین ہے نہ سورۂ توبہ مین دوسرا جھوٹ یہ ہے قرآن مین لکھا جو ٹھیک ہے اور وہ کہتا ہے کہ کیچ مچ ہے یا اس عبارت طویل کے عوض مین کوئی یہ کہے کہ پادری عمادالدین بڑے جھوٹے ہین تو دونون کا ایک ہی مطلب ہے۔

قولہ شانزدہم یوسفؑ کے ۸ رکوع مین ہے وَقَالَ لِفِتْيَتِهِ بعض قرآنون مین ہے وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ **اقول** یہ بھی اختلاف قرأت ہے اور دونون کے ایک معنی ہین اور ایک ہی صیغہ جمع کا ہے صرف وزن کا فرق ہے کہ اول جمع قلت[1] ہے اور دوسری جمع کثرت اور باتفاق نحاۃ ایک جمع دوسری کے مقام پر بولی جاتی ہے اور یہان بھی معترض نے وہی معمولی جھوٹ بولا کہ بعض قرآنون مین لِفِتْيَانِهِ ہے حالانکہ تمام دنیا کے قرآنون مین لِفِتْيَانِهِ ہے لِفِتْيَتِهِ کسی قرآن مین نہین۔ ناظرین اس دقیق کارسازی مین غور کرین **قولہ** ہفتدہم رعد کے پہلے رکوع مین ہے ءَاِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ دوسرے قرآنون مین ہے اِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ پس ہمزہ استفہام کا یا تو قاریون نے بھلا دیا یا بھول گئے ہین **اقول** نہ قاریون نے بھلایا نہ کوئی اور بھول گیا سب قاریون نے قرآن کے مطابق دونون ہمزہ پڑھے ہین یہ صرف نافع اور کسائی نے اختلاف قرأت کیا ہے سو اسکا جواب مذکور ہو چکا ہے علاوہ اس کے یہ قاریون کی زبان اور ملک کا محاورہ ہے کہ جس جگہ ایک ہمزہ استفہام کا دوسرے ہمزہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے تو بعض دونون مین سے اول کو کافی جانتے ہین بعض دوسری کو بعض ایک کو مطول پڑھتے ہین اور بعض دوسرے کو بہرحال اختلاف قرأت ہے **قولہ** ہیژدہم اسی کے ۶ رکوع مین ہے سَيَعْلَمُ الْكَافِرُ بعض کہتے ہین کہ محمدؐ نے

---

[1] قال ابو علی الفتیۃ جمع فتی فی العدد القلیل والفتیان فی الکثیر و مثل فتیۃ اخوۃ انتہی مجمع البیان ۱۲

کہا ہے سَیَعْلَمُ الْکُفَّارُ پس جمع اور واحد کا فرق ہے اقول بیان بھی معترض نے غلطی
کی اور جھوٹ بولا کیونکہ قرآن میں سَیَعْلَمُ الْکُفَّارُ ہے نہ سَیَعْلَمُ الْکَافِرُ اور یہ روایت
صرف ابو جعفر اور ابو عمرو کی ہے ورنہ باقی جملہ قاریوں نے قرآن کے مطابق پڑھا ہے اور
باینہمہ دونون صورتون مین مطلب کا اختلاف نہین کیونکہ الکافر پر الف ولام استغراق
کا ہے اور جملہ کافر اد رہین اور عربی زبان مین دونون طرح بولا کرتے ہین کچھ فرق نہین جیسطرح
قول چہارم مین مذکور ہوا۔ پس یہ بھی اختلاف قراءت ہے قولہ نوزدہم کہف کے ۲ رکوع مین ہے
تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ بعضے شاگرد کہتے ہین تَذْرُوْهُ الرِّيحُ اوس نے سکھلایا ہے پس
واحد جمع کا فرق ہے اقول یہ اختلاف قراءت اکثر مفسرون نے لکھا بھی نہین اور بالفرض
اگر ہو تو کیا قباحت ہے جمع اور واحد کا فرق ہے اور ایسی چیزون مین جن کے افراد اور
اجزا اور ماہیت اور قلیل وکثیر کو ایک ہی نام سے بولین جس طرح ہوا اور پانی کہ بہت
سی ہوا اور پانی کو بھی ہوا اور پانی کہتے ہین اور ایک قطرہ کو اور ذرا سے پانی اور ہوا کو
بھی پانی اور ہوا کہتے ہین واحد اور جمع بولنا برابر ہے بنا بر قرآن کے یہ ترجمہ ہوا کہ اوڑا
لیجاتی ہین اوسکو ہوائین اور دوسری روایت کے موافق یہ ترجمہ ہوا کہ اوڑا لیجاتی ہے اوسکو
ہوا پس اعتراض واہیات ہے قولہ ۲۰ انعام کے ۷ رکوع مین ہے يَقُصُّ الْحَقَّ
بعض کہتے ہین يَقْضِي الْحَقَّ اقول بیان معترض نے یہ سفسطہ کیا ہے کہ قرآن
اور اکثر قاریون کی روایت کو بعض سے منسوب کر کے ضعیف کر دیا ہے اور روایت
ضعیف کو قوی ظاہر کیا ہے پس کسی قرآن مین يَقْضِي الْحَقَّ نہین اور بہر حال حاصل
مطلب اور مآل مین کچھ فرق نہین بنا بر قرآن کے یہ ترجمہ ہوا کہ خدا بیچ اور حق بات کو
بیان کرتا ہے اور بنا بر دوسری روایت کے یہ ترجمہ ہوا کہ خدا سچ اور حق بات کا حکم دیتا ہے

یا سچ اور حق بات فرماتا ہے پس اعتراض واہیات ہے قولہ ہم کو خوب یقین ہوگیا کہ عیسائیون اور یہودیون نے مسلمانون کی نسبت اپنی کتابون کو زیادہ محفوظ رکھا ہے اب ہم ایک نقشہ لکھے دیتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ قرآن مین کس قدر غلطیان ہین حافظون اور قاریون سے کی ہین الخ **اقول** نقشہ کا حال یہ ہے کہ جیسے اعتراض اوپر مذکور ہوئے ہین ایسے ہی بلکہ ان سے بھی زیادہ واہیات لچر لکھے ہین چونکہ عمدہ الفاظ و اعتراضات کا جواب ہوچکا لہذا ہر ایک لفظ کے جواب کی کچھ ضرورت نہین یہی جوابات کافی ہین جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض بعض قاریون کی روایات احاد اس قرآن اجماعی و متواتر کے مقابلہ مین معتبر نہین اور ہم کو قرآن کے باب مین زیادہ توضیح کی حاجت نہین یہ ایسا ظاہر اور بین حق ہے کہ جس کے باب مین مخالف بلکہ نصاریٰ بھی از خود شہادت دیتے ہین چنانچہ مسٹر راڈول صاحب اور ایڈورڈ گبن اور سر ولیم میور صاحب کے اقوال پہلے مذکور ہوچکے ہین جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مین کچھ تحریف نہین ہوئی اور غالبًا دنیا مین کوئی اور ایسی کتاب نہین جو بارہ سو برس تک ایسی صحیح المتن رہی ہو۔ اور پادری صاحب جو یہ لکھتے ہین کہ عیسائیون اور یہودیون نے مسلمانون کی نسبت اپنی کتابون کو زیادہ محفوظ رکھا ہے سو خواہ مخواہ پادری صاحب اہل اسلام کو چھیڑتے ہین اور اپنی کتابون کی تفضیح کراتے ہین بھلا اوس کتاب کی تحریف کیونکر مخفی ہوسکتی ہے جس کے باب مین یہ قول مشہور ہے کہ ڈاکٹر مل صاحب نے جو تین سو چھپن ۳۵۶ نسخہ انجیل کے ملائے تو ڈیڑھ لاکھ اختلاف عبارت کے نشان دئے اور تیس ہزار اختلاف جمہور کو مسلم ہین کما فی الاعجاز۔ اور خود پادری صاحب مخاطب کو بھی اس کتاب مین جابجا تحریف کا اقرار ہے مگر اوسکا نام سہو کاتب یا اختلاف قرارت رکھا ہے مجھکو یقین ہے کہ جو شخص

انجیل کا معتقد نہو اور اہل علم ہو تو وہ کو ہرگز اختلاف قرأت نہین کہے گا کیا معنی کہ اختلاف قراءت یہ ہے کہ ایک لفظ مختلف تلفظ سے پڑھا جاوے یا اوسکے قایم مقام اوسکا مرادف لفظ بولا جاوے بشرطیکہ معنی و مطلب مین اختلاف نہو اور اگر تلفظ کے اختلاف سے معنی مین اختلاف و اختلال ہو جاوے تو پہر اختلاف قرارت نہیں وہ تحریف ہے اور یہ اختلاف قرارت ہر کتاب مین اوسی وقت تک رہتا ہے جبتک وہ کتاب اوسی زبان مین رہے اور اگر اوس کتاب کا ترجمہ ہوا تو پہر وہ اختلاف قرأت اکثر ترجمہ مین نہین جاتا خصوصاً جبکہ ترجمہ لفظی نہو۔ اب ہم کہتے ہین کہ اگر انجیل مین کسی جگہہ اختلاف قرارت تسلیم بھی کیا جاے تو وہ اختلاف اونہین اصل انجیلون تک رہا ہوگا جو مصنفون نے اونکی زبان مین لکہی تھین ترجمون سے اون زبانون کے اختلاف قرأت کو کچہہ علاقہ نہین جسطرح اوپر مذکور ہوا علاوہ اس کے ہر ایک زبان مین اختلاف قرأت کا محل اور موقع ہے اور یہ محل ہر ایک زبان کا جدا گانہ ہے ایسا نہین کہ ہر لفظ مین جو چاہا اختلاف قرأت ہو سکے مثلاً عربی الفاظ مالک اور ملک اور سراج و سرج اور اُسری و اُساری اور بعد اور باعد اور اَنجینا و نجینا وغیرہا اور الفاظ فارسیہ مثلاً آب و آو اور اشکم و شکم اور ہندی مین مثلاً لوگ اور جگ اور ٹھش و جکہہ وغیرہا مین گنجایش ہے کہ ایک لفظ کو بجاے دوسرے کے پڑہ سکے نہیکہ ہر ایک لفظ کو جس طرح چاہے پڑہ سکے پس جن عبارتون مین کہ عیسائی اختلاف قرأت کے قائل ہین یعنی ڈیڑہ لاکہہ مقامات مین ہم اوسوقت اختلاف قرأت تسلیم کرین گے جبکہ مصنفون کی اصلی زبانون کی اناجیل مین اختلاف ہوا اور بعد اوس کے ہر لفظ کا اختلاف تلفظ اوس زبان کے کتب لغت مین یا دیگر عبارات مین بھی تصدیق کر لیا جاوے اس دعوی کی تصدیق کے واسطے مدعیان اختلاف قرارت یعنی عیسائیون کو لازم ہوا کہ حواریون

کی عبرانی و یونانی و لاطینی انجیلون کو پیش کرین اور ایک زبان کی انجیل کے اسقدر متعدد نسخہ پیش ہون جن سے یہ اختلاف بھی ظاہر ہو کیونکہ ایک نسخہ سے اختلاف ثابت نہوگا اور بعد پیش کرنے متعدد و مختلف نسخہ اصل اناجیل کے زبان عبرانی و یونانی و لاطینی کی کتب قواعد و لغت بھی پیش کرین تا کہ جس لفظ مین اختلاف قرأت ہو اوسکی تصدیق اون سے کرلی جائے کہ آیا اس زبان مین یہ لفظ مختلف طور پر پڑھا گیا ہے یا نہین اور دوسرے لفظ سے معنی مین کچھ خلل پڑتا ہے یا نہین اگر ان جملہ شرائط سے اختلاف قرأت ثابت ہوجاوے تو اوسوقت ہم بھی ان مقامات کو اختلاف قرأت مین داخل کرین گے اور اگرچہ عیسائی لوگ ادب و اعتقاد کے سبب ان ڈیڑھ لاکھ مقامات کو سہو کاتب اور اختلاف قرأت کہین مگر غیر عیسائی صاحب علم ہرگز نہین کہہ سکتا وہ اوسیوقت کہیگا جبکہ جملہ شرائط مذکورہ بالا کو دیکھ لے گا۔ اور بالفرض بعض جگہ اختلاف قرأت ہو لیکن سہو کاتب کا کیا جواب ہے اسصورت مین کونسا نسخہ معتبر ٹھہریگا اور علی الخصوص اوس مقام کا کیا جواب ہوگا جہان یقین کرا دیا گیا ہے کہ لفظ بے دیانتی اور غرض سے بدلا گیا ہے اور مخالف اسلام بھی ایسی تحریف کی شہادت دیتے ہین چنانچہ منجملہ ایسے مقامات کے ایسے دو مقام کو لکھتا ہون جنکے واسطے ہم انجیل مین تحریف ثابت کرتے ہین اور مسٹر گاڈفری ہگنس کے ترجمہ اپالوجی سے نقل کرتے ہین جسکو مصنف محقق نے لکھکر سنہ ۱۸۲۹ء مین مقام اسکیاڈ گرینج متصل ڈانکیسٹر ایشیٹک سوسائٹی مین پیش کیا تھا اور انگلستان کے علماء و حکماء اور تعلیم یافتہ لوگون نے اوسکو ملاحظہ کرکے تسلیم کیا۔ **مقام اول** ترجمہ اُردو کے صفحہ ۱ مین محقق موصوف لکھتا ہے مگر ایک اور عجیب اور نہایت ضروری دلیل ہے کہ عیسائیون کے ساتھ برتاؤ مین آپکی یعنی آنحضرت صلعم کی معاون ہوئی اور جسکو دوست و دشمن

دونون نے لکھا ہے مگر دشمن اوسپر کما ینبغی توجہ نہین کرتے وہ یہ ہے کہ ایک روایت مشہور ہے اور انجیلی تواریخون مین مکتوب و مذکور ہے کہ عیسیٰ نے اپنے رفع سے پیشتر اپنے مریدون سے اقرار کیا تھا کہ ہم تمھارے پاس ایک شخص کو کسی نہ کسی حیثیت مین بھیجین گے جسکو ہماری انجیل کے مترجم یونانی نے پیریک لیطاس لکھا ہے جسکا ترجمہ تشفی دہندہ ہے مسلمانون نے بیان کیا ہے اور اب بھی اونکا یہی قول ہے کہ یہ شخص محمدؐ ہی تھے جنکی نسبت مسیحؑ نے پیشین گوئی کی تھی جسطرح کیخسرو کی پیشین گوئی اشعیا نے کی تھی کہ دونون کے نام لے دئے گئے تھے۔ اور مسلمان یہ بھی کہتے ہین کہ عیسیٰؑ نے جو آپکا نام لیا تھا تو نہ اوس لفظ سے جیسا کہ زبان یونانی اور ہماری تواریخ انجیل مین ہے یعنی پیریک لیطاس بلکہ اس لفظ سے پیریکلیوطاس جسکے معنی تشفی دہندہ نہین بلکہ محمود یا ممتاز کے ہین جو عربی مین لفظ محمدؐ کے معنی ہین اور عیسائیون کی انجیل مین ابتدا مین منجملہ اون دونون لفظون کے دوسرا ہی لفظ تھا مگر بیچ چھپانے کے لیے اوسکو تحریف کر دیا گیا اور عیسائی اس بات سے انکار نہین کر سکتے کہ اون کی کتب موجودہ حال مین تحریفین ہین یا اختلاف قرات ہوا ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہین کہ اس عبارت کے چھپانے کے لیے تمام تحریرین دستی غارت کردی گئین تحریرات دستی کے غارت ہوجانے کا انکار نہین ہوسکتا اور یہ وہ بات ہے جسکی نسبت جواب باصواب دینا مشکل ہے اور قدیمی کتابون کی نسبت تو یہ ہے کہ چھٹی صدی سے قبل کی ایک بھی موجود نہین ۱۵۸۔ اسکے جواب مین یہ کہین گے کہ ترٹولین اور دیگر قدیمی مصنفون کی عبارتون سے ثابت ہوسکتا ہی کہ انجیلی تواریخون کی قرات صحیح قدیم زمانہ مین محمدؐ سے پیشتر ایسی ہی تھی جیسی اب ہے اور اسی لیے اون مین تحریف نہین ہوئی مگر اسصورت مین یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ان

قدیمی مصنفون کی تصنیفون مین تحریف نہین ہوئی جو کہ شاید ہوئی ہو کیونکہ جن لوگون نے
انجیل کی تواریخون کی قدیمی تحریرات دستی کو غارت کیا ہے اونھون نے ایک جعلی کو
ازسرنو لکھنے مین کیا تامل کیا ہوگا جسپر ایک قدیمی مصنف کی تصنیف لکھی ہوئی تھی
اس امر کو اول درجہ کے حقانی عیسائیون نے تسلیم کیا ہے کہ اور اور مقصدون کے
لیے اون مین تحریف ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ ایک صورت مین تحریف کرینگے
وہ دوسری مین بھی کرینگے اور چونکہ لفظ مذکور عبرانی قرار دیا گیا ہے پس اگر غلط لکھا گیا
ہو تو گمان غالب یہ ہے کہ ابتدا کے عیسائی مورخون نے جو دنیا مین سب سے بڑھکر جھوٹے
ہین اپنے خاص مطلب کے لیے جھوٹ بولا ہو اور یہ گمان ضعیف ہے کہ یوحنا حواری
عبرانی شخص نے کوئی غلطی کی ہو کیونکہ وہ عبری اور یونانی دونون زبانین سمجھتا
تھا اور اگر بالفرض فضیلت کی بگڑی زبانون کی اوسکو نقل ہو اور ہمین وجہ لفظ
یونانی کلیطاس کو بجای کلیوطاس کے غلطی سے کر دیا ہو تو اوس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے
کہ یوحنا کے اصل متن مین تحریف ہوئی ہے ۱۵۹ مسلمان یہ بھی کہتے ہین کہ یہ مشہور
بات ہے کہ بہت سے عیسائیون کو بموجب پیشین گوئی کے ایک شخص کا انتظار
تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بناوٹ رومی پادریون اور پروٹسٹنٹ نے
قوانین مذہبی کی اوس عبارت پر کرلی وہ عام نہ تھی اسکی نظیر دوسری صدی مین
مان ٹینی ائس ہے جو کہ ٹرٹولین کی نسبت پہلے ہوا ہے اوسکے پیرو شخص موعود سمجھتے تھے
جس سے کہ اوسکے دشمنون کو موقع ملا کہ اوسکی نسبت از راہ کینہ کے بے اصل بات
مشہور کردین کہ وہ روح القدس ہونے کا دعوی باطل رکھتا ہے ایسے ہی اشخاص
خصوصاً مان ٹینی ائس کی بدولت انجیلی تواریخون مین جھوٹ ملایا گیا اور یہ ماجرا محمدؐ

کے زمانہ سے بہت پہلے ہوا جنکا اصلی تشفی دہندہ ہونا بوجہ آپکی کامیابیون کے ثابت ہے اور
نیز مان ٹینس کے زمانہ کے بعد مگر محمدؐ کے زمانہ سے بہت پیشتر مینس کو بھی اوسکے پیرودن
نے شخص موعود قرار دیا اور رانشو بوسوبر نے ثابت کیا ہے کہ اوسکے پیرو بڑے عالم
اور طاقت ور فرقے تھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اور سب کی بہ نسبت اوس زبان کو
غالباً سمجھتے تھے جس مین عیسیٰؑ نے پیشین گوئی کی تھی اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بارہ
زمانہ آتشین مین شخص معہود کو تمیز نکر سکے لیکن نتیجہ سے ثابت ہوا کہ مینس شخص موعود
نہتھا اور اوسکے پیرو غلطی پر تھے۔ ۱۶۰ یہ بھی اون کا بیان ہے کہ یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ
عیسائی اگر مناسب سمجھتے تو قیمتی تحریرات دستی کو محفوظ رکھ سکتے تھے جیسا کہ بہت سے
اولیا کی لاشون کو اونھون نے بآسانی رکھا ہے مثلاً یوحنا اور مریم اور پطرس اور
پولس وغیرہ کی لاشین جو ایشیا میں ہر روز نظر آتی ہین ۱۶۱ اہل اسلام جنکی
سماعت اس معاملہ مین ضرور ہونی چاہیئے اس بات سے نہ چوکین کے کہ عیسائیون
سے باصرار کہین کہ اس غلط ترجمہ کے چھپانے کے لیے کل تحریرات دستی غارت کردی
گئین یا اون مین جھوٹ ملا دیا گیا اور اگر ایسا نتھا تو وہ غارت کیون کردی گئین
اور عیسائیون کو اسکے جواب باصواب دینے مین بہت کچھ دقت ہوگی کیونکہ تحریرات
دستی کی غارتگری سے انکار نہین ہوسکتا اس لئے کہ وہ موجود نہین مگر مسلمان
اس سے بڑھکر یہ کہین گے کہ اگر خود عیسائیون کی دلیل پیش کیجائے تب بھی مطلب
ثابت ہے کہ وعدہ تو ایک تشفی دہندہ کا تھا پھر یہ کہنا کہ ظہور بارہ زمانہ آتشین کا
وہی شخص موعود ہے محض فضول ہے اور درحقیقت محمدؐ ہی اس شخص کے مصداق ہین اور آپکے
سوا اور کوئی ایسا نہین ہوا اور وہ یہ بھی کہتے ہین کہ حواریونکے اور عیسائیونکی کتاب سے کسیطرح پایا

نہین پاتا کہ روح القدس کا حواریون مین موعود کا آنا ہوا اور صرف زبان سے ایسے دعوی کی
تصدیق نہین ہو سکتی ۱۶۲ مسلمان یہ بھی کہین گے کہ پنتی کاسٹ کی ضیافت مین کہتے ہین کہ
یہ تشفی دہندہ حواریون کے پاس آیا یعنی یقیناً ایک بریدہ زبانہ آتشین نے ہر ایک حواری پر
طاری ہو کر اوسی لمحہ اون کو سب زبانین بولنے کی طاقت بخشی اس ماجرا سے اوس شخص کو جسکے دل
مین تعلیم سے تعصب آ گیا ہو ایک عجیب طور ایک شخص کے آنے کا معلوم ہوتا ہے اور ضرور نہین
کہ وہ فیض روح القدس سے ہی ہووے کیونکہ یوحنا کی بیسوین باب کی ۲۲ آیت سے معلوم
ہوتا ہے کہ خود عیسیٰ نے اپنی رحلت سے تھوڑا پیشتر یہ فیض اونکو عطا کر دیا تھا یعنے
پنتی کاسٹ کی ضیافت کو جسکا ذکر ہم کر رہے ہین دو مہینے بھی نگذرے تھے کہ فیض
مذکور عنایت کیا تھا ۱۶۳ تواریخ دینیہ کی کتاب مین کہین نہین پایا جاتا کہ یہ نام
ہائے آتشین جنسے کہ سب زبانین بولنے کی طاقت عطا ہوئی تھی تشفی دہندہ موعود
تھین اور جو ایسا ہوتا تو ضرور کتاب مذکور مین ہوتا ۱۶۴ اگر اسکے جواب مین
یہ کہا جاوے کہ وہ عطا یا جنکا بیان متی کی انجیل مین ہے اور فیض روح القدس جسکا
بیان یوحنا کی بیسوین باب کی بائیسوین آیت مین ہے صرف چند روزہ تھے اور پھر
لے لیے گئے تھے تو مسلمان جواب دین گے کہ یہ صرف ایک حیلہ ہے جسکی تصدیق متن
یعنی اصل انجیل مین نہین ــ عیسائیون کی پاک کتاب کی اون عبارتون کو اہل اسلام
بطور دلیل اون کے خلاف انتخاب کر سکتے ہین گو وہ انکو خود سند نہین مانتے
۱۶۵ مسلمانون کی دلیل کو بابت ترجمہ لفظ پیریکلیوطاس بجائے پیریکلیطاس کے بڑی مدد اوس
طرز کی وجہ سے ملتی ہے جو کہ سینٹ جیروم نے انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان مین کرنیکے اندر اختیار
کیا تھا جسمین بجائے لفظ پیریکلیوطاس کے لفظ لاطینی پیرکلی طاس لکھدیا تھا اس سے

ثابت ہوتا ہے کہ اوس کتاب مین جس سے کہ سینٹ جروم نے ترجمہ کیا تھا لفظ پیرکلیطو
طاس تھا نہ پیریکلیطاس اسوجہ سے مسلمانون کی اوس بیان کو بہت مدد ملتی ہے
جو پرانی تحریرات دستی کے غارت ہونے کے باب مین وہ کرتے ہین ۱۹۶ لفظ
پیرکلیطاس کے معنی پر پادریون مین بہت اختلاف ہے چنانچہ مشہور بائی گیلس کتا ہے
کہ ارنشائی نے بہت مناسب کہا ہے کہ اوسکے معنی نہ حامی کےہین نہ شفیع وہندہ کے اور یہی کہتا ہے کہ
مین تحقیق خیال کرتا ہون کہ پیرکلیطاس یا تو روح القدس کو کہتے ہین یا معلم یا مالک کو
یعنی بتلانے والا خدا تعالی کی سچائی کا مین اوسکی رایے سے ترجمہ معمولی کے صحیح ہونے
مین مطابقت کرتا ہون گو بعوض لفظ ڈاکٹر کے مین اوسکے حق مین ماسٹر کا لفظ استعمال
کرتا ہون کیونکہ جو معنی کہ اوسنے لفظ مذکور کے لکھے ہین بہتون نے اختیار کئے ہین مگر اوسکے
ثبوت کا طور کچھ عجیب ہی ہے اوسکو چاہیے تھا کہ لفظ مذکور کو کسی محقق کی تصنیفات مین
تلاش کرتا اور اوسکے معنی کی تشریح استعمال سے کرتا اسکے عوض اوسنے اس مصدر سے
بحث کی جس سے لفظ مذکور نکلا ہے اور عبرانی محاورہ سے استعانت لی ۱۹۷ اس لفظ
کے باب مین عالم اور معزز بشپ مارش نے کہا ہے کہ دو لفظ پیریکلیطاس کے تین ترجمے
ہین جنکو اختیار ہے کہ جسکو چاہین پسند کرلین اول معنی حامی کے ہین جو معتبر اور یونانی اکابر
کے نزدیک مسلم ہین اور دوسرے معنی مبیّن کے اور یہ وہ معنی ہین کہ ارنشائی
نے بحوالہ اس لفظ فارقلیط زبان خالدیہ کے کہے ہین جس سے وہ معنی پائے جاتے ہین
اور غالبا خود عیسی نے اونکو استعمال کیا تھا اور تیسری واعظ جسکو کہ مصنف مذکور
نے بحوالہ ایک عبارت مصنفہ فائلو کے تسلیم کیا ہے پس یہ صاف ظاہر ہے اس مشہور
لفظ کے معنی ہین اور اوس پیغمبر کی قسم مین جسکو کہ عیسی نے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا بہت اشتباہ

اور شک ہے میری رای مین اس سے انکار نہین ہو سکتا ۱۶۹ یہ تسلیم کرنا ضرور ہے
کہ لفظ مذکور جیسا کہ بشپ مارش نے لکھا ہے کہ یقیناً عیسیٰ مسیح نے استعمال کیا تھا
مسلمانون کے دعوی کو بہت کچھ سہارا دیتا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عالم سیل صاحب نے
یہان بیان کیا ہے میری رائے مین اہل اسلام لفظ مذکور کو پیریکلیوطاس بنا لینے کا ویسی
قدر اختیار رکھتے ہین جسقدر کہ عیسائی پیری کلیطاس کر لینے کا بلکہ مین کہتا ہون کہ
غلبہ کا پلہ مسلمانون کی طرف ہے کیونکہ عیسائی مجاز نہین کہ پہلی چیز مین لفظ زبان خارجیہ
کے حرف ییٔ یعنی یا کو جو مثل حرکت کسرہ کے ہے یا حرف ایٹا کو کہ یا ممدودہ معروف کے
برابر ہے حرف ایوٹا کے عوض مین بدلین ۱۷۰ حرف ییٔ حروف تہجی زبان خارجیہ
کا دسوان حرف ہے اور شمار مین اوسکے عدد بھی دس ہین پس اگر لفظ مذکور ایک زبان سے
دوسری مین بدلا جاوے تو اوس یونانی حرف سے بدلنا چاہیئے جو دس کے معنی مین
آیا ہے اور جو ابتدا مین حروف تہجی مین دسوان تھا قبل اسکے کہ یونانیون کا حرف
ڈگامہ جاتا رہے جیسا کہ مین نے اوسکو کثرت سے اپنے اوس جواب مضمون مین ثابت
کیا ہے جو درباب جنوب مغربی فرنگستان کے قدیمی پادریون کے لکھا ہے ۱۷۱ مگر مین
علاوہ اسکے یہ بھی کہتا ہون کہ اگر عیسیٰ کا استعمال کیا ہوا لفظ فارقلیط تھا اور یہ کہ اس
لفظ کے معنی ستودہ کے ہین جیسا کہ سیل صاحب کا قول ہے تو اوسکا ترجمہ اس لفظ یونانی
پیریکلیطاس مین غلط ہے یعنی اختلاف قراءت کی جہت سے اور یہ کہ بشپ مارش اور
ارنسٹائی دونون کے کل ترجمہ غلط ہین اور لفظ مذکور اوس لفظ سے مبدل کرنا چاہیئے
جو ستودہ کے معنی رکھتا ہو اور جو واقع مین یہ لفظ پیریکلیوطاس ہونا چاہیئے ۱۷۲ مگر
اس کا ترجمہ فارقلیط علم کے معنی لیکر نکرنا چاہیئے بلکہ اسم صفت کے طور پر کرنا چاہیئے

چنانچہ اہل اسلام بمعنی احمد کے لیتے ہین اگر یہ لفظ عیسی کا استعمال کیا ہوا زبان خالدیہ
یا عبرانی یا عربی کا ہو تو اوس سے وہی مراد پائی جانی چاہیے جو اوسکے معنی اون زبانون
مین تھے اگر وہ خالدیہ کا لفظ عربی مصدر سے مشتق ہوا تو اوسکے وہی معنی جا ہئین
جو عربی مصدر کے ہین اور تب اوسکے معنی ستودہ یا شخص ممتاز کے ہونگے ۱۷۳
اگر ناظرین خوض کرینگے تو معلوم کر لینگے کہ لفظ کلیوطاس کو ہومر اور ہسیڈ دونون
نے بجاے ستودہ آدمی کے استعمال کیا ہے اسطرح سے میری دانست مین اہل اسلام کی
دلیل اس سلیقہ کے ساتھ ہے کہ اگر اونکو اونکی غلطی پر معقول کیا جاے تو عجب نہین کہ
بہت مشکل پڑے یہ ادنی بات ہے مگر اون کی دلیل کا ابطال میری نظر سے نہین گذرا
۱۷۴ وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ
مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ
۱۷۵ مگر مجھکو اس مشہور لفظ فارقلیط کی نسبت کچھ اور بھی کہنا ہے اس کو بشپ مارش
نے جسکے قول کو عیسائی صادق جانتے ہین ایک مسلمان کی منتخب کی ہوئی دلیل مین تسلیم
کر لیا ہے کہ وہ لفظ سریانی یا خالدیہ یا عربی ہے مگر یونانی نہین ان زبانون مین سے
ایک کو یا دو کو محمد ضرور بولتے ہونگے یا ادنی درجہ یہ کہ سمجھتے ہونگے اور یہ یقین کرنے کی
کوئی وجہ نہین کہ لفظ مذکور کے یونانی ترجمہ کی نسبت آپکو کچھ بحث ہوئی ہو کیونکہ عیسیٰ کے کلام کے
کے یونانی ترجمون سے عرب کے لوگون کو کیا غرض تھی عرب مین اون ترجمون کا کیا کام تھا
اون لوگون کو وہ کیا فائدہ پہونچا سکتے تھے جو اونکا ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکتے تھے بجز ایسے
لوگون کو جو اوس اصل زبان کو سمجھتے تھے جسکو عیسیٰ بولتے تھے آپ نے لفظ مذکور اوسی
طرح پر لیا ہوگا جیسے کہ منقول چلا آتا تھا یا جیسا کہ سیل صاحب نے اوسکو لکھا ہے جسکے معنی

ستودہ کہین اوراس سے زیادہ غالباً آپ نے کبھی دریافت نہین کیا   یہ خیال کرنا
کیسا بیہودہ ہے کہ اپنی خاص زبان کے ایک لفظ کے معنی کی تشریح غیر زبان مین ڈھونڈھے
آپنے لفظ مذکور کو مثل دوسرے فرقون اوس زمانہ کے شخص انسانی پر محمول
کیا اور یہ اجازت نہین دی کہ اوسکو ثالث ثلثہ کہین جیسا کہ اس زمانہ کے عیسائی عموماً
کہتے ہین یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے اوسکو احمد کے معنی مین لیا ہو اور اوسکی نسبت کبھی
جھگڑا یا شک نہ کیا ہو   ۱۷۶   عہد جدید مین اسقدر پیشین گوئی محمدؐ کی نسبت ہے
مگر آپ کے پیرودن کا قول ہے کہ عہد عتیق مین بھی آپکی پیشین گوئی بقید نام کی
گئی ہے پادری اور نہایت دیندار پارکھرسٹ صاحب کا قول جو ایسے شاہد ہین
جنکو شہادت دینی منظور نہین اس لفظ حما کی مادہ کی نسبت یہ ہے کہ یہ لفظ سب
قسمون کی پاک چیزون یعنی دونون قسمون کی عبادت سچی اور جھوٹی پر بولا جاتا ہے جنسے
ہر فریق علی حسب مراتب خواہش اور محبت رکھتے تھے دیکھو انٹرال ہیگ   دوم صفحہ ۷
اور آئیگا مطلوب کل قومون کا ویاؤ حمدۃ کل ہگوییم   اس مادہ سے مزعوم پیغمبر محمدؐ کا نام نکلا
۱۷۷   پارکھرسٹ صاحب کی اس عبارت پر ایک مسلمان کہے گا کہ دیکھو عہد جدید اور نیز
عتیق مین آپکی نسبت پیشین گوئی بقید نام کے کی گئی ہے اور اس پیشین گوئی کی نسبت جو
عیسیٰ مسیح کی طرف کی گئی واقع مین غلط ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وہ اوس شخص
کی نسبت تھی جسکو خود عیسیٰ نے اپنی رسالت تمام کرنے کے لیے بھیجا تھا اور انجیل لوقا
کے باب ۲۴ ورس ۴۹ مین لفظ - اپی گیلین (یعنی وعدہ) سے اوسکی طرف اشارہ فرمایا
تھا اور اسکی بابت مین تمھاری خاص نہایت مشہور پادری پارکھرسٹ صاحب کا حوالہ
رکھتا ہون کہ اوس سے مراد محمدؐ ہین نہ عیسیٰ یا روح القدس اور یہ علاوہ اس سبب کے ظاہر ہے

کہ پیشین گوئی مین محمدؐ کا نام موجود ہے اس مقام پر یہ دعوی نہین کر سکتے کہ مسلمانون نے
تحریف کی ہوگی اور صفحہ ۹۹ مین ہے تیسری صدی کی انجیلی تواریخون مین تحریف کی
مشکلات کو مکیلس اور پادری مارش نے باصرار بیان کیا ہے تیسری یا چوتھی صدی مین
ہماری انجیلی تواریخون کی تحریف کے خلاف جو دلائل ہین وہ اوسی زور کے ساتھ بلکہ
اوس سے کسی قدر زیادہ برناس کی انجیل کی تحریف کے خلاف بھی عاید ہوتی ہین
جو کہ بہت عرصہ کے بعد یعنی ساتوین صدی مین ہوئی تھی کیونکہ جسقدر وہ بعد کو ہوئین
اوسی قدر ظاہراً زیادہ دقت ہوئی ہوگی ۱۹۳ برناس کی انجیلی تواریخ کا جس سے
وہ کہتے ہین کہ محمدؐ نے قرآن مین اکثر نقل کی ہے مشرق مین بہت بڑا رواج تھا
اوسمین محمدؐ کی آمد کی متواتر پیشین گوئی ہوئی ہے ڈاکرویٹ کا قول ہے کہ محمدؐ کی
کاربراری کے لیے اوسمین تحریف کی گئی ہے یہ ممکن ہے اور ہم کو اس صورت مین تعجب
بھی نہین ہوتا جبکہ رومی اور پروٹسٹنٹ عیسائیون نے اپنے قدیمی اور حال کے
متبرک نوشتون مین سخت بے غیرتی سے ایسا ہی کچھ کیا ہے دوسرا مقام تحریف کی
نظیر مین وہ عبارت ہے جس سے بعض فرق نصاری تثلیث ثابت کرتے ہین اور اپنی عقل و
فہم کو معطل کر کے ایک خدا کو تین اور تین چیزون کو ایک کہتے ہین اور خود بھی اسکو
غیر معقول جانتے ہین مگر یہ عذر پیش کرتے ہین کہ چونکہ یہ امر کلام الہی مین وارد ہے اسواسطے
اسکا اعتقاد کرنا ضرور ہے گو غیر معقول ہے اس مقام کی نسبت بھی محقق گاڈفری
ہیگنس لکھتے ہین دفعہ ۱۹۲ مسلمان کہتے ہین کہ عیسائی پادریون نے انجیل کو ایسا تحریف
کر دیا ہے کہ اون پر کچھ اعتبار نہین کیا جا سکتا اور بے شک اگر ایک سرے سے تحریف
کی نظیر طلب کیجائے اور وہ یوحنا کے پہلے صحیفہ کے پانچوین باب کے ساتوین آیت کو پیش کر کے

جسکی تحریف پارسن اور نیوٹن اور نیز اورون کی تصنیفون مین ثابت کی گئی ہے جو بآسانی ویٹ صاحب کے خلاصہ مین پائی جاتی ہے تو ایک عیسائی کو اوسکے جواب دینے مین بہت دقت ہوگی ——— دفعہ ۱۹۴ یوحنا کی عبارت مرقومہ بالا اوسکی مثال ہے رومی گرجا والون کے پادریون نے غالباً یہ دغا گستاخانہ کی تھی لوتھر نے اپنی مشتہر کی ہوئی انجیل مین اسکو چھوڑ دیا اور کہتے ہین کہ وقت نزع اوسنے اپنے پیرون سے نہایت التجا سے درخواست کی کہ میرے نام سے اسکو مندرج نکرین مگر اس پر التفات نکیا گیا اور انجیل مین جسکے عنوان سے لوتھر کی تصنیف ثابت ہوتی ہے وہ جملہ لوتھر کے جرمنی گرجا مین داخل کی گئی ——— اسطرح سے اگر رومی پادریون سے اس دینی مغالطہ کی بنا ہوئی تو اوسکو پروٹسٹنٹ نے اختیار کیا جسکی حفاظت مین وہ کچھ سرگرم نتھے اور نہ اب ہین ——— یہ منجملہ تیس ہزار اختلاف قراءت کے صرف ایک ہے جسکو پادری تسلیم کرتے ہین کہ صحیفون اور انجیلون مین موجود ہے کتاب کوڈکس مانٹ فورٹی انیس مین جو اب ڈبلن کے عام کتب خانہ مین موجود ہے عمداً متن کتاب کی تمامیت کے لیے جعل کیا گیا تھا انتہی کلامہ ——— اور ہارن صاحب جلد دوم کے صفحہ ۲۱ مین لکھتے ہین کہ درس ۳۵ باب اول لوقا مین بعض الفاظ واسطے دفع شبہہ یوٹی کیشن کے جو ہونے دو طبیعتون کے مسیح مین انکار کرتے ہین ترجمون سریانی اور عربی اور فارسی اور حبشی اور دیگر ترجمون اور بہت سے حوالے مرشدون مین بڑھائے گئے ہین اور درس ۴۳ باب ۲۲ لوقا اور نسخہ اسکندریانوس اور بعض اور نسخون مین چھوڑا گیا اس لئے بعض دیندار عیسائیون نے خیال کیا کہ قوت دینی فرشتہ کی خداوند کو بسبب نقصان درجہ الوہیت مسیح کا ہے کما فی الاعجاز صفحہ ۲۷۰ اور خود عمداً زیادتین

کتاب کے صفحہ ۳۰۰ مین لکھتے ہین کہ یہ عبارت مشکوک ہے معلوم نہین کہ مصنف کی
ہے کہ حاشیہ کی اور محققین یورپ بندای جہوری کہہ رہے ہین کہ یہ عقیدہ الوہیت مسیح کا
کونسل نیس مین مقرر ہوا تھا جو ثانی نیرو قیصر روم کے عہد مین ۳۲۵ع مین منعقد ہوئی تھی
اور قیصر اس کونسل کا سرپرا کار تھا اور بخیال سلطنت آرای دین مسیحی کو اپنے اختیار
کر لیا تھا یہ دو مقام وہ ہین جنکے باعث عیسائی شرف اسلام سے محروم رہ گئے اور باہم بھی
مختلف ہوکر بہت سے فرقے ہوگئے اور پادریون کے اغوا سے ہزارون آدمی قتل ہوگئے
اور آگ مین جلوادے گئے جسطرح مذکور ہوا اسپر عماد الدین کہتے ہین کہ ہمارے لئے ان
مقامات سے کچھ نقصان نہین بس حیف ہے ایسی بے بصیرتی اور تعصب پر اس سے
زیادہ کیا نقصان ہوتا جو ہوا —— ان دو مقامات کے علاوہ عام تحریف کا تو ذکر
بھی نہین اور نہ ہم کو اوسکے بیان کی حاجت خود علما اور محققین عیسائی بندائی جہوری
پکار رہے ہین چنانچہ لوتھر صاحب امام فرقہ پروٹسٹنٹ پوپ اور اوسکے متعلقین کے
حق مین اپنی کتاب کی ساتوین جلد صفحہ ۴۰۴ مین لکھتے ہین کہ اگر مین حاکم ہوتا تو خرابی
اور دغاباز پوپ اور اوسکے متعلقین پوپ اور اونکے کمبختی مشکین بندھوا کر سمندر
مین ڈلوادیتا اور اوسی جلد کے صفحہ ۴۵۱ مین لکھتے ہین کہ پوپ اور اوسکے متعلقین
عہدہ دار ایک گروہ خرابانی اور بیباک اور شریرون اور مردکون اور فریبیون اور
جھوٹون کا ہے اور ایک سنڈیاس بڑے شریرونکا ہے اور بہت بڑے شیطانون
جہنمی سے ایسا بڑہ ہے کہ اوسکے تھوک اور سنک مین بھی شیطان نکلتے ہین اور صفحہ ۱۰۹
جلد دوم کتاب مذکور مین پوپ کو دجال لکھتے ہین جیسا کہ یہ سب اقوال کاتلک ہرلڈ
کی نوین جلد صفحہ ۲۰۷ مین منقول ہین —— ہارن صاحب ترجمہ لاطینی کے حق

مین جو مدار ایمان فرقہ رومن کا تلک کا ہے چوتھی جلد کے صفحہ ۶۳ ۴ مین لکھتے ہین
کہ پانچوین صدی سے پندرھوین صدی تک بہت خرابیان اور الحاق اوس مین
ہوئے ہین اور پھر صفحہ ۴ ۶ ۴ مین لکھتے ہین کہ یہ بات ضرور یاد رکھی جاوے کہ کوئی
ترجمہ مثل ترجمہ لاطینی کے خراب نہین کیا گیا اوسکی نقل کرنے والون نے بہت ہی
ناجایز بے قیدی سے عہد جدید کی ایک کتاب مین دوسری کتاب کے فقرے داخل
کئے اور عبارت حاشیہ کی متن مین درج کرلی کما فی الاعجاز صفحہ ۸ ۴ اور پھر
ہارنصاحب بلا تخصیص کسی ترجمہ کے عموماً ہر ایک انجیل کی نسبت جلد دوم کے
صفحہ ۳۱ ۳ مین لکھتے ہین کہ بہت سے اسطرح کے الحاق بسبب خیالی اصلاح کے اعمال حواریین
مین اور جہان کوئی مکرر ذکر ہوا ہے کاتبون نے اور اون سے زائد مترجمون نے ذکر ناقص
مین دوسری جگہہ سے لیکر ملا دیا ہے اور بلا شبہہ بعض خرابیان قصداً اوبعضون نے بھی کی
ہین جو دیندار کہلاتے ہین اور بعد اونکے وہی خرابیان ترجیح دیجاتی تھین تاکہ اپنے
دعوی کو قوت دین یا اپنے سے کسی اعتراض کو رفع کرین اور یہ جو اس بنیاد اختلاف
عبارت کو کسی نے کم معلوم کیا ہے اس لیے ہم دو تین نمونون کو فاف کی کتاب سے
جس مین اختلاف عبارت کا بیان ہے ذکر کرتے ہین الخ کما فی الاعجاز صفحہ ۸ ۷ ۲
اسپر پادری عماد الدین اس کتاب کے صفحہ ۳۸ مین لکھتے ہین کہ قرآن اور اوسکے
مفسر پکار پکار کر کہتے ہین کہ اہل کتاب نے قصداً تحریف کی ہے مگر مولوی صاحب
چونکہ قرآن کے اس جھوٹے دعوے کو ثابت نہین کر سکے اس لیے پہلے ہی سے بندش
باندھتے ہین فقط اب وہ محقق گاڈفری ہیگنس اور فاف اور لوتھر اور ہارن وغیرہ کے
اقوال کو ملاحظہ کرین اور خدا سے تو نہین شرماتے مگر بندون سے ہی شرمائین کہ موجی

صاحب نے تحریف قصدی ثابت کر دی ہو یا نہیں سبحان اللہ ایسے جوابات پر ناز کیا ہو کہ اعجاز عیسوی کی
کا جواب لکھدیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور لوتھر صاحب وغیرہ کے
اقوال کا جو یہ جواب دیا ہے کہ لوتھر صاحب پوپ کو بیشک برا کہتے ہیں اوسکا چال چلن
اچھا نہ تھا جیسے آپ کے مذہب مین بڑے بڑے پیر اور اولیا ہوتے ہین جو محض جھوٹ
اور فریب سے دنیا کو ٹھگتے ہین ویسے ہی وہ پوپ بھی تھے جس سے لوتھر صاحب
ناراض ہو کر برا لکھتے ہین فقط یہ جواب بھی محض مغالطہ اور ابلہ فریبی ہے بے شک
اہل اسلام مین بھی بعض بعض اس قسم کے پیر او گمراہ کنندہ ہوئے ہین اور ہر ایک مذہب
مین ہوتے ہین مگر پادری صاحب یہ تو خیال کرین کہ ایسے اشخاص کا دست رس قرآن
پر تو نہین ہوا کتاب خدا مین تو اونکا بس نہین چلا یہان تو اس امر کا ذکر ہے
کہ اشرار اور نیز دیندار عیسائیون نے قصداً انجیل کو محرف کر دیا اور اشرار اسلام
قرآن مین کچھہ تصرف نہین کر سکے اگر کسی نے معانی قرآن مین یا مسائل فرعیہ
مین یا طریقہ عمل مین جہال کو بہکایا تو علما نے اونکو پھر درست کر دیا دوسرون تک اونکی
ضلالت کا اثر نہ پہنچا مگر عیسائی شریرونکا اثر ایسا ساری ہوا کہ جسکے سبب اصل
کتاب اور اصول دین خراب ہو گئے علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ تحریف کا مرتبہ خواہ
قصداً ہو خواہ بلا قصد بعد اثبات اصل انجیل کے ہے ہم تو اس امر کے مدعی ہین
کہ چند وجوہ سے اصل انجیل کا ہی وجود نہین عیسائیون نے بے اعتنائی سے اوسکو
گم کر دیا وجہ اول یہ ہے کہ عیسائیون کے پاس کوئی ایسی دلیل نہین جس سے
انجیل کے کتاب سماوی ہونے کا کسی دوسرے پر اثبات کرین اور خود انجیل مین بھی
مثل قرآن کے کوئی ایسی عجیب بات نہین جو اوسکے سماوی اور کلام ربانی ہونے

برشاہد ہو البتہ اہل اسلام پر قرآن کے ذریعہ سے انجیل کا اثبات ہوسکتا ہے پس ہم اہل اسلام انجیل اور صاحب انجیل کے باب مین اوسی قدر اعتقاد کرسکتے ہین جسقدر قرآن مین مذکور ہے کہ حق تعالی نے ایک کتاب جس مین کچھ احکام الہی تھے حضرت مسیح کو عطا فرمائے تھے چنانچہ سورۂ مریم مین قول مسیح کی اسطرح حکایت ہے اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِی نَبِیًّا اور سورۂ مائدہ مین ہے وَلْیَحْکُمْ اَھْلُ الْاِنْجِیْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْہِ انکے سوا اور بھی آیات ہین جن سے ظاہر ہے کہ انجیل عہد مسیح مین ایک معین اور مشخص اور مکتوب چیز تھی اور اقرب یہ ہے کہ حضرت نے اپنے مرفوع ہونیسے پیشتر ضرور اوسکو لکھوا دیا ہوگا تاکہ اوسپر اطلاق کتاب کا عہد مسیح مین صحیح ہو اور اگر یہ بھی نہو تو بوجہ معرف بلام ہونے لفظ کتاب کے ضرور ہے کہ وہ کلام اور وحی الہی ایسا موتلف اور مسلسل اور معین ہو کہ جسکی ابتدا اور انتہا ہو اور جس کو اوس عہد کے مومنین زبانی یاد کرلین اور اگر کوئی اوس کے درمیان دوسرا کلام ملا دے تو وہ الحاق معلوم ہوجاوے کہ یہ فقرہ انجیل کا نہین اور ہم جو اناجیل اربعہ مروجہ کو دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اونکو بقول نصاری حواریون نے اور اونکے شاگردون نے بعد رفع مسیح مدت بعد مختلف طور پر بطور تاریخ مسیح کے بیان کیا ہے گویا یہ مسیح کے چال چلن اور سیرت کی تاریخی کتابین ہین جسطرح اہل اسلام کے پاس حبیب السیر اور روضۃ الصفا وغیرہ مین ضمناً کہین کہین اقوال روزمرہ مسیح اور تقریرات متشتتہ اور مواعظ متفرقہ مسیح بھی داخل ہین اور اگر بر سبیل تنزل ہم یہ بھی فرض کرین کہ اطلاق کتاب کے واسطے بعد مسیح کے بھی کتابت کافی ہو تو بھی یہ اناجیل انجیل عیسی نہین کیونکہ مصنف ہر انجیل کا ایک ایک شخص ہے کہ ہر ایک نے حسب ضرورت مختلف اوقات

صاحب نے تحریف قصدی ثابت کر دی ہے یا نہیں سبحان اللہ ایسے جوابات پر ناز کیا ہے کہ اعجاز عیسوی کی
کا جواب لکھدیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور لوتھر صاحب وغیرہ کے
اقوال کا جو یہ جواب دیا ہے کہ لوتھر صاحب پوپ کو بیشک برا لکھتے ہین اوسکا چال چلن
اچھا نہ تھا جیسے آپ کے مذہب مین بڑے بڑے پیر اور اولیا ہوتے ہین جو محض جھوٹ
اور فریب سے دنیا کو ٹھگتے ہین ویسے ہی وہ پوپ بھی تھے جس سے لوتھر صاحب
ناراض ہو کر برا لکھتے ہین فقط یہ جواب بھی محض مغالطہ اور ابلہ فریبی ہے بے شک
اہل اسلام مین بھی بعض بعض اس قسم کے پیر او گمراہ کنندہ ہوئے ہین اور ہر ایک مذہب
مین ہوتے ہین مگر پادری صاحب یہ تو خیال کرین کہ ایسے اشخاص کا دست رس قرآن
پر تو نہین ہوا کتاب خدا مین تو اونکا بس نہین چلا یہان تو اس امر کا ذکر ہے
کہ اشرار اور نیز دیندار عیسائیون نے قصداً انجیل کو محرف کر دیا اور اشرار اسلام
قرآن مین کچھ تصرف نہین کر سکے اگر کسی نے معانی قرآن مین یا مسائل فرعیہ
مین یا طریقہ عمل مین جہال کو بہکایا تو علما نے اونکو پھر درست کر دیا دوسرون تک اونکی
ضلالت کا اثر نہ پہنچا مگر عیسائی شریرونکا اثر ایسا ساری ہوا کہ جسکے سبب اصل
کتاب اور اصول دین خراب ہو گئے علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ تحریف کا مرتبہ خواہ
قصداً ہو خواہ بلا قصد بعد اثبات اصل انجیل کے ہے ہم تو اس امر کے مدعی ہین
کہ چند وجوہ سے اصل انجیل کا ہی وجود نہین عیسائیون نے بے اعتنائی سے اوسکو
گم کر دیا وجہ اول یہ ہے کہ عیسائیون کے پاس کوئی ایسی دلیل نہین جس سے
انجیل کے کتاب سماوی ہونے کا کسی دوسرے پر اثبات کرین اور خود انجیل مین بھی
مثل قرآن کے کوئی ایسی عجیب بات نہین جو اوسکے سماوی اور کلام ربانی ہونے

برشاہد ہو البتہ اہل اسلام پر قرآن کے ذریعہ سے انجیل کا اثبات ہو سکتا ہے پس
ہم اہل اسلام انجیل اور صاحب انجیل کے باب مین اوسی قدر اعتقاد کر سکتے ہین
جسقدر قرآن مین مذکور ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک کتاب جس مین کچھ کلام الہی تھے
حضرت مسیح کو عطا فرمائے تھے چنانچہ سورۂ مریم مین قول مسیح کی اسطرح حکایت ہے
إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا اور سورۂ مائدہ مین ہے وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ
بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ انکے سوا اور بھی آیات ہین جن سے ظاہر ہے کہ انجیل عہد مسیح
مین ایک معین اور مشخص اور مکتوب چیز تھی اور اقل یہ ہے کہ حضرت نے اپنے مرفوع
ہونیسے پیشتر ضرور اوسکو لکھوا دیا ہوگا تاکہ اوسپر اطلاق کتاب کا عہد مسیح مین صحیح ہو اور اگر
یہ بھی نہو تو بوجہ معرف بلام ہونے لفظ کتاب کے ضرور ہے کہ وہ کلام اور وحی الہی ایسا موتلف
اور مسلسل اور معین ہو کہ جسکی ابتدا اور انتہا ہو اور جس کو اوس عہد کے مومنین زبانی
یاد کر لین اور اگر کوئی اوس کے درمیان دوسرا کلام ملا دے تو وہ الحاق معلوم
ہو جاوے کہ یہ فقرہ انجیل کا نہین اور ہم جو اناجیل اربعہ مروجہ کو دیکھتے ہین
تو معلوم ہوتا ہے کہ اونکو بقول نصاریٰ حواریون نے اور اونکے شاگردون نے
بعد رفع مسیح مدت بعد مختلف طور پر بطور تاریخ مسیح کے بیان کیا ہے گویا یہ مسیح کے
چال چلن اور سیرت کی تاریخی کتابین ہین جسطرح اہل اسلام کے پاس حبیب السیر اور
روضۃ الصفا وغیرہ مین ضمناً کہین کہین اقوال روزمرہ مسیح اور تقریرات متشتتہ اور
مواعظ متفرقہ مسیح بھی داخل ہین اور اگر بسبیل تنزل ہم یہ بھی فرض کرین کہ اطلاق
کتاب کے واسطے بعد مسیح کے بھی کتابت کافی ہو تو بھی یہ اناجیل انجیل جیسی نہین کیونکہ
مصنف ہر انجیل کا ایک شخص ہے کہ ہر ایک نے حسب ضرورت مختلف اوقات

اور مختلف مقامات مین لکھی ہے اور ایک نے دوسرے کے نسخہ کو ملاحظہ بھی نہین ۲۳ آیت ۱۶ متی
کیا پس کوئی نسخہ سہو وخطا اور جعل سے مصؤن ومحفوظ نہین رہ سکتا اور اس امر کی
تصدیق کے واسطے خود اختلاف اناجیل اربعہ شاہد کافی ہے اور پادری
صاحب جو اس اختلاف کی نسبت یہ عذر کرتے ہین کہ کہین اجمال وتصریح کا ۳۳ آیت ۱۰ متی
فرق ہے کہین تخمینہ اور تحقیق کا فرق ہے کہ کسی مصنف نے ایک بات کو بطور
تخمینہ بیان کر دیا ہے کسی نے بطور تحقیق کہین کچھ اور کہین کچھ یہ اختلاف نہین سو یہ
جواب محض تاہبات اور تاویلات ہین جنکو دیکھکر انگلستان کے تعلیم یافتہ لوگ بھی ہنستے
ہین البتہ یہ تاویلات اوس صورت مین قابل التفات ہو سکتے ہین جبکہ ہر ایک
مصنف الہامی یا معصوم ہوتا یا ایک نسخہ کو کل حواری جمع ہوکر لکھتے اور قبول کرتے مگر
حواری کوئی الہامی نہ تھا بلکہ اکثر مطعون ومقدوح تھے پس یہ جواب پادریصاحب کا
عذر بدتر از گناہ اور اقرار اختلاف ہے وجہ دوم یہ ہے کہ ہر ایک انجیل کا مصنف غیر معتمد
اور کم فہم تھا نہ متی حواری مصنف انجیل اول کی روایت قابل اطمینان ہے اور نہ یوحنا
حواری مصنف انجیل چہارم کی روایت معتبر اور مرقس مصنف انجیل ثانی شاگرد پطرس
حواری اور لوقا مصنف انجیل ثالث شاگرد پولوس کا تو ذکر بھی نہین کیونکہ یہ دونو
حواری بھی نہین حتی کہ انکے استاد بھی نہایت غیر معتمد بلکہ بدعتی مشہور تھے چنانچہ
حضرت مسیح نے وقت اخیر یروشلیم جاتے وقت پطرس سے کہا اے شیطان مجھہ سے
دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر ہے کیونکہ تو خدا کی نہین بلکہ آدمیون کی باتون کی فکر کرتا ہے
اور پھر مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو میرا انکار کریگا مین اپنے باپ کے سامنے اوسکا انکار
کرونگا اور پطرس نے وقت صلیب یہود کے روبرو بخوف جان مسیح کی شاگردی

یعنی عیسائیت سے تین دفعہ انکار کیا اور وقت صلیب پاس بھی نہ کھڑا رہا یقین
دین عیسائی سے برگشتہ ہو گیا اور بعد رفع مسیح کے پولوس اسکے
باب مین لکھتا ہے کہ جب پطرس انطاکیہ مین آیا مین نے روبرو اوس سے مقابلہ
کیا کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا اور اسی جگہہ برناس کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ بھی
یہود کی ریا مین شریک تھا مستر فلک لکھتا ہے کہ پطرس نے غلطی کی اور احکام
مسیح سے جاہل تھا اور برنس جسکو جوئل صاحب نے فاضل مرشد سنجیدہ لکھا ہے
کہتا ہے کہ پطرس سردار حواریان نے اور برناہ نے بعد نزول روح القدس کے
بھی معہ کلیسای یروشلیم غلطی کھائی جان کالون کہتا ہے کہ پطرس نے کلیسا مین
بدعت بڑھائی اور آزادگی عیسوی کو خوف مین ڈالا اور توفیق عیسوی کو دور پھینکا
اور برناہ وغیرہ سب کو ملامت کرتا ہے حق یہ ہے کہ پطرس نے بڑی غلطی کی ہے
کہ خلاف حکم مسیح اس نے غیر بنی اسرائیل کو ملت مسیح کی دعوت کی اور بات یہ بنائی
کہ مجھ کو مکاشفہ ہوا ہے اور روح القدس نے ہدایت کی ہے چنانچہ اسی بنا پر اولاً
کرنیلیا والون کو عیسائی کیا اور ایسی مخالفت مسیح تھی کہ اس معاملہ سے مختونون
کو تعجب ہوا کہ غیر مختونون پر بھی روح القدس کی بخشش ہوئی اور اوسی روز سے
غیر قوم بھی عیسائی ہونے لگے اور اب تک یہی عمل خلاف انجیل عیسائیون مین جاری ہے
لیکن اوسوقت مختونون نے جو شریعت موسوی کے پابند تھے یہ اصرار کیا کہ غیر مختون جو
عیسائی ہوئے ہین احکام شریعت کو بجا لاوین اور غیر مختونون کو یہ بات نا منظور ہوئی تب پولس
اور برناہ اور اون مختونون مین گفتگو ہوئی آخر کو یہ تجویز ٹھہری کہ یروشلیم مین رسولون اور
مشایخ کے پاس چلکر اسکا فیصلہ کیا جاوے وہان جا کر کونسل کا جلسہ منعقد ہوا پطرس

اور برناباہ اور پولوس مختونون کے خلاف ہوے یعقوب نے توسط اختیار کر کے یہ رائے
دی کہ شریعت کا سارا بوجھ ڈالنا ان پر اچھا نہین بعض بعض احکام کا اتباع ان پر
لازم کیا جاوے تب ایک سرکیولر بنام نہاد روح القدس جاری ہوا کہ روح القدس کو اور
ہم کو بھی اچھا لگا کہ سوای اون باتون کے جو ضروری ہین تم پر زیادہ بوجھ نہ ڈالین تم بتون
کی نجاستون اور حرامکاری اور گلا گھونٹے جانور اور لہو سے پرہیز کرو والسلام
پس سب حواریون نے اس معاملہ مین پطرس کے دم مین آکر دو غلطیان کین
اولاً یہ کہ غیر بنی اسرائیل کے عیسائی کرنے مین پطرس کا قول اور دعوی نزول
روح القدس قبول کر لیا حالانکہ حضرت مسیح نے خوب سمجھا دیا تھا کہ مین بجز
بنی اسرائیل کے اور کسی قوم پر مبعوث نہین ہوا اور پھر مکرر تاکیداً حواریون کو ممانعت
کر دی کہ تم عوام کی طرف نجانا اور سامریون کے کسی شہر مین نجانا بالتخصیص اسرائیل
کی طرف جاو ثانیاً یہ کہ غیر مختونون کو شریعت یعنے احکام توریت سے آزاد کر دیا
حالانکہ مسیح نے فرمایا تھا کہ مین توریت کو کامل کرنے آیا ہون نہ مٹانے کو
اور قیامت تک توریت کا ایک نقطہ نہ مٹے گا یہ دونون خطائین ایسی فاحش
ہوئین جنکے باعث دین عیسوی مین ایک عظیم رخنہ پڑ گیا حواریون نے یہ خیال
نہ کیا کہ مسیح بار بار اپنے کلام و احکام کی حفاظت کی تاکید فرما گئے ہین اور پطرس کا
کلام قابل اعتبار نہین مسیح اس سے ناراض گئے ہین اور اوس نے صلیب کے وقت کیا
سلوک کیا۔ یہان تک پطرس کا حال تھا اب پولوس مقدس نصاری کا حال کچھ دیکھنا چاہیے
کہ یہ شخص عروج وصلیب مسیح تک حضرت سے بڑی دشمنی اور عناد کرتا رہا اور ہمیشہ ہاتھ
اور زبان سے خوب ایذا دیتا رہا اور لوگون کو برانگیختہ کرتا تھا بعد عروج و رفع مسیح

کے وہ اپنے اوپر نزول روح القدس کا دعوی کرکے اور عیسائی بن کے حواریون
سے جاملا اون بیچارون نے قبول کرلیا اور یہ قبول کرلینا غالباً اس مصلحت سے
تھا کہ اسکے شر سے نجات ملے کیونکہ یہ شخص غیر اسرائیلی تھا اور غیر اسرائیل کا عیسائی
ہونا خلاف حکم مسیح تھا چہ جائے کہ اوس پر نزول روح القدس ہو یا یہ کہ قول
مسیح کو بھول گئے یا سمجھے نہین اور حضرت مقدس نصاری بھی غالباً اس لئے
عیسائی ہوئے تھے کہ ہاتھ اور زبان کی دشمنی سے تو کچھ کام نہ نکلا
اور دین عیسوی بعد مسیح بھی نہ مٹا اب عقل کے زور سے مٹاؤ اور دوست بنکر
کام نکالو چنانچہ جب مختونون نے اصرار کیا کہ غیر مختون بھی احکام شریعت کو
بجا لاوین تب پولوس اوس سرکیولر مذکورہ بالا پر بھی رضامند نہوئے اونھون
نے شریعت موسوی کو کلیۃً مٹا دیا اور صاف حکم دیدیا کہ اگلا قانون چونکہ کمزور
اور بیفائدہ تھا اوٹھ گیا اور پاکون کے لیے سب کچھ پاک ہے اور جو ناپاک جانتا ہو
اوسکو ناپاک ہے اور اس پر بھی صبر نہ کیا علانیہ یہ حکم دیدیا کہ شریعت کو ایمان سے
کچھ نسبت نہین مسیح نے ہمکو مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھوڑایا کہ وہ ہمارے
بدلے لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا ملعون ہے یعنے
جناب مسیح علیہ السلام معاذ اللہ من ذلک۔ جب یہ حکم لوگون نے سنا کہ تکالیف
شرعیہ موقوف ہوگئین اور دینداری بھی برائے نام ہے اور ہر طرح آسایش و آزادگی
بھی موجود ہے اوس روز سے اکثر آدمی جو اپنے مذہبون کی پابندی سے تنگ
تھے عیسائی ہونے لگے اور دل کھولکر سب کچھ کرنے لگے کیونکہ آزادی کی طرف
ہر شخص مائل ہوتا ہے خصوصاً حکام و سلاطین لیکن باینہمہ مختون لوگ جو مخلص

دل جدید عیسائی ہوئے تھے وہ شریعت کے پابند رہے اور اوہان بادشاہ کیوقت تک جو سنہ ۱۳۲ عیسوی مین تھا اکثر عیسائی شریعت اور احکام توریت کی تعمیل کرتے رہے لیکن جب بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ جو کوئی ختنہ کریگا مار ڈالا جاویگا تب فلسطین کے عیسائیون نے اس خیال سے کہ مبادا ہم بھی یہودیون مین گنے جاوین رسومات موسوی کو کلیتہً چھوڑ دیا اور مرق یعنی مرقس کو اپنا پیشوا مقرر کیا یہ آزادی اون لوگون کو جو رسومات یہود کے عادی تھے یعنی پہلے یہودی تھے ناگوار گذری لہٰذا وہ جدے ہو گئے اور بر با ملک فلسطین مین جماعتین قایم کین اور رسوم یہود اور احکام توریت کو بڑی شد و مد سے جاری رکھا یہ لوگ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کو سند مین برابر سمجھتے تھے جب یہ دو فرقہ ہو گئے تو فرقہ اولین جو مسیحی عیسائی تھا اور حمایت توریت مین معروف تھا بدعتی قرار دیا گیا اور ابیونیا اونکا نام رکھا گیا اور دوسرا فرقہ جو توریت سے منحرف تھا اور جسکی بنیاد پولوس جما چکی تھی روز بروز زیادہ ہونے لگا کیونکہ آزادی سب کو مرغوب ہے اور نیز حکام عیش پسند کی طرف سے جبر بھی ہوا پس دین عیسوی مفقود ہونے لگا اور دین پولوسی ترقی پانے لگا اگر کوئی کہے کہ پولوس نے جو کچھ کیا دیگر حواریون اور مشایخ کے مشورہ سے کیا اور روح القدس بھی شریک تھے جواب اسکا یہ ہے کہ حواری اوسکے مقابلہ اور مواجبہ مین خوف و مصلحت کے باعث کسی بات مین اتفاق راے کر دیتے تھے اور اکثر دور رہتے تھے باہم ملاقات بھی کم ہوتی تھی لیکن اسکے اقوال و اعمال سے ضرور ناراض اور متوحش تھے اور ملاقات کیوقت تنبیہہ و نصیحت بھی کرتے رہتے تھے چنانچہ جب آزادی کے اعتقادات و اقوال کے بعد پولوس یروشلیم مین گیا تو وہان کے مشائخ کو خوف ہوا کہ دونون قسم کے عیسائیون

مین فساد ہوتب بزرگون اور مشایخ نے اوسکو سمجھایا کہ تو بھی سنت والے لوگون کے ساتھ ہوجا کیونکہ جو تیری نسبت سنا ہے اوسکو لوگ غلط سمجھین پولوس نے اوسوقت تو مصلحت قبول کر لیا مگر پھر اوسپر عمل نکیا اور اگر اوسکو روح القدس کی تعلیم ہوتی تو عذر حواریون کو بھی ہوتی یا وہ منع نکرتے اور وہ قبول نکرتا اور بعض عیسائی تخمیناً ڈیرھ سو دوسو برس تک توریت و شریعت کے پابند رہے زنیکیس اور لوتھروس لکھتے ہین کہ کالون اور لوتھر کے مقلد اور پیرو پولوس کو وعظ کرنے کے لایق اور معتمد نہ سمجھتے تھے خود پولوس نامہ اول قرنتیان مین اپنی نسبت لکھتے ہین کہ مین یہود کے درمیان یہود سا تھا تاکہ اونکو کماؤن اور شریعت والون مین شریعت والا اور بے شریعت اور بت پرستون مین بے شریعت اور ترویج دین کے واسطے بر ملا جھوٹ بولنا جایز و مستحسن کر لیا تھا غالباً مقدس کا خطاب اونکو ایسے ہی کارہاے نمایان سے ملا ہے یہان تک صرف دو صاحبون کا حال تھا مگر چونکہ طول ہوا جاتا ہے لہذا سب حواریون کا حال بالاجمال بیان ہوتا ہے کہ انھین مین سے ایک تو جو ایک دن پیشتر تک مسیح کا ہم پیالہ و ہم نوالہ تھا حضرت کو گرفتار کرایا اور صلیب کے وقت سب بھاگ گئے کوئی پاس بھی نٹھیرا اور نہ کبھی مسیح کے مواعظ اور تعلیم کی حقیقت کو سمجھے حضرت مسیح ان لوگون کو کم اعتقاد کہا کرتے تھے اونکا سست ایمان دنیاوی فواید مین لگا رہتا تھا چنانچہ اسی امید پر یوحنا کی مان نے مسیح سے کہا تھا کہ جب تم اپنی بادشاہت مین داخل ہو تو میرے دونون بیٹے بھی تمھارے داہنے اور بائین بیٹھین اور پطرس نے کہا تھا کہ ہم سب کچھ چھوڑ کے تیرے پیچھے ہو لیے ہمکو کیا ملے گا مسیح نے فرمایا کہ جب انسان کا بیٹا نئی پیدایش مین اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا تو تم بارہ تختون

پر بیٹھوگے اور بنی اسرائیل کے بارہ فرقون پر عدالت کروگے ۔ اور اس عدالت اور اپنے نزول دوبی کی علامتین بھی حضرت نے ارشاد کردی تعین مگر وہ اس عدالت حکومت کو دنیاوی اور ظاہری ہی سمجھتے تھے اور خیال کرتے کہ یہ علامات بھی سب ہماری حیات مین ہوجاوینگے چنانچہ جب بعد صلیب مسیح اونکو نظر آئے تو بعض جو زیادہ بیتاب تھے پوچھنے لگے کیا تو اسی وقت بنی اسرائیل کی بادشاہی قایم کریگا اور بعض مسیح کے مرفوع ہونے بعد افسوس کرکے کہتے تھے کہ ہمکو امید تھی کہ یہ وہی ہے جو بنی اسرائیل کی آزادی کریگا الغرض سوا سو ڈیڑہ سو برس تک لوگون کو اس نزول دوبی کا انتظار رہا میکڈی برجس وغیرہ محققین عیسائیہ خصوصاً وائی ٹیگر جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے بڑے عالم ہین کہتے ہین کہ بعد نزول روح القدس کے سب کلیساؤن نے غلطی کی صرف عوام نے بلکہ خواص نے بھی جو غیر بنی اسرائیل کو ملت مسیح کی طرف دعوت کی کیونکہ یہ خلاف حکم مسیح تھا راقم کہتا ہے کہ ایک یہی غلطی کیا ہزارون غلطیان کین منجملہ اونکے ایک یہ ہے کہ عدالت وحکومت مسیح کے معنی کو نہ سمجھے اونکے دوبارہ نزول کے وقت کو نہ سمجھے فارقلیط کے وقت اور اوصاف کو نہ سمجھے توریت اور شریعت کے ترک مین غلطی کی مسیح کو ابن اللہ سمجھنے مین غلطی کی حالانکہ یہ امور انجیل مروجہ کے بھی خلاف ہین بلکہ بعد صلیب بھی جب مسیح علیہ السلام اونکو نظر آئے تو اونکو بہت ملامت کی اور سبکو سخت دل اور بے ایمان کہا پس بعد نزول روح القدس بھی کامل نہوئے جیسے قبل صحبت مسیح تھے ویسے ہی بعد مسیح بھی رہے پھر بھلا ایسے لوگون کی تصنیف اور روایت پر کیونکر اعتماد ہو خصوصاً ایسا اعتماد کہ اوس پر دین اور ایمان مقرر کیا جاوے

وجہ سوم اناجیل مروجہ کی اصل انجیل نہونے کی یہ ہے کہ باوجود مقدوح اور غیر معتمد

ہونے حواریون کے بھی یہ اناجیل مروجہ اونکی تصنیف نہین جسطرح اونکی طرف منسوب
کی جاتی ہین چنانچہ محقق گاڈفری ہگنس لکھتے ہین کہ یہ تعجب کی بات ہے کہ اہل
اسلام اس سے منکر نہین کہ ہماری چارون انجیلی تواریخین اونھین شخصون کی
تصنیف نہین جنکے نام سے وہ منسوب ہین وہ صرف یہی کہتے ہین کہ عیسائی پادریون
نے اوس مین تحریف کر دی ہے راقم کہتا ہے کہ محقق ممدوح نے اہل اسلام کی تصنیفات
علم کلام کو نہین دیکھا جو ایسا لکھا ہے ضرور اہل اسلام کا یہ بھی دعوی ہے تفصیل اسکی
یہ ہے کہ جناب مسیح نے جو آسمانی سلطنت کے قریب آنے اور اپنے دوسرے نزول
اجلال کا وعدہ ایسا قریب بتایا تھا کہ اس پشت یا طبقہ کے لوگ منقرض نہونگے کہ ابن آدم
یعنی مسیح کو بادلون مین آتے نہ دیکھ لین [۵۱] اور شاگردون سے وعدہ تھا کہ
تم بنی اسرائیل کی بارہ قومون پر حکومت کروگے پس اس مغالطہ شدیدہ نے کہ وہ ابھی
بادشاہی قایم کریگا حواریون کو ضبط اور تحریر حالات مسیح پر متوجہ ہونے دیا مورخ ایڈورڈ گبن
باب ہشتم تاریخ رومۃ الکبری مین لکھتے ہین کہ یہ جمہور کا اعتقاد تھا کہ دنیا کا ختم ہونا اور
آسمانی بادشاہی قریب ہے حواریون نے اس واقعہ عجیب الشان کے نزدیک آنے
کی پیشین خبری دی تھی اور قدیم شاگردون نے اس کی روایت بہت ہی محفوظ رکھی تھی
اور اون لوگون کو جو کلمات مسیح کو اپنے لغوی معنی مین سمجھتے تھے اس طبقہ کے لوگون کے
جنھون نے اس زمین پر اوسکی سکونت کی حالت دیکھی تھی کلیۃ منقرض ہو جانے
تک مسیح کے دوسرے آنے کا انتظار کرنا پڑا ابھی تو یہ لوگ اس آمد موہوم کا
خیالی پلاؤ پکا رہے تھے اس پر طرہ یہ ہوا کہ یوحنا حواری کی عمر مین طوالت ہوئی اور
لوگ یہ سمجھنے لگے کہ ضرور مسیح کے دوسری آمد کو یہ دیکھے گا اور اسکے زیادہ عمر ہونے

سے اس اعتقاد کی ایجاد ہوئی کہ مسیح کے قول کی تصدیق کے لیے خدا نے اسکی عمر بیحد بڑھادی ہے اور اسی امید موہوم اور انتظار مین آیندہ کے واسطے تصنیف و تالیف پر توجہ نکرتے تھے بلکہ کتابت کی قدر کم کرتے تھے اور زبانی روایت کو بمقابلہ کتابت کے بہت ترجیح دیتے تھے جب زمانہ مدت گذر گیا اور امیدوارون کو یاس ہوئی اور زبانی روایات مین بھی ضعف آگیا اوسوقت لوگون نے تحریری تذکرون پر توجہ شروع کی اور ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ مثلاً کسی نے تمثیلون کو کسی نے اور کلمات کو اپنی یادداشت اور سماعت کے موافق قلمبند کر لیا لیکن اسوقت ایک اور ہی نیا گل کھل رہا تھا یعنی بہت سی جھوٹی تحریرین انجیلون اور حواریون کے خطوط کے نام سے جمع ہو کر ایک انبار ہو گئی تھین یہان تک کہ پولوس وغیرہ حواری اپنی تحریرون مین اپنے پیرون کو اس امر کی اطلاع کرنے لگے اور بعد زمانہ حواریان اتنی کتابین انجیلون اور اعمال اور خطوط و نامجات و مشاہدات کر کے مشہور ہوئین کہ اون کا شمار مشکل ہے کیونکہ دشمنان دین اور مخربان انجیل یعنی یہود کو حواریون کی اس غفلت و غلط فہمی مین تخریب دین مسیحی کا خوب موقع ملا اور اسی سبب بعد کو سچے مخلص عیسائیون پر بھی اصل دین مشتبہ ہو گیا سلطنت فرانس کے رکن رکین فاضل ارنسط رینان تذکرۂ عیسے کے مقدمہ مین (مطبوعہ ۱۸۶۵ء) اس کیفیت کو لکھتے ہین کہ بہرحال یقینی ہے کہ ابتدا مین عیسیٰ کے کلمات عبرانی زبان مین لکھے گئے تھے اور شروع ہی مین انکے اقوال قلمبند ہوے تھے لیکن یہ ایسی تحریرین نہین تھین کہ تشخیص کر کے یقیناً لکھے گئے ہون کیونکہ علاوہ اون انجیلون کے جو ہم تک آتے ہین اور بھی کئی ایک تھین جن مشاہدہ کی روایات تھین ایسی تحریرون کی قدر کم ہو گئی

تھی اورحفاظ مثلاً پی پیاس زبانی روایتون کو بڑی ترجیح دیتے تھے چونکہ ہنوز لوگون کو یہ اعتقاد تھا کہ دنیا عنقریب ختم ہونے کو ہے تو آیندہ کے لیے کتابین تصنیف کرنے کی پروا کم کرتے تھے صرف دلون مین اسکے زندہ تمثال کا رکھنا کافی جانتے تھے اسی سبب انجیل کی کتابون کا ایکسو پچاس برس کم اعتبار ہوا اور ان مین اور باتین درج کرنے اور کئی طور پر تطبیق دینے اور بعض کو بعض سے تکمیل کرتے مین کچھ باک نکرتے تھے جب بیچارہ کے پاس ایک ہی کتاب تھی وہ جانتا تھا کہ جو کچھ دل کو عزیز ہے وہ سب اسی مین ہووے

یہ چھوٹے چھوٹے رسالۂ مستعار جاتے تھے اور ہر ایک شخص اپنے نسخہ کے حاشیہ پر جو الفاظ اور تمثیلین کہین پاتا تھا اور اوسکے دل کو اچھی لگتی تھین نقل کر لیتا تھا کوئی مستقل کتاب لائق اعتبار نہ تھی یوسطینوس جو اکثر اس کتاب پر حوالہ کرتا ہے جسے وہ حواریون کے تذکرے کہتا ہے اسکی اصطلاع مین انجیل کی تحریرین ایسی تھین جو ہماری ان پاس کی انجیلونکی نسبت اور ہی طرح پر تھین اور وہ انکا کبھی متن مستند کے طور پر حوالہ نہین دیتا اور کلیمنٹ کی موضوعی تحریرون مین جو فرقۂ ابیونیہ کی اصل متن انجیلون کے حوالون کی صورت ہے مضمون سب کچھ تھا مگر عبارت کچھ نہ تھی موشیم اپنی تاریخ کے جلد اول مین لکھتا ہے کہ فرقۂ ناصری اور ابیونیہ کے پاس ایسی انجیل تھی جو ہماری انجیل سے مختلف تھی دوسری صدی کے نصف ثانی مین جبکہ روایتین ضعیف ہوگئین تو وہ کتابین جن پر حوارینکا نام تھا قطعی الحکم ہوگئین اور شرع کے حکم مین ہوگئین اور حاشیون کی عبارتین متن مین داخل ہوگئین اور ہارن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد کے باب دوم حصۂ دوم مین لکھتے ہین کہ احوال جو ہمکو قدماء مورخین کلیسا سے درباب اوقات تالیف اناجیل کے ملے ہین ایسے غیر معین اور ابتر ہین کہ کسی ایک امر معین کیطرف نہین پہنچاتے اور پرانے

پرانے قدما نے اپنے وقت کے گپیون اور بے اصل باتون کو سچ سمجھکر لکھدیا ہے اور پچھلے لوگون نے ادب کرکے اون کے لکھے ہوئے کو قبول کرلیا اور یہ روایتین جھوٹی سچی ایک کاتب سے دوسرے کاتب تک پہنچین اور بعد امتداد زمانہ کے تنقید و تصحیح اون کی بہت دشوار ہوگئی اور اعمال اور نامجات کے اختلاف و تعدد او رزمانہ تحریر کا توجہ ذکر ہی نہین مگر یہان کسیطور کا تخمینہ بھی مشکل ہے یہان تک حضرت مسیح سے ڈیڑھ سو برس تک لکھا تھا اسکے بعد کا ذکر یہ ہے کہ افلاطون او رفیثاغورث کے پیروون کا یہ مقولہ تھا کہ سچائی اور خدا پرستی کی ترقی کے لیے جھوٹ بولنا اور فریب دینا صرف جائز ہی نہین بلکہ قابل تحسین ہے اون سے یہود نے قبل مسیح کے یہ مقولہ سیکھ لیا تھا اور ان دونون سے یہ وبا عیسائیون کو لگی چنانچہ اس صدی مین اور بعد بہت سی جھوٹی کتابین بڑی کتابون اور بڑے نامون کے ساتھ منسوب ہوکر شایع ہوئین کما فی اظہار الاعجاز راقم کہتا ہے کہ عیسائیون کو کیا حاجت تھی کہ افلاطون کے پیروون سے جھوٹ بولنا سیکھین پولوس مقدس پہلے ہی ترویج دین کے واسطے جھوٹ بولنا مستحسن کرچکے تھے اور ولیم میور صاحب اور دو تاریخ کلیسا مین لکھتے ہین کہ دوسری صدی مین عیسائیون مین گفتگو رہی کہ جب بت پرستون اور فیلسوفون کے ساتھ مباحثہ دینی کیا جاوے تو اونھین کی بحث کا طرز و طریقہ اختیار کرنا جائز ہے یا نہین آخرکار ارجن وغیرہ کی رائے سے طریقہ مذکور تسلیم ہوا اس سے مسیحی بھائیون کو تیز عقلی اور نکتہ سنجی نے بحث مین زیادہ رونق پائی لیکن راستی اور صفائی مین خلل پڑگیا اسی سبب لوگ یہ بھی کہتے ہین کہ وہ جعلی تصنیفات پیدا ہوئین جو کہ اوس زمانہ کے بعد کثرت سے لکھی گئی ہین اسطرح ہے کہ فیلسوف جب کسی کی پیروی کرتے تھے تو کبھی کبھی اوسکے حق مین کتاب لکھکے کسی معروف حکیم کے نام سے جاری کرتے تھے تاکہ لوگ

اوسکی باتین خوب قبول کرین سو اسی طرح عیسائی جو فیلسوفون کی طرح بحث کرتے تھے کتاب لکھ کے کسی حواری یا خادم حواری یا معروف اسقف کے نام سے رواج دیتے تھے ایسا دستور تیسری صدی مین شروع ہوا اور کئی سو برس تک رومی کلیسا مین جاری رہا یہ بات بہت ہی خلاف حق اور مقابل الزام شدید تھی تھی   اس جعلسازی کا بازار نوین صدی تک جاری رہا اور دسوین صدی مین اس فعل شنیع کا دریا اس طغیانی سے موجزن ہوا کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا یہانتک کہ منتخب ہوتے ہوتے پچھتر انجیلین اور نامجات تھے جو سوائے اناجیل موجودہ حال کے ہین جنکو اب عیسائی بغیر وجہ سوجہ جھوٹ کہتے ہین اور اسی دریا کی طغیانی مین بعض سچی کتابین بھی عہد جدید سے گم ہوگئین محقق گاڈفری ہگنس لکھتے ہین کہ ناظر عیسائیون مین سوائے بتون اور گلی ہوئی لکڑی کے اور کچھ نہ دیکھے گا انجیلی تاریخین بیسیون ہونگی جن مین ناظر کو پسند کرنا غیر ممکن ہوگا کیونکہ کمال خوبی کی بہت سے چار ہی منتخب نہ کرسکے گا اونکو محض خرافات شیطانی سے بھرا پاویگا اور طبع کے باب کی عبارتین وسیع اور نہایت اونچی دیکھے گا جنکے لفظی معنی زمانۂ حال مین اون معنیون سے بہت مختلف سمجھے جاتے ہین جو اوس زمانہ مین پائے جاتے تھے غرض کہان تک طول کیا جاوے خود معترض کو اس کتاب کے صفحہ ۱۱ مین ان سب امور کا اقرار ہے وہ لکھتا ہے کہ سوچنے کی بات ہے کہ اسوقت حضرت عیسیٰ کی ۱۹ صدی ہے اور جسوقت ان اناجیل کی تالیف کی تحقیق ہوئی تھی وہ کئی صدیون کے بعد عالمون کو خیال آیا تھا کہ اس امر کی تنقیح کیجاوے پس بعد زمانہ کے سبب اور مختلف مقامون پر جدی جدی اناجیل جاری ہونے کے باعث اور رات دن کی مصیبتین عیسائیون پر آنے کے سبب روایت متفق علیہ محققین کو نہ ملے اس لیے اختلاف واقع ہوا

اور کوئی ایسی روایت بھی نہین ملی جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ اناجیل حواریون کے
عہد سے بہت دنون کے بعد کی ہین اگر کوئی ایسی روایت نکلے تو مقام شک کا تھا
اب تو سب روایتین اوسی عہد کی ہین انتہی القصہ کسی انجیل پر یقین نہین
کہ یہ منسوب الیہ کی تصنیف ہے اور بوجہ مستحسن کرلینے دروغ کے اور بوجہ جعلی روایات
کے زبانی روایات کا بھی سلسلہ کالمعدوم ہے اور معترض نے جو یہ لکھا ہے
کہ کوئی ایسی روایت بھی نہین ملی جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ اناجیل حواریون سے بہت
دن بعد کی ہین یہ عجیب قابل مضحکہ ہے وہ یہ نہین جانتے کہ ہر شی دراصل منفی اور معدوم
ہے تاوقتیکہ اوسکا یقینی اثبات نہو اور اسی واسطے علم مناظرہ مین دلیل لانا مدعی کے
ذمہ ہے نہ مانع کے ذمہ پس اناجیل کا تصنیف حواریان نہونا اصلی امر ہے اور ہم اسکے
مانع ہین جبتک اسکا یقینی اثبات نہوجاوے اوسوقت تک ہم اونکو منسوب الیہم کی تصنیف
نہین سمجھ سکتے اور یہ جو لکھا ہے کہ اب تو سب روایتین اوسی عہد کی ہین یہ سچ ہے کہ ہرگاہ کچھ
تحقیق نہین ہوسکتی تو ناچار یہی کہنا پڑتا ہے لیکن یہ جواب عام عیسائیون کے واسطے
کافی ہے اور اہل عقل کے نزدیک تو صاف اختلاف اور جعدی جعدی انجیلون کا اقرار ہے
پادری صاحب نے شروع مین تو یہ دعوی کیا ہے کہ صاحب اعجاز عیسوی سے قصد تحریف
ثابت نہوسکے اور یہان اصل انجیل کا بھی وجود ثابت نہوسکا تحریف کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ
اسی کو رد و جواب کہتے ہین حق یہ ہے کہ پادری صاحب بیچارہ کیا کرین اٹھارہ
سو برس سے برابر جعل اور تحریف و تہذیب و اصلاح کا بازار گرم ہے وہ کس نسخہ کو تصنیف
حواریان کہین لا یصلح العطار ما افسد الدھر انجیل اول متی کا پتا نہین کہ کب اور
کہان اور کس زبان مین لکھی تھی متقدمین کی یہ راے تھی کہ اوس نے عبرانی مین لکھی تھی مگر

وہ نسخہ صفحۂ جہان سے گم ہوگیا اوسکا ترجمہ یونانی چلا آتا ہے مگر مترجم کا حال معلوم نہین کہ کون تھا اور کہان تھا اور کب اور کہان ترجمہ ہوا اور متاخرین کو اصل نسخہ عبری سے بھی انکار ہے   فاسٹس جو اواخر صدی چہارم مین تھا اور پروفیسر بارجر جرمنی کہتے ہین کہ یہ انجیل متی کی تصنیف نہین اور شیوز وشلقس اس انجیل سے بہت تھوڑا اعتقاد رکھتے تھے اور آیت ۹ باب ۹ نسخہ خود گواہی دیتی ہے کہ یہ متی کی تصنیف نہین   معترض نے صاحب اعجاز عیسوی کو قول فاسٹس کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ غیر مشہور اور بیدین آدمی تھا سو یہ جواب غلط ہے کیونکہ لارڈنر اپنی تفسیر مین جا بجا اسکا حوالہ دیتا ہے اور یہ شخص حضرت مسیح کو خدا جانتا تھا اور حضرت موسی کو بنابر انجیل یوحنا کے چور اور ڈاکو جانتا تھا پھر کیون بیدین تھا اس سے زیادہ اوسکی عیسائیت کی کیا پختہ دلیل ہوگی اور شیوز وشلقس پر جو بیدینی کا الزام لگایا ہے اسکی بھی سند کسی معتبر عالم کے قول سے نہین دی اور بارجر پر جو بیدینی ور ۱۹ صدی مین ہونے کا عیب لگایا ہے یہ بھی واہیات ہے ۱۹ صدی مین ہونے سے غیر معتبر نہین ہوسکتا ورنہ خود پادری صاحب بھی غیر معتبر ہو جاوینگے اور بیدینی کی کچھ سند نہین اور اگر بیدین ہو تو کیا حرج ہے اوس نے متقدمین عیسائیہ کے حوالہ سے لکھا ہے پادری صاحب کو لازم تھا کہ اوسکے ماخذ پر جرح کرتا نہ اوسپر دوسری انجیل مرقس کی ہے بعض لوگ کہتے ہین کہ یہ انجیل پہلے لاٹن زبان مین تھی اور جمہور کہتے ہین کہ یونانی مین تھی اور اسکا حال بھی ایسا ہی مجہول ہے مگر چونکہ یہ شخص حواری نہ تھا اور پطرس استاد کا شاگرد تھا سواسطے اس کے سلسلۂ اسناد مین بحث کی حاجت بھی نہین تیسری انجیل لوقا کی ہے اسکی اصل ور زمانۂ تصنیف کا حال بھی مجہول اور ابتر ہے اس نے اپنی کتاب دیگر تحریرات متفرقہ سے منتخب کرکے لکھی ہے نہ اپنے مشاہدہ سے کیونکہ یہ پولوس کا شاگرد تھا اور پولوس استاد کا حال ابتر

مذکور ہو چکا اسواسطے اسکے اسناد مین بھی بحث کرنا منظور نہین چوتھی انجیل یوحنا حواری
سے منسوب ہے اسکا حال بھی مثل دیگر اناجیل کے ابتر ہے تصنیف کا زمانہ بھی مجہول ہے اور
آیت ۲۴ باب بست ویکم سے ظاہر ہے کہ وہ یوحنا کی تصنیف نہین اسطاڈلن اپنی کتاب
مین لکھتا ہے کہ بلاریب انجیل یوحنا کسی طالبعلم مدرسہ اسکندریہ نے لکھی ہے اور بارنصاجب
اپنی تفسیر مین لکھتے ہین کہ فرقہ الوجیین نے جو دوسری صدی مین تھا اس انجیل اور تصانیف
یوحنا سے انکار کیا ہے اور برشنیڈر جو بہت بڑا عالم و محقق گنا جاتا ہے کہتا ہے کہ یہ سب
انجیل اور نامجات یوحنا کی تصنیف نہین بلکہ اوائل صدی دوم مین کسی نے اوسکے نام سے
لکھدی ہین اور جو فرقے عیسائیون کے الوہیت مسیح کے منکر ہین سب اسکے منکر ہوگئے
یا اوسکو محرف بتائین گے کیونکہ اسی مین مسئلہ تثلیث ہے اور حق یہ ہے کہ اس انجیل مین
بعض اقوال ایسے ہین جو ہرگز حواری مسیح کے نہین ہوسکتے چنانچہ ایک یہی مسئلہ تثلیث ہے
دوسرے یہ کہ جناب موسیٰ کو چور اور ڈاکو کہا ہے غرضکہ اناجیل کے تالیف حواریان ہونیکی
ایسی متعدد اور متصل روایات نہین جنسے کہ پہلی اور دوسری اور تیسری صدی کے نصف
اول تک یعنی حواریون اور حواریون کے شاگرد اور شاگردان شاگرد کے سلسلہ اسناد سے ثابت
ہوجاوے کہ یہ چارون انجیلیں اس طرز و مضامین کی اون کے زمانون مین متداول و رائج تھین
بلکہ ایک بھی سلسلہ متصلاً نہین ملتا اور ہرگاہ اوس زمانہ کے مشائخ کا سلسلہ مفقود ہے تو
اونکے بعد کے زمانہ مین اگر شہرت ہوئی تو کیا مفید ہے اور معترض مخاطب جو انجیل
متی کے باب مین لکھتا ہے کہ اس انجیل کی نسبت برناباہ نے دس جگہ اور کلیمنٹ نے دو دفعہ
اور پولیکارپ نے پانچ دفعہ اپنے نامجات مین گواہی دی ہے انتہی سو یہ جواب چند
وجوہ سے باطل ہے اولاً یہ کہ ان مشائخ اور معلمون کی تصنیف اور نامجات مین چند جملہ کلام

اخلاق اور عام وعظ کے منقول ہین اور وہ بھی نہ کسی انجیل کے حوالہ سے مثلاً انجیل متی مین
یون لکھا ہے یا انجیل یوحنا مین یون ہے بلکہ اون اقوال کو عموماً مسیح سے منسوب کیا ہے اور
اس قسم کی نصیحت اور اخلاق کی باتین ہر ایک مذہب کی کتابون مین ہوتی ہین انجیل کی ہی
کیا تخصیص ہے بس اسقدر حوالہ سے تو ان کتابون کا مشائخ مذکورین کے پیش نظر ہونا بھی
ثابت نہین ہوتا ثانیاً چونکہ حواریون کی تعلیم زبانی ہوا کرتی تھی اور مسیح کے دوبارہ نزول
کے انتظار مین تحریر پر توجہ نہ تھی اور روایتین اوسوقت مشہور تھین اور جیسا کہ پی پیاس
مسلم کا قول تاریخ یوبیس سے ظاہر ہے کہ زبانی روایات کو ترجیح دیجاتی تھی اور مسیح کے بعض
اقوال اعمال حوارین اور مشائخ قدیم کی تحریرون مین ایسے بھی منقول ہین جو ان چارون اناجیل مین
نہین اسیطرح وہ چند جملہ مکارم اخلاق کے ان معلمون تک زبانی روایت کے ذریعہ سے
پہنچے نہ کسی کتاب سے ثالثاً جب دوسری صدی مین لوگون نے انجیل یوحنا سے انکار کیا تھا
تو اونکے جواب مین کہین ارینیوس نے یہ نہین کہا کہ پولیکارپ سے مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ
یہ انجیل یوحنا کی ہے حالانکہ ارینیوس پولیکارپ کا شاگرد تھا اور یہ یوحنا کا شاگرد تھا
پس اگر یوحنا کی تصنیف ہوتی تو شاگرد کو ضرور اطلاع ہوتی اور وہ اپنے شاگرد سے
کہتا تعجب ہے کہ ارینیوس ذرا ذرا سی بات پولیکارپ سے بار بار سنے اور اس امر عظیم اور
مدار ایمان و دین کا ایک دفعہ بھی ذکر نہ آوے اور معترض نے جو استادلن کے
قول کا یہ جواب دیا ہے کہ اسکندریہ کا مدرسہ اس انجیل کی تصنیف کے بعد جاری ہوا اور
اوسکے طالب علم کیا عالم خیال مین پہلے ہی فاضل ہو چکے تھے سو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ مدرسہ
مرقس کاتب انجیل کا تھا جو اول صدی کے اواخر مین جاری ہو گیا تھا اور انجیل یوحنا کا پتا
دوسری صدی کے اواخر تک نہین لگتا پھر عالم خیال مین تصنیف ہونا کیونکر لازم آئے گا

رابعًا بفرض محال قبول کیا کہ ان معلمون نے متی کی انجیل سے اپنے نامجات مین کچھ نقل
کیا اور حوالہ دیا لیکن معترض بھی مقر ہے کہ انجیلین جدی جدی اور مختلف تھین پس اسکا
کیا ثبوت کہ وہی انجیل منقول بعینہٖ یہی انجیل مروجہ حال ہے خامسًا اور خوب ثابت ہوچکا
ہے کہ دیندار عیسائی بھی کتابین اور نامجات لکھکر مشہور معلم کے نام سے مشہور کردیتے تھے اور
مباحثہ مین جھوٹ بولنا بھی مستحسن سمجھتے تے اور ہزار برس اسی جعل وتحریف کا بازار گرم
رہا تو اون معلمون کے نامجات پر کیونکر یقین ہوسکتا ہے کہ وہ قطعًا اونکی تحریرین ہین تاکہ
اونکے حوالون سے اس انجیل کا وجود اون کے زمانہ مین ثابت ہو اور تعجب یہ ہے کہ عماد الدین
نے یہان زبانی بہت کچھ شور مچایا اور اعجاز عیسوی کے رد کرنیکا ادعا کیا مگر ان معلمون کے
جیسے تیسے نامجات کی یہان نقل بھی نکی تاکہ ہم بھی دیکھتے کہ اون مین کس طرز سے ان اناجیل کے
حوالے دئے گئے ہین مگر اونکا کچھ وجود ہو تو لکھین اون حوالونکی بھی محض حکایت وروایت چلی آتی ہے
اسی طرح پادری عماد الدین نے اعجاز عیسوی کا بھی ہر جگہہ بلا تحقیق عامیانہ اور متعصبانہ رد کیا ہے
نہ عالمانہ ومحققانہ اور اسی وجہ سے بندہ نے کل اوائل ہدایۃ المسلمین کا جواب لکھنا مناسب
نہین سمجھا مگر اوسکے حصہ کی اکثر جواب طلب باتونکا اس کتاب مین حسب موقع تعرض کردیا ہے
پس پادری صاحب اور اونکے اتباع کو محض گمان ہے کہ ہدایۃ المسلمین سے اعجاز عیسوی کا رد ہوگیا
إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا
عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمِ
النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ ۝ فقط

تمت الکتاب بعون اللہ تعالی

تقريظ لذي الفضل والبراعة مصلح اكابر اهل السنة والجماعة المدعو المولوي محمد بشير حماه الله من شر كل غوي وغرير

بسم الله الرحمن الرحيم

الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان فمنهم من شكر ومنهم من عصى في الكفر والطغيان
فاما الذين شكروا فاخرجهم من ظلمات الكفر الى نور التوحيد والايمان واما الذين كفروا فاولئك هم
رجال الرجس تركهم في غياهب الضلالة والعصيان هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلو
عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم القرآن فتحدى به بلغاء العرب فلم ياتوا باقصر سورة من مثل القرآن
ورد قومهم من قصد معارضة جمع من فصحاء كل قبيلة وبطنان وعلى آله الذين ما الوا جهدا في حفظ سنن
الله عن تحريف كل مارد شيطان وصحبه الذين ما استكانوا وما ضعفوا في الاعتصام بما شهد لهم القرآن
وارشد اليه الفرقان وبعد فلا يخفى على اولي الاحجى والالباب واصحاب الفضل والالباب ان الله تبارك
وتعالى وعد في كتابه المجيد بحفظه ونصر متبعيه حيث قال وانا له لحافظون وكان حقا علينا نصر المؤمنين
فانجزه بان بعث في كل قرن رجالا من المسلمين ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين
فجهدوا غاية الجهد في حماية حماه فنفعهم المولى الكبير وما فرطوا في نصرته نعم المولى العزيز النصير
فهذه سنة الله على كر السنين والشهور فلا يجد لها تبديلا وتلك نعمة الله على الاعصار والدهور فليس
لها تحويل وقد اخبر به الصادق المصدوق حيث قال لا يزال طائفة من امتي منصورين لا يضرهم من خذلهم
حتى تقوم الساعة ومن جريته ترى المسلمين في كل زمان يجاهدون بالحق اصحاب الكفر ولا يكترثون بالجند
لا جماعة فهي ينشد فيهم قوم اذا الشر ابدى ناجذيه لهم طاروا اليه زرافات ووحدانا وان كنت
في ريب مما ذكرنا عليك فانظر الى الفتنة الصماء البكماء العمياء الدهماء التي نشأت في زماننا هذا من
فتنة الجماعة الوهابية الذين حيث انقلب على عقبيه وقال انا الكتاب لا ياتيه الباطل من

يد بيضاء الفن كتابا ترجمه بهدية المسلمين فافتخر عليه ورماه فيه المطرخين فقال [illegible]

الاسباط فصلا وعلمه انه افرغ من حجام سابا بل صح ان يقال فيه انه فاق [illegible]

ان يجمد وشين جل البطر والريا نحو الحلوى المتوفين كالافة وقد نا مد المتصديق والغلبة [illegible]

اللبيب فلا احد السعيد محمد ذره الله شرحا اذ احسن الى كشف غيره [illegible]

مختار في مجمعه وجيره وقطع اصله ودابره فلعله قال الجاهل انما اعطى القوس باريها [illegible]

بانيها فبفضل الله انى كتاب خليق بجواهر حقيق بان يكتب بماء الذهب وجدير بان يشتغل [illegible]

طلبة العلم والادب فاوصل الى طالب التقريظ فطالعت ولا اجد مثالا كما قاله الناصر [illegible]

بفضيلة فمن في سطح من امرئ لما خدشه ا بما فيها العلماء الفضلاء والاخر [illegible]

لاح بارقه ولو رآه حتى السكب تحجابه فتم تنبيه عنان القلم ثانيا الى تحرير التقريظ محتجبا [illegible]

واللطيفة توجد لولو لديه بطريقه اجابه اذ هل من صب [illegible]

ومن خصائص هذا الكتاب انه بالنسبة انبات فصاحة القرآن المجيد باشعار الجاهلية كيف لا [illegible]

في هذا المصر قد ذهب فيه ابار العلم ومطالعة الفضائل الحجية العليه فحسبك به شاهدا على [illegible]

وناهيك به حجة على بلاغة وبراعة المحرر العلامه وان كان مذهبه امامية امامه لكنه [illegible]

في هذا الكتاب كلمة تلذ منها اذان اهل السنة والجماعة ولا يليق بالقبول منهما [illegible]

انه استشهد من ائمة الامامية بما هو الاشهر كذلك [illegible] اكثرها اتفق في مواضع

معدودة منه ما لا يرضاه منهم النقاد اذ هو لا يبعد عن ان يكون كالقصة المذكورة في الصفحة [illegible]

الثانية والستين بعد المائة والحكاية المسطورة في الصفحة الثامنة والخمسين [illegible]

مع ان اصل الجواب به صحيح بلا شك هيهين [illegible] على احد الطريقين [illegible]

والحمد لله بارئ الطلبين والصلوة والسلام على خاتم النبيين على وصحبه اجمعين [illegible] العبد
محمد شبير

تقريظ العالم اللبيب والفاضل الاريب المتوقد المجد المولوي السيد امير احمد المدرس في المدرسة الاسلامية الاكبرآبادية

الحمد لله ولي الحمد · الباعث المختار خير عبد

محمد صلى عليه الله · والآل والصحب ذوي الآلاء

اياك نحمد يا رب العالمين فاطر السموات والارضين واياك نعبد واياك نستعين في كل امر وامر
الداهرين فانصرنا على الذين حادوا عن شرعك وجحدوا بمنتك وضربوا لك الامثال وكفروا
بالاذكار والاقوال وانكروا امام خلاف الحق اليقين ونصلي على صلوات اجمل الاجمل على حبيبك الاكرم الاكرم
اشرف الذوات الامكانية وافضل الشعورات الانسانية سيد المرسلين قائد الغر المحجلين خاتم النبيين المبعوث
بقواطع الحجج وسواطع البراهين وعلى آله واصحابه الذين شادوا الدين ساهروا المعتدين وهادموا بنيان الضلال
بضرب القواضب وطعن الرماح وافحام المعاندين بصولة دائمة الى يوم الدين اما بعد فان المتنبئين في
هذا الزمان بهذه البلدان ناشر احكام الخلوة في الايام واسوق الاختلافات وسلوا سيف العدوان على المسلمين
وخرجوا عن فطرة الله كما تخرج الشعرة من العجين فنسبوا الى التنزيل وبنبينا ما يشينه دينهم وثنيا حتى
صغرت بهم وطابنا وجلبت الى قلع اساسهم كلا انما وطالما طالبناهم على مخترعاتهم فما وجدنا دليلا على
خرافاتهم لا سيما الصلقع البلقع وصلعه بن خلمه وعثمان بن لبان وهي بن آدم بن فضل بن ضلال
بن التلال وغيرهم من الجهال والضلال فانهم انكروا فصاحة القرآن وضربوا له الامثال من اطوار هم
دلال الجهل جهلهم بل يحلونها ابتسر القلوب اولئك هم الظالمون يريدون ان يطفؤا نور الله بافواههم والله متم
نوره ولو كره الكافرون فهذا اي صحيفة من صحف الحق اماطت عن محياها اللثام ام هي نتيجة من نتائج
الفنون جليها على طرف الثمام فتنها بهم صحيفة صحيفة يطفرون بها على الغالبين العالمين
يحسبون انهم على شيء الا انهم هم الكاذبون استحوذ عليهم الشيطان فانساهم ذكر الله اولئك حزب الشيطان

ان نحو بلفتيطان هم الخاسرون فقطع جهلهم المركب حجة قاطعة على عدم الفرق بين المغضوب والسمين
ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين كيف يهدي الله قوما كفروا بعد ايمانهم
وشهدوا ان الرسول حق وجاءهم البينات والله لا يهدي القوم الظالمين لعمري على هؤلاء كالجعل المستنشق
الورد فيتحتف انفه وكالخفافيش تتاذى بضوء الشمس لسوء بصره فضعفه وفصاحة القرآن كظهور الشمس
نحو مثلها مثل الشمس المجلاة بان اليوم وبعد غد كما كان بالامس لا ينكر ذلك الا من جهل معتقدا وفي عقيده
العوان وابعد الفهمة فما اكثر جهل من تعاطى ذلك وكثير شاره واوجب له الحرمان فلا يضر قول الجماعة الغوي على
والمعاند النبي الطاهر ... فما ضر نور الشمس ان كان ناظرا اليه عيون لم تزل دهرها عميا لكن الحقائق تتحقق ابتداء
قد بين لطف في فتح فحم بعجائب دالها سقر العقد الثمين السبعة المعلقة اظلام نهار مع سهول مقتضا لشريف
سفينة الاوابدها جامعا لشواهدها مقتبسا الفوائد كما حتى انهى الى تعزية الفرقان عن سلول الشيطان
دهرا لجعل دابا بالفي والعوان ولذا ان المحبين في مطمورة الزمان للسيحر بن في نجح المكان الذي
صنفه حوش القواد طويل النجاد حاز الفضائل مجدا فبرها وجامع الكمالات بفضها وتضيفها
فريد العصر وحيد الزمان ترجع الدهر في نظرانه الفاضل المجد السيد محمد جازاه الله على ...
تحسين ... وامتسرح النظر فيه فاذا هو كزهرة فوق ربية او كدوحة وسط روضة ففي كل لفظ منه
رياض من الحسن ... فيرحم مصنفه قدره الله الاول ... واصعب اصحاب الحمد
السيل ... الصعب تعلقت مناقب القرآن ونقابه وقيل بشرفيه طاعنه وعائبه ارجاه عنه كونه
فوق النواظر ونحلت منه المتفقهم لسمر ولاسيما الخطي لاسمر ... عن ادهم ... وخرق ... بيه
والعجمه واسكنه وهتك ستره وافحمه فتركه غيايه طبانا كلاما له داعس لسنا نسمه اجلالا
مكرمة ... المعتل عن ذاك يغنينا فلما راى جنود الشعر عساكره وجيوشه ... شرو كادت
الطليعة المطبوعة تتلاشى بحرة شاوها والميمنة على يمينها والميسرة على يسارها وطفقت سهام الخير

تصيب اقسمها وسيوف الحطام مصلحتها وامر آمر الزمان فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم
كل بنان ولى دبره وترك حجره ونزع عن مستقره فرار البعير عن الدهناء او الحمى من الجبهة السوداء
اسود الحماطية المتنبى حيث قال ؎ مضى بعدما التف الرماح ساعة * كما يتلقى الهدب فى الرقدة الهدبا
يرى انه ولى والطعن صورة * اذا ذكرتها انفسه ملس الجنبا * وخلى العذارى والبطاريق والقرى * وشعث النصارى
والقنا بين والصلبا * الى اخره وايم الله لقد اختلس فيه بالقدح المعلى وانه لاجله من نفائس المحصنات انقطع
دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين والصلوة على رسوله محمد واله وصحابه اجمعين

نمقه العالم الكامل المعانى السيد مير محمد بن المولى العلامة والحبر الفهامة العالم الرحلة الربانى وحجة
الصمدانى شيخ الاسلام مولانا السيد مير حسن النقوى الهسوانى دام الله ظل نفسه وجعل يمنه خير امن يمينه

تقريظ المولوى الاحوذى الالمعى ابو محمد عبد الصمد المدرس المدرسة الاسلامية بكبراب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم لا انعمام اهديتنا ولا تصدقنا ولا صلينا فانزلن سكينة علينا وثبت الاقدام ان لاقينا ان
قد بغوا علينا اذا ارادوا فتنة ابينا ؎ صبر الحكمات يا اهل الغضا * فاصابوا كان فيه لك الرضا *
جاروا علينا واعتدوا وتجبروا * فلعل الفردوس ان نتعوضا * قد ضعف الامر الذى عهد بالنبى * ثم سنح
بالمصطفى والمرتضى * تخزاء يا من خرج صدعه للادهان والتصديق فى جهات لنا الاسلام من غير
غير رفيق ابو حفص فناس منهج الرضا عن التخطى الطاعة ولا تامروا على ما ت طهر فى الغيرات جهاده
السلام وان جحد البصفا تاما ولحقوا بكتاب جلى لنا من عندهم فلا تحسبن سمخالف على سوان
الشمس يزدان انتقام ونصلى على نبيك المعظم حبيبك المكرم الذى رزقته دعوة عامة وبعثته الى الناس كافة
نا الصلوة المحمودة ما جمعيا سر الشيم لا سبيل الى الله الا باتباعه لايشكو ضالا باقتداء فهدينا الى من في
بالطاعة ونقتدى بهديه وصراطه ودين من تنكب عن هدايته وتوغل فى غيه وغوايته وعلى اله وصحبه
الذين فازوا بدرجات الرحمة ونالوا البركات بالتعبد لرحمته شيدوا اركان الدين ودعائم الشرع المبين
قائمه وبعد فان الجهل فى هذا الزمان قد انتشر حتى لقيت الدنيا بادعى التحرير على كثر المصنفين
فى هذا العصر من لا يستطيع التكلم بالالفاظ الصحيحة فضلا ان يدرك الغوامض ويأتى
بالعبارة الفصيحة ويريد كل احمق ان يباحث مع العلماء الاعلام ولا يعد نفسه
من الذين قال الله فيهم اولئك كالانعام اما وجدت ان الله يبين حكمه غير محرف معرى بل
يستقلا بايام الاصلين الله الشكرى ؎ دار انصف الدهر فى حكمه * لما ملك الحكم اهل النقيصه *
ثم العجب ان فى هذا العصر كلما انعقد تصدى لمطالعة القرآن من لا يقدر على حلها

ربهم متأولين كلما تلوه ركاكة اياته فانسلخ منها فاتبعه الشيطان فكان من الغاوين ولعمري ان هذا الوهم
لا يخرج من السفاهة والجهالة التي هي راسخة في قلوب نصارى تلك الشبهة من كثرة السخافة
والضلالة فمثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث ولو شاء الله لرفعه بها ولكنه اخلد الى الارض
واتبع هواه [illegible] ادخل عليه [illegible] في [illegible] من اهله [illegible] فيا من له شان
[illegible] مسائل [illegible] جيلا في العلم [illegible] فيما يرونه [illegible]
[illegible] ان علماء العرب كلهم [illegible] لادعائهم [illegible] فصاحته لم يقم مخالف منهم لمعارضته
من اتيان مثله [illegible] عند التحدي ما قدروا [illegible] المسلمين وغيرهم
كان [illegible] الارض الغبراء بعد كمال التفتيش [illegible] لا يوجد كتاب بهذا العرض [illegible]
الاسم لم يكن [illegible] الكلام [illegible] الماهر العاقل لكنه بعد طبع كتابه [illegible] عليه قوم
حتى [illegible] عليه وصار [illegible] تعرض العوام باعتراضاته غافلين عن خطياته وتذكروه
بهذا الامر في المجالس [illegible] استقر عليه بعض الطبائع والقاصرين المشتغلين بالامور الفارغين عن
العلم [illegible] ازداد [illegible] كل يوم وكادوا ان [illegible] من الاضطراب في قوم قام [illegible] الباب الفتنة
[illegible] ذوي الالباب الفطنة الفاضل اللوذعي العالم [illegible] البارع في الفروع والاصول الماهر في المعقول والمنقول
[illegible] المولوي السيد محمد [illegible] الله قلبا منقلبا مع الحق [illegible] متحليا بالصبغة في
كتابه [illegible] المقصورات في الخيام
[illegible] الفكر والنظر [illegible]
العربية [illegible] تحقيقات [illegible] ما [illegible]
وتدقيقات [illegible] البصائر والاذان [illegible] من علماء هذا الزمان [illegible] ما قيل في
[illegible] في القراب
[illegible] رب السموات العلى الذي [illegible]
كل كلمة بالامثال الفصيحة من الشعراء المتقدمين [illegible]
[illegible] للمسلمين
[illegible] شبهات الملحدين [illegible] عند اهل الحق [illegible]
العرب [illegible] انسان [illegible]
[illegible] شكر الله سعيه على
ما كف عن العوام المسلمين [illegible] من الظلمات [illegible] الى [illegible] اليقين
بحرمة سيد المرسلين خاتم النبيين وآله المنتجبين وصحبه المنتخبين رضوان الله وصلواته
عليهم اجمعين [illegible] العبد [illegible] محمد عبد [illegible]

گابا پریس کراچی

غلط نامہ کتاب تنزیہ الفرقان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٣	٣	دوروراز	دور و دراز	١٦	١	واحکام القرآن	اور احکام القرآن	٢٥	١٢	فلاں فلا	فلاں فلاں
٣	١١	عمادالدین جو	عمادالمسیح جو			شیخ متعلادہ	شیخ متعاد	٢٧	٢	بسوا ابن شجاع	بسبب ابن شجاع
٣	١٥	دور آخر	اور آخر				وناسخ و	〃	〃	اکتساب	اکتتاب
٣	١٩	راہیات	واہیات	١٦	١٣	بدرالدین اُس	بدرالدین جو	٢٨	٣	وبیت	وعربیت
٤	١٠	وجوات	جزا و جوابات	١٧	١	ماوری	ماوردی	٢٩	٢	خام	خاص
٤	١١	ڈنفٹ	ڈیونپورٹ	١٧	٩	تتفرق	متفرقہ	٢٩	٩	نصاری	نصارے
٤	١٣	بیں ہے	میں سے	١٧	٧	کنزالفوئد	کنزالفوائد	〃	١٩	ہے یہ	ہو یا یہ
٦	٥	ہوگیا	ہوگا	١٧	٨	الفرد والقدر	الفرید والقدر	٣٣	٨	کسی نے	کسی مفسر نے
٦	١٠	علم وفہم	علم اور فہم	١٨	١٦	رسول	رسول [illegible]	٣٣	١٥	ترجہ ہے	ترجمہ ہے
٦	١٤	لکھنے ہیں	لکھتے ہیں	١٩	١٥	کتاب ایسی	کتاب یا ایسی	٣٤	١	سب ہے	سبب
٧	٢	مطابق	موافق	٢٠	٩	وجود	وجوہ	٣٥	١٥	اعتبار	اِفشا
٨	١٧	کیا بیل	کیا دلیل	〃	١٢	پادری	پادری صاحب	٣٦	١	جور ائمہ	جوز ائمہ
٨	١٩	بلکہ عجیب	بلکہ عجب	〃	١٥	ان اور	ان سب سے	٣٧	١٣	اور یا	یا اور
١٠	١٦	یُقالُ	تُقالُ	٢١	١٠	دیر امراض	دیگر امراض	٣٩	١٣	فصیح اشیا	فصیح و عربیا
١١	١١	وَالشّمہ	وَالْاَکْمَہ	〃	١٤	خار	خارا	٤١	١١	معجوات	معجزاتکو
١١	١٦	زبیرن	وزبیر بن	٢٣	١	وجود	وجوہ	٤٢	٥	سورہ منتصر	سورۂ منتصرہ
١٢	١	بن اشہل	بنی اشہل	٢٣	٣	حصہ	حصہ	〃	١٥	کلام پر	کمال پر
١٢	٣	بلنہار	بلنغار	٢٣	٨	تسلیم اور ان عصر	تسلیم ان عصر	〃	١٨	کا برکس	کا کیا برعکس
١٢	٩	بازان	باذان	٢٤	١٦	انکی گوہی	اسکی تصدیق	٤٤	١١	زبانوں پر	قسموں پر
١٢	٩	ذرب	وضرب	٢٤	١٤	کمال معجزہ	کمال کی معجزہ	٤٧	٣	سمجھا دیتے ہیں	سمجھا دیکے ہیں
١٥	٥	نسون	لنزن	٢٥	١٤	نیچہ کو	نیچہ ہی کو	〃	٣	واصلی جلد	واصلی سے جلد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷	۱۷	معربیں	معترجہ	۶۵	۴	عمل	تخیل	۷۱	۱۵	بچھ	کچھ
"	۱۹	ہوئے	ہوتے	"	۵	کریں گے	کریں	۷۲	۲	تفائل	کمانال
۴۸	۱۳	تغلبی	تغلبی	۶۶	۱۲	بطوفہ	بطور	"	۱۱	انتقت	اتفقت
۴۹	۹	نہ کہ کچھ	[illegible]	"	"	بولنے	بولتے	"	۱۸	بلار	بلاکو
			سے کچھ	۶۷	۶	ہے	ہیجئے	۷۳	۳	اتفان	اتقان
۵۰	۶	لعکینہ	[illegible]	"	۱۵	آیہ	آیت	"	۵	ایک نزاع	بعض نزاع
۵۱	۴	دبل	ابل	"	۱۷	جوڑا	جوڑا	"	۹	شعر	ہشو شعر
۵۴	۲	حاث	ساحت	۶۸	۲	ہندوستان	ان ہندوستان	"	۱۳	ہوا	ہو
"	۳	آنا آج	آنا بلکہ آج	"	"	علم	عوام	"	۱۳	میں و	میں ہے و
"	۹	لمخفنا	لمخصا	"	۱۳	طوالمو	لفظ لغو	"	۱۹	سندہ	سندر
۵۷	۵	تخنیے	قرینہ	۶۹	۵	شاعرہیں	شاعر کہتے	۷۴	۱۰	صنعا	صنعا
"	۱۸	صاحبیخو	صاحب	"	۸	توجہ آئند	توجہ آئیے	"	۱۳	گوندواشہ	گوندواشہ
			ہیونچی	"	۱۷	المجانس	المجانس	۷۵	"	نحمۃ الموت	نحۃ الموت
۵۸	۳	وارد وخاذ	وارد و رخاج	"	"	تذکوت	تذکرت	"	۱۴	حیتی	تحتی
"	۲۳	میں بزق	میں اس نے بزق	۷۰	۱۶	تنازر	تنازر	"	۱۵	الغیۃ	الغنیۃ
۶۰	۵	سوو اور	سوو میں لو	"	۱۷	عربیلفے	نعلی عرب	"	۱۹	کمائی	کمائی
"	۵	ہوئے جتنی	بوسکیں			ہیں	ہوتے ہیں	۷۶	۷	الجمع	الجمع
۶۲	۹	غرض مختصر	غرض یہ				بولتے ہیں	"	۱۳	مراغہ	مراغا
			اختصار	۷۱	۲	شاہد	شاہد	"	۱۶	شاہد ہے	شاہد ہے
"	۱۷	تیبہ	تبیلہ	"	۶	صنادہ	ضمائرہ	۷۷	"	سیاد	سبا
"	۱۹	بجم	بنجم	"	۸	احمق	احمق	۷۸	۱۱	سبا ہے	سبا کہ ہے
۶۳	۳	لاہو بقال	لاہور بقال	"	۱۰	الجمع	الجمع	"	۱۳	للموفنی	للموتنی
"	۱۰	دالاشعو	والاسعہ	"	۱۸	سفرہے	سفر ہے	"	۱۶	سلو	ابکے
"	۱۱	شکمین آنکھ	شکمین آنکھ	"	۱۲	تاپ	باپ	۸۰	۲	ابوعمر	ابوعمرو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۰	۲	الاتقان	الاتقان	۸۸	۱۵	عملت	عملت	۹۸	۹	مفہوم	مفہوم عام
	۲	تبجیل	تبجیلہ	"	۲۰	تبوؤوا	حتی تبوؤوا	"	۱۱	تعبیر التعیین	تعبیر و تعیین
"	۱۸	ہمدان	ہمدان	۸۹	۱۴	کبھی نہیں	کبھی بیا نہیں	"	۱۲	نور کیسی	نور اور کیسی
۸۱	۳	تینوں	تینوں	۹۰	۱۳	دھوتلا	دونہ متوفلا	"	۱۹	تعبین	تعیین
"	۱۸	کرتاموس	کرتغافاموس	"	۱۴	قدہا	قدہنادہ	"	۱۴	"	"
۸۳	۱۹	الحیس	الحیس	۹۱	۱	سامودی	ساموک	۹۹	۲	مستنبج	مستنبج
۸۴	۵	عرم	حرم	"	۸	جوبرا	دحوبرا	"	۱۱	اولغ	اوخلغ
"	۱۲	تبعاللہ	اللہ تعالی	"	۱۰	اللہ اعلم	اللہ اعلم	"	"	ولیجہ	ولیجۃ
"	۱۸	حفقہ	خلفۃ	۹۲	۱	گر	اگر	"	۱۵	بولجبہ	یولجبہ
۸۵	۲	کیوں کہ	کیونکہ	"	۸	سفار	اسفار	"	۱۹	الفرءا	الفرءا
۸۷	۲	امرار	احرار	"	۱۱	کشغہا	کشفہا	۱۰۰	۳	رمیدان	رہا میدان
"	۸	ابجع	ابجع	۹۳	۵	معلوجہ	معلوجۃ	"	۴	نفرالدابۃ	نفرت
"	"	لمنا	امنا	"	۹	شرو	شروا	"	"	والی	ونعل لے
"	۱۲	کرالفظ	کراس لفظ	۹۵	"	بغضۃ	بغضۃ	"	۵	تغرا و ضغرا	نفرا و ضغرا
"	۱۵	قریط	فریظ	"	۱۹	یعنی	یعنی	"	۱۰	لغت کہا	لغت ہے کہا
۸۸	۱	یحرض	یحرض	۹۶	۱	عزبر	عزم	"	۱۳	نہیں اگر	نہیں اور اگر
"	"	ملحنت	طمحنت	"	۹	وے	ویدے	"	۱۴	زبیر	زہیر
"	"	دسکی	دیکی	۹۷	۱	تیغل	ینغل	"	۱۹	الزائغون	لفظ سابقون
"	۲	حیافہم	حیاضہم	"	"	الجمع	الجمع			برخلاف	یعنی جہاں لکھا غلط اور درشی
"	۹	قد	قدم	"	۷	نجبت	نعیت				
"	"	مکلا	قبلا	"	۱۹	ھدایۃ	ھدایۃ				کے برخلاف
"	۹	تبلا	قبل	۹۸	۲	نجاۃ	نجاۃ	۱۰۱	۶	جہاں پر مشابہت	جہاں پر شرعی سے مشابہت
"	"	تبل	قبل	"	۳	نیل	قیل				
	۱۲	محض	بمعنی	"	۹	فرق کنندہ	فرق کنندہ	"	۱۱	جمجمیدی	جمشید جم آئی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۱	۱۹	شاہد ہے	شاہد کہتے
۱۰۲	۱	تبغی	تبتغی
"	۷	الکمیین	الکشحین
"	۱۱	منقفص	منقبض
"	۱۹	ہے شعر	ہے الاعشیٰ
۱۰۳	۱	دربہ جواب	در پہ کچھ جواب
"	۵	مغیرہ	متغیرہ
۱۰۴	۱۳	عزت فضائل	عزت طبل ا
			قنعات
"	۱۸	تقیت	ثقیف
۱۰۵	۱	تصعارب	تصحی عرب
"	۱۳	نص ق	فی ق
۱۰۶	۵	مصرع مجموعہ	مصرع مجموعہ ع
"	۱۳	عذاب حیوب	عذاب کبھی تو نہیں
			جانتے بھی نہیں
			پہ بدلے کے
			گنواروں سے
			شکر ہوا ہے
			اقول مصرع دوم
"	۱۴	یونت	یونث
۱۰۷	۱۱	اخنز	اخنس
"	۱۶	من الحکمۃ	من طریق الحکمۃ
۱۰۸	۲	عظتہا	عظمتہا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۸	۹	اقول پر	اقول مصرع ہے جو
"	۱۰	لیجیت	ارجیت
"	۱۲	رجاو	رجاء مقصورا
"	۱۳	عرق عشیہ	عرقی
"	۱۳	السج	الشرج
"	۱۶	اطوار	اطوارا
"	۱۸	الطفقہ	علقہ
۱۰۹	۱	لطقۃ	نطفۃ
"	۷	کسی لفظ نے	کسی لفظ کی تو
"	۱۱	ناغخون	ناعشی
"	۱۳	اطوار	اطوار
۱۱۰	۲	قلیل یذید قون	قیل الاینذو قون
"	۱۳	نوم عصا ہے	نوم بھی عصا ہے
"	۱۸	سخلۃ	سخلۃ
		اضطرب	ضطراب
۱۱۱	۳	خائف تو یہ	خائف کلمے تو یہ
"		ملزوم کے	ملزوم کو
"	۸	الحطیم الظفری	الحطیم الظفر
"	۱۰	نہیں نہیں پوچھتے	نہیں پوچھتے
"	۱۵	یوم المنعر بینہا	یوم السنغبۃ
			یلالمح یوم المغلبۃ کما

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
			فی السیر تو جریر
			شعر تغل ور
			ھی ساعیہ
			بینہا بانفاس
۱۱۲	۱	مصرع ...	مصرع بیت
"	۹	امثال الغتین	امثال مع ...
			بلغتین
"	۱۴	حماسہ	حماسہ ہے
۱۱۳	۵	لمرحلع	لمرخطلع
"	۱۸	من اللہ	من ذیلۃ
"	۱۹	ذات ...	الحلفۃ نزال
۱۱۴	۱۱	باصد	بالمد
۱۱۵	۹	علم تحقین	علم تحقیق
"	۱۰	کے کسی	نے کسی
۱۱۶	۱۸	ارسلحۃ	ارسلت الملاذ
	۱	شقتت	شننت
۱۱۷	۱۱	داخل ہیں	داخل ہے
۱۱۸	۷	مسنونی	مسنونہ
"	۱۱	ینقصوں	ینقصون
"	۱۹	بعض	بغض
۱۲۰	۱۸	رعایا بادشاہ	رعایا بادشاہ
۱۲۱	۱	ہوگا تو نہ	ہوگا نہ
"	۱۷	الممات	الملمات
۱۲۶	۱۵	نغضب	بغضب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۲	۱۹	حرجم	جرجم	۱۷۹	۱۶	المناقق	المنافق	۳۲۰	۱۵	لفاظ	الفاظ
۱۲۹	۸	ل	کی	۱۸۰	۵	لوگو	لوگ	۳۳۰	۹	راوست	راہ راست
۱۳۲	۹	اور پاور صاحب	اور اگر یاور صاحب	۱۸۱	۱۳	وحمسد!	وحسد!	۳۳۲	۱۵	یوحنّیلن	یوحنّیذن
۱۳۴	״	لاانغاد	لاانجاد	۱۸۲	۵	لکمشیہ	لکثیر			المیاق	المساق
۱۳۵	۱۰	جذب	غذب	״	۱۹	باحیلا	باخیلا	۳۳۴	۲	کیونکہ راہ	کیونکہ وہ رستا رہے
۱۳۹	۱۹	حابط	حائط	۱۸۳	۵	غتثی	غطشی	״	۳	زرخت خیز	زرت خیز
۱۴۲	۱۱	تجلیہ	تجبیج	۱۸۹	۲	یغفضوا	ینفضّوا	۳۳۸	۷	زورقی	زورقی
۱۴۳	۹	مجاوع	مجاوع	״	۹	لقفیض	تغفیض	״	۱۰	سمجھا وے	سمجھا جاوے
۱۴۵	۸	مقدارا	مقدرا	״	۱۱	کے	سے	۳۴۳	۱۵	لوا سی	یوا سی
״	۱۹	نصوحت	نصاحت	۱۸۶	۲	=	بیکھے	״	۱۹	اور اگر مقدمہ	میں مقدمہ
۱۵۰	۹	المثاق	المساق	۱۸۸	۸	والمذۃ	والمدّۃ	۳۴۵	۱	الحکمت	الحکمۃ
״	۱۱	مجمع الشرۃ	مجمع دالشرۃ	۱۸۹	۳	بالغرض	بالقرض	״	۳	آخرۃ	آخرۃ
۱۵۳	۱۵	تحلحلا حل	علعلا حل	۱۹۲	۳	قابل	کامل	۳۴۹	۹	تو کبھی نہیں	تو انہیں
۱۵۴	۳	الذین	الذین	۱۹۳	۳	دیکھئے	دیکھے	״	۱۹	بعوراور ابقا	بعوروابقاء
۱۵۵	۵	بدوبت	غدوبت	״	۰	جماد	جہاد	۳۵۰	۲	بول	بول
۱۵۶	۸	دلسل لالال	راس لالال	۱۹۵	۲	سوی	هوی	״	۳	تانی	تانی
۱۶۰	۷	لایلیکو	لایکنکو	۱۹۶	۳	سایک	سایک	״	۳	صبح	صراح
״	۱۴	شاہو ہے	یہ عبارت دوبارا	״	۱۱	متی	یعنی	״	۷	تانی	تانی
		آگو	لکھی ہی ہے	۱۹۹	۳	اگر نہ بیل	اگرچہ بیل	״	۷	بعوہ	بعوہ
۱۶۱	۸	سعد العشیر	سعد العشیرہ کے	۲۲۳	۱۲	بربکر	بربکر	״	۱۹	خلفلکم	خلقنکم
۱۶۳	۷	نجانجا	نجاجا	۲۲۵	۱۸	لکھئے	لکھتے ہیں	۳۵۳	۱۲	الغرمجازہے	اور مجاز ہے
۱۶۶	۱۹	تعب	تعضب	۲۳۳	۹	المسفرون	المفرون	״	۱۸	تھنہم	بجھہم
۱۶۸	۷	جاوزفیہ	جاوزنیہ	۲۳۸	۱۷	للکان	المکان	۳۵۴	۲	ہول	ہے
		کذا	المحل کذا	۲۵۰	۹	خیال جاوے	خیال کیا جاوے	۳۵۵	۱	میں	وہی
۱۷۱	۱۵	بیمہ	امیمہ	۲۸۳	۸	ہوتی ہے	معلوم ہوتی ہے	۳۵۷	۱۸	تعہیم	تفہیمہم
۱۷۲	۸	علت	علب	۲۹۰	۱۷	تھے	تھا	״	۱۹	الذین لا القوم	الذین لا القوم
۱۷۴	۱۴	عشی	غشی	۳۰۲	۳	بالعی	بالضحی	۳۵۸	۱۹	اوباحت	واباحت
۱۷۵	۱۷	بجان	نجفان	۳۰۵	۲	نکرے	نکریں	۳۶۲	۳	کیونکہ وہ	کیونکہ
۱۷۷	۸	کے لیے معتمد علیہ	کے لیے گی روایت	۳۰۹	۵	معترت	حقیت	״	۹	وو مسن	کو مسن
			معتمد علیہ	۳۱۴	۸	زرولاوت	ولادت	۳۷۸	۲	ہوا	ہوا
۱۷۸	۷	انصیبت	انفصیت	۳۱۵	۲	ونعیم	انعیم	۳۸۳	۵	روور	غرور وردہ
״	۱۶	کنوری	گنوری	۳۱۸	۹	سوجان بحروف	جالب بحروف	״	۳	نفوس رخروج	نفوس خروج
״	۱۸	غسیل	قبل	۳۲۳	۱۸	سے	ہیں	۳۸۲	۳	تمانیکم	مانیکم
								۳۸۴	۱۸	تحریف	تحریک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۶	۱۸	ہے ہیں	ہے کرہیں
۳۸۷	۳	بدرجہ ابھی نہیں	بدرجہ کمال ابھی نہیں
۳۹۱	۵	یَدُلُّوْنَہٗ	یَجْعَلُوْنَہٗ
۳۹۲	۰	ہوگیا ہے	ہوگیا ہے
۳۹۸	۱۸	الجمتنہ	الجنتہ
۴۱۲	۰	دونوں	دنوں
۴۲۰	۱۲	انکالکم	انکالکم
۴۲۹	۱۹	کریں اور پھر	کریں تو پھر
۴۳۳	۱۰	خلاف	اختلاف
۴۳۵	۱۵	کتاب	کتب
۴۳۹	۱۶	ضروریت	مغلوبیت
۴۴۰	۵	عشری تک	عشری تک
۴۴۱	۳	خصائل	خصائص
۰	۶	قرأت	قرابت
۴۴۰	۱۸	میرے کل	میرے اور کل
۴۴۴	۳	نیبھم	نبیھم
۴۴۶	۰	ذکورہ	مذکورہ
۴۴۸	۰	سیر نبی رسالت	سیرت نبی رسالت
۴۴۷	۳	یتبع پیر	یتبع الرسول
۴۴۷	۱۳	اور	اورا
۴۴۹	۹	مقبول ہے	مقبول ہوتا ہے
۰	۱۰	اوُدّا	اُنوف
۴۵۱	۱۰	شاعر اکثر	شاعر کر اکثر
۴۵۲	۱۰	لشاعو	نشاعو
۴۵۳	۱۶	ہے	سے
۴۵۴	۱	ابد الآبادہی	ابد الآباد
۴۵۸	۲	اجی	اجنبی
۴۶۰	۳	سب اتفق	سب کا اتفق
۰	۹	حمئیۃ	حمئیۃ
۰	۱۹	حمیہ	حمئۃ
۴۶۱	۸	شامی	تمامی
۹	۵	ظرف	طرف

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶۱	۱۹	بہ ولہم	بہ ولہم
۴۶۳	۱۸	حبیب	حُبّ
۴۶۳	۷	ہوں	ہوئیں
۴۶۴	۱۹	اسطرح	اسی طرح
۴۶۵	۰	نہیں	نہیں آئی
۰	۱۸	ففتقنا	ففتقنا
۴۶۷	۱۵	سے غیر	سے نکلے غیر
۴۶۹	۱۲	اقولہ	اقوالٌ
۴۷۱	۲	عبارت	عبّاد
۴۷۲	۹	دیبا	ہے
۴۷۳	۲	لوپ	پوپ
۴۷۴	۵	بستعدہ	اسی قعدہ
۰	۱۹	دراتھم	درا تھم
۴۷۵	۳	طرفہا	طرفہا
۰	۵	لمربق	لم تربق
۰	۱۳	کے واسطے	کے ہیں واسطے
۴۷۶	۱	سے نہا	سے تنہا
۰	۶	نسبتے	نسبت
۴۷۷	۱۲	عمل	اعمال
۴۷۸	۳	تشعبین	تشعبین
۰	۱۱	ملک وقز	ملک قز
۴۷۹	۲	یہوی	یہودی
۰	۲	شدیہ	شدیدہ
۰	۹	اخلاق	اخلاق
۰	۱۰	ابراہیم	ابراہیم
۴۸۳	۱۳	توبطم	توبطم
۰	۱۸	ببال	ببا
۴۸۶	۱۹	کہتے ہیں	کہتے
۴۹۲	۱۲	خوبی اور شناخت	خوبی و شناخت
۰	۱۳	تراجاتا	پڑا جاتا
۴۹۳	۱۸	مبثوت	مبثوث
۰	۰	صادق	صدوق

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۹۹	۳	ایک قرآن	ایک ہی قرآن
۵۰۲	۱۶	معتدیہ	معتدبہ
۰	۳	لَدُنِ	لَدُنِّ
۰	۰	لَہٗ	لَکٗ
۰	۶	تعلیموں	تعلمون
۵۰۳	۱۴	تنشرہٗ	تنشرُھا
۵۰۳	۵	حروف شمسی	حروف کو جس
۵۰۶	۱۲	و اجماد جبیل روایات ہے اور ان کی روایا	و احمد ہے اور ان کی روایات از قبیل روایت اجماد میں
۵۰۸	۲	صورت	صورت
۰	۱۰	کہ عقلمند	کہ کوئی عقلمند
۵۱۱	۵	وقت	بوقت
۵۱۲	۱۹	وغیرہ میں	وغیرہ اس میں
۵۴۳	۱۲	رویت	روایت
۵۴۴	۸	جھوں	جھول
۰	۱۹	سکتی	سکتی
۰	۰	جن مشاہدہ	جن میں مشاہدہ
۵۴۵	۵	کرتے ہیں	کرنے میں
۵۵۰	۸	ہوگئے	ہونگے

صورة كتابة امام الادباء سند الفقهاء مخدوم المتورعين العارفين
اسوة المتكلمين المناظرين العالم العالي باني عوالي النور الششتري ارجح
الناس مولنا السيد محمد عباس لا زال الدنيا مستضيئة بجوده ووجوده

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي خلق الانسان علمه البيان وانزل على عبده كتابا عربيا اخرس مصاقع
قحطان وشقاشق عدنان صلوات الله عليه واله سادة الانس والجان اما بعد فمن
نوائب الزمان ان بعض من نشأ بالهند لم يعرف الادب ولا لسان العرب ولم يمتنع عن
تمدينه ارتد عن دينه فجعل يتكلم في الكتاب الذي اعجز العرب العرباء وافحم كافة الفصحاء
والبلغاء والشاعر المعروفين في سوق عكاظ يطاولونها بكلمات في حلاوة الالفاظ فمنعهم عن
الحرب استيصال فرعه واصله ولم يعارضوا القرآن باقصر سورة من مثله وهكذا استمر الزمان
فكان فيه من كان كبديع همدان وابي القاسم الحريري وهو اولى منه بالاعجاب ولكنه لم يفضل
كتابه على الكتاب وذلك لانه كان عارفا باللسان واقفا على فضل القرآن مطلعا على مزاياه بالوجدان
وهذا الرجل ليس لهم عليم مثل ما عقلوا والناس اعداء ما جهلوا فطفق يقول ان في القرآن الفاظا
وحشية غريبة منافية لفصاحته ويريد ان يستر الشمس الضحية براحته فايد الله سبحانه السيد الاديب
الاريب الاديب الحسيب النسيب العالم الفاضل الفاصل بين الحق والباطل الزكي الذكي الالمعي
الاوحدي الحامي لثغر الاسلام عن ايدي اللئام الطغام المؤيد المسدد السيد محمد دام
الله معاليه فاسهر لياليه في تصفح كلام القدماء من العرب العرباء واستخرج منه الشواهد
الصادقة عنهم في المصادر والموارد فشكر الله مساعيه وصانه الفئة الباغية والحمد لله على
نعمائه المتواليه والصلوة على محمد وعترته الطاهرة الزاكية فقط مهر نقل مطابق

لا اله الا الملك القوي
ابن علي الموسوي
عبده السيد عباس

صورة ما كتبه المولى العلامة والحبر الفهامة الجامع بين شرف النجابة والاجتهاد الحائز قصب السبق في مضمار الارشاد مولانا السيد بنده حسين صانه الله عن كل شين مقرظا على هذا الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الواحد الاحد المتعالي عن الصاحبة والولد والصلوة على نبينا المبعوث على الاحمر والاسود المسمّى في الانجيل باحمد وآله المعصومين المبشر بهم في التورية والانجيل المساوين لنقباء بني اسرائيل في العدد وبعد فان الفاضل الاديب الاريب الذي فاز من قدح الفضل بالمعلى والرقيب المجلي في حلية البراعة المجلي في مضمار الكمال برفعة سمي نبي المؤيد السيد محمد حرسه الله الصمد عن شر حاسد اذا حسد قد صنف كتابا حسنا في جمع نبذه وشمّر عن ساق الجد للاجتهاد وجاهد في الله حق الجهاد وذبّ عن حريم القرآن بليغ ما بلغ المراد ورد فيه على من عدل عن قصد السبيل وحاد وسعى في الارض بالفساد وقد اعجبني سماع عدة مواضع منه فالفيتها بحمد الله ارم ذات العماد التي لم يخلق مثلها في البلاد فلله دره بلاده لقد اتى بفرائد فوائد حلت محل الفؤاد وشهد بجودة ذهنه النقاد وصار منطبعه الذي يجحفل شبهات من هو لدين الصادقين عماد كرماد اشتدت به الريح الذي ارسل على قوم عاد فجزاه الله خير الجزاء وحرسه عن شرور الحساد وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العباد والصلوة على افصح من نطق بالضاد وآله المعصومين الامجاد الكرام يوم ينادي المناد ويقوم الاشهاد فقط

نقل مهر مقرظ

حضرت [illegible] مولانا سيد حسين صاحب ۱۲۸۳

حضور اعلى [illegible] مجتهد العصر والزمان

المسلمين [illegible] كا مورث [illegible]

[illegible] تاج الاتقيا افسر المؤمنين

صورة ما كتبه سلطان الفقهاء والمتكلمين يعسوب العلماء المتعلمين آية الله في العالمين صدر المحققين نجم الملة والدين ابو الفضل شمس العلماء مولانا السيد ناصر حسين ايدهم الله تعالى وادام الله وجودهم ابداً

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا واوحى اليه القرآن
قصيرة للعائذين وحجا وصلى الله على سيدنا ابي القاسم محمد الذي ارسله الى بريته
سراجا منيرا وانار دعجا وبعثه الى خليقته مصباحا مستطيرا دافعا بلجا وعلى
آله الطيبين الطاهرين الذين فطرهم حين فطرهم ناجين فاتحين طيبا وارجا
درّهم حين برء همجا ضلين فاصلين اعلاما وحججا لاسيما سيد ومولانا امير المؤمنين
الذي شرع لكلامه عن الحق فناما ورهجا واباح بصمصامه من الباطل ضراما ووهجا صلوة
شافعة نافعة تحيط عنا اثاما وحرجا ناجحة ناجعة تبيض نارا قارا وحرجا **اما بعد** فلا يخفى
على ذوي العقول والافهام واولي الالباب والاحلام انه قد ظهرت في زماننا الكنود
فتن عجيبة وبدع في عصرنا العنود ومحن غريبة قلما يلفى مثلها في اخبار العصور
الغابرة وعز ان يرى شكلها في آثار الدهر الداثرة فمن اعظمها ان نفرا من اهل
العباء تركوا مذهب الاسلام واختاروا مذهب النصارى مع انه مخالف
صراحة للعقول والاحلام وذلك ميلهم الى الحطام وجبهم لدينا الجهال واللئام
ومن العجائب ان رجلا طغى به حب الجاه فالف بعد تنصره تاليفا في الطعن على
كتاب الله تعالى فيه بالهفوات البادية العوارية ادرج فيه السقطات اللائحة الشنيعة

وحيث ان الحق يعلو ولا يعلى والباطل يزهق وان ابدى في فم الدهر تعلا فقد انتدب
لرد اباطيله ودفع اضاليله العالم الجليل والحبر النبيل سلالة الصيد الاماجيد البهاليل
ونقاوة القماقيم المقاويل ركن البيت الرفيع المعمد جناب المولوي **السيد محمد**
غفر الله الصمد واتاح له في جنان الخلد ما يسر القلب والكبد فصنف في نقض
تاليفه هذا السفر الوثيق وملأه بافادات مبهجة مزهرة كالروض الانيق و
سماه تنزيه الفرقان وسر به قلوب اهل الدين والايمان فجزاه الله عن الاسلام
والمسلمين خير الجزاء واعطاه ما هو لمثله في الكفاء وحيث صارت نسخ هذا الكتاب
المحمود في هذا الزمان قليلة الوجود وفق الله عين الاعيان الاعاظم ركن الاركان
الافاخم المتحلي بالمجد والشرف والبهاء والزين جناب السيد **سجاد حسين**
ادام الله اجلاله المقر لكل عين دائما بدوام الحرمين تامر بطبعه ونشره مرة اخرى
وصار لاجل توفيقه بالمدائح والثناء احق واحرى كيف لا وهو الولد الاكبر للمصنف
المرحوم المغفور المنتقل الى دار ثبة الجلال جل ذكره فالله المسئول ان يفيض عليه
شآبيب نعمه ويسبغ له جلابيب كرمه وآخر دعوينا ان الحمد لله رب العالمين
وصلى الله على محمد وآله الاكرمين الاعظمين ٥

حرره بيمناه الوازرة **ناصر حسين** الموسوي كان الله له في الاولى
والآخرة وكان ذلك في العشر الاول من ربيع الآخر سنة ١٣٢٠ هـ

لا اله الا الله الملك الحق المبين سنة ١٣٠٥ هـ
عبده ناصر حسين بن العلامة
السيد حامد حسين الموسوي النيسابوري

فہرست مطالب

پہلی فصل اُن الفاظ مفردۂ قرانیہ کی فصاحت کے اثبات مین جن کو پادری صاحب نے بحوالۂ قول ابو بکر واسطی غیر فصیح لکھا ہے اور شواہد اشعار قدیمہ	۸
دوسری فصل اُن آیات کی فصاحت کے اثبات مین جن کو پادری صاحب نے غیر فصیح لکھا ہے اور مسیلمہ کذاب کے قرآن مصنوعی کی عبارت کے عیوب اور بعض آیات قرانیہ کے صنائع وبدایع و لطائف ونکات۔	۲۰۵
تیسری فصل اُن آیات کے معانی کی تفسیر مین جنکے مضامین مین پادری صاحب نے تخالف وتناقض ظاہر کیا ہے۔	۳۳۹
چوتھی فصل اُن آیات کی تفسیر مین جنکے مضامین پر پادری صاحب نے جھوٹ کا اتہام کیا ہے۔	۴۱۶
پانچوین فصل تحریف قرآن کے ابطال مین اور بیان اس امر کا کہ اصل انجیل گم ہے اور انجیل موجودہ مطابق اقوال محققین نصاریٰ نہایت محرف ہے اور تحریف بھی قصداً ہوئی ہے۔ اور حواریان مسیح غیر معتمد اور مقدوح تھے۔	۴۹۱

تمّت

قطعهٔ تاریخ چکیدهٔ قلم جادو رقم شاعر وحید العصر مرزا حاتم علی مهر ادام الله حشمته و اقباله

جناب مولوی سید محمد که همه دان ست
به بحث افتاد در وی چون عماد الدین تثلیثی
جواب هر سوالش مولوی دندان شکن گفته
کتابی مثل این در دفتر عالم ندید عالم
سخن سنجان بغور و فکر بهر سال می بویند

متین مذهب حق وظیفهٔ اهل ایمان ست
کنون که شد ستون آسمانیان کاخ دیوان ست
شده مشکل ز خجلت لب گزیدن بهر آسان ست
سر هر نسخهٔ علم کلام این نامه عنوان ست
رقم زد مهر تاریخی چه تنزیه قرآن ست
۹۳

قطعهٔ تاریخ شاعر شیرین سخن میر سید حسن المتخلص به مضطر مین پوری سلمه

کتاب حق نما تنزیه فرقان
ندیده عالمی مثلش بعالم
جواب کافی و دندان شکن گشت
چو شد مطبوع طبعم سال طبعش
بگو مضطر چو سن بشمار مصنف

که باشد مظهر اعجاز حقا
کز ان اعجاز قرآن شد هویدا
عماد الدین تثلیثی غبی را
ز چرخ چارمین فرمود عیسی
جزاک الله فی الدارین خیرا
۹۳

قطعهٔ تاریخ جوهر شناس سخن سید احمد حسن رئیس شاه گنج دام مجده

مولوی سید محمد نے کتاب
دیکھ لیں گے آپ ہی صاحب کمال
عرصے سے مشتاق تھے اہل کلام
فکر سال طبع میں تھا منتظر
سال ہجری کہ شرک کرکے دور
۹۳

مرحبا تنزیہ فرقان کیا لکھی
کیا ضرورت وصف اور تعریف کی
شکر للہ اب وہ بالکل چھپ گئی
چرخ چارم سے صدا آئی یہی
دیکھ اشارہ سو ستر عیسوی